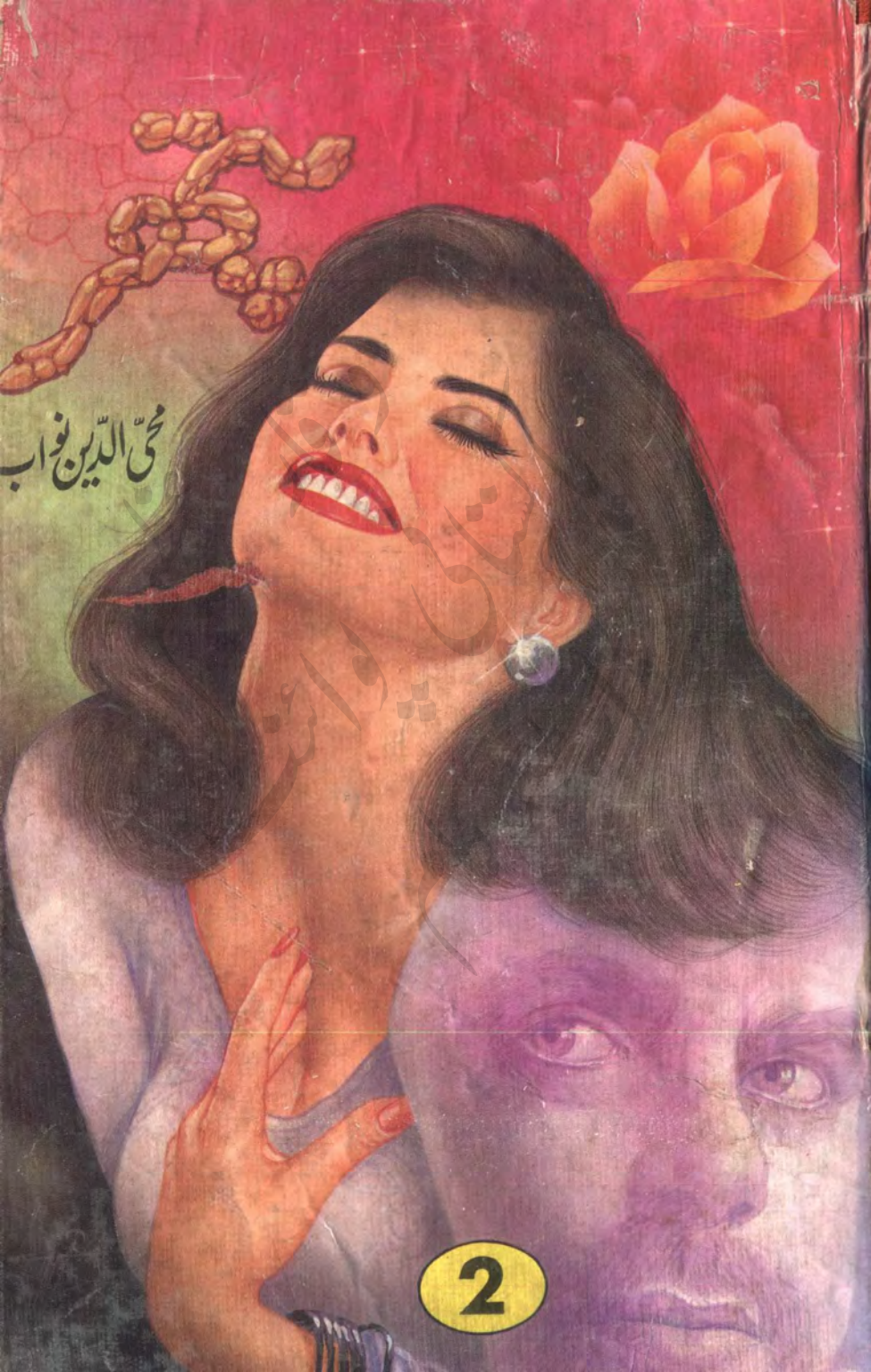
محی الدین نواب
2

ہاجرہ نے ریسیور کریڈل پر رکھ کر اپنے ابا حضور کو دیکھا۔ انہوں نے حقے کا ایک کش لگایا پھر دھواں چھوڑتے ہوئے پوچھا۔ "کیا کہہ رہا ہے؟"

وہ عاجزی سے بولی "وہ آپ کے داماد ہیں۔ آپ ایسی حقارت سے نہ پوچھیں۔ وہ ابھی یہاں آرہے ہیں۔"

"تمہیں ہماری حقارت ناگوار گزر رہی ہے۔ اس کی افسرانہ شان نہیں دیکھ رہی ہو۔ اس نے کل شام کو یہاں آنے کا وعدہ کیا تھا اور آج شام کو آرہا ہے۔"

"آپ ان کے دیگر فرائض اور مجبوری کا خیال کریں۔ یہ آپ کو معلوم ہو چکا ہے کہ ہماری بیٹی جس نوجوان کو چاہتی ہے اس کی ماں نے کل خودکشی کی تھی۔ اس کی تجہیز و تکفین میں خاصی رات ہوگئی ہوگی اس لیے وہ نہ آسکے۔"

"ابھی اس نوجوان سے رشتے داری نہیں ہوئی ہے۔ کوئی ضروری تو نہیں ہے کہ وہ قبرستان تک جنازے کو کاندھا دینے جاتا پھر یہ کہ اپنے ساتھ شانی کو بھی لیے پھر رہا ہے۔"

" وہ ایک آدھ روز میں اسلام آباد چلے جائیں گے اس لیے بیٹی کے ساتھ زیادہ وقت گزار رہے ہیں۔"

انہوں نے کش لگانے کے بعد کہا "ہاجرہ! آخر تم کب اپنے شوہر کی چالوں کو سمجھو گی؟ تم اسے لکھ لو کہ وہ کل شام کو نہیں آیا' آج چوبیس گھنٹوں کے بعد آرہا ہے تو یقیناً اس نے اس عرصے میں ہمیں یقین پہنچانے والا کوئی کام کیا ہوگا۔"

"یااللہ! میں کیا کروں؟ بعض اوقات وہ بھی آپ کے بارے میں پیش گوئی کرتے

ہیں اور وہ پیش گوئی درست ہوتی ہے۔ اسی طرح آپ بھی ان کے متعلق جو اندازے لگاتے ہیں' وہ غلط نہیں ہوتے۔"

"تم ہمارے درمیان نہ آیا کرو۔ ابھی وہ یہاں آئے تو تم اپنے کمرے میں چلی جانا۔ آئندہ ہماری کوشش ہوگی کہ تمہیں کسی طرح کی ذہنی پریشانی نہ ہو۔"

"وہ تو ہوگی۔ جب تک آپ سے باپ کا اور ان سے مجازی خدا کا رشتہ رہے گا' تب تک ذہنی پریشانی قائم رہے گی۔"

"تو پھر ہم سے دور ہو جاؤ۔ اس کے ساتھ اسلام آباد چلی جاؤ آب و ہوا تبدیل ہوگی۔ صحت بھی اچھی رہے گی۔"

"کیا ایسے وقت دور ہو جاؤں جب کہ بیٹوں نے ساتھ چھوڑ دیا ہے۔ آپ نے صرف ایک ملازم عبداللہ کو رکھا ہے۔ یہاں خدمت کے لیے درجنوں ملازمین رکھے جاسکتے ہیں لیکن آپ کو گاڈ فادر کی حیثیت سے اندیشہ رہتا ہے کہ گھر کا بھیدی لنکا ڈھا دیتا ہے۔ آپ صرف عبداللہ یا مجھ پر اعتماد کرتے ہیں لہٰذا مجھے یہاں رہنا ہوگا۔ میں آپ کو چھوڑ کر نہیں جاؤں گی۔"

انہوں نے بڑے دکھ سے بیٹی کو دیکھا۔ اصل دکھ بیٹوں سے ملا تھا جسے وہ دور کرنا چاہتی تھی۔ ان کے سینے سے ایک سرد آہ نکلی۔ آہ نکلنے والی تلخ سچائی یہ تھی کہ وہ گاڈ فادر تھے مگر اپنے بیٹوں کے فادر نہیں تھے۔ انہوں نے دونوں کو ولدیت سے محروم کر دیا تھا۔

بیٹے باپ کے نام سے محروم ہوگئے تھے مگر باپ کو کیا ملا تھا؟ بے انتہا دولت جو بڑے بڑے ممالک کے بڑے بڑے بینکوں میں یونہی پڑی ہوئی تھی۔ وہ کسی بیٹے کو نہیں ملنے والی تھی۔ شاید انہوں نے وہ سب کچھ کسی کے نام لکھ دی ہو۔ بات محض دولت کی نہیں تھی' خدمت کی بھی تھی۔ بڑھاپے میں سب سے بڑی خواہش یہی ہوتی ہے کہ بیٹے پاس رہیں۔ ان کی خدمت کریں۔ جس طرح بچپن میں ڈانٹ ڈپٹ سن لیا کرتے تھے اب بیوی بچے والے ہو کر بھی ان کے سامنے سر جھکا لیا کریں۔ یوں بے عزتی نہیں ہوتی بلکہ اولاد کی اولاد کو بزرگوں کے سامنے سر جھکانے کا درس ملتا ہے۔

فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ ہاجرہ نے ریسیور اٹھایا پھر دوسری طرف کی باتیں سن کر بولی

"ابا حضور! سیکیورٹی افسر کہہ رہا ہے کہ وہ آگئے ہیں۔"

"افسر سے کہو آنے دے۔ تم اس کا استقبال کرو۔ یہاں لے آؤ پھر کچھ دیر کے لیے ذرا کچن میں مصروف ہو جاؤ۔"

"آپ جو کہتے ہیں' میں وہی کرتی ہوں۔ آپ بھی وعدہ کریں کہ ان سے جھگڑا نہیں ہوگا۔ میں ان سے بھی کہوں گی کہ تحمل مزاجی سے کام لیں۔"

"ٹھیک ہے...... ہماری طرف سے تمہیں شکایت نہیں ہوگی۔ یہ حقہ ٹھنڈا کرتی جاؤ۔"

اس نے آگے بڑھ کر سوئچ بورڈ کے ایک بٹن کو دبایا پھر سوئچ نکال دیا۔ حقے کے ہیٹر کی آگ کی سرخی ماند پڑنے لگی۔ وہ برے حال سے باہر چلی گئی۔

باہر احاطے کے اندر ایک کار آکر رک گئی۔ اس کے اگلے دو دروازے کھلے۔ اسٹیئرنگ سیٹ کے دروازے سے صداقت علی باہر آیا۔ دوسرے دروازے سے شانی باہر آئی پھر ماں کو دیکھتے ہی آکر اس سے لپٹ گئی۔ صداقت نے قریب آکر کہا "بیٹی جوان ہوگئی ہے پھر بھی ہمارے لیے بچی ہے۔ تمہارے ابا حضور کو یہ احساس نہیں ہے کہ انہوں نے ایک بچی کو ماں سے اتنے دنوں تک دور رکھا۔"

ہاجرہ نے کہا "ایسا ایک بار ہوگیا' بار بار نہیں ہوگا۔"

"ایسا تمہارے باپ کے ساتھ بھی ہو رہا ہے۔ ان کے بیٹے پوتی اور پوتے بچھڑ گئے ہیں۔ تم نے اندازہ لگایا ہوگا۔ اولاد کی جدائی کا کچھ تو ان کے پتھر جیسے دل پر اثر ہو رہا ہوگا۔"

وہ اداسی سے بولی "ہاں۔ میں کل سے محسوس کر رہی ہوں۔ وہ اگرچہ اپنے تمام معاملات میں پہلے کی طرح مصروف ہیں لیکن کچھ بجھے بجھے سے ہیں۔ ایک جگہ بیٹھے اپنے خالی گھر کو دیکھتے رہتے ہیں۔"

پھر اس نے بیٹی کو الگ کر کے اس کے آنسو پونچھے۔ اسے گونگے اشاروں سے اندر چلنے کو کہا۔

پھر ہاجرہ صداقت سے بولی "آپ مجھ سے ایک وعدہ کریں گے؟"

"میں تمہارے کہنے سے پہلے تمہارے دل کی آواز سن لیتا ہوں۔ میں تمہارے باپ سے اونچی آواز میں بات نہیں کروں گا۔ تمہیں یہ تسلیم کرنا چاہیے کہ اولاد کی جدائی اور بڑھاپے کے باعث وہ کچھ کچھ چڑچڑے سے ہوگئے ہیں۔ میں تمہیں بھی سمجھاتا ہوں۔ اگر وہ غصے میں مجھ پر برستے رہیں تو تم اپنے دل پر اثر نہ لینا۔ یہ دیکھ کر مطمئن ہوتی رہنا کہ میں داماد ہو کر ایک بیٹے کی طرح ان کے سامنے سر جھکا کر رہوں گا۔"

وہ مطمئن ہو کر بولی "آپ میرا دل نہ دکھانے کے لیے میری ہر بات مان لیتے ہیں۔ آج کی ملاقات پُرسکون رہے تو میں بھی خود کو مطمئن محسوس کروں گی۔"

وہ تینوں کوٹھی کے اندر بڑے ہال میں آگئے۔ شانی اور صداقت نے پیر شاہ سلطانی کو سلام کیا پھر ہاجرہ بیٹی کو لے کر کچن کی طرف چلی گئی۔ صداقت ان کے سامنے ایک صوفے پر بیٹھا تھا۔ دونوں طرف خاموشی تھی۔ وہ داماد سے نظریں پھیر کر دوسری طرف دیکھ رہے تھے۔ داماد نے کہا "اگر حقے کی طلب ہو تو میں اسے تازہ کردوں؟"

انہوں نے اس کی طرف دیکھے بغیر بڑے رعب سے کہا۔ "ہوں۔"

صداقت نے اپنی جگہ سے اٹھ کر حقے کو گرم کرنے سے پہلے سینٹر ٹیبل کے نیچے پڑے ہوئے جھاڑن سے حقے کو صاف کرتے ہوئے کہا "آپ کے حقہ بردار کام چور ہوگئے ہیں۔ انہیں صفائی کا تو خیال رکھنا چاہیے۔"

انہیں اندر سے یہ اچھا لگ رہا تھا کہ سر پر چڑھ کر بولنے والا ابھی ایک ملازم کی طرح کام کر رہا ہے مگر بظاہر گھور کر پوچھا "تمہارا رویہ کیوں بدل گیا ہے؟ یہ کام ملازم کرتے ہیں۔ تم صرف پلگ لگا کر سوئچ آن کردو۔"

وہ حقے کی پوری طرح صفائی کرتے ہوئے بولا "آپ میرے خلوص پر شبہ نہ کریں۔ میں بھی اولاد والا ہوں۔ آپ کے اندر کے صدمات کو سمجھتا ہوں اس لیے میں نے ہاجرہ کے سلسلے میں شکایت نہیں کی کہ آپ نے اسے کیوں چھپا کر رکھا تھا۔ اس کے برعکس میں نے اسے آپ کے پاس بھیج دیا تاکہ آپ اتنے بڑے گھر میں بالکل تنہا نہ رہیں۔"

وہ اٹھ کر سوئچ بورڈ کے پاس آیا پھر پلگ لگا کر ایک بٹن کو دبا دیا۔ حقے کا ہیٹر سرخ ہونے لگا۔ وہ ٹٹولتی ہوئی نظروں سے داماد کو دیکھ رہے تھے۔ ہاجرہ اور شانی چھپ کر انہیں دیکھ رہی تھیں۔ صداقت کو ابا حضور کی خدمت کرتے دیکھ کر ہاجرہ کا چہرہ خوشی سے کھل گیا تھا۔ بڑے ہال کی ایک دیوار کے ساتھ بڑا سا آئینہ فرش سے لے کر چھت تک لگا ہوا تھا۔ صداقت نے چور نظروں سے دیکھا۔ ہاجرہ آئینے میں ایک پردے کے پیچھے بہت مسرور دکھائی دے رہی تھی پھر وہ مطمئن ہو کر پردے کے پیچھے سے چلی گئی۔

اس کے جاتے ہی صداقت نے طنزیہ انداز میں مسکرا کر کہا۔ "بیاہتا بیٹی کو بلا کر میکے کی کسی کوٹھی میں بھی رکھا جاسکتا ہے لیکن اس عمل کو اغوا کا نام دینا بڑی بے غیرتی ہے۔"

وہ حقے کا کش لگا رہے تھے۔ یکبارگی ٹھکا سا لگا۔ آدھا دھواں حلق کے اندر اور آدھا باہر رہ گیا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھے کہ ملازم کی طرح حقے کی صفائی کرنے والا اور بڑی فرمانبرداری دکھانے وال دامادیوں اچانک پتھر مارے گا۔

وہ کھانستے کھانستے جھک گئے۔ صوفے سے فرش پر گرنے والے تھے کہ صداقت نے انہیں دونوں ہاتھوں سے سنبھالتے ہوئے کہا "آپ اغوا کے نام پر ایک شوہر اور ایک گونگی بیٹی کو فریب دیتے رہے۔ آپ جیسے لوگ نہ گولی سے مرتے ہیں' نہ گالی سے۔ صرف حکمت عملی سے مارے جاسکتے ہیں۔"

وہ غصے میں یوں ہاتھ جھٹک رہے تھے جیسے اس کا سہارا لینے سے انکار کر رہے ہوں۔ وہ جواب میں اسے بہت کچھ کہنا چاہتے تھے مگر مسلسل کھانسی کے جھٹکوں سے نڈھال ہو رہے تھے۔ ذرا بھی کھانسی مہلت دیتی تو ہانپنے کے انداز میں لمبی لمبی سانسیں لینے لگتے تھے۔

وہ بولا "میں جانتا ہوں' گاڈ فادر اور حمزہ بیگ فرینکفرٹ میں ہے۔ آپ نے بیٹوں کو ٹھوکریں کھا کر واپس آنے پر مجبور کرنے کے لیے اپنے کسی کارندے کو نقلی حمزہ بیگ بنا کر ایک ہی رات میں خوب الٹ پھیر کیے ہیں۔ میں آپ کے واپس آنے والے بیٹے اور بہوؤں کو یہ فراڈ نہیں بتاؤں گا مگر شرط یہ ہے کہ آپ ہاجرہ کے سامنے مجھ سے نہ جھگڑا کریں گے اور نہ کسی طرح کی مخالفت....."

وہ شاید کچھ اور بھی کہتا لیکن ہاجرہ ایک گلاس میں پانی لیے تیزی سے آرہی تھی۔ اس کے پیچھے شانی بھی تھی۔ ہاجرہ نے باپ کے ہونٹوں سے گلاس لگا کر کہا "دو گھونٹ پی لیں۔ شاید کھانسی رک جائے۔ یہ اچانک کھانسی کا دورہ کیسے پڑ گیا ہے؟"

صداقت نے کہا "یہ کش لگا رہے تھے ایسے ہی وقت ایک دم سے جیسے ٹھسکا لگا۔"

انہوں نے ٹھہر ٹھہر کر ہانپتے ہوئے دو چار گھونٹ لیے۔ صداقت نے کہا "انہیں بیٹوں نے یاد کیا ہوگا۔ بزرگ کہتے ہیں کہ جب کوئی اپنا یاد کرتا ہے تو کھاتے پیتے وقت ٹھسکا لگتا ہے۔"

کھانسی کا زور ٹوٹ گیا تھا۔ وہ ایک آدھ بار کھانستے تھے پھر لمبی لمبی سانسیں لینے لگتے تھے۔ ہاجرہ اور صداقت نے انہیں سہارا دے کر صوفے پر بٹھایا۔ صداقت نے کہا "یہاں صرف تمباکو ہے وہ چاندی کا تھال کہاں ہے جس میں خشک میوے اور تازہ پھل رکھے رہتے تھے۔ انہیں ابھی انگور اور بادام وغیرہ کھانا چاہیے۔"

ہاجرہ نے کہا "میں اتنا بڑا تھال نہیں لا سکتی تھی اس لیے صرف تمباکو لے آئی تھی۔ ابھی جا کر پھل اور میوے لاتی ہوں۔"

وہ جانے لگی تو صداقت نے کہا "پورا تھال اٹھا کر لانا ضروری نہیں ہے۔ بس تھوڑے سے میوے اور پھل لے آؤ۔"

وہ تیزی سے سیڑھیاں چڑھتی ہوئی بیٹی کے ساتھ باپ کی خواب گاہ میں جا رہی تھی۔ وہ بولا "آپ کو میوے اور پھل کھا کر تازہ دم رہنا چاہیے۔ آپ جیسے گاڈ فادرز کو قانون کی طاقت نہیں مار سکتی۔ آپ نہ قانون کے شکنجے میں آسکتے ہیں اور نہ موت کی سزا کوئی آپ کو دے سکتا ہے لہٰذا آپ کو تھوڑا تھوڑا کر کے مرنا چاہیے۔ آپ بڑے حکمرانوں پر چور دروازے سے حکومت کرتے ہیں۔ میں چور دروازے سے آپ تک موت کی سزا پہنچاتا رہوں گا۔"

اب ان کی سانسیں قابو میں آرہی تھیں۔ کھانسی بھی ختم ہو چکی تھی۔ وہ اپنے غصے اور نفرت مگر بے بسی سے دیکھ رہے تھے پھر انہوں نے دھیمی آواز میں پوچھا "تمہارے پاس کیا ثبوت ہے کہ ہم نے اپنے کسی کارندے کو گاڈ فادر بنا کر اپنے بیٹوں کو دھوکا

دے کر پھر توبہ کر کے یہاں واپس آنے کا فراڈ کیا ہے؟"

"جب گاڈ فادر حمزہ بیگ پاکستان واپس آئے گا تو اس کے ویزا پاسپورٹ اور جرمنی کے سفارت خانے کے ذریعے ٹھوس ثبوت فراہم ہو جائیں گے۔ آپ کے بیٹے اور پوتے سوچیں گے کہ حمزہ بیگ ہزاروں میل دور تھا تو پھر یہاں کس نے نقال بن کر انہیں دھوکا دیا ہے؟ اس نقال نے ایک ہی رات میں بیٹے بہو اور پوتے سے بہت کچھ چھینا اور اسی ایک رات میں سب کچھ واپس کر دیا۔ میں تو ثابت کر دوں گا کہ یہ کھیل آپ نے کھیلا ہے۔ اس کے بعد بیٹے، بہو، پوتے اور پوتی کی نظروں میں آپ کی کیا عزت رہ جائے گی۔ آپ کیسے باپ ہیں کہ آپ نے بیٹی کے اغوا کا ڈراما رچایا اور آپ کیسے دادا ہیں کہ اپنی پوتی کو غنڈوں کے درمیان ایک شرمناک کھیل کے لیے پہنچا دیا۔ اگرچہ آپ نے اپنے دو سرے کارندوں کے ذریعے اس کی عزت و آبرو کو محفوظ رکھا ہے لیکن شریف اور غیرت مند باپ دادا اپنی اولاد کے ساتھ اور اولاد کی اولاد کے ساتھ کیا ایسا شرمناک کھیل کھیلتے ہیں؟"

انہوں نے سر اٹھا کر اوپر دیکھا۔ ہاجرہ اور شانی چاندی کے بڑے سے تھال کو دو طرف سے پکڑ کر لا رہی تھیں۔ وہ آہستگی سے بولے "ہمیں تمہاری شرط منظور ہے۔ ہم وعدہ کرتے ہیں کہ ہاجرہ کی موجودگی میں تم سے کسی بات پر جھگڑا نہیں کریں گے۔ تم کسی کو فراڈ حمزہ بیگ کے سلسلے میں کچھ نہیں بتاؤ گے۔"

یہ کہہ کر انہوں نے قالین پر پڑی ہوئی حقے کی نے کو اٹھایا پھر اسے منہ سے لگانا چاہتے تھے کہ صداقت نے ان کے ہاتھ کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ لیا۔ ہاجرہ اور شانی قریب آگئی تھیں۔ انہوں نے کہا "ہاتھ چھوڑو۔ یہ کیا حرکت ہے؟"

صداقت نے کہا "یہ حقہ ابھی آپ کے لیے زہر ہے۔ میں اس کا ایک بھی کش لگانے نہیں دوں گا۔ آپ پھل کھائیں اور جان بنائیں۔"

ہاجرہ اور شانی نے سینٹر ٹیبل پر تھال کو رکھا پھر ہاجرہ نے کہا "ابا حضور! یہ آپ کو کتنی محبت سے ایک بیٹا بن کر تمباکو نوشی سے روک رہا ہے۔ پلیز آپ ابھی پرہیز کریں۔"

صداقت نے حقے کی نے ایک طرف رکھی پھر سوئچ بورڈ کے پاس آکر بٹن کو دبا کر پلگ نکال دیا۔ حقے کو بجھا دیا۔ ہاجرہ نے انگوروں کا ایک خوشہ اپنے باپ کو دیتے ہوئے کہا "آج میری طرح کوئی خوش نصیب نہیں ہوگا۔ ابا حضور! آپ کو یہ تسلیم کرنا چاہیے کہ یہ مجھے کس قدر چاہتے ہیں۔ انہوں نے میری خاطر یہ سمجھوتا کیا ہے کہ آپ کے مزاج کے خلاف نہ کچھ بولیں گے اور نہ رشتوں کے درمیان اختلاف پیدا ہونے دیں گے اور آپ دیکھ رہے ہیں کہ جو بیٹے آپ کو چھوڑ گئے ہیں ان کی کمی یہ بیٹا بن کر پوری کر رہے ہیں۔"

وہ بیٹی سے نظریں چرائے انگور کے دانے یوں چبا رہے تھے جیسے صداقت کی ہڈیاں چبا رہے ہوں جبکہ ہڈیاں انگوروں کی طرح نرم نہیں ہوتیں۔ انہوں نے صداقت کو ترنوالہ سمجھ کر ہی داماد بنایا تھا لیکن برسوں گزرنے کے بعد بھی وہ لوہے کا چنا ثابت ہو رہا تھا۔ انہوں نے بیٹی سے کہا "تم جاؤ۔ اب ہم ٹھیک ہیں۔ صداقت سے کچھ ضروری باتیں کریں گے۔"

ہاجرہ نے صداقت کو محبت سے دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔ "میں چائے لاتی ہوں لیکن آج رات کا کھانا آپ ہمارے ساتھ کھانے کے بعد یہاں سے جائیں گے۔"

وہ جواباً مسکرا کر بولا "رات ہونے میں بہت دیر ہے اور تم جانتی ہو کہ میری ملازمت کے تقاضے مجھے کہیں زیادہ دیر بیٹھنے نہیں دیتے۔ میں پھر کبھی آکر تمہارے ساتھ کھاؤں گا۔ فی الحال چائے کافی ہے جبکہ چائے چائے ہوتی ہے' کافی نہیں ہوتی۔"

ہاجرہ ہنستی ہوئی بیٹی کے ساتھ چلی گئی۔ صداقت نے ان سے کہا "میری گونگی بیٹی کچھ نہ بولتے اور کچھ نہ سنتے ہوئے سمجھ گئی ہے کہ میں اس کی ماں کو کس طرح خوش رکھتا ہوں اس لیے بیٹی بھی مسکراتی ہوئی گئی ہے۔ آپ کا بھی فرض ہے کہ ہاجرہ کو خوش رکھیں۔ مجھے کوئی اعتراض نہ ہوگا اگر آپ اسے خوش رکھنے کے لیے میری طرح ایسا ہی میٹھا زہر بن جائیں جیسا کہ میں بن رہا ہوں۔"

وہ چند لمحوں تک اسے گھور کر دیکھتے رہے پھر کہا "تم جانتے ہو کہ ہم داماد کے رشتے کا لحاظ کر کے تمہیں بہت ڈھیل دے رہے ہیں۔"

"آپ بھی جانتے ہیں کہ میں ہاجرہ سے آپ کی گہری محبت دیکھ کر چھوٹ دے رہا ہوں۔ خدا ہاجرہ کو لمبی عمر دے لیکن جب وہ نہیں رہے گی تو جس دن آپ چار دیواری سے باہر نکلیں گے' اس دن یہاں واپس نہیں آئیں گے۔ آپ کی موت ایسی حادثاتی ہوگی کہ کسی کو قتل کا شبہ نہیں ہوگا۔"

"کیا تمہیں پتا ہے کہ ہم نے اپنے چند خاص خطرناک ماتحتوں کو سختی سے حکم دیا ہے کہ ہم اگر قتل کیے جائیں یا کسی حادثے میں مارے جائیں تو تمہیں بھی ہمارے پاس فوراً پہنچا دیا جائے۔"

وہ مسکرا کر بولا "اللہ تعالیٰ نے ہم دونوں کو ایک دوسرے کے ساتھ جینے اور مرنے کے لیے بھیجا ہے۔ میری وہ خفیہ فورس جو غیر سرکاری ہے اسے بھی میں نے یہ تاکید کی ہے کہ میں اگر قتل کیا جاؤں یا کسی حادثے میں مارا جاؤں تو وہ آپ کو فوراً میرے پاس پارسل کر دیں۔ آزمائش شرط ہے۔"

وہ دونوں ہی پہاڑ تھے۔ صداقت سرکاری طور پر ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا تھا۔ وہ زیر زمین دنیا کے ایسے بااثر اور بااختیار گاڈ فادر تھے کہ ملک کا کوئی حکمران' کوئی عدالت ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی تھی۔ اسی طرح صداقت نے انہیں زیر کرنے کے لیے سرکاری طور پر صرف رسمی کوششیں کی تھیں لیکن در پردہ دو طریقوں پر عمل کر رہا تھا۔ ایک تو وہ اسکاٹ لینڈیارڈ سے چھ نہایت ہی ذہین اور خطرناک پاکستانی جاسوسوں کی ایک خفیہ فورس بنا کر لایا تھا۔ وہ چھ پاکستانی سراغ رساں اسکاٹ لینڈیارڈ کے اس شعبے میں تھے جہاں ذہانت سے جاسوسی کے علاوہ کمانڈو ایکشن کی تربیت بھی دی جاتی تھی۔ صداقت کا دوسرا طریقہ کار ہمیشہ یہ رہا کہ وہ گاڈفادر پیر شاہ سلطانی کے اہم اور منافع بخش منصوبوں میں بڑی رازداری سے غیر سرکاری طور پر مداخلت کرتا رہا۔ جو معاملہ ملک کی سلامتی اور بقا سے تعلق رکھتا تھا اس میں اپنے سسر کو کبھی کامیاب نہیں ہونے دیا۔

اس لیے انہوں نے بیٹی کو دوسری کوٹھی میں چھپا کر صداقت پر دباؤ ڈالا تھا کہ ہاجرہ کی سلامتی اسی میں ہے کہ وہ پاکستان چھوڑ کر بیرون ملک چلا جائے۔ اس کے سسر کی یہ چال بڑی کامیاب رہتی۔ صداقت یہی سمجھتا کہ دوسرے گاڈفادر نے یا کسی دوسرے دشمن

نے اس کے خلاف یہ چال چلی ہے لیکن ایک ماں کو اور ایک نانا کو یہ نہیں معلوم تھا کہ صداقت کی خفیہ فورس میں ایک گونگی اور بہری بھی ہے جس کے طریقہ کار کو اس کے باپ کے سوا کوئی نہیں سمجھ سکتا ہے اور نہ ہی اس نہ سننے والی بے زبان لڑکی پر کوئی شبہ کر سکتا ہے۔

اس گونگی بہری نے اپنے نانا جان کی چال ناکام بنا دی تھی۔ ویسے دونوں سسر داماد ایک دوسرے کے لیے جوڑ کا توڑ تھے۔

ہاجرہ نے ان کے درمیان میز پر چائے لاکر رکھ دی پھر وہاں سے چلی گئی۔ صداقت نے اپنی چائے میں ایک چمچ چینی لے کر حل کرتے ہوئے کہا "برسوں پہلے آپ نے مجھے داماد بنانے سے پہلے کرپٹ بنانے کی بھرپور کوششیں کی تھیں لیکن میں اپنے داماد کو قانون کا احترام کرنے والا شہری بناؤں گا۔"

انہوں نے اپنی چائے میں چینی حل کرتے ہوئے پوچھا "کیا تم سائیں رب راکھن کے بیٹے کے بارے میں کہہ رہے ہو؟"

"ہاں۔ اسے باپ جیل بھیجنا چاہتا تھا اور آپ نے بھی اسے دھمکی دی تھی کہ وہ اپنے باپ کا صحیح جانشین نہیں بنے گا تو آپ اسے دشمن سمجھیں گے کیونکہ اس نے تھانے میں آپ پر ہتھیار اٹھایا تھا۔ اگر سچل اپنے بابا سائیں اور آپ کی خاندانی روایات پر چلے گا تو آپ میری بیٹی کو اس کی شریک حیات بنائیں گے۔"

"وہ تمہاری بیٹی ہے۔ ہماری نواسی ہے۔ ہم اس کی بہتری کے لیے ایسا کر رہے ہیں۔ تم ویسے تو بہت بڑے ڈائریکٹر جنرل کہلاتے ہو مگر تمہاری جو ماہانہ تنخواہ ہے اس سے زیادہ رقم سے ہمارے حقے کا زعفرانی تمباکو خریدا جاتا ہے۔"

"اس کے باوجود ہمارے ملک خداداد کو زعفرانی دھواں نہ اڑا سکا اور نہ ہی اڑا سکے گا۔ بہرحال ضروری بات یہ ہے کہ اسٹیٹ بینک کے گورنر کا کریکٹر سرٹیفکیٹ اور عدالت سے جاری کیا ہوا ضمانت نامہ جسے سچل نے آپ کے دباؤ میں آکر پھاڑ ڈالا تھا وہ کاغذات میں میں نے دوسرے بنوالیے ہیں۔ سچل اسپتال سے جیل نہیں اپنے گھر جائے گا۔ آپ سے صرف اتنی گزارش ہے کہ میرا ہونے والا داماد کسی بھی بہانے زندگی سے محروم نہ ہو

ورنہ آپ کے دونوں بیٹے بھی اسی دن اللہ کو پیارے ہو جائیں گے۔"

"کیا بکواس کرتے ہو؟ اگر ہمارے مخالف گاڈ فادر کے کارندے سچل کو جانی نقصان پہنچائیں گے تو پھر بھی ہمیں الزام دو گے؟"

"جی ہاں۔ اس لیے کہ وہ آپ کی نواسی کا بھی جیون ساتھی ہوگا۔ اس کی حفاظت کا فرض اور ذمے داری آپ پر بھی ہے۔ یہ بات ذہن نشین کرلیں کہ حمزہ بیگ کے کارندے سچل کو نقصان پہنچا سکتے ہیں تو وہی کارندے آپ کے بیٹوں کو بھی نقصان پہنچائیں گے۔"

"تم ہمارے معاملات میں بچوں کو کیوں لا رہے ہو؟"

"اس کی پہل آپ نے کی ہے۔ آپ کے کارندے نے سچل کے بازو میں گولی ماری ہے۔ اس کی ماں ایک عظیم خاتون تھی۔ آپ نے اس خاتون کی شان میں گستاخی کی۔ اگر آپ غلطی تسلیم کرلیتے اور اس خاتون سے معافی نہ مانگ لیتے تو آپ چھوٹے اور کمتر نہیں ہو جاتے۔"

"ہم اور ایک عورت سے معافی مانگتے؟ تمہارا دماغ چل گیا ہے۔"

"معافی نہ مانگتے تو اس کے بیٹے پر گولی بھی نہ چلاتے۔

"جو جیسا کرتا ہے' ویسا بھرتا ہے۔"

"اس کے زخمی ہونے سے ماں کا کلیجا پھٹ گیا۔ وہ آئندہ بیٹے کو زندہ سلامت رکھنے کے لیے اپنی زندگی دے گئی۔ یہ آپ نے درست کہا کہ جو جیسا کرتا ہے ویسا بھرتا ہے۔ ابھی سچل کے بازو کا زخم نہیں بھرا ہے لہٰذا آپ کے بیٹے کے بھی بازو کا زخم نہیں بھرنا چاہیے۔"

وہ چائے کا ایک گھونٹ حلق سے اتار رہے تھے۔ ایک دم سے ٹھکا لگا۔ پیالی قالین پر اور تھوڑی چائے لباس پر گری۔ وہ پھر کھانسنے لگے۔ صداقت کے چیلنج نے ان کی دکھتی رگ پر انگلی رکھ دی تھی۔

ہاجرہ دوڑتی ہوئی آئی "کیا ہوا؟ ابا حضور! یہ آپ کو کھانسیوں کا دورہ کیوں پڑ رہا ہے؟"

ایسا ٹھکا لگا تھا کہ چائے صرف منہ سے نہیں' ناک سے بھی تھوڑی نکل پڑی تھی۔ مسلسل کھانسی کے باعث وہ بیٹی کو جواب نہیں دے سکتے تھے۔ صداقت نے کہا "میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ بچھڑے ہوئے بیٹے انہیں یاد کررہے ہیں اور اتنی لگن سے یاد کررہے ہیں کہ بار بار ٹھسکے لگتے جارہے ہیں۔ تم کھڑی کیا دیکھ رہی ہو' جلدی سے پانی لاؤ۔"

وہ پانی لانے گئی تو صداقت نے کہا "آپ نے محض دکھاوے کے لیے بیٹوں کو عاق کردیا۔ اپنی دولت اور جائداد سے محروم کردیا لیکن میں معلوم کرچکا ہوں کہ آپ نے وہ عاق نامہ پھاڑ کر پھینک دیا ہے۔ آپ جرائم کی دنیا کے گاڈ فادر ہیں لیکن سینے میں ایک باپ کا دل رکھتے ہیں۔ آپ نے ان کی ایک دن اور ایک رات کی جدائی برداشت نہیں کی اور فراڈ حمزہ بیگ کے ذریعے انہیں بے یارومددگار ہونے اور کنگال بن جانے کا احساس دلایا۔ وہ ٹھوکریں کھانے اور آپ سے بغاوت کرنے کی شرمندگی کا احساس لیے آپ کے در پر جھکنے آرہے ہیں لیکن میری بیٹی کی محبت پر گولی چلانے والے گاڈفادر یہاں کھانستے رہو گے اور ہانپتے رہو گے تو دیر ہو جائے گی۔ جو بیٹے تم سے معافی مانگنے آرہے ہیں ان میں سے کسی کے بازو پر گولی لگے گی۔ جاؤ اٹھو ان کی حفاظت کرو' مجھے بعد میں کہنے کا موقع نہ دو کہ جیسا کرو گے ویسا بھرو گے۔"

وہ ایک دم سے کھانستے کھانستے اٹھ کر کھڑے ہوگئے۔ ہاجرہ پانی لے کر آئی۔ انہوں نے ہاتھ مار کر گلاس پھینک دیا پھر ہانپتی ہوئی آواز میں "برکت شاہ! رحمت شاہ!" کہتے ہوئے باہر جانے لگے۔

ہاجرہ ان کے پیچھے جانے والی تھی۔ صداقت نے اس کا بازو پکڑ کر روکتے ہوئے کہا۔ "انہیں جانے دو اور دیکھو کہ باپ کیا ہوتا ہے۔ بیٹے بری طرح ٹھوکریں کھانے کے بعد آرہے ہیں۔ باپ نے کوئی ٹھوکر نہیں کھائی مگر وہ اولاد کی سلامتی کے لیے اس طرح بھاگا جارہا ہے کہ کھانسنا اور ہانپنا بھول گیا ہے۔"

وہ تیزی سے چلتے ہوئے کوٹھی کے باہر آئے۔ سیکیورٹی افسر سے کہنا چاہتے تھے کہ گاڑیاں نکالی جائیں۔ تمام مسلح گارڈز ساتھ لیے جائیں۔ وہ ابھی بیٹوں کے محافظ بن کر جانا

چاہتے تھے لیکن اس سے پہلے ہی سیکیورٹی افسر تیزی سے چلتا ہوا آیا پھر انہیں سلام کرتا ہوا بولا "آپ کے بیٹے' بہوئیں' پوتی اور پوتے آئے ہیں۔ کہتے ہیں اگر آپ نے انہیں معاف نہیں کیا تو یہیں کوٹھی کے سامنے بیٹھ کر بھوک ہڑتال کریں گے۔"

انہوں نے ذرا کھانستے ہوئے کہا "اپنے گارڈز سے کہو' انہیں فوراً گھیر لیں۔ کہیں سے بھی کسی دشمن کی گولی نہ آئے۔ ان سب کو بہ حفاظت اندر لاؤ۔"

تمام گارڈز دوڑتے ہوئے باہر گئے اور ان کے اہل خاندان کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ ان سب نے ہتھیار اس طرح تان لیے تھے کہ کہیں سے بھی گولی آئے تو فوراً جوابی فائرنگ کی جاسکے۔

صداقت' ہاجرہ اور شانی کے ساتھ باہر کوٹھی کے برآمدے میں آیا۔ انہوں نے دیکھا' خاندان کے تمام افراد کو بڑی حفاظت سے احاطے کے اندر لایا جارہا تھا۔ پیر عظمت اللہ شاہ سلطانی نے تیزی سے آگے بڑھتے ہوئے بڑے بیٹے برکت شاہ کو گلے لگا کر اسے اپنے وجود سے چمٹا لیا تھا۔

صداقت نے کہا "ہاجرہ! کتنا اچھا ہوتا کہ یہ صرف فادر ہوتے گاڈفادر نہ ہوتے۔"

وہ بولی "اللہ نے چاہا تو اب ابا حضور کو اولاد کی طرف سے خوشیاں ملتی رہیں گے اور اس کوٹھی کی رونقیں برقرار ہیں گی۔"

"نہیں ہاجرہ! اللہ تعالیٰ وہاں رحمتیں نازل نہیں کرتا جہاں رزق حرام ہوتا ہے اور جہاں جرائم پھلتے پھولتے ہیں۔"

"پلیز' آپ ایسی باتیں نہ کریں۔"

"میرے نہ کرنے سے کیا ہوتا ہے۔ جو مخالف گاڈفادر پچھلی رات سے تمہارے بھائیوں کو تباہ کرتا آرہا ہے کیا وہ آئندہ کچھ نہیں کرے گا۔"

پیر عظمت اللہ شاہ نے دوسرے بیٹے رحمت شاہ کو بھی گلے لگایا۔ دونوں پوتے اور پوتی کی پیشانی کا بوسہ لیا۔ دونوں بہوؤں کے سروں پر ہاتھ رکھا پھر پلٹ کر صداقت سے کہا "خون آخر خون ہوتا ہے۔ کبھی ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوتا پھر یہ تو ہمارا خون ہے کس کی مجال ہے کہ ان کی طرف کوئی انتقامی نظروں سے بھی دیکھنے کی جرأت

کرتے۔"

صداقت علی نے اپنا ایک ہاتھ اٹھا کر سر کو ذرا کھجایا۔ سامنے والی خالی کوٹھی کی چھت پر ایک رائفل سے دوربین لگی ہوئی تھی اس دوربین کے ٹارگٹ پر برکت شاہ سلطانی کا بایاں بازو تھا۔ صداقت کے سر کھجاتے ہی ایک فائر ہوا اور برکت شاہ چیختا ہوا اچھل کر زمین پر گر پڑا۔

پیر عظمت اللہ شاہ سلطانی کے حلق سے چیخ نکلی "برکت! میری جان......"

ریحانہ، روبی اور جمشید وغیرہ بھی روتے چیختے اس کی طرف آئے۔ ان سے پہلے سیکیورٹی گارڈز نے برکت کو اٹھالیا اور احاطے میں کھڑی ہوئی گاڑی کی طرف دوڑنے لگے۔ سیکیورٹی افسر نے کہا۔ "سر! ہمارے مسلح آدمی سامنے والی کوٹھی کی طرف گئے ہیں۔ دشمن کو بھاگنے نہیں دیں گے۔"

دشمن کی بات پر انہوں نے پلٹ کر داماد کی طرف دیکھا۔ صداقت نے کہا "یہ وہی حمزہ بیگ ہے جو آپ کی پوتی کو ایک شرمناک ماحول میں لے گیا تھا۔ آپ میری بات سمجھ رہے ہیں نا؟؟"

وہ سمجھ رہے تھے کہ وہ ہاجرہ کے سامنے داماد سے جھگڑا کریں گے تو داماد یہ بھید کھول دے گا کہ پوتی کو شرمناک ماحول میں پہنچانے والا اس کا دادا ہی ہے پھر بیٹے اور پوتے سب ہی ان سے نفرت کریں گے اور جس در پر معافی مانگنے آئے تھے اس در پر تھوک کر چلے جائیں گے۔

وہ اگلی سیٹ پر آکر بیٹھ گئے پھر گاڑی تیزی سے چل پڑی۔ وہ بیٹے کو اسپتال لے جارہے تھے۔

انسانی زندگی میں اکثر ایسا ہوتا ہے۔ ایک پل کی خوشی ملتی ہے۔ دوسرے ہی پل کوئی افتاد آپڑتی ہے۔

گاڈفادر پیر عظمت اللہ شاہ سلطانی کی قلعے جیسی کوٹھی کے احاطے میں ان سے جدا ہونے والی اولاد نے آکر اپنی غلطیوں کی معافی مانگتے ہوئے گاڈفادر کو خوشیاں دیں۔ گاڈفادر نے خوش ہو کر اپنے تمام خون کے رشتوں کو گلے لگایا پھر دوسرے ہی پل گاڈفادر کے بڑے

بیٹے برکت اللہ شاہ کے بازو پر کسی دشمن نے گولی ماری۔ یوں تمام خوشیاں خاک میں مل گئیں۔

گولی کس نے چلائی؟ یہ صرف دو افراد جانتے تھے۔ ایک ڈائریکٹر جنرل صداقت علی اور دوسرا اس کا سسر پیر عظمت اللہ شاہ سلطانی۔

کوئی مجبوری سی مجبوری تھی کہ ناقابل شکست گاڈفادر پیر عظمت اللہ شاہ سلطانی جانتا تھا کہ اس کے داماد صداقت علی کے کسی کارندے نے برکت شاہ کے بازو کو اس لیے زخمی کیا ہے کہ گاڈفادر کے گن مین نے بھی صداقت علی کے ہونے والے داماد سچل نواز کے بازو پر گولی چلائی تھی اور حساب برابر کر کے اپنے سسر کو سمجھا دیا تھا کہ جیسا کرو گے ویسا بھرو گے۔ ابھی بازو پر گولی مارنے کے جواب میں گاڈفادر کے بیٹے کے بازو میں گولی اتاری گئی تھی۔ اگر سچل نواز کے سینے میں گولی اترے گی تو برکت اللہ شاہ کے سینے میں بھی گولی آرپار ہو جائے گی اور گاڈفادر اپنے بڑے بیٹے سے محروم ہو جائے گا۔

پیر عظمت اللہ شاہ سلطانی نے باغی ہو کر گھر سے جانے والے بیٹوں کو واپسی پر مجبور کرنے کے لیے طرح طرح کی چالیں چلی تھیں اور اس کی تمام چالوں کا علم ڈائریکٹر جنرل صداقت علی کو ہو گیا تھا۔ یہ ٹھوس ثبوت بھی موجود تھا کہ مخالف گاڈفادر حمزہ بیگ ان دنوں فرینکفرٹ میں ہے۔ پیر عظمت اللہ شاہ سلطانی نے پہلے اپنے ہی ایک کارندے کو جعلی گاڈفادر حمزہ بیگ بنا کر اس کے ہاتھوں اپنے بیٹوں اور بہوؤں کو کنگال بنایا پھر خود مداخلت کر کے فراڈ حمزہ بیگ کی چالوں کو ناکام بنایا۔ بیٹوں سے چھینی ہوئی فیکٹری وغیرہ انہیں واپس دلائی اور یوں باغی اولاد کو یہ احساس دلا کر شرمندہ کیا کہ ان کے برے وقت میں آخر بوڑھا باپ ہی کام آیا ہے۔

اتنی بڑی کامیابی کے باوجود یہ ناکامی ہوئی کہ اس کے داماد صداقت علی کو اس کی چالبازی کا علم ہو گیا۔ اب وہ داماد کو الزام نہیں دے سکتا تھا کہ اس کے کارندے نے گولی چلائی ہے۔ ایسے الزام کے جواب میں صداقت علی اس کے بیٹوں کو ثبوت کے ساتھ بتا سکتا تھا کہ فراڈ گاڈفادر حمزہ بیگ بن کر انہیں کنگال بنانے والا اور اپنی پوتی روبی کو اغوا کرانے والا خود ان کا باپ ہے۔ یہ راز کھل جاتا تو معافی مانگنے والے اور واپس باپ کے

قدموں میں آنے والے اپنے باپ پر تھوک کر چلے جاتے۔

گاڈفادر کہلانے والا ناقابل شکست پیر عظمت اللہ شاہ سلطانی بیٹوں کی جدائی کا صدمہ برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ وہ پتھر دل گاڈفادر کسی پر رحم کرنا' کسی کو معاف کرنا جانتا ہی نہیں تھا لیکن اپنے بیٹوں' پوتوں' پوتیوں' بیٹی اور نواسی کی محبتوں میں بہت کمزور دل تھا۔

وہ اپنے زخمی بیٹے کو فوراً اسپتال لے گیا تھا۔ بڑے بیٹے کے ساتھ بڑی بہو بھی تھی۔ برکت اللہ شاہ کو آپریشن تھیٹر میں پہنچانے کے بعد پیر عظمت اللہ شاہ سلطانی ایک ڈاکٹر کے چیمبر میں کرسی پر سر جھکائے بیٹھ گیا تھا۔ بڑی بہو ریحانہ نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ "سارا قصور میرا ہے۔ میں نے آپ سے چھپ کر آپ کے مخالف گاڈفادر پر بھروسا کیا۔ اس کمبخت کے لیے گھر کی بھیدی بن گئی۔ میں نے آپ کو نقصان پہنچانا چاہا۔ خدا اس کی عبرت ناک سزا مجھے دے رہا ہے۔ میں اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر معافی مانگتی ہوں۔ خدایا! ان کے بازو سے گولی نکل جائے' انہیں ایک نئی زندگی مل جائے پھر میں ہمیشہ آپ کے قدموں کی دھول بنی رہوں گی۔"

پیر عظمت اللہ شاہ سلطانی یہی چاہتا تھا کہ تمام بیٹے' بہویں' پوتے' پوتی' بیٹی اور نواسی اس کے فرمانبردار بن کر رہیں۔ اس کی یہ دلی تمنا پوری ہو رہی تھی لیکن یہ کامیابی مہنگی بھی پڑ رہی تھی۔

بیٹا بازو کی تکلیف سے نیم جان ہو رہا ہوگا لیکن اسے یقین تھا کہ گولی بازو سے نکل جائے گی اور بیٹے کو نئی زندگی مل جائے گی۔ ریحانہ نے پوچھا۔ "ابا حضور! آپ خاموش کیوں ہیں؟ کیا ابھی تک ہم سے ناراض ہیں؟"

اس نے کرسی سے اٹھ کر بہو کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

"ہم تم لوگوں سے کبھی ناراض نہیں ہوسکتے۔ دراصل ہم تم سب کے لیے پریشان ہیں۔ دشمن آئندہ بھی تم میں سے کسی کو نقصان پہنچا سکتا ہے۔ بہتر ہے تم ابھی کوٹھی میں فون کرو۔ ہاجرہ' رحمت اور جمشید وغیرہ سے کہو وہ سب کوٹھی کے اندر رہیں۔ برکت کی خیریت معلوم کرنے ہسپتال نہ آئیں۔ دشمن ان سب کی تاک میں ہوں گے۔ تم انہیں

اطمینان دلاؤ کہ ہم انہیں برکت کی خیریت کی اطلاع دیتے رہیں گے۔"

ریحانہ نے فون کا ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کیے۔ دوسری طرف سے ہاجرہ کی آواز آئی۔ "میں ہاجرہ بول رہی ہوں۔ ابا حضور کیا آپ ہیں؟"

"نہیں۔ میں ریحانہ بول رہی ہوں۔ ابا حضور یہ تاکید کر رہے ہیں کہ تم میں سے کوئی کوٹھی کے باہر قدم نہ رکھے۔ دشمن گاڈفادر نے پہلے ہمیں کنگال بنانے کی کوششیں کیں پھر ناکام ہو کر میرے خاوند پر گولی چلا دی۔"

ہاجرہ نے کہا۔ "ہم کوٹھی سے باہر نہیں نکلیں گے۔ میرے بھائی جان کیسے ہیں؟"

"خیریت سے ہیں اور ہم یہاں سے خیریت کی اطلاع دیتے رہیں گے۔ وہاں کسی کو پریشان نہیں ہونا چاہیے۔ اگر کوئی ہسپتال آنے کی ضد کر رہا ہو تو مجھ سے بات کراؤ۔"

چند سیکنڈ کے بعد صداقت علی کی آواز سنائی دی۔ "ہیلو ریحانہ بھابی! آپ اطمینان رکھیں' برکت بھائی کو گولی لگتے ہی یہاں سب سہم گئے ہیں۔ کوئی کھڑکی سے بھی نہیں جھانک رہا ہے۔ ویسے ہمارے سسر صاحب کیا کر رہے ہیں؟"

"ابا حضور اور کیا کریں گے؟ جب تک آپریشن تھیٹر سے کوئی اچھی رپورٹ نہیں آئے گی' ایک باپ کے دل کا درد بڑھتا جائے گا۔"

"وہ بڑے مضبوط اعصاب کے مالک ہیں۔ آپ ان سے کہیں ایسے وقت قانونی کارروائیوں کو نہ بھولیں۔ ان کی پہنچ بڑی دور تک ہے۔ کم از کم کسی قریبی تھانے میں ایف آئی آر درج کرائیں۔"

ریحانہ نے کہا۔ "آپ نے خوب یاد دلایا۔ ہم اس پریشانی میں بھول گئے کہ فوراً کسی تھانے میں ایف آئی آر درج کرانا ضروری ہے۔"

پیر عظمت اللہ شاہ نے چونک کر بہو کو دیکھا پھر پوچھا۔ "یہ تمہیں ایف آئی آر درج کرانے کا مشورہ کون دے رہا ہے؟"

وہ ریسیور کے ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھ کر بولی۔ "صداقت بھائی قانون کے محافظ ہیں۔ وہ ہماری بہتری کے لیے مشورہ دے رہے ہیں۔"

"دلہن بیٹی! تم جانتی ہو ہماری صداقت سے کبھی نہیں بنتی ہے۔ وہ ہم جیسے گاڈفادر

کی آستین میں سانپ کی طرح گھسا رہتا ہے۔"

"لیکن ابا حضور! وہ آپ کی مخالفت صرف اس لیے کرتے ہیں کہ آپ گاڈفادر ہیں۔ انہوں نے ہم میں سے کسی کو کبھی نقصان نہیں پہنچایا۔ فی الحال وہ دوستانہ مشورہ دے رہے ہیں۔"

"تم صداقت کی چالوں کو نہیں سمجھ رہی ہو۔ وہ دوسرے گاڈفادر حمزہ بیگ سے ہماری قانونی لڑائی چاہتا ہے جبکہ ہم قانون کے خلاف گاڈفادر کے حیثیت سے زندگی گزار رہے ہیں۔ ہم اپنے بیٹے کا انتقام حمزہ بیگ سے ضرور لیں گے جس طرح لوہے کو لوہا کاٹتا ہے اسی طرح گاڈفادر کو گاڈفادر بن کر ہی سزا دیں گے۔ یوں سمجھو کہ اس کی سزا شروع ہو چکی ہے۔"

"ابا حضور! آپ یہاں بیٹھے ہیں پھر اس گاڈفادر کو سزا کیسے دے رہے ہیں؟"

"ہم نے یہاں اسپتال آتے وقت موبائل فون کے ذریعے اپنے خاص ماتحتوں کو حکم دیا تھا کہ وہ حمزہ بیگ کے کسی بیٹے یا بیٹی کو اغوا کریں تاکہ اس کے دل میں بھی اولاد کا درد پیدا ہو اور وہ اپنی اولاد کی واپسی کے لیے ہمارے سامنے گڑگڑاتا رہے۔ تم صداقت سے باتیں نہ کرو۔ فون بند کردو۔"

وہ ریسیور کے ماؤتھ پیس پر سے ہاتھ ہٹا کر بولی۔ "ہیلو صداقت بھائی! آپ کے مشورے کا شکریہ لیکن ابا حضور کا طریقہ کار مختلف ہوتا ہے۔ وہ جو بہتر سمجھیں گے وہی کریں گے۔"

صداقت نے کہا۔ "انہیں میری پیش گوئی سنا دو کہ اب جو چال وہ چلنے والے ہیں اس میں انہیں ناکامی ہوگی۔ یقین نہ ہو تو وہ اپنے طور پر میری پیش گوئی کی تصدیق کرلیں۔"

وہ فون بند کرکے بولی۔ "ابا حضور! صداقت بھائی کہہ رہے ہیں کہ ابھی جو چال آپ چلنے والے ہیں' اس میں ناکام رہیں گے۔ انہوں نے دعویٰ کیا ہے کہ آپ ان کی پیش گوئی کی تصدیق کرسکتے ہیں۔"

پیر عظمت اللہ شاہ سلطانی سوچ میں پڑ گیا۔ وہ صداقت کے مشورے کے مطابق

اس لیے ایف آئی آر درج نہیں کرانا چاہتا تھا کہ پولیس انکوائری سے ظاہر ہو جاتا کہ حمزہ بیگ ملک میں نہیں ہے اور جب نہیں ہے تو اس نے پیر عظمت اللہ شاہ کے بیٹوں اور بہوؤں کو نقصان نہیں پہنچایا ہے۔

اب صداقت علی کی پیش گوئی نے پریشان کر دیا تھا۔ پاکستان میں سرگرم رہنے والے تمام گاڈفادرز اور دیگر بین الاقوامی مجرم یہ تسلیم کرتے تھے کہ صداقت علی جیسے دو چار قانونی محافظ اور پیدا ہو جائیں تو اس ملک میں جرائم نہ ہونے کے برابر رہ جائیں گے۔ جب صداقت علی اس کی چالوں کا خاطر خواہ نتیجہ نکلنے سے پہلے ہی اسے ناکام بنا دیتا تھا تو وہ حیران رہ جاتا تھا۔

پیر عظمت اللہ شاہ کو اپنے داماد کی پیش گوئی کھٹکنے لگی۔ اس نے فون کے ذریعے لاہور کے چٹکی بادشاہ سے رابطہ کیا۔ دوسری طرف سے آواز آئی۔ "ہیلو! میں کمال احمد بول رہا ہوں۔ فرمائیے۔"

"ہم بول رہے ہیں۔ یہ تم خود کو کمال احمد کیوں کہہ رہے ہو؟"

"جی' وہ بات یہ ہے کہ یہ میرا پیدائشی نام ہے۔ میں نے بدمعاشوں والا نام چٹکی بادشاہ ختم کر دیا ہے۔"

"کیا بدمعاشی بھی ختم کر دی ہے؟"

"جی نہیں جناب عالی! بندہ آپ کا تابعدار ہے۔"

"ہمیں یقین ہے' تمہارے جیسے تابعدار نے حمزہ بیگ کی بیٹی نازو کو پوری رازداری سے قید کر رکھا ہوگا۔"

نازو' حمزہ بیگ کی بیٹی تھی۔ حمزہ بیگ نے اپنی بیوی اور بیٹی کو اپنی مجرمانہ زندگی سے دور رکھا تھا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ انہیں دشمن گاڈ فادر کی طرف سے کوئی نقصان پہنچے۔ نازو کی ماں کے علاوہ اس کی اور تین بیویاں تھیں۔ ان سے بھی جوان بیٹے اور بیٹیاں تھیں۔ وہ ہمیشہ چار بیویاں مختلف ممالک میں رکھتا تھا۔ جس سے دل بھر جاتا تھا' اسے گولی مار کر ایک نئی چوتھی بیوی لے آتا تھا۔ اس طرح چار بیویوں کا کوٹا قائم رکھتا تھا۔

اس نے اپنی ذاتی زندگی کچھ اس طرح مخفی رکھی تھی کہ صداقت کی تحقیقات بھی

دھوکا کھا گئیں لیکن جرائم کے تالاب میں رہنے والی دونوں بڑی مچھلیاں پیر شاہ سلطانی اور حمزہ ایک دوسرے کی رگ رگ سے واقف تھے۔ پیر شاہ سلطانی' حمزہ بیگ کے بیویوں کے جنون اور ٹھکانوں سے واقف تھا۔ چنانچہ اس نے جب نازو کو اغوا کرایا تو اس کا مقصد صرف اتنا تھا کہ ڈرامے میں حقیقت کا رنگ بھر سکے اور اسے زک پہنچا کر پچھلا حساب برابر کر سکے۔ مگر اس طرح صداقت کے لئے معلومات کا ایک نیا در وا ہو گیا تھا۔ اس کی معلومات اس حد تک درست تھیں کہ ان دنوں حمزہ بیگ فرینکفرٹ میں تھا لیکن سنی اور روبی کی زبانی واقعات سننے کے بعد اس نے تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ پیر شاہ سلطانی نے قطعاً بے داغ اور نپا تلا منصوبہ بنایا تھا۔ وہ دراصل پیر شاہ سلطانی کا ہی کارندہ تھا جو آوازوں کی ہوبہو نقل کرنے کا ماہر تھا۔ نازو' حمزہ بیگ سمجھ کر اسی سے بات کرتی رہی تھی۔ دوسری طرف نہایت مہارت رکھنے والے ایک ٹیلی فون ٹیکنیشن سے ٹیلی فون نمبروں میں اس طرح گڑبڑ کرائی گئی تھی کہ نازو حمزہ بیگ کے نمبر ڈائل کرے تو رابطہ پیر شاہ سلطانی کے کارندے سے ہو۔

دوسری طرف حمزہ فرینکفرٹ جا چکا تھا۔ وہ اپنی بیٹی کے اغوا سے بے خبر تھا اور بیٹی اس کی روانگی سے۔ واپسی پر اسے واقعات کا علم ہوا۔ اس نے پیر شاہ سلطانی سے الجھنے سے گریز کرتے ہوئے' اپنی بیوی اور بیٹی سے دور ہی رہنے میں عافیت جانی۔

نازو اپنی ماں کے ساتھ ٹاؤن شپ کے ایک مکان میں رہتی تھی۔ اس علاقے میں نہ بہت بڑے سرمایہ دار رہتے تھے اور نہ ہی بہت زیادہ غریب لوگ تھے۔ حمزہ بیگ نے ان ماں بیٹی کو کبھی کسی چیز کی کمی نہیں ہونے دی تھی۔ ملک کے اندر اور باہر کئی بینکوں میں ان کے کروڑوں روپے جمع رہا کرتے تھے۔

حمزہ بیگ اب تک رازداری سے انہیں تحفظ دیتا آیا تھا لیکن پیر عظمت اللہ شاہ نے غیر ملکی بینک اکاؤنٹ کے ذریعے معلوم کر لیا تھا کہ جس نازو کے نام پر اکاؤنٹ ہے' اس کے باپ کا نام حمزہ بیگ ہے اور وہ لاہور ٹاؤن شپ کے علاقے میں رہتی ہے۔

ایسی معلومات حاصل کرنے کے بعد اس نے کمال احمد عرف چنگی بادشاہ کو حکم دیا تھا کہ نازو کو اغوا کیا جائے۔ اس کے حکم کی تعمیل کی گئی تھی۔ چنگی بادشاہ نے نازو کو اغوا کیا

تھا لیکن دل سے مجبور ہو کر اس کے عشق میں گرفتار ہو گیا تھا۔

اس نے نازو' سنی اور روبی کے ساتھ یہ فیصلہ کیا تھا کہ آئندہ مجرمانہ زندگی نہیں گزارے گا۔ وہ سب ڈائریکٹر جنرل صداقت علی کے زیر سایہ رہ کر اس کی حکمت عملی کے مطابق کام کریں گے۔ نازو اپنے باپ حمزہ بیگ کے ساتھ رہے گی اور اس کی مجرمانہ مصروفیات پر نظر رکھے گی۔ اسی طرح روبی اور سنی بھی اپنے دادا پیر عظمت اللہ شاہ کے ساتھ رہ کر اپنے پھوپا صداقت علی کے لیے مخبری کرتے رہیں گے۔

صداقت علی نے انہیں یہ مشورہ دیا تھا کہ روبی اور سنی لاہور سے واپس آ کر اپنے دادا حضور کے ساتھ رہیں اور چنگی بادشاہ سے کہا تھا کہ وہ نازو کو اس کی ماں کے پاس پہنچا دے پھر نازو کو مشورہ دیا تھا کہ وہ ٹاؤن شپ کی رہائش چھوڑ کر اپنے باپ حمزہ بیگ کے ساتھ رہا کرے۔ یوں اسے حمزہ بیگ کی خفیہ مصروفیات کا علم ہوتا رہے گا۔

ادھر نازو نے چنگی بادشاہ سے کہا تھا کہ اس نے اپنی پنکھے جیسی بڑی بڑی مونچھوں کا صفایا نہ کیا اور خود کو کمال احمد کے بجائے چنگی بادشاہ کہا تو وہ اس سے محبت نہیں کرے گی۔

عشق میں بڑی بڑی قربانیاں دینی پڑتی ہیں۔ کمال احمد نے اپنی زندگی سے چنگی بادشاہ کا نام مٹا دیا اور اپنی مونچھوں کا صفایا کر کے شریف نوجوانوں کا حلیہ اختیار کر لیا۔

اب اس کا گاڈفادر پیر عظمت اللہ شاہ پوچھ رہا تھا کہ اس نے نازو کو رازداری سے قید کر کے رکھا ہے یا نہیں؟ جبکہ کمال احمد اپنی محبوبہ کو پنجرے سے اڑا چکا تھا۔

اس نے فون پر جھجکتے ہوئے کہا۔ "جناب عالی! میں نے اسے بڑی رازداری سے قید کیا تھا لیکن حمزہ بیگ کے آدمی اس بار بازی لے گئے۔ انہوں نے ہماری لاعلمی میں ہمارا تعاقب کیا ہو گا۔ تب ہی وہ خفیہ قید خانے تک پہنچ کر نازو کو وہاں سے لے گئے ہیں۔"

پیر عظمت اللہ شاہ نے گرج کر کہا۔ "کیا بکواس کر رہے ہو؟ کیا تم نہیں جانتے کہ ہم بہترین کارکردگی پر انعام دیتے ہیں تو ناکامی پر سخت سزائیں بھی دیتے ہیں۔ تم جیسوں کو گولی مار دیتے ہیں یا اپاہج بنا کر چھوڑ دیتے ہیں۔"

کمال احمد نے کہا۔ "آپ کے غضب ناک اصولوں کے مطابق میں سزا کا مستحق

ہوں لیکن آپ جانتے ہیں' میں کتنی احتیاطی تدابیر کے مطابق کام کرنے کا عادی ہوں۔ چنگی بادشاہ کا نام مرگیا ہے مگر اس کی مکاریاں زندہ ہیں۔ میں چیونٹی نہیں ہوں کہ آپ آسانی سے مسل دیں گے۔ اگر میں حمزہ بیگ کی بیٹی کو اغوا کر سکتا ہوں تو آپ کا کنبہ بھی خاصا بڑا ہے۔ میں مرتے مرتے آپ کے کسی بیٹے' پوتے یا پوتی کو لے ڈوبوں گا۔"

"تم..... تمہاری یہ جرأت کہ تم گاڈفادر کو دھمکی دے رہے ہو؟"

"تیر جب تک ترکش میں رہے' ایک دھمکی ہے۔ اگر یہ کمان پر چڑھ جائے تو موت بن جاتا ہے۔"

کمال احمد نے فون بند کر دیا۔ پیر عظمت اللہ شاہ نے اپنے ریسیور کو دیکھا پھر اسے کریڈل پر رکھ کر سوچ میں پڑگیا۔ وہ اپنے باغی کارندوں کو زندہ نہیں چھوڑتا تھا لیکن کمال احمد نے اس کی دکھتی رگ پر انگلی رکھی تھی۔ ابھی ایک بیٹا آپریشن تھیٹر میں تھا اس پر کمال احمد نے کہا تھا کہ وہ اس کی اولاد میں سے کسی کو لے ڈوبے گا۔

بڑی بہو ریحانہ نے اپنے سسر کو تشویش میں مبتلا دیکھا تو پوچھا۔ "ابا حضور! کیا بات ہے؟"

"دو ٹکے کے ماتحت ہمیں دھمکیاں دینے لگے ہیں۔ وہ ہماری کمزوری اچھی طرح جانتے ہیں کہ تم سب میں ہماری جان ہے۔ تم میں سے کسی کو نقصان پہنچے گا تو ہماری کمر ٹوٹ جائے گی۔"

"آپ ہماری خاطر پریشان ہو رہے ہیں۔ کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ ہم یو کے یا امریکہ جاکر رہائش اختیار کر لیں؟"

"دشمن وہاں بھی پہنچ جائیں گے۔ کہیں چھپ کر رہنے کا خیال احمقانہ ہے۔ ہم نے اس پہلو سے نہیں سوچا تھا کہ بڑھاپے میں اولاد بہت زیادہ اہم ہو جاتی ہے۔ یہ بھی نہیں سوچا تھا کہ مجرمانہ زندگی گزارنے والے کی اولاد بھی خطرات سے دو چار ہو سکتی ہے۔"

وہ بولی۔ "ہم نے آپ کو پہلے ہی بہت پریشان کیا ہے' آپ اور پریشان نہ ہوں۔ ہم خود اپنے طور پر محتاط رہا کریں گے۔ جب تک آپ حمزہ بیگ جیسے سانپ کا سر نہیں

کچلیں گے' تب تک ہم کوٹھی سے باہر نہیں نکلیں گے۔"

ایک ڈاکٹر نے آکر کہا۔ "بازو سے گولی نکل گئی ہے۔ آپ کا بیٹا خطرے سے باہر ہے۔ ویسے بہت کمزوری ہے۔ خون بہت بہہ چکا ہے۔ اسے خون دیا گیا ہے۔ وہ کچھ عرصہ یہاں ہماری نگرانی میں رہے گا تو صحت یاب ہو جائے گا۔"

"ڈاکٹر! اسپتال میں ہمارے بیٹے کے دشمن پہنچ سکتے ہیں۔ ہم دشمنوں کو منہ توڑ جواب دیں گے تو یہاں کمزور دل کے مریض دہشت سے مرجائیں گے۔ اسپتال کے عملے کو بھی نقصان پہنچے گا۔ بہتر ہے کہ ہم اپنے بیٹے کو گھر لے جائیں۔ وہاں ہم دن رات ڈاکٹروں اور نرسوں کی ڈیوٹی لگائیں گے۔"

"آپ درست کہتے ہیں۔ اسپتال میں دہشت گردوں کو آنے کا موقع نہیں دینا چاہیے۔ آپ کے صاحب زادے ہوش میں آئیں گے تو انہیں بڑی احتیاط سے آپ کی کوٹھی میں منتقل کر دیا جائے گا۔"

موبائل فون سے اشارہ موصول ہوا۔ پیر عظمت اللہ شاہ نے اسے آن کر کے کہا۔ "ہیلو! ہم بول رہے ہیں۔"

دوسری طرف سے کوٹھی کے سیکیورٹی افسر نے کہا۔ "جناب عالی! میں چھ سیکیورٹی گارڈز کے ساتھ سامنے والی کوٹھی میں گیا تھا۔ آپ کے صاحب زادے پر گولی چلانے والا وہاں نظر نہیں آیا۔ البتہ ایک بارہ برس کا اور ایک پندرہ برس کا لڑکا تھا۔ وہ دونوں کوٹھی کے پچھلے حصے سے گزرتے ہوئے کہیں جارہے تھے۔ ان کمسن لڑکوں پر شبہ نہیں کیا جاسکتا۔"

پیر عظمت اللہ شاہ نے کہا۔ "کیوں شبہ نہیں کیا جاسکتا؟ کیا تم نہیں جانتے کہ سائیں رب راکھن کمسن لڑکوں کو دہشت گردی کی تربیت دیتا ہے۔ اس کے تابعدار بن کر رہنے والے لڑکے بڑے بڑے خطرناک ہتھیار استعمال کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔"

پیر عظمت اللہ شاہ پورے یقین سے جانتا تھا کہ اس کے داماد نے انتقاماً کسی کے ذریعے برکت شاہ پر گولی چلائی ہے۔ وہ رب راکھن کے کمسن دہشت گردوں پر بظاہر شبہ کر رہا تھا۔ اپنے سیکیورٹی افسر سے بھی یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ اپنے بیٹے پر گولی چلانے

والے کو جانتا ہے۔

سیکیورٹی افسر نے کہا۔ "جناب عالی! وہ سامنے والی کوٹھی کرائے کے لئے خالی تھی۔ اب اس کوٹھی کو کسی نے کرائے پر حاصل کیا ہے لیکن کرائے پر لینے والے نے ابھی وہاں رہائش اختیار نہیں کی ہے۔"

"ہمارا کوئی دشمن اس خالی کوٹھی کی پہلی منزل پر گیا ہوگا۔ وہیں سے اس نے گولی چلائی تھی۔ یہ معلوم کرو کہ اس کوٹھی کو کس نے کرائے پر حاصل کیا ہے۔"

اس نے موبائل فون بند کر دیا۔ اس کی بہو ریحانہ دوسرے فون پر اپنے بیٹے جمشید اور دوسرے تمام عزیزوں کو خوشخبری سنا رہی تھی کہ بازو سے گولی نکل گئی ہے اور برکت شاہ بخریت ہے۔ اس کے ہوش میں آنے کے بعد اسے کوٹھی میں لایا جائے گا۔

موبائل فون پر پھر اشارہ موصول ہوا۔ پیر عظمت اللہ شاہ نے اسے آن کرکے اپنے مخصوص انداز میں کہا۔ "ہیلو! ہم بول رہے ہیں۔"

دوسری طرف سے سیکیورٹی افسر نے کہا۔ "جناب عالی! آپ کا اندازہ درست نکلا۔ میں نے ایک اسٹیٹ ایجنسی سے معلوم کیا ہے۔ اس کوٹھی کو سائیں رب راکھن نے کرائے پر حاصل کیا ہے۔"

پیر عظمت اللہ شاہ یہ جانتا تھا کہ سائیں رب راکھن کو جس گاڈفادر سے یا کسی بھی سیاستداں سے بڑی رقم ملتی ہے تو وہ اپنے کمسن دہشت گردوں کے ذریعے اس کے کام آتا ہے۔

پیر عظمت اللہ شاہ سوچ رہا تھا' کیا صداقت علی نے سائیں رب راکھن کے کمسن نشانہ بازوں سے برکت شاہ پر گولی چلوائی ہے؟

سسر نے سوچا کہ داماد ایسا کر سکتا ہے کیونکہ وہ قانون کی حدود میں رہتا تھا۔ ان حدود سے باہر نکل کر اس نے سائیں رب راکھن کی خدمات حاصل کی ہوں گی۔

ریحانہ اپنے زخمی اور بے ہوش خاوند کو دیکھنے گئی تھی۔ پیر عظمت اللہ شاہ نے فون کے ذریعے سائیں رب راکھن سے رابطہ کیا پھر کہا۔ "ہیلو! ہم بول رہے ہیں۔"

دوسری طرف سے رب راکھن نے خوشامدانہ انداز میں کہا۔ "حضور شاہ سلطانی صاحب! آپ نے فون پر مجھے یاد کیا ہے۔ یہ میری بڑی خوش قسمتی ہے۔"

"ہم آستین کے سانپوں کو زیادہ دیر خوش قسمت نہیں رہنے دیتے۔"

"حضور! آپ کیا فرما رہے ہیں؟ کیا مجھ سے کوئی غلطی ہوئی ہے؟"

"تم نے میرے سامنے والی کوٹھی کرائے پر کیوں لی ہے؟"

"مجھے گاڈفادر حمزہ بیگ نے فرینکفرٹ سے فون کیا تھا اور کہا تھا کہ اس کا ایک غیر ملکی مہمان آرہا ہے۔ میں اس مہمان کے لیے وہ کوٹھی کرائے پر حاصل کرلوں۔"

"کیا تمہیں پورا یقین ہے کہ اس نے فرینکفرٹ سے فون کیا تھا؟ کیا تم نے اس کی آواز پہچانی تھی؟"

"جی ہاں۔ اگرچہ موسم خراب تھا۔ فون پر صاف آواز سنائی نہیں دے رہی تھی تاہم حمزہ بیگ کے بولنے کے مخصوص انداز سے میں نے اسے پہچان لیا تھا۔"

"تم نے یہ نہیں سوچا کہ ہمارا دشمن گاڈفادر ہماری کوٹھی کے سامنے وہ کوٹھی کیوں کرائے پر حاصل کر رہا ہے؟"

"مجھے اس کا یہ معمولی سا کام کرنے کے عوض بھاری رقم مل رہی تھی۔ آپ اور ہم سب جرائم کی دنیا میں کبھی ایک دوسرے کے مخالف بن جاتے ہیں اور کبھی ایک دوسرے کے کام آتے ہیں۔"

"اچھا تو تم نے حمزہ بیگ کے لیے وہ کوٹھی حاصل کرکے ہم سے مخالفت کی ہے۔ تمہارے کمسن دہشت گردوں نے ہمارے بیٹے برکت شاہ پر گولی چلائی ہے۔"

"حضور! یہ آپ کیا فرما رہے ہیں؟ میرے دہشت گرد آپ کے صاحب زادے پر گولی چلانے کی جرأت نہیں کر سکتے۔ کیا آپ نے میرے کسی کمسن دہشت گرد کو دیکھا ہے؟"

"دیکھا ہے تب ہی کہہ رہے ہیں۔ ایک بارہ برس کا اور ایک پندرہ برس کا دہشت گرد تھا۔"

"میں بڑی سے بڑی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ان دو لڑکوں کے بارے میں کچھ نہیں جانتا ہوں اور آپ کے صاحب زادے پر گولی چلائی گئی ہے تو پھر یہ حمزہ بیگ نے آپ سے

دشمنی کی ہے اور مجھے ایسی دشمنی سے بے خبر رکھا ہے۔"

"ہم کیسے مان لیں کہ اس نے تمہیں بے خبر رکھا تھا جبکہ گولی چلانے والے دو کمسن لڑکے ہیں اور ایسے لڑکے تمہارے ہی تربیت یافتہ ہوتے ہیں۔"

مجھے کیا معلوم تھا کہ میں حمزہ بیگ سے یہ سودا کر کے پھنس جاؤں گا۔ پتا نہیں اس کمبخت نے کن دو کمسن لڑکوں سے کام لے کر مجھے آپ کی نظروں میں مشکوک بنا دیا ہے۔ آپ ذرا غور فرمائیں' میں اپنے بیٹے کی شادی آپ کی نواسی سے کر کے آپ کا رشتے دار بننا چاہتا ہوں۔ ایسے میں آپ کی مخالفت مول لینے کی حماقت کیوں کروں گا؟"

"ٹھیک ہے۔ ہم اس پہلو پر غور کریں گے۔ اگر یہ ثابت ہو گا کہ وہ دونوں لڑکے تمہارے تربیت یافتہ تھے تو تمہیں حرام موت مرنے سے حمزہ بیگ بھی نہیں بچا سکے گا۔"

اس نے فون بند کر دیا۔ رب راکھن نے ہیلو ہیلو کر کے آوازیں دیں پھر ریسیور کو کریڈل پر پٹخ دیا۔ دل ہی دل میں دونوں گاڈفادرز کو گالیاں دینے لگا پھر اس نے ریسیور اٹھا کر حمزہ بیگ کے دست راست سے رابطہ کیا اور کہا۔ "میں ہوں رب راکھن' میرا کوڈ ہے' نپولین آف دی ٹین ایج فورس۔ میں ابھی گاڈفادر حمزہ بیگ سے باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

اسے جواب ملا۔ "اپنا فون بند کریں۔ میں گاڈفادر سے آپ کی بات کراؤں گا۔"

وہ فون بند کر کے انتظار کرنے لگا۔ تقریباً آدھے گھنٹے بعد گھنٹی کی آواز سنائی دی۔ اس نے فون اٹھا کر کہا۔ "ہیلو! میں ہوں رب راکھن۔"

دوسری طرف سے حمزہ بیگ کی بھرائی ہوئی آواز سنائی دی۔ اس نے پوچھا۔ "کوڈ ورڈز؟"

اس نے جواباً کہا۔ "نپولین آف دی ٹین ایج فورس۔"

"ہوں۔ کہو مجھ سے کیا باتیں کرنا چاہتے ہو؟"

"جناب! آپ سے جو سودا طے ہوا تھا' اس کے مطابق میں نے وہ کوٹھی آپ کے کسی مہمان کے لیے کرائے پر حاصل کرلی تھی۔"

حمزہ بیگ نے غرا کر پوچھا۔ "یہ کیا بکواس کر رہے ہو؟ میرا تم سے کیا سودا ہوا تھا؟

اور کب ہوا تھا؟ نہ کوئی مہمان پاکستان گیا ہے اور نہ ہی میں نے تم سے کوئی کوٹھی کرائے پر لینے کو کہا تھا۔ یہ کیا چکر ہے؟"

"جناب! آپ کی یہ بات مجھے چکرا رہی ہے۔ آپ نے پچھلی رات فرینکفرٹ سے مجھے فون کیا تھا اور کہا تھا کہ میں گاڈفادر پیر عظمت اللہ شاہ کی کوٹھی کے سامنے والی کوٹھی کرائے پر حاصل کروں....."

حمزہ بیگ نے کہا۔ "معلوم ہوتا ہے تم ساٹھ برس کے ہو گئے ہو اور سٹھیا گئے ہو۔ پچھلی رات میں فرینکفرٹ میں نہیں تھا اور نہ ہی تم سے فون پر کسی قسم کا سودا کیا تھا۔ میں طیارے میں سفر کر رہا تھا اور آج صبح یہاں لاہور آ گیا ہوں۔"

"آپ یقین کریں۔ میں نے پچھلی رات فون پر آپ کی آواز سنی تھی۔ اگرچہ صاف آواز نہیں تھی۔ فرینکفرٹ کا موسم خراب تھا پھر بھی میں نے آپ کی گفتگو کے انداز سے آپ کو پہچان لیا تھا۔"

"کیا خاک پہچانا تھا۔ کل فرینکفرٹ کا موسم خراب نہیں تھا کسی نے تمہیں ایک مہرہ بنا کر اپنے طور پر کوئی چال چلی ہے۔ ہو سکتا ہے وہ پیر گاڈفادر میرا نام لے کر تمہارے ذریعے کسی دشمن کے خلاف کوئی چال چل رہا ہو۔"

"نہیں جناب! آپ نہیں جانتے۔ جو کوٹھی میں نے کرائے پر حاصل کی تھی' اسی کوٹھی سے پیر گاڈفادر کے بڑے بیٹے پر کسی نے گولی چلائی ہے اور اس کے بازو کو زخمی کیا ہے۔"

"تعجب ہے۔ یہ تو میں معلوم کرلوں گا کہ اس ملک میں میری عدم موجودگی کے دوران کیا کچھ ہوتا رہا ہے۔ ویسے گولی اس کمبخت گاڈفادر کے بیٹے کے بازو میں نہیں' سینے پر لگتی تو میں جشن مناتا۔ یہاں آ کر پتا چلا کہ اس ذلیل نے میری بیٹی نازو کو اغوا کرایا تھا۔ میں اسے اینٹ کا جواب پتھر سے دوں گا۔ میں تم سے دو گھنٹے بعد رابطہ کروں گا۔"

ادھر سے رابطہ ختم ہو گیا۔ رب راکھن نے ریسیور رکھ کر سوچا۔ "یہ میرے ساتھ کیسی چال چلی جا رہی ہے؟ اور وہ کون ہے جو ایسی چال چل رہا ہے؟"

اس نے پھر پیر عظمت اللہ شاہ سے فون پر رابطہ کیا اور کہا۔ "جناب عالی! ابھی میں

نے حمزہ بیگ سے بات کی ہے۔ وہ لاہور آچکا ہے اور کہہ رہا ہے کہ اس نے فرینکفرٹ سے فون پر مجھ سے نہ کوئی سودا کیا تھا اور نہ ہی بات کی تھی۔ میری سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ کس نے میرے کاندھے پر بندوق رکھ کر آپ کے صاحب زادے کو زخمی کیا ہے؟"

"اگر حمزہ بیگ اس ملک میں آچکا ہے اور اس نے تم سے فون پر کوئی سودا نہیں کیا تھا تو دشمن پوری طرح ظاہر ہو چکا ہے۔ ہمارا داماد صداقت علی ہم دونوں سے اس بات کا انتقام لے رہا ہے کہ میرے ایک ماتحت نے سچل نواز کے بازو پر گولی ماری تھی اور تم سے اس لیے انتقام لے رہا ہے کہ تم سچل کو جبراً جیل بھیجنا چاہتے ہو۔ وہ اپنے ہونے والے داماد کے خلاف کوئی بات برداشت نہیں کرے گا۔ اس نے ہم دونوں کو لڑانے کی کوشش کی ہے۔"

"جی ہاں۔ اب بات سمجھ میں آرہی ہے۔ یہ آپ کے داماد نے تو میرے بیٹے کو داماد بنانے سے پہلے ہی اس پر قبضہ جمالیا ہے۔ میرا ایک ہی بیٹا ہے۔ وہ آپ کے داماد کے سائے میں رہے گا اور میرے نقش قدم پر نہیں چلے گا تو میرے علاقے کی بستیوں اور جنگلوں کا بے تاج بادشاہ نہیں کہلائے گا۔ اس جنگل میں پناہ لینے والے ڈاکو کسی دوسرے بے تاج بادشاہ کے لیے کام کرنے لگیں گے۔"

"ہم یہاں کے نوکر شاہی افسروں اور بڑے بڑے سیاست دانوں کی کمزوریوں سے کھیلتے ہیں۔ ہمارے خلاف کبھی کوئی قانونی کارروائی نہیں ہوتی اسی لیے ہمارا داماد ہم سب کے خلاف کوئی قانونی قدم نہیں اٹھاتا ہے۔ وہ قانون سے ہٹ کر درپردہ ایسی چالیں چل رہا ہے کہ ہم اسے نہ الزام دے سکتے ہیں نہ کسی ثبوت کے بغیر حکمرانوں کے ذریعے اس سے جواب طلب کرسکتے ہیں۔"

"یعنی وہ ملک اور قانون کی بالادستی کے لیے آپ دونوں گاڈ فادرز کے خلاف ایک محب وطن گاڈفادر بن گیا ہے۔ آپ دونوں گاڈفادرز کے لیے کام کرنے کے باعث میری بھی شامت آگئی ہے۔ پلیز کوئی ایسی تدبیر کریں کہ میرا بیٹا میرے ہی نقش قدم پر چلے۔"

"ہم نے اپنی طویل زندگی میں یہ پہلا فولادی قانونی محافظ دیکھا ہے جس پر ہمارا کوئی

حملہ کامیاب نہیں ہو رہا ہے۔ دوسرا گاڈفادر حمزہ بیگ بھی اس کے آگے بے بس ہو جاتا ہے۔ بہرحال کچھ تو ایسا کرنا ہوگا کہ ہماری گردن کبھی قانون کے سامنے نہ جھکے۔ اس کے بارے میں سوچتے ہیں تو ہمارا سر دکھنے لگتا ہے۔ ہم تم سے بعد میں رابطہ کریں گے۔"

رب راکھن نے اپنے ریسیور کو دیکھا۔ دوسری طرف سے فون بند ہو چکا تھا۔ وہ سوچنے لگا۔ "دونوں گاڈفادرز بڑے طاقتور اور بااختیار ہیں۔ میں ان دونوں کے کام آتا رہتا ہوں۔ وہ برے وقت میں میرا ساتھ نہیں چھوڑیں گے۔ اس کے باوجود دانشمندی یہ ہوگی کہ ڈائریکٹر جنرل صداقت علی سے اپنے بیٹے سچل کے سلسلے میں کسی طرح کی مخالفت نہ کروں۔ فی الحال اس کے پیر پکڑلوں۔ پھر موقع پاتے ہی اس کے پیر پکڑ کر کھینچ لوں۔"

اس نے فون پر صداقت علی سے رابطہ کیا اور کہا۔ "سر! میں آپ کا خادم رب راکھن بول رہا ہوں۔"

صداقت علی نے پوچھا۔ "کب تک بولتے رہو گے؟ گھڑی دیکھو اور حساب کرو کہ تم کتنی دیر سے فون پر بول رہے ہو۔ کبھی اس گاڈفادر سے اور کبھی اس گاڈفادر سے....."

"اوہ میرے خدا! اس کا مطلب ہے کہ میرے فون پر ہونے والی تمام گفتگو ٹیپ کی جارہی ہے۔"

"ہاں۔ تمہارے جیسے لوگ قانون کو مذاق اور قانون کے محافظوں کو بکاؤ مال سمجھتے ہیں اس لیے میں اپنی حکمت عملی سے کام لے رہا ہوں۔"

"آپ کی حکمت عملی یہی ہے کہ آپ نے یا آپ کے کسی آدمی نے حمزہ بیگ بن کر میرے ذریعے وہ کوٹھی کرائے پر حاصل کی۔ بعد میں دو کمسن لڑکوں کو اس کوٹھی کے پاس سے یونہی گزار دیا۔ اس طرح یہ ثابت ہوا کہ میں نے وہ کوٹھی حاصل کرکے آپ کے سالے صاحب پر گولی چلائی تھی۔"

"سائیں! تم کیا کہہ رہے ہو؟ مجھے کچھ سنائی نہیں دے رہا ہے۔ سنائی دے گا تو جواب دوں گا۔"

"اگر میں معافی مانگوں' توبہ کروں' اپنے بیٹے کو آپ کی مرضی کے مطابق آزاد

چھوڑ دوں تو یہ باتیں آپ کو سنائی دیں گی۔"

"میرا خیال ہے' میرے فون میں کچھ گڑبڑ ہے۔ تمہاری آواز مکھیوں کی بھنبھناہٹ لگ رہی ہے۔ جب میرا فون درست ہو جائے گا تو پھر باتیں ہوں گی۔"

ادھر سے فون بند ہوتے ہی رب راکھن جھنجلا گیا۔ اسے جتنی گالیاں یاد تھیں انہیں سبق کی طرح دیواروں کو سنانے لگا۔

ابھی حمزہ بیگ کو یہ معلوم نہیں تھا کہ صداقت علی کے منصوبے کے مطابق کمال احمد نے اس کی بیٹی نازو کو باپ کی کوٹھی میں پہنچا دیا ہے۔ نازو کی واپسی پر حمزہ بیگ نے بیٹی سے پوچھا۔ "میرے دشمن گاڈفادر کے آدمیوں نے تمہیں اغوا کیا پھر تمہیں کوئی نقصان پہنچائے بغیر میری کوٹھی میں بھیج دیا اور تم ماں بیٹی بھی ٹاؤن شپ کی رہائش گاہ چھوڑ کر سیدھی یہاں چلی آئیں۔ اس کا مطلب سمجھتی ہو؟"

نازو کی ماں نے کہا۔ "ہم آپ کے حکم کے مطابق ایک سیدھی سادی زندگی گزارتے آرہے ہیں۔ آپ کے دشمن نے ہماری بیٹی سے دشمنی کیوں کی اور اسے بخیریت کیوں واپس بھیج دیا؟ اس طرح کی ہیرا پھیری آپ ہی سمجھ سکتے ہیں۔ آپ اگر ہمیں اپنے ساتھ نہیں رکھنا چاہتے تو کسی ایسی جگہ بھیج دیں جہاں ہم آپ کے دشمنوں سے محفوظ رہ سکیں۔"

"میں بھی یہی سوچ رہا ہوں۔ کراچی میں ہماری جو کوٹھی ہے' وہاں تم ماں بیٹی جاکر رہو۔ میرے کئی آدمی خفیہ طور پر تم دونوں کی نگرانی اور حفاظت کرتے رہیں گے۔ جاؤ سفر کی تیاری کرو۔ تم دونوں کو آج ہی رات کی کسی فلائٹ سے جانا ہے۔"

نازو نے کہا۔ "ڈیڈی! میں بڑی بد نصیب بیٹی ہوں۔ مجھے کبھی آپ کے ساتھ رہنا نصیب نہیں ہوتا۔ کیا آپ مجھے اپنے پاس نہیں رکھ سکیں گے؟"

"بیٹی! دشمن بہت چالباز ہے۔ ہو سکتا ہے' اس وقت تمہارے منہ میں اس کی زبان بول رہی ہو اور تمہیں خبر نہ ہو۔ بہرحال ابھی جاؤ۔ جب ہم کبھی ملک سے باہر جائیں گے تو تمہیں اپنے ساتھ لے جائیں گے۔"

دونوں ماں بیٹی اس کے بیڈ روم سے باہر چلی گئیں۔ اس نے اٹھ کر دروازے کو

اندر سے بند کیا پھر فون کے ذریعے رب راکھن سے رابطہ کیا۔ وہ بولا۔ "جناب! آپ کوئی بات نہ کریں۔ میرے فون پر ہونے والی گفتگو انٹیلی جنس والے ٹیپ کر رہے ہیں۔"

حمزہ بیگ نے فوراً ہی رابطہ ختم کر دیا۔ تھوڑی دیر تک سوچتا رہا پھر اس نے کراچی میں رہنے والے اپنے دست راست سے رابطہ کیا۔ پھر اپنے کوڈ ورڈز سنانے کے بعد کہا۔ "تم میرے دست راست ہو' رازدار ہو۔ یہ جانتے ہو کہ ہم جرائم سے بھرپور زندگی گزار رہے ہیں لیکن ہم نے کبھی گناہ نہیں کیا۔ کبھی کسی پرائی عورت کے ساتھ تنہائی میں وقت نہیں گزارا۔ لہٰذا ہمیں جو پسند آتی ہے' ہم اس سے نکاح پڑھا لیتے ہیں۔"

دست راست نے کہا۔ "یس باس! میں جانتا ہوں' آپ نے کبھی کسی کے ساتھ گناہ نہیں کیا۔ جسے پسند کرتے ہیں اس سے شادی کر لیتے ہیں۔"

"لیکن چار بیویاں پہلے سے موجود ہیں۔ ہمیں ایک حسینہ پسند آگئی ہے۔ ہم اس سے شادی کرنا چاہتے ہیں جبکہ پانچویں بیوی کی اجازت نہیں ہے۔ صرف چار بیویاں رکھی جاسکتی ہیں۔"

"یس باس! صرف چار شادیوں کی اجازت ہے' پانچویں شادی نہیں ہو سکتی۔"

"ہو سکتی ہے۔ تم سائیں رب راکھن سے ملاقات کرو۔ ایک قتل کا دس لاکھ روپے معاوضہ طے کرو۔ نازو اپنی ماں کے ساتھ آج رات تک کراچی پہنچے گی۔ کل صبح تک نازو کی ماں کو اوپر پہنچا دو۔ چوتھی بیوی کی جگہ خالی ہو گی تو ہماری پانچویں پسند چوتھی بیوی بن کر ہمارے ساتھ رہ سکے گی۔"

"سمجھ گیا باس! میں ابھی رب راکھن کے پاس جاکر معاملہ طے کرلوں گا اور اسے ایڈوانس کے طور پر پانچ لاکھ روپے دے دوں گا۔"

"ایک بات یاد رکھو۔ نازو زندہ رہے گی۔ ہمارا دشمن نازو کو ہمارے خلاف مہرہ بنانا چاہتا ہے۔ ذرا ہم دیکھیں گے کہ وہ ہماری بیٹی کو ہمارے خلاف کس طرح استعمال کرے گا۔"

یہ باتیں سمجھا کر اس نے ریسیور رکھ دیا۔

★==========★==========★

پیر عظمت اللہ شاہ اپنے بیٹے برکت کو اسپتال سے گھر لے آیا تھا۔ اس نے اپنی بڑی سی کوٹھی کے ایک حصے کو تقریباً اسپتال بنا دیا تھا۔ دو ڈاکٹروں' چار نرسوں اور دو کمپاؤنڈروں کے ڈیوٹی کے اوقات خرید لیے تھے۔ وہ سب اپنی اپنی ڈیوٹی کے وقت کے مطابق برکت اللہ شاہ کے پاس حاضر رہا کرتے تھے۔ کوٹھی کے باہر چاروں طرف سیکیورٹی گارڈز کی تعداد بڑھا دی تھی۔ اس کے علاوہ اپنے بیٹوں' بہوؤں' پوتے' پوتی' بیٹی اور نواسی کو کوٹھی سے باہر جانے سے منع کر دیا تھا۔ سنی نے پوچھا۔ "دادا حضور! آپ کب تک اس کوٹھی کی چار دیواری میں ہمیں چھپائے رکھیں گے؟"

روبی نے پوچھا۔ "کیا چھپ کر رہنے سے موت نہیں آتی؟"

پیر عظمت اللہ شاہ نے کہا۔ "آتی ہے۔ مگر قدرت کی طرف سے وہ طبعی موت ہوتی ہے ورنہ کوئی بندہ تو کیا' کوئی پرندہ بھی یہاں پر نہیں مار سکتا۔"

سنی نے کہا۔ "میں صرف اتنا معلوم کرنا چاہتا ہوں' یہ چھپتے رہنے کا سلسلہ کب تک جاری رہے گا؟"

"چھپنے کی بات نہ کرو۔ ہم بزدل نہیں ہیں۔ یہ محض چند دنوں کے لیے احتیاطی عمل ہے۔ ہم باہر کے معاملات پر قابو پاتے ہی یہ پابندی ختم کر دیں گے۔"

ہاجرہ نے کہا۔ "ابا حضور! ہم جانتے ہیں کہ آپ ہماری سلامتی کے لیے ایسا کر رہے ہیں لیکن آپ کی نواسی آج باہر جانے کی بہت ضد کر رہی ہے۔ آج اسپتال سے سچل کی چھٹی ہونے والی ہے۔"

پیر عظمت اللہ نے سوچتی ہوئی نظروں سے اپنی گونگی نواسی کو دیکھا پھر ایک کاغذ پر لکھا۔ "تمہیں سچل کے لیے پریشان نہیں ہونا چاہیے۔ تمہارا باپ صداقت علی اسے ضرور اسپتال سے اپنے ساتھ لے جائے گا۔"

شانی نے کاغذ پر جواباً لکھا۔ "آپ نے ہماری حفاظت کے لیے ہمیں اس کوٹھی میں قید کر رکھا ہے۔ میں اپنے ڈیڈی ڈائریکٹر جنرل کے پاس بھی بحفاظت رہ سکتی ہوں۔ مجھے اپنے ڈیڈی کے پاس جانے دیں۔"

پیر عظمت اللہ شاہ کو زیادہ خطرہ اپنے داماد ڈائریکٹر جنرل سے ہی تھا۔ اس نے سوچا' اگر وہ اپنے داماد کو مطمئن کر دے کہ آئندہ سچل کو اس کی طرف سے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا تو اس طرح اس کا اپنا بیٹا برکت اللہ شاہ اور دوسری اولادیں بھی محفوظ رہیں گی۔ اس نے کاغذ پر لکھا۔ "ہم اسپتال فون کر رہے ہیں۔ سچل سے کہیں گے کہ وہ ابھی اسپتال میں ہمارا انتظار کرے۔ ہم اسے لینے آ رہے ہیں۔"

شانی نے لکھا۔ "سچل نے آپ سے زخم کھائے ہیں۔ آپ اس کی نظروں میں دشمن ہیں۔ وہ اسپتال میں آپ کا انتظار نہیں کرے گا۔"

"ٹھیک ہے۔ ہم تمہارے ڈیڈی سے فون پر کہتے ہیں کہ وہ اسپتال جا کر سچل کو یہاں ہماری کوٹھی میں لے آئے۔"

اس نے ریسیور اٹھا کر اپنے داماد کے فون نمبر ڈائل کیے۔ صداقت علی سرکاری ریسٹ ہاؤس میں رہتا تھا۔ وہاں سے اس کے ماتحت نے کہا۔ "صاحب تھوڑی دیر پہلے کہیں گئے ہیں۔ کوئی پیغام ہو تو نوٹ کرا دیں۔"

"کوئی خاص پیغام نہیں ہے۔ ہم بعد میں فون کریں گے۔"

دوسری طرف سے فون بند ہو گیا۔ پیر عظمت اللہ شاہ سوچنے لگا' اگر وہ اتنی جلدی ریسیور رکھ دے گا اور لکھ کر شانی سے کہے گا کہ اس کے ڈیڈی سے گفتگو نہیں ہو سکی تو گونگی نواسی خود اسپتال جانے کے لئے مچل جائے گی اور وہ اپنے گھر کے کسی فرد کو باہر نہیں جانے دینا چاہتا تھا۔

شانی نے ریسیور کے اس حصے پر ہاتھ رکھے ہوئے تھے جسے پیر عظمت اللہ شاہ نے کان سے لگا رکھا تھا۔ چونکہ وہ پیچھے کھڑی ہوئی تھی اس لیے نانا نے اپنی نواسی کو نہیں دیکھا۔ فون پر کہنے لگا۔ "ہاں صداقت! ہم بول رہے ہیں۔ تم اسپتال جا کر ابھی سچل کو یہاں لے آؤ۔"

اتنا کہہ کر وہ تھوڑی دیر کے لیے چپ ہوا جیسے دوسری طرف سے صداقت کی جوابی گفتگو سن رہا ہو۔ شانی ریسیور پر ہاتھ رکھے ہوئے تھی۔ آواز کی لہروں سے جو ہلکی سی تھرتھری سی پیدا ہوتی ہے وہ شانی کو محسوس نہیں ہو رہی تھی۔ وہ سمجھ گئی تھی کہ

دوسری طرف سے کوئی نہیں بول رہا ہے لیکن ادھر سے اس کا نانا بول رہا تھا۔ "ہاں۔ اچھا تو تم سچل کے پاس جارہے ہو۔ ٹھیک ہے شانی یہاں تمہارا اور سچل کا انتظار کر رہی ہے۔"

اس نے ریسیور رکھ کر لکھا۔ "شانی! تمہارے ڈیڈی سے بات ہوگئی ہے۔ وہ ابھی اسپتال جاکر سچل کو یہاں لے آئے گا۔"

شانی نے وہ تحریر پڑھی، گھور کر اپنے نانا کو دیکھا پھر وہاں سے دوڑتی ہوئی زینے پر چڑھتی ہوئی تیزی سے اوپر اپنے کمرے کی طرف جانے لگی۔ پیر عظمت اللہ شاہ نے حیرانی سے زیر لب کہا۔ "اسے کیا ہوگیا؟ یہ اپنے کمرے میں اچانک کیوں جارہی ہے؟" ہاجرہ نے پوچھا۔ "ابا حضور! آپ واقعی صداقت سے باتیں کر رہے تھے؟"

"ہاں۔ کیا تم سمجھتی ہو کہ میں فون پر مذاق کر رہا تھا؟"

"شانی نے آپ کے ریسیور پر ہاتھ رکھا ہوا تھا۔ وہ آواز کی لہروں کو محسوس کرتی ہے۔ کیا ریسیور کے ایئرپیس سے آواز آرہی تھی؟"

ریسیور سے واقعی آواز نہیں آرہی تھی۔ پیر عظمت اللہ شاہ نے جھجکتے ہوئے کہا۔ "آں؟ ہاں..... آرہی تھی۔ ہم سن سکتے ہیں اور وہ سن نہیں سکتی۔ کیا وہ ہاتھ سے آواز کی لہروں کو محسوس کرتی ہے؟"

"جی ہاں۔ خدا نے اسے سننے کی قوت سے محروم رکھا ہے لیکن احساسات کی قوت میں شدت عطا کی ہے۔"

ان سب نے اوپری منزل کی طرف دیکھا۔ شانی تیزی سے چلتی ہوئی زینے کے اوپری حصے میں آئی۔ اس کے ایک ہاتھ میں ریوالور تھا اور دوسرے ہاتھ میں ایک بڑا سا کاغذ۔ وہ زینے سے اترتی ہوئی نیچے آئی پھر ایک ہاتھ اٹھا کر اس بڑے سے کاغذ کو دکھایا۔ اس پر لکھا ہوا تھا۔ "میں سچل کے پاس جارہی ہوں۔ مجھے روکنے کی کوشش کی گئی تو میں خود کو گولی مارلوں گی۔"

سب نے دیکھا۔ اس نے ریوالور کی نال کو اپنی کنپٹی پر رکھ لیا تھا۔ پیر عظمت اللہ شاہ اس کی طرف بڑھنا چاہتا تھا۔ ہاجرہ نے اس کا بازو پکڑ کر کہا۔ "آپ جانتے ہیں کہ شانی

اپنے باپ کی طرح ضدی ہے۔ اگر کسی نے اسے جانے سے روکا تو وہ اپنی جان پر کھیل جائے گی۔ آپ میری بات مان لیں۔ خود اپنے ساتھ اسے سچل کے پاس لے جائیں۔"

"ہاجرہ! تم نے درست کہا تھا۔ فون پر کوئی نہیں بول رہا تھا۔ میں نے اپنی نواسی کو دھوکا دینے کی کوشش کی تھی۔"

اس نے کاغذ پر نواسی کے لیے لکھا۔ "تمہیں جانے سے کوئی نہیں روکے گا لیکن تم اکیلی نہیں جاؤ گی۔ ہم بھی تمہارے ساتھ چلیں گے۔"

شانی نے اس تحریر کو پڑھنے کے بعد اشاروں کی زبان سے کہا۔ "پہلے آپ چلیں اور کار ڈرائیو کریں۔ میں پیچھے بیٹھوں گی۔"

پیر عظمت اللہ شاہ ناگواری سے چلتا ہوا کوٹھی کے باہر آیا۔ اس کی نواسی بدستور ریوالور کو اپنی کنپٹی سے لگائے پیچھے پیچھے آرہی تھی۔ اس کے نانا نے تمام سیکیورٹی گارڈز سے کہا۔ "کوئی پریشانی کی بات نہیں ہے۔ ہم باہر جارہے ہیں۔" وہ نانا نواسی کار میں آگے پیچھے بیٹھ گئے پھر اسپتال کی طرف جانے لگے۔ وہ دل میں سوچنے لگا۔ "ہمارے لیے گڈ فادر حمزہ بیگ سے زیادہ خطرناک ہمارا داماد صداقت علی ہے۔ اگر ہم اس کے ہونے والے داماد سچل کو اپنے گھر لے آئیں اور اس کی حفاظت کی ذمے داری لے لیں تو صداقت پھر ہماری کسی اولاد کو نقصان نہیں پہنچائے گا۔ ہم اس کی طرف سے مطمئن ہوکر حمزہ بیگ سے نمٹ سکیں گے۔"

وہ اسپتال پہنچ گئے۔ سچل نواز کو اسپتال سے چھٹی دے دی گئی تھی۔ وہ وزیٹرز گیلری میں بیٹھا ہوا تھا۔ ان دونوں کو دیکھ کر کھڑا ہوگیا پھر اس نے کاغذ شانی کی طرف بڑھایا۔ اس پر لکھا ہوا تھا۔ "مجھے صبح دس بجے اسپتال سے فارغ کر دیا گیا ہے لیکن میں تمہارے انتظار میں بیٹھا رہوں گا۔ خدا جانے تم کب آؤ گی؟"

شانی نے وہ تحریر پڑھ کر وال کلاک کی طرف دیکھا۔ سہ پہر کے تین بجے تھے۔ یعنی وہ پچھلے پانچ گھنٹوں سے بڑے اعتماد کے ساتھ اس کا انتظار کر رہا تھا۔ شانی نے بڑی محبت سے مسکرا کر اسے دیکھا پھر اس کا ہاتھ تھام لیا۔

پیر عظمت اللہ شاہ نے کھنکار کر گلا صاف کرتے ہوئے کہا۔ "سچل بیٹے! ہمارے

درمیان جو نفرتیں رہیں' انہیں بھول جاؤ۔ ہم نے تمہاری والدہ کی شان میں گستاخی کی' ہمارے ماتحت نے تمہارے بازو میں گولی ماری مگر تمہارے ہونے والے سسر کے کسی کارندے نے ہمارے بیٹے کے بازو میں گولی اتار کر حساب برابر کر دیا۔ ہم تمہارے بابا سائیں کے ہم خیال بن کر تمہیں جرائم کے راستے پر لے جانا چاہتے تھے۔ وہ ہماری غلطی تھی۔ تم شانی کے ڈیڈی صداقت علی کے مشورے کے مطابق زندگی گزارو گے اور ابھی ہمارے ساتھ ہماری کوٹھی میں رہو گے۔"

سچل نے کہا۔ "مجھے خوشی ہے کہ آپ میری مخالفت سے باز آگئے ہیں۔ شاید آپ اپنی غلطیوں کی تلافی کرنے کے لیے اپنے گھر لے جانا چاہتے ہیں۔ آپ میرے بزرگ ہیں۔ میں آپ کا فرمانبردار ہوں لیکن میں آپ کے..... یا کسی کے بھی گھر میں بوجھ بن کر رہنا گوارا نہیں کروں گا۔"

"بوجھ کیسا؟ تم ہمارے ہو۔ جلد ہمارے خاندان کے ایک اہم فرد بننے والے ہو۔"

"میں اپنی خودداری کو برقرار رکھتے ہوئے آپ کے خاندان کا فرد بننا چاہوں گا۔ میں جوان ہوں' صحت مند ہوں۔ مجھے اپنی روزی آپ کمانا' اپنا بوجھ آپ اٹھانا چاہیے۔"

"بے شک تمہیں خوددار بن کر رہنا چاہئے لیکن اپنا معقول ٹھکانا بنانے اور روزگار حاصل کرنے تک ہمارے پاس رہنا چاہیے۔"

اسی وقت صداقت علی نے آکر کہا۔ "آپ سے پہلے میں سچل کو سمجھاتا رہا ہوں لیکن یہ مائی نورن سہاگی کا خوددار بیٹا ہے۔ کسی کا سہارا قبول نہیں کرے گا۔"

پھر صداقت نے سچل کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "بیٹے! مجھے اپنی بیٹی شانی کے انتخاب پر فخر ہے۔ تم میرے گھر نہیں آنا چاہتے' شانی کے نانا کے گھر نہیں جانا چاہتے۔ یہ اچھی بات ہے۔ اپنی ہونے والی سسرال میں شادی سے پہلے نہیں جانا چاہیے لیکن خدا نے انسانوں کو ایک دوسرے کا تعاون حاصل کرنے اور اپنی ذہانت اور صلاحیتوں کو اجاگر کرنے کے لیے دنیا میں بھیجا ہے۔ میرا مشورہ ہے کہ تم پولیس ٹریننگ حاصل کرو۔ قانون کی برتری قائم رکھنے کے لیے تمہارے جیسے دیانت دار جوانوں کی ضرورت ہے۔ اس سلسلے

میں میرا تعاون صرف اتنا ہوگا کہ میں ٹریننگ سینٹر میں داخلے کے لیے تمہیں ایک کیریکٹر سرٹیفکیٹ دوں گا۔ اس کے بعد تم اپنی ذہانت اور صلاحیتوں سے وہاں کامیابیاں حاصل کرو گے۔ کیا میرا یہ مشورہ قابل قبول ہے؟"

"جی ہاں۔ بلندی پر چڑھنے کے لیے بزرگوں کی انگلی پکڑنا چاہیے۔ مجھے منظور ہے۔"

"شاباش۔ میں باہر اپنی کار میں انتظار کروں گا۔ تم شانی کو سمجھا کر آؤ کہ تم ایک تعمیری مقصد حاصل کرنے کے لیے اس سے دور جا رہے ہو۔"

صداقت علی اور پیر عظمت اللہ شاہ اسپتال سے باہر جانے لگے۔ صداقت نے کہا۔ "آپ جو کچھ سچل سے فرما رہے تھے میں سن رہا تھا۔ کوئی دوسرا سنتا تو حیران ہوتا کہ جسے آپ جرائم کے راستے پر چلانے والے تھے' اسے بڑی عزت سے اپنے گھر لے جانے آئے ہیں۔ میں حیران نہیں ہوا کیونکہ آپ کی پٹڑی بدلنے والی فطرت سے اچھی طرح واقف ہوں۔"

"تم ہمیشہ طنزیہ انداز میں ہم سے کیوں گفتگو کرتے ہو؟"

"اس لیے کہ طنز کے باوجود آپ کی فطرت نہیں بدلتی۔ آپ کو سچل سے نہ محبت ہے اور نہ ہی اپنی نواسی کے حوالے سے اس سے کوئی لگاؤ ہے' آپ صرف اپنی اولاد کے لیے سچل کو ڈھال بنا کر لے جانا چاہتے تھے۔ کیا میں غلط کہہ رہا ہوں؟"

"درست کہہ رہے ہو۔ ہم چاہتے ہیں کہ سچل کو آئندہ کسی طرح کا نقصان نہ پہنچے۔ اس طرح تم ہمیں اولاد کی طرف سے کوئی صدمہ نہیں پہنچاؤ گے۔ یہ بھی اچھا ہی ہوا کہ وہ تمہارے مشورے کے مطابق یہاں سے دور چلا جائے گا۔"

"آپ کے سر سے جتنی بلائیں ٹل جائیں اچھا ہے۔ وہ جو آپ نے مختلف سیاست دانوں کے قرضوں کی فائلیں غائب کرانے کے لیے ساڑھے تین کروڑ روپے رشوت کے طور پر لیے تھے وہ....."

سسر صاحب نے داماد کی بات کاٹ کر کہا۔ "ہم نے وہ ساڑھے تین کروڑ روپے قومی خزانے میں جمع کرا دیے ہیں۔"

"یہی میں کہہ رہا تھا۔ آپ نے میری بات کاٹ دی۔ اگر وہ رقم آپ قومی خزانے میں جمع نہ کراتے تو میں آپ کو سکون سے بیٹھنے نہ دیتا۔"

"ہمیں یوں دھمکیاں نہ دیا کرو۔ کیا تم اپنے مقابلے میں ہمیں کمتر اور کمزور سمجھتے ہو!"

"میں دشمنوں کو کبھی کمزور نہیں سمجھتا اور آپ تو دشمنوں سے بھی اونچی چیز ہیں۔ بڑے پہنچے ہوئے گاڈفادر ہیں۔"

"بہتر ہے کام کی باتیں کرو۔ سچل کے چلے جانے کے بعد تم ہماری اولاد سے دشمنی نہیں کرو گے۔"

"آپ غلط سمجھ رہے ہیں کہ میں آپ کی اولاد کا دشمن ہوں۔ آپ کی بیٹی میری بیوی ہے اور بیٹے میرے سالے ہیں۔ بھلا میں سالوں سے کیوں دشمنی کروں گا؟ ساری دنیا ایک طرف جورو کے بھائی ایک طرف یعنی میں ساری دنیا کے مقابلے میں اپنی بیوی کے بھائیوں کو زیادہ اہمیت دیتا ہوں۔"

"اسی لیے تم نے ہمارے بیٹے کے بازو میں گولی ماری تھی؟"

"یہ مجھ پر الزام ہے۔ جب گولی چلی' تب میں آپ کی آنکھوں کے سامنے تھا۔"

"تمہارے کسی آدمی نے تمہارے حکم پر گولی چلائی تھی۔"

"وہ کوٹھی سائیں رب راکھن نے کرائے پر لی۔ اس کے دو کمسن دہشت گرد اس کوٹھی کے قریب دیکھے گئے۔ اتنے ٹھوس ثبوت کے باوجود آپ کے عائد کردہ الزام کی سوئی مجھ پر اٹکی ہوئی ہے۔"

"تم نے رب راکھن کے کاندھے پر بندوق رکھ کر گولی چلائی ہے۔ ہم ایسی چالیں چلتے چلتے بوڑھے ہو چکے ہیں۔"

"بڑھاپے میں عقل کام نہیں کرتی۔ بے عقلی یہ سمجھنے نہیں دیتی کہ جو رب راکھن دونوں گاڈفادر سے معاوضے وصول کرکے ان کے کام آتا رہتا ہے' وہ حمزہ بیگ سے بھاری رقم لے کر آپ کو یا آپ کی اولاد کو بھی نقصان پہنچا سکتا ہے۔"

"ہم نادان نہیں ہیں۔ رب راکھن پر بھی ہمیں شبہ ہے۔ ہم نے اسے وارننگ

دی ہے۔ اسے چاہیے تھا کہ ہماری کوٹھی کے سامنے کرائے پر کوٹھی حاصل کرنے سے پہلے ہمیں اطلاع دیتا لیکن وہ بے ایمان اور خود غرض ہے۔ جدھر سے بڑی رقم ملتی ہے' ادھر لڑھک جاتا ہے۔ ہم جلدی اسے ہمیشہ کے لیے لڑھکا دیں گے۔"

پیر عظمت اللہ شاہ یہ کہہ کر دور کھڑی ہوئی اپنی کار کے پاس آگیا پھر اس نے اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھ کر دیکھا۔ عقب نما آئینے میں اسے صداقت علی نظر آرہا تھا۔ وہ دوسری طرف گھوم کر کسی شخص سے باتیں کر رہا تھا اور یقیناً وہ شخص انٹیلی جنس سے تعلق رکھتا ہوگا۔

پیر عظمت اللہ شاہ نے موبائل فون کے ذریعے رب راکھن سے رابطہ کیا پھر کہا۔ "ہم بول رہے ہیں۔ یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ تمہارے بیٹے کو آج اسپتال سے فارغ کر دیا گیا ہے تم اس سے ملنے کیوں نہیں آئے؟"

رب راکھن نے کہا۔ "میری عقل کہہ رہی تھی کہ وہ گونگی اور اس کا ڈائریکٹر جنرل باپ ضرور سچل کے پاس جائیں گے لہٰذا مجھے ان سے دور رہنا چاہیے۔"

"کیا تم نے اپنے بیٹے کو ڈائریکٹر جنرل کے حوالے کر دیا ہے؟ کیا اسے اپنا وارث بنانے کے لیے اپنے نقش قدم پر نہیں چلاؤ گے؟"

"میرا ایک ہی بیٹا ہے۔ اسے اپنا بنائے رکھنے کے لیے اپنی جان لڑا دوں گا۔ میں وہاں اسپتال نہیں گیا لیکن وہ میری نظروں میں ہے۔ میرے آدمی اس کی نگرانی کر رہے ہیں۔ ان کی رپورٹ کے مطابق آپ بھی وہیں اسپتال میں موجود ہیں۔"

"تمہیں صحیح رپورٹ مل رہی ہے لیکن یہ تمہیں معلوم نہیں ہے کہ صداقت علی تمہارے بیٹے کو پولیس ٹریننگ کے لیے بھیج رہا ہے۔ ظاہر ہے سچل وہاں سے کامیاب ہو کر آئے گا۔ صداقت علی اسے مکمل اعلیٰ ٹریننگ کے لیے اسکاٹ لینڈ یارڈ کے شعبہ سراغرسانی میں ضرور بھیجے گا۔"

"میں سمجھ رہا ہوں۔ آپ کا داماد دوسرا دیانت دار قانون کا محافظ پیدا کرنا چاہتا ہے لیکن میں ایسا نہیں ہونے دوں گا۔"

"ہاں۔ ایسا نہیں ہونا چاہیے۔ اسی لیے ہم نے تمہیں فون کیا ہے۔ اس سلسلے میں

ہماری ضرورت ہو تو ہم درپردہ تم سے تعاون کریں گے۔"

"میرے لیے یہ بہت بڑی بات ہے کہ آپ مجھ سے تعاون کریں گے۔"

"ہمیں بتاؤ۔ اس سلسلے میں کیا چاہتے ہو؟"

"یہی کہ سچل ٹریننگ سینٹر نہ پہنچے۔ جب وہ سفر کے لیے روانہ ہو تو اس کا راستہ بدل دیا جائے۔"

"ہمارے ایسے آدمی تمہیں مل جائیں گے جن کا پیشہ ہی اغوا کرنا اور تاوان وصول کرنا ہے۔"

"اگر وہ ہوائی جہاز سے جائے گا تو مجھے آپ کے ان آدمیوں کی ضرورت پیش آئے گی ورنہ اس کام کے لیے میرے ڈاکو ہی کافی ہیں۔"

"ہماری نواسی تمہارے بیٹے کے ساتھ ادھر آرہی ہے۔ ہم بعد میں تم سے رابطہ کریں گے۔"

شانی اور سچل دور صداقت علی کے پاس کھڑے باتیں کر رہے تھے پھر وہ پیر عظمت اللہ کے پاس آئے۔ سچل نے کہا۔ "شانی ضد کر رہی ہے کہ میرے اور اپنے ڈیڈی کے ساتھ مجھے ٹریننگ سینٹر تک چھوڑ کر یہاں واپس آجائے گی۔"

"کیا تم لوگ ابھی جارہے ہو؟"

"جی ہاں۔ ابھی ہم انکل صداقت کے ساتھ سرکاری ریسٹ ہاؤس میں جارہے ہیں پھر ہم کار کے ذریعے حضرت لال شہباز قلندر کے مزار پر حاضری دینے جائیں گے۔ اس کے بعد ٹریننگ سینٹر کے لیے روانہ ہوں گے۔"

"لیکن شانی نے سفر کا کوئی سامان نہیں لیا ہے۔ پہلے اسے ہماری کوٹھی میں جانا چاہیے۔"

"میں نے شانی سے یہی کہا تھا۔ اس نے لکھ کر جواب دیا کہ اسلام آباد میں اس کے ڈیڈی کے ہاں اس کے لباس اور ضرورت کی تمام چیزیں موجود ہیں۔"

شانی نے آگے بڑھ کر اپنے نانا کے بازو کو تھام لیا پھر اس نے اشاروں میں کہا کہ وہ اسے جانے دیں۔ نانا نے بھی گویا ہتھیار ڈالتے ہوئے اشارے سے کہا۔ "جاؤ" پھر سچل

سے کہا۔ "ریسٹ ہاؤس میں ایک ڈیڑھ گھنٹا انتظار کرو۔ شانی کی ماں اس کی ضرورت کا سامان لے کر وہاں آئے گی۔"

اس نے نواسی کے سر پر دعائیہ انداز میں ہاتھ رکھا پھر کار اسٹارٹ کر کے ڈرائیو کرتا ہوا اپنی کوٹھی کی طرف آنے لگا۔ تھوڑی دور جانے کے بعد اس نے پھر رب راکھن سے فون پر رابطہ کیا اور اسے بتایا کہ سچل اس کی نواسی اور داماد کے ساتھ کن راستوں سے گزرنے والا ہے۔

رب راکھن نے کہا۔ "میں آپ کا شکر گزار ہوں۔ آپ نے بڑی اہم اطلاع دی ہے۔ وہ میرے علاقے سے گزرنے والے ہیں لہٰذا آپ کے آدمیوں کو زحمت نہیں دوں گا۔ یہاں کے تمام ڈاکو میرے زیر اثر رہتے ہیں۔ وہ تینوں موہنجوڈارو تک بھی نہیں پہنچ پائیں گے۔"

"ہم ایک بات سختی سے سمجھاتے ہیں۔ ہماری نواسی پر ایک ذرا آنچ نہ آئے۔ اسے ذرا سی بھی تکلیف پہنچے گی تو تم باپ بیٹے کو ہم ہمیشہ کے لیے اس دنیا کی تمام تکلیفوں سے نجات دلا دیں گے۔"

"حضور! میری اتنی جرأت نہیں ہے۔ آپ کی نواسی کو کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی۔ میں کیا پاگل ہوں کہ اپنی ہونے والی بہو پر ذرا بھی آنچ آنے دوں گا؟"

"تم جو کچھ کرنے جارہے ہو' اس دوران یہ کبھی نہ بھولنا کہ وہ شیطان ڈائریکٹر جنرل شانی اور سچل کے ساتھ ہوگا۔ اپنے زیر اثر رہنے والے ڈاکوؤں کو سمجھا دینا کہ ڈائریکٹر جنرل صداقت علی کس قدر چالباز ہے۔ شیر کے منہ سے نوالہ چھیننا آسان ہو سکتا ہے لیکن اس کے سائے سے بیٹی اور ہونے والے داماد کو چھین کر لے جانا ناممکن بھی ہو سکتا ہے۔"

"آپ کی طرح میں بھی صداقت علی کی غیر معمولی صلاحیتوں اور چالبازیوں سے کتراتا ہوں۔ بے شک وہ میرے راستے میں پہاڑ بن جائے گا لیکن میں اپنے اکلوتے بیٹے کو حاصل کرنے کے لیے اس علاقے کے تمام ڈاکوؤں کی خدمات حاصل کروں گا۔"

"مجھ سے ایک سودا کرو گے؟ پچاس لاکھ روپے دوں گا۔"

"اتنی بڑی رقم دینے کا مطلب یہ ہے کہ کام خطرناک ہے۔"

"جرائم کی دنیا میں قدم قدم پر خطرات سے کھیلنا پڑتا ہے۔"

"آپ درست کہتے ہیں۔ آدھی رقم ایڈوانس کے طور پر بھیج دیں اور بتائیں کام کیا ہے؟"

فون پر تھوڑی دیر خاموشی رہی۔ پھر عظمت اللہ شاہ نے ہچکچاتے ہوئے کہا "ہم اپنی بیٹی ہاجرہ سے اتنی محبت کرتے ہیں' اتنی محبت کرتے ہیں کہ اس کی خاطر اب تک صداقت علی کو ڈھیل دیتے رہے ورنہ ہمارا کوئی بھی ماتحت اندھیرے سے ایک گولی چلاتا اور وہ بہت پہلے ہی جہنم میں پہنچ جاتا۔"

"یہ صرف میں نہیں' گاڈفادر حمزہ بیگ بھی کہتا ہے کہ وہ ڈائریکٹر جنرل صداقت علی محض آپ کا داماد ہونے کی وجہ سے اب تک زندہ ہے۔"

"آج ہم اپنے دل پر پتھر رکھ کر کہہ رہے ہیں کہ اپنی ہاجرہ بیٹی کی آنکھوں میں کچھ عرصے تک آنسو برداشت کرلیں گے۔ اسے بیوہ بنادو۔ اپنے ڈاکوؤں سے کہو' وہ جس ڈاکو کو گولی سے مرے گا' ہم اسے ایک لاکھ روپے خصوصی انعام کے طور پر دیں گے۔"

"آپ سمجھ لیں کہ آپ کا کام ہوگیا۔ ایک تو مجھے پچاس لاکھ روپے ملیں گے۔ دوسرے یہ کہ ہم سب کا مشترکہ دشمن مٹی میں مل جائے گا۔ میں کل صبح تک خوش خبری سناؤں گا۔"

پیر عظمت اللہ شاہ نے فون بند کردیا۔ اس کا دل بھاری ہو رہا تھا۔ وہ ہاجرہ جیسی فرمانبردار بیٹی کو دل و جان سے چاہتا تھا۔ بیٹی اس کے لیے بڑی بڑی قربانیاں دیتی تھی۔ اس کے برے وقت میں بیٹے ساتھ چھوڑ دیتے تھے۔ بیٹی ہمیشہ باپ کو اپنے آنچل کے سائے میں رکھتی تھی اور اب وہ ایسی محبت کرنے والی بیٹی کے ہاتھوں کی چوڑیاں توڑنے جارہا تھا۔

اس نے کوٹھی میں پہنچ کر بیٹی سے کہا۔ "ہاجرہ! ہماری نواسی سچل اور صداقت کے ساتھ جارہی ہے۔ شاید ایک آدھ ہفتے میں واپس آجائے گی۔"

اس نے ہاجرہ کو تفصیل بتائی کہ وہ دونوں باپ بیٹی سچل کا مستقبل شاندار بنانے

کے لیے اسے پولیس ٹریننگ سینٹر بھیج رہے ہیں پھر کہا۔ "تم شانی کا مختصر سا سفری سامان لے کر ریسٹ ہاؤس چلی جاؤ۔ اس طرح صداقت سے بھی ملاقات کرسکو گی۔"

وہ ہاجرہ بیٹی سے یہ نہ کہہ سکا کہ وہ اپنے محبت کرنے والے جیون ساتھی سے' اپنے مجازی خدا سے آخری ملاقات کرنے جارہی ہے۔

ہاجرہ اپنی بیٹی کا مختصر سا سامان ایک اٹیچی میں رکھ کر چار سیکیورٹی گارڈز کے ساتھ ریسٹ ہاؤس کی طرف چلی گئی۔ پیر عظمت اللہ شاہ سلطانی صوفے پر سر جھکا کر بیٹھ گیا۔ طبیعت بوجھل سی ہو رہی تھی۔ کل صبح تک داماد کی لاش اس کوٹھی میں آنے والی تھی۔ اسے داماد کی موت کا غم نہیں تھا لیکن وہ بیٹی کا دل دکھاتے ہوئے اپنے دل میں درد محسوس کر رہا تھا۔

وہ بیٹی کی خاطر اس قدر جذبات میں ڈوب گیا تھا کہ اپنے آپ کو بھول گیا پھر فون کی گھنٹی نے اسے چونکا دیا۔ اس نے دور ٹیلی فون کی طرف دیکھا۔ اس کا پوتا جمشید ریسیور اٹھا کر پوچھ رہا تھا۔ "ہیلو! کون ہے؟"

دوسری طرف سے ایک روتی سسکتی ہوئی نسوانی آواز نے پوچھا۔ "کیا روبی اور سنی ہیں؟ میں ان سے بات کرنا چاہتی ہوں۔"

جمشید نے ایک صوفے پر بیٹھے ہوئے سنی اور روبی کو دیکھا پھر کہا۔ "کوئی لڑکی فون پر رو رہی ہے۔ تمہیں اور روبی کو پوچھ رہی ہے۔"

پیر عظمت اللہ شاہ نے حیرانی سے پوچھا۔ "کون ہے وہ لڑکی؟"

سنی نے فوراً ہی اٹھ کر جمشید سے ریسیور لیا پھر کان سے لگا کر پوچھا "ہیلو! کون ہے؟ میں سنی بول رہا ہوں۔"

روبی سنی کے قریب آکر کھڑی ہوگئی تھی۔ دوسری طرف سے نازو نے روتے اور سسکتے ہوئے کہا۔ "سنی! میں نازو بول رہی ہوں۔ امی کے ساتھ یہاں کراچی آئی تھی لیکن یہاں پہنچتے ہی کسی ظالم نے امی کو قتل کردیا ہے۔"

"کیا کہہ رہی ہو؟ ابھی کہاں ہو۔ پتا بتاؤ اور روبی سے بات کرو۔"

سنی نے روبی کو ریسیور دیتے ہوئے کہا۔ "نازو ہے۔ اس کی ماں کو کسی نے قتل کر

دیا ہے۔ تم اسے تسلی دو۔ اس کا پتا پوچھو میں نوٹ کر رہا ہوں۔"

اسے جواب نہیں ملا کیونکہ روبی پتا پوچھ کر سنی کو بتا رہی تھی۔ وہ ایک کاغذ پر لکھنے کے بعد بولا۔ "اس سے کہو خود کو تنہا نہ سمجھے۔ ہم ابھی اس کے پاس پہنچ رہے ہیں۔"

روبی نے نازو کو تسلیاں دیں پھر کریڈل پر ہاتھ رکھ کر دوسرے نمبر ڈائل کرنے لگی۔ پیر عظمت اللہ شاہ نے غصے سے کہا۔ "ہمیں بتاتے کیوں نہیں' یہ نازو کون ہے اور اس کی ماں کیوں قتل کی گئی ہے؟"

سنی نے کہا۔ "دادا حضور! ہم ابھی تک آپ کے سامنے موجود ہیں۔ وہاں جائیں گے تو تمام تفصیلی حالات معلوم ہوں گے۔"

"نہیں۔ ہم نے ایک بار کہہ دیا ہے' کم از کم کل تک کوئی اس کوٹھی سے باہر نہیں جائے گا۔"

"سوری دادا حضور! روبی کی سہیلی پر قیامت ٹوٹ رہی ہے۔ ہم یہاں بیٹھے نہیں رہیں گے۔ جب شانی جاسکتی ہے ہاجرہ آنٹی جاسکتی ہیں' تو ہم بھی سیکیورٹی گارڈز کے ساتھ جاسکتے ہیں۔"

روبی کان سے ریسیور لگائے ہوئے تھی' رابطہ ہوتے ہی بولی۔ "ہیلو کون؟ کیا تم کمال احمد بول رہے ہو؟"

پیر عظمت اللہ شاہ نے چونک کر روبی کو دیکھا۔ اسے یاد آیا کہ کمال احمد چنگی بادشاہ کا نام ہے۔ اس کے ساتھ ہی یہ بھی یاد آگیا کہ دشمن گاڈ فادر کی بیٹی کا نام نازنین عرف نازو ہے۔

روبی فون پر کہہ رہی تھی۔ "ہیلو کمال! میں روبی بول رہی ہوں۔ نازو کے ساتھ بڑی ٹریجڈی ہوگئی ہے۔ کسی نے اس کی امی کو قتل کر دیا ہے۔ وہ یہاں کراچی میں ہے۔ اس کا پتا نوٹ کرو اور پہلی فلائٹ سے آؤ۔ ایسے وقت تمہاری موجودگی سے اسے حوصلہ ملے گا۔"

اس نے پتا نوٹ کرانے کے بعد ریسیور رکھ دیا۔ پیر عظمت اللہ شاہ نے پوچھا۔ "کیا یہ نازو' حمزہ بیگ کی بیٹی ہے؟"

اس سوال پر برکت اللہ شاہ' رحمت اللہ شاہ' ان کی بیوی اور جمشید نے چونک کر سوالیہ نظروں سے روبی کو دیکھا۔ روبی نے جواب دیا۔ "جی ہاں۔ نازو آپ کے مخالف گاڈ فادر حمزہ بیگ کی بیٹی ہے۔"

ریحانہ نے غصے سے اپنی بیٹی روبی کو دیکھ کر کہا۔ "تم نے دیکھا کہ اس ذلیل حمزہ بیگ نے ہم سب کو تباہ برباد کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی اور تم نے اس کی بیٹی کو سہیلی بنالیا ہے؟"

پیر عظمت اللہ نے کہا۔ "سنی! ہمارے بوڑھے تجربات سے سمجھو کہ ایک مخالف گاڈ فادر کی بیوی کو قتل کیا گیا ہے۔ یہ کوئی معمولی قتل نہیں ہوگا۔ اس کے پیچھے بڑی گہری چالیں چلی گئی ہوں گی۔ تم دونوں ابھی ناتجربہ کار ہو۔ ہماری بات مانو۔ ابھی وہاں نہ جاؤ۔ پہلے ہم اپنے ذرائع سے اس قتل کی حقیقت معلوم کریں گے۔"

"آپ ضرور معلوم کریں۔ ہو سکتا ہے آپ کے ذریعے قاتل بے نقاب ہو جائے لیکن نازو بالکل اکیلی ہے۔ اسے ہماری ضرورت ہے۔ پلیز سیکیورٹی گارڈز سے کہہ دیں کہ ہمیں وہاں پہنچا دیں۔"

پیر عظمت اللہ شاہ نے سنی سے نازو کا موجودہ پتا لے کر پڑھا۔ پھر فون پر اپنے ایک دست راست سے رابطہ قائم کرکے اسے نازو کا پتا بتایا اور کہا۔ "یہ گاڈ فادر حمزہ بیگ کی بیٹی ہے۔ اپنی ماں کے ساتھ یعنی حمزہ بیگ کی بیوی کے ساتھ یہاں آئی ہے۔ یہاں آتے ہی حمزہ بیگ کی بیوی کو کسی نے قتل کر دیا ہے۔ بیٹی کو چاہیے تھا کہ وہ اپنے گاڈ فادر باپ سے رابطہ کرتی لیکن وہ ہماری پوتی روبی اور پوتے سنی کو اپنے پاس بلا رہی ہے۔ یہ دونوں یہاں سے نکلنے والے ہیں۔ پندرہ منٹ کے اندر تمام آدمیوں سے کہو اس کوٹھی کا محاصرہ کریں جس کا پتا ابھی تمہیں لکھوایا ہے۔ اس کے بعد معلوم کرو کہ وہ گاڈ فادر حمزہ بیگ اپنی بیوی کے قتل سے بے خبر کیوں ہے؟ یا اس قتل سے لاتعلق رہنے کا مقصد کیا ہے؟"

اس نے ریسیور رکھ کر روبی اور سنی کو دیکھا پھر کہا۔ "اولاد کی محبت نے ہمیں کمزور بنا دیا ہے۔ پہلے ہم سختی کیا کرتے تھے جس کے نتیجے میں ہمارے دونوں بیٹے باغی ہو کر ہمیں چھوڑ گئے تھے۔ خدا کا شکر ہے کہ سب واپس آگئے ہیں۔ سنی! ہم نہیں چاہتے کہ

تمہیں اور روبی کو وہاں جانے سے روک کر باغی بنا دیں۔ جہاں ابھی نازو ہے وہ حمزہ بیگ کی کوٹھی ہے۔ تم دونوں خود کو اپنے دادا کی جگہ رکھ کر سوچو کہ ہم کس دل سے تمہیں دشمن کے گھر جانے کی اجازت دے رہے ہیں۔ جب تک تم دونوں صحیح سلامت واپس نہیں آؤ گے تب تک ہم نہ کھا سکیں گے اور نہ سو سکیں گے۔ ہم تمہاری واپسی تک ایک گھونٹ پانی بھی نہیں پئیں گے۔"

"دادا حضور! آپ نے دشمن کی کوٹھی کا محاصرہ کرنے کا حکم دیا ہے پھر کیوں پریشان ہو رہے ہیں؟"

"محاصرہ اس لیے کرا رہے ہیں کہ حمزہ بیگ تمہیں کوئی نقصان نہ پہنچا سکے۔ اگر اس کے آدمیوں نے تمہیں گولی ماری تو تم دونوں ہمیں زندہ تو نہیں ملو گے۔ محاصرے کے نتیجے میں دونوں طرف سے گولیاں چلیں گی۔ دونوں طرف کے لوگ مارے جائیں گے مگر ہم تو ہمیشہ کے لیے تم دونوں کو کھو چکے ہوں گے۔"

ریحانہ نے اپنی بیٹی سے کہا۔ "روبی! کتنے افسوس کی بات ہے کہ بے پناہ محبت کرنے والے دادا جان کے جذبات کو نہیں سمجھ رہی ہو۔ سنی! تم تو سمجھ دار ہو۔ کیا روبی گڑھے میں گرنے جائے گی تو تم بھی اس کے ساتھ اسی گڑھے میں گر پڑو گے؟"

سنی نے کہا۔ "برا وقت آنے پر دوستی اور محبت آزمائی جاتی ہے۔ ابھی نازو پر برا وقت آیا ہے۔ ہم اپنی جان کی بازی لگا کر نازو کے پاس جا رہے ہیں۔ آپ تمام بزرگ اعتراض کر رہے ہیں تو میں دادا حضور سے کہوں گا کہ وہ اپنے تمام ذرائع استعمال کر کے نازو کو یہاں لے آئیں۔"

روبی نے کہا۔ "دادا حضور! وہ میری اور سنی کی اتنی اچھی دوست ہے کہ ہم ایسے وقت اسے تنہا نہیں چھوڑیں گے۔"

پیر عظمت اللہ شاہ نے کہا۔ "یہ بات پہلے ہی ہمارے ذہن میں آئی تھی لیکن نازو کو ہم یہاں لائیں گے تو وہ گاڈفادر حمزہ بیگ الزام دے گا کہ ہم نے اس کی بیٹی کو اغوا کیا ہے پھر اس کے آدمی ہماری اولاد کے پیچھے پڑ جائیں گے۔"

روبی نے کہا۔ "آپ نازو کو یہاں نہ لائیں۔ کسی دوسری محفوظ جگہ پہنچا دیں۔ ہم

وہاں جا کر اس سے ملیں گے۔"

"تم حمزہ بیگ کو نہیں جانتی ہو۔ اس کے بھی وسیع ذرائع ہیں۔ وہ منٹوں میں معلوم کر لے گا کہ ہمارے آدمی نازو کو کہاں لے گئے ہیں۔"

سنی نے کہا۔ "باتوں میں وقت ضائع ہو رہا ہے۔ ہمیں فوراً جانا چاہیے۔"

پیر عظمت اللہ شاہ نے پھر فون پر رابطہ کیا اور پوچھا۔ "کیا ابھی تک محاصرہ مکمل نہیں ہوا؟"

"جناب عالی! محاصرہ ہو چکا ہے۔ میں یہ معلوم کرنے کی کوشش کر رہا ہوں کہ حمزہ بیگ کی اس کوٹھی کے اندر اس کی مردہ بیوی اور زندہ بیٹی کے علاوہ کتنے لوگ ہیں لیکن کوٹھی کے اندر اور باہر ویرانی سی ہے۔ ہمارا ایک آدمی سنی بابا کی طرف سے نازو سے ملاقات کرنے گیا ہے۔ آپ ذرا ایک منٹ ہولڈ آن کریں۔ ہمارا آدمی کوٹھی سے باہر آ رہا ہے۔"

وہ ریسیور کان سے لگائے انتظار کرنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد اس کے دست راست نے کہا۔ "جناب عالی! کوٹھی کے اندر نازو کے علاوہ حمزہ بیگ کا زونل سیکریٹری اور دو گن مین ہیں اور ایک ملازمہ ہے۔ زونل سیکریٹری نے ہمارے آدمی سے کہا کہ سنی بابا تعزیت کے لیے آ سکتے ہیں۔ ہمارے آدمی نے وارننگ دی ہے کہ کوٹھی کا محاصرہ ہو چکا ہے۔ سنی بابا کے آنے جانے تک اپنے دونوں گن مینوں کو باہر نکال دو اور کسی کو کوٹھی میں آنے کی اجازت نہ دو..... اور جناب عالی! میں دیکھ رہا ہوں وہ دونوں گن مین کوٹھی سے باہر آ چکے ہیں اور اب احاطے کے باہر جا رہے ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔ ہمیں کسی حد تک اطمینان ہو گیا ہے۔ روبی اور سنی وہاں آ رہے ہیں۔"

اس نے ریسیور رکھ کر سیکیورٹی افسر کو بلایا اور کہا۔ "روبی اور سنی کے ساتھ دس سیکیورٹی گارڈز لے کر جاؤ اور آدھے گھنٹے میں انہیں بخیریت واپس لاؤ۔"

روبی نے کہا۔ "دادا حضور! ہم نازو کو وہاں تنہا نہیں چھوڑیں گے۔ اس کی والدہ کی تجہیز و تکفین تک وہاں رہیں گے پھر واپسی میں نازو کو اپنے ساتھ لائیں گے۔ یہاں

لانے سے دشمن گاڈفادر آپ پر اغوا کا الزام لگائے گا لہٰذا ہم اسے انکل صداقت کے پاس لے جائیں گے۔"

پیر عظمت اللہ شاہ نے غصے سے کہا۔ "وہ دشمن کی بیٹی تم دونوں کے لیے اتنی عزیز ہوگئی ہے کہ تمہیں اپنے دادا کی پریشانیوں کا ذرا بھی احساس نہیں ہے۔ کیا ہم بھی تمہارے ساتھ مرنے کے لیے دشمن کے گھر چلیں؟"

سنی نے کہا۔ "آپ بے چین ہیں' پریشان ہیں اور غصہ دکھا رہے ہیں۔ آپ نے گاڈفادر بننے سے پہلے یہ کیوں نہیں سوچا کہ دشمن گاڈفادر کے خلاف جو کچھ کر رہے ہیں' وہ جواباً وہ بھی آپ کے خلاف بہت کچھ کرے گا۔ آپ کے بڑے صاحب زادے پر گولی چلائی گئی۔ یہ اندیشہ ہے کہ مجھ پر اور روبی پر بھی چلائی جائے گی۔ ہم آپ کے سائے میں جو زندگی گزار رہے ہیں وہ جرائم سے بھرپور ہے۔ یہاں صرف ایک دوسرے کو مار کر ایک دوسرے کی لاش پر کھڑے ہو کر اپنا اونچا قد قائم رکھا جاتا ہے۔ ایسی دنیا میں تو بیٹا بھی مرسکتا ہے اور پوتی پوتے بھی دشمن کی گولیوں کا نشانہ بن سکتے ہیں۔ یہ باتیں آپ کے سوچنے کی تھیں لیکن سوچنے کا وقت گزر چکا ہے اور ہمارا بھی وقت ضائع ہو رہا ہے۔ نازو اکیلی ہوگی چلو روبی!"

وہ دونوں اپنے دادا کے سامنے سے گزرتے ہوئے باہر چلے گئے۔ پیر عظمت اللہ شاہ نے فون پر پھر اپنے دست راست سے رابطہ کر کے کہا۔ "روبی اور سنی یہاں سے روانہ ہو رہے ہیں۔ ان کے بدن پر ذرا سی بھی خراش آئے گی تو ہم تم میں سے کسی کو زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ اب حمزہ بیگ بھی اپنی کوٹھی میں داخل ہونا چاہے تو اسے گولی مار دو۔ اس شہر میں ہمارے جتنے گن مین ہیں سب کو ابھی کال کرو۔ اس کوٹھی کے آس پاس سے گزرنے والے راستوں کی ناکہ بندی کردو۔ پولیس والے آئیں تو انہیں بھی وہاں نہ جانے دو اور کوشش کرو کہ جلد سے جلد نازو کی ماں کی تدفین ہو جائے۔"

پیر عظمت اللہ شاہ نے پھر فون پر ڈی سی اور آئی جی وغیرہ سے رابطہ کیا۔ انہیں صورت حال سے آگاہ کرنے کے بعد کہا۔ "حمزہ بیگ کی کوٹھی کے آس پاس فائرنگ اور دھماکے ہوں تو پولیس کو ادھر نہ بھیجنا۔ اگر اوپر سے جواب طلبی ہوگی تو تمہارے اوپر

والوں سے ہم نمٹ لیں گے۔"

وہ فون بند کر کے سوچنے لگا۔ اس کے بیٹے اور بہوئیں اسے دیکھ رہے تھے اور دل ہی دل میں تسلیم کر رہے تھے کہ وہ گاڈفادر کہلانے والا سنگدل اور بے رحم انسان اپنی اولاد کی اولاد کے لیے کتنے حفاظتی انتظامات کر رہا ہے۔

اس نے پھر ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کیے۔ رابطہ قائم ہونے پر کہا۔ "ہیلو حمزہ بیگ! ہم بول رہے ہیں۔"

حمزہ بیگ نے ہنستے ہوئے کہا۔ "بہت عرصے بعد تمہاری آواز سن کر کان میں گدگدی ہو رہی ہے۔ تم تو ناک پر مکھی نہیں بیٹھنے دیتے تھے لیکن آج مجبور ہو کر مجھے مخاطب کر رہے ہو۔"

"کیا تمہیں ہماری مجبوریوں کا علم ہے؟"

"کیوں نہیں۔ ابھی تمہاری پوتی اور پوتا کوٹھی سے باہر نکلے ہیں ان کی کار کے آگے پیچھے سیکیورٹی گاڈز کی گاڑیاں ہیں۔ اس سے پہلے تمہارے خاص ماتحت نے میری کوٹھی کا محاصرہ کرایا ہے اور تمہارے مسلح وفاداروں کی تعداد بڑھتی جارہی ہے۔ میرے دو گن مین میری بیٹی نازو کو تنہا بے یارومددگار چھوڑ کر چلے گئے ہیں۔ ایسی صورت میں' میں وہاں اپنے مسلح جانبازوں کے ساتھ آؤں گا تو ایسی کاؤنٹر فائرنگ ہوگی کہ اس علاقے میں دہشت پھیل جائے گی۔ میرا اندازہ ہے کہ تم نے شہر کی انتظامیہ کو دھمکیوں اور دباؤ میں رکھا ہوگا۔"

"ہم مانتے ہیں' تم بھی وسیع ذرائع کے مالک ہو۔ تمہارے پاس بھی بے شمار دولت' اسلحہ اور جنگجو وفادار ہیں۔ اس کے باوجود تم ابھی تک لاہور میں ہو۔ اپنی بیوی کی آخری رسومات ادا کرنے نہیں آرہے ہو۔"

"میں آؤں گا تو میرے ساتھ بارود اور موت کے فرشتوں کی بارات بھی آئے گی۔ ایک طویل مدت کے بعد ہمیں اپنی ذہانت اور طاقت کو آزمانے کا موقع مل رہا ہے لیکن میں ابھی اپنی طاقت کا مظاہرہ نہیں کروں گا۔ ذہانت کہتی ہے' اپنی بیوی کے قتل پر ہنگامہ آرائی نامناسب ہے۔ ایک گاڈفادر اپنی بیوی کی آخری رسومات کی ادائیگی کے لیے نہیں

جائے گا تو دشمن گاڈفادر پیر عظمت اللہ شاہ کو اس کی تجہیز و تکفین کرنی ہوگی۔ یہ خوش گوار فرض تم ادا کرو گے یا تمہارے پوتی اور پوتے کریں گے۔ مقتولہ بیوی کا سوم ہوتے ہی میں چوتھی دلہن لانے والا ہوں۔"

حمزہ بیگ نے فون بند کر دیا۔ پیر عظمت اللہ شاہ تھوڑی دیر تک دشمن کی باتوں پر غور کرتا رہا پھر اس نے دوسرے خاص ماتحت سے فون پر کہا۔ "حمزہ بیگ کی بیوی کے کفن دفن کا فوراً انتظام کرو۔ ہم نہیں چاہتے کہ روبی اور سنی وہاں زیادہ دیر رہیں۔"

خاص ماتحت نے کہا۔ "جناب عالی! وہ قتل کی گئی ہے۔ کیا اس کی تدفین کے وقت پولیس آڑے نہیں آئے گی؟"

"کسی نے اس کے قتل کی رپورٹ درج نہیں کرائی ہے پھر یہ کہ پولیس والے اس کوٹھی کے قریب بھی نہیں جائیں گے۔ تم جلد سے جلد اس لاش کو دفن کراؤ۔"

اس نے ریسیور کو کریڈل پر پٹخ کر بڑی بہو ریحانہ کو دیکھتے ہوئے کہا "ہمارے لیے شرم سے ڈوب مرنے کی بات ہے۔ ہم ایک گاڈفادر کہلاتے ہیں اور دشمن گاڈفادر کی بیوی کے کفن دفن کا انتظام کر رہے ہیں جیسے ہم اس کے تابعدار ہوں۔ ہماری یہ توہین صرف ہمارے بچوں کی وجہ سے ہو رہی ہے۔"

ریحانہ نے کہا۔ "ابا حضور! ہم شرمندہ ہیں۔ پہلے ہماری غلطیوں کی وجہ سے آپ کو پریشانیاں اٹھانی پڑیں۔ اب ہمارے بچے اپنی نادانی سے دشمن کے سامنے آپ کو کمتر بنا رہے ہیں۔ اس کے باوجود آپ کبھی کسی سے کمتر نہیں ہو سکتے اور آپ ہمارے لیے اتنے عظیم ہیں کہ آپ کے سامنے ہمیشہ ہم سب کے سر جھکے رہیں گے۔"

پیر عظمت اللہ شاہ سوچ رہا تھا۔ "یہ حمزہ بیگ بڑا ہی بد ذات اور کمینہ ہے۔ اس کی باتوں سے اندازہ ہو گیا ہے کہ اس نے چوتھی دلہن لانے کے لیے اپنی ایک بیوی کو قتل کیا ہے اور ایسا بدمعاش ہے کہ اس مقتولہ کو ہمارے ذریعے دفن کرا رہا ہے۔ ہمیں اس قتل کے ہر پہلو پر غور کرنا چاہیے۔ یہ کم بخت حمزہ بیگ بڑی گہری چالیں چلتا ہے۔"

اسے اچانک کمال احمد عرف چنگی بادشاہ یاد آیا۔ اس کے ذریعے اس نے حمزہ بیگ کی بیٹی کو اغوا کرایا تھا۔ اس پر بیٹی کے اغوا کا کوئی اثر نہیں ہوا تھا۔ اس کے برعکس اس

نے بیوی کو قتل کرا کے بیٹی کو بے یار و مددگار چھوڑ دیا تھا۔

ایسا سوچتے وقت یہ بھی یاد آیا کہ کمال احمد غداری کر رہا ہے۔ روبی نے فون پر کمال سے کہا تھا کہ وہ پہلی فلائٹ سے آجائے۔ اس کے آنے سے نازو کو حوصلہ ملے گا۔ اس کا یہ مطلب تھا کہ وہ کمال احمد عرف چنگی بادشاہ حمزہ بیگ کی بیٹی نازو کے اتنے قریب ہو گیا تھا کہ اس کی موجودگی سے نازو کو حوصلہ ملتا تھا۔

اس نے پھر ریسیور اٹھا کر اپنے ایک اور ماتحت سے رابطہ کیا اور کہا۔ "ہم بول رہے ہیں۔"

"جی جناب عالی! حکم کریں۔"

"تم لاہور میں چنگی بادشاہ کے ساتھ کام کر چکے ہو۔ اسے اچھی طرح پہچانتے ہو۔"

"جی ہاں۔ اسے اچھی طرح جانتا پہچانتا ہوں۔"

"وہ ابھی شام کی یا رات کی کسی بھی فلائٹ سے یہاں آرہا ہے۔ تم اپنے اعتماد کے چند بندوں کو لے کر ابھی ائرپورٹ جاؤ۔ وہ کل صبح تک ضرور یہاں آئے گا اور حمزہ بیگ کی کوٹھی کی طرف جائے گا۔ تم اسے کوٹھی پہنچنے سے پہلے گولی سے اڑا دو۔"

"آپ کا حکم ہمارے لیے پتھر کی لکیر ہے۔ وہ چنگی بادشاہ آخری سانس لینے کراچی آرہا ہے۔"

"تم نے پوچھا نہیں کہ ہم اپنے ایک وفادار کو کیوں قتل کرا رہے ہیں؟"

"یہ ناچیز برسوں سے آپ کا نمک کھا رہا ہے۔ میں آپ کے اس مزاج کو سمجھتا ہوں کہ دم ہلانے والا وفادار کتا بھی آپ پر بھی بھونکنے لگے تو اس کے کاٹنے سے پہلے ہی آپ اسے گولی مار دیتے ہیں۔ چنگی بادشاہ نے یقیناً آپ سے گستاخی کی ہوگی۔"

"وہ غداری کر رہا ہے۔ حمزہ بیگ کی بیٹی کی عشق میں مبتلا ہو کر ہم پر بھونک رہا ہے۔ آج بھونک رہا ہے، کل کاٹنے آئے گا۔ اس سے پہلے ہی اسے ختم کر دو۔"

یہ کہہ کر اس نے ریسیور رکھ دیا پھر تھکے ہوئے انداز میں صوفے کی پشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کر لیں۔

★

شانی اور صداقت علی ریسٹ ہاؤس میں تھے۔ وہاں ہاجرہ کو آتے دیکھ کر خوش ہوگئے۔ اس نے آتے ہی صداقت علی سے شکایت کی۔ "آپ مجھ سے ملے بغیر جارہے تھے۔ ابھی میں نہ آتی تو ملاقات نہ ہوتی۔"

صداقت نے کہا۔ "میں جانتا تھا' تم اپنے ابا حضور سے ہمارے جانے کی بات سنو گے تو ضرور ملنے آؤ گی۔ ویسے بھی میں لمبی جدائی کے لیے نہیں جارہا ہوں۔ تین چار روز میں سچل کا کام کرکے شانی کے ساتھ واپس آجاؤں گا۔ ارے ہاں تم پہلی بار اپنی بیٹی کی پسند کو دیکھ رہی ہو۔ یہ ہے سچل نواز....."

سچل نے ہاجرہ کو سلام کیا۔ ہاجرہ نے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر دعائیں دیں پھر اپنے پرس سے ہزار روپے کے دس نوٹ نکال کر کہا۔ "بیٹے! اسے رکھ لو۔ میں نے سنا ہے' تم ایک سچے' کھرے اور خوددار جوان ہو۔ میں نہ تو تمہیں قرض دے رہی ہوں' نہ احسان کر رہی ہوں۔ یہ شگن کے طور پر ہے۔ پہلی بار ہونے والے داماد کو دیکھ کر ایک ساس سلامی دے رہی ہے۔ ابھی تم نے سلام کیا تھا نا؟"

"جی ہاں مگر....."

"اگر مگر کچھ نہیں۔ ساس سے سلامی نہ لینے کا مطلب یہ ہوگا کہ تم میری بیٹی سے شادی نہیں کرنا چاہتے ہو۔"

سچل نے فوراً ہی وہ رقم جھپٹ کرلے لی۔ ہاجرہ اور صداقت ہنسنے لگے۔ صداقت نے کہا۔ "تم نے رقم ایسے جھپٹ لی جیسے ہماری بیٹی ہاتھ سے نکل جارہی ہو۔"

وہ شرمانے لگا۔ شانی ان کی باتیں نہیں سمجھ رہی تھی لیکن انہیں ہنستے مسکراتے دیکھ کر خود مسکرا رہی تھی۔

وہ سب لان میں آکر کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ ملازم نے چائے لاکر میز پر رکھ دی۔ شانی اٹیچی کھول کر اپنا سامان دیکھ رہی تھی۔ ہاجرہ نے ایک ایک پیالی میں چائے ڈال کر صداقت اور سچل کو دیتے ہوئے کہا۔ "میں شانی کی کار لے کر آئی ہوں۔ آپ تو سرکاری گاڑی فیملی کے لیے استعمال نہیں کرتے ہیں۔"

صداقت نے کہا۔ "تم نہ آتیں تو میں فون کرکے شانی کی گاڑی منگوالیتا اور تمہیں بھی ملاقات کے لیے بلاتا۔ اب آگئی ہو تو یہ نہیں کہوں گا کہ ہمارے ساتھ چلو اور ایسا کیوں نہیں کہوں گا' یہ تم اچھی طرح جانتی ہو۔"

"آپ سچل کے سامنے مجھے شرمندہ کر رہے ہیں۔"

"بھئی سچل کو معلوم ہونا چاہیے کہ ہمارے گھرانے کی لڑکیاں شادی کے بعد شوہر کے ساتھ کم اور باپ کے ساتھ زیادہ رہتی ہیں۔"

وہ چائے کا ایک گھونٹ پی کر بولی۔ "بیٹے سچل! تم ان کی بات پر نہ جاؤ۔ شادی کے بعد شانی تمہارے ہی ساتھ رہے گی۔ میری بات الگ ہے۔ سسر اور داماد کے جھگڑوں نے مجھے ادھر کا رکھا ہے نہ ادھر کا۔ ابا حضور کے ساتھ رہتی ہوں تو دل شوہر کے لیے پریشان اور بے چین رہتا ہے اور شوہر کے ساتھ رہتی ہوں تو یہ فکر رہتی ہے کہ ابا حضور کے بڑھاپے میں کوئی ان کی خدمات کر رہا ہے یا نہیں؟"

سچل نے کہا۔ "آپ اپنے والد اور شوہر سے یکساں محبت کرتی ہیں۔"

"یکساں محبت نے نہ مجھے اچھی بیوی بننے دیا اور نہ ہی خدمت گزار بیٹی۔ اب میرے دونوں بھائی ابا حضور کی خدمت کرنے لگے ہیں۔ وہ ایسے ہی سعادت مند بیٹے بن کر رہیں گے تو میں صداقت اور شانی کے ساتھ اسلام آباد میں رہا کروں گی۔"

چائے پینے کے بعد وہ ایک دوسرے سے رخصت ہوئے۔ ہاجرہ سیکیورٹی افسر کی گاڑی میں بیٹھ کر چلی گئی۔ شانی سچل کے ساتھ اپنی کار کی اگلی سیٹ پر آگئی۔ صداقت علی نے سرکاری گاڑی ڈرائیو کی اور بیٹی کی کار کے پیچھے چلنے لگا۔

شام کے سائے گہرے ہوکر رات کی تاریکی میں بدل رہے تھے۔ وہ دونوں گاڑیاں ہیڈ لائٹس کی روشنی میں تیز رفتاری سے جارہی تھیں۔ سفر کرنے والے اپنی منزل جانتے تھے لیکن اپنی اگلی منزل سے بے خبر تھے۔

انہوں نے رات ساڑھے آٹھ بجے حیدر آباد میں کھانا کھایا۔ ایک ایک کپ چائے پی پھر اگلی منزل کی طرف چل پڑے۔ رات کے دس بجے ہائی وے سے گزرتے وقت ذرا رکنا پڑا۔ آگے بڑا سا بورڈ لگا ہوا تھا۔ "زحمت کے لیے معذرت خواہ ہیں۔ آگے نالے کا پل ٹوٹا ہوا ہے۔ اس کی مرمت کی جارہی ہے۔ آپ تیر کے نشان پر جائیں۔"

تیر ایک کچے راستے کی نشاندہی کر رہا تھا۔ سچل نے اس کی طرف گاڑی موڑ دی۔ صداقت علی بھی ان کے پیچھے ڈرائیو کرتا ہوا جانے لگا۔ ہائی وے پر وہ بورڈ اردو زبان میں لکھا ہوا تھا۔ شانی صرف انگریزی اور فرانسیسی زبان جانتی تھی۔ اس نے سچل سے اشارے میں پوچھا۔ "راستہ کیوں بدل دیا؟"

سچل نے ایک ہاتھ سے اسٹیئرنگ تھام کر ڈرائیو کرتے ہوئے دوسرے ہاتھ کے اشارے سے سمجھایا کہ آگے ایک نالے کا چھوٹا سا پل زیر مرمت ہے اس لیے وہ اس راستے ایک لمبا چکر کاٹ کر پھر ہائی وے پر پہنچ جائیں گے۔

سفر طویل ہو اور ایک حسینہ ہم سفر ہو تو اس سے باتیں کرتے ہوئے وقت گزرنے کا پتا نہیں چلتا لیکن شانی باتیں نہیں کر سکتی تھی اور سچل مسلسل ایک ہاتھ سے ڈرائیو کرتے ہوئے اشارے کی زبان جاری نہیں رکھ سکتا تھا اس لیے ان کے درمیان خاموشی رہتی تھی لیکن خاموشی کے باوجود کار کی محدود فضا رومانی تھی۔

ایک حسینہ کی قربت ہی رومانی ہوتی ہے پھر کبھی سچل اس کا ہاتھ تھام لیتا تھا اور کبھی شانی محبت سے اپنا سر اس کے شانے پر رکھ دیتی تھی۔ محبت زبان کی محتاج نہیں ہوتی۔ ایک دوسرے کی نگاہوں کے تصادم سے اور محبت کی اداؤں سے بھی پیار بھرا تاثر قائم رہتا ہے۔

دعا کی جاتی ہے کہ ہمارے پیار کو کسی کی نظر نہ لگے لیکن نظر لگ گئی۔ اچانک کہیں سے فائر ہوا اور محبت کرنے والوں کی گاڑی کا ایک پہیہ دھماکے سے پھٹ گیا۔ سچل نے بے قابو ہونے والی گاڑی کو بڑی مہارت سے قابو میں رکھتے ہوئے بریک لگا دیے۔

یہ سمجھ میں آگیا تھا کہ ڈاکو لوٹنے آئے ہیں پھر انہیں پچھلی گاڑی سے صداقت کی آواز سنائی دی۔ اس نے اپنی گاڑی کی ہیڈ لائٹس بجھا دی تھیں پھر تاریکی میں باہر چھلانگ لگاتے ہوئے کہا۔ "سچل! گاڑی سے باہر نہ نکلنا۔"

اس کے ساتھ ہی آواز کی سمت کئی فائر ہوئے۔ صداقت چھلانگ لگا کر زمین پر لڑھکتے ہوئے ایک جھاڑی کے پیچھے چلا گیا تھا۔ ڈاکوؤں اور ان کے ساتھیوں نے سچل اور شانی کی کار کو چاروں طرف سے گھیر لیا تھا۔ ایک ڈاکو کہہ رہا تھا۔ "اے قانون کے

رکھوالے! اپنی بیٹی داماد کو چھوڑ کر کتنی دور بھاگے گا؟"

دوسرے ڈاکو نے کہا۔ "زندہ رہنا چاہتا ہے تو ہتھیار پھینک کر واپس آجا ورنہ ہم میں سے کسی کی بھی گولی تجھے لگے گی۔"

انہیں اپنی دھمکیوں کا جواب نہیں ملا۔ ایک ڈاکو نے دوسرے سے کہا۔ "میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ اسے گھیر کر گولی ماردوں گا۔ تم ان دونوں کو اپنی گاڑی میں لے جاؤ۔"

وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ تاریکی میں جھکتے ہوئے اور زمین پر رینگتے ہوئے وہاں سے چلا گیا۔ اس کے ساتھ اپنے پیشے کے ماہر تھے۔ شکار کو جنگل میں گھیرنا جانتے تھے۔ وہ ایک دوسرے سے جدا ہو کر چاروں طرف پھیل گئے۔ ایک جھاڑی میں کسی کی سرسراہٹ سنائی دی۔ ادھر گولیوں کی بوچھاڑ کی گئی لیکن کوئی انسانی چیخ سنائی نہیں دی۔

دوسری طرف دوسرے ڈاکو اور ساتھیوں نے شانی اور سچل کو کار سے اتر کر ساتھ چلنے کو کہا۔ شانی انکار میں سر ہلا رہی تھی۔ سچل نے کار کی اندرونی لائٹ میں ایک کاغذ پر لکھا۔ "یہ تاوان حاصل کرنے کے لیے ہمیں لے جانا چاہتے ہیں۔ اگر تم جانے سے انکار کرو گی تو یہ گولی ماردیں گے۔ چپ چاپ ان کے حکم کی تعمیل کرو۔ اس طرح ہم زندہ رہیں گے۔"

وہ دونوں کار سے باہر آگئے پھر دشمنوں کے نرغے میں چلتے ہوئے تقریباً دو سو گز کے فاصلے پر کھڑی ہوئی ایک جیپ میں بیٹھ گئے۔ ان سے بہت دور کبھی کبھی فائرنگ کی آوازیں سنائی دیتی تھیں۔ اس سے پتا چلتا تھا کہ صداقت علی ان کے ہاتھ نہیں آرہا ہے۔

ایک ڈاکو نے کہا۔ "وہ ڈائریکٹر جنرل بہت چالباز ہے۔ ہمارے ساتھیوں کو دھوکا دے کر پھر اپنی گاڑی میں آئے گا اور ہمارا تعاقب کرے گا۔"

اس نے ایک ساتھی کو ریموٹ کنٹرولنگ بم دے کر کہا۔ "جاؤ اور اس بم کو اس افسر کی گاڑی کے بونٹ کے اوپر رکھ دو۔ جیسے ہی وہ ہمارے ساتھیوں کو جل دے کر اپنی گاڑی میں آئے گا' ہم یہاں سے ریموٹ کنٹرولر کے ذریعے اسے گاڑی کے ساتھ جہنم میں پہنچا دیں گے۔"

ایک شخص وہ بم لے کر چلا گیا۔ ان کا سردار ہاتھ میں ریموٹ کنٹرولر لیے تاریکی میں جھکتا ہوا آگے بڑھتا ہوا صداقت علی کی سرکاری گاڑی سے اتنے فاصلے پر آکر رک گیا جہاں سے ریموٹ کنٹرولر کے ذریعے صداقت اور گاڑی کے پرخچے اڑا سکتا تھا۔

دور کہیں سے کبھی کبھی فائرنگ کی آوازیں سنائی دیتی تھیں۔ شانی پریشان تھی۔ اس نے کاغذ پر لکھا۔ "پتا نہیں ڈیڈی کہاں ہیں۔ مجھے تو کچھ سنائی نہیں دیتا۔ کیا وہ ڈاکوؤں سے مقابلہ کررہے ہیں؟"

سچل نے جواب میں لکھا۔ "ہاں۔ کبھی کبھی فائرنگ کی آوازیں سنائی دے رہی ہیں۔ انکل کے پاس ریوالور اور گولیاں ہیں۔ تم فکر نہ کرو۔ میں جانتا ہوں' اس علاقے میں جتنے ڈاکو ہیں' وہ سب بابا سائیں کے تابعدار ہیں۔ ہمیں نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ مجھے یقین ہے کہ کل دن کو کسی وقت بابا سائیں سے سامنا ہوگا۔"

ایک گھنٹا گزر گیا۔ دوسرا ڈاکو اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ واپس آکر اپنے ساتھی ڈاکو سے بولا۔ "سائیں رب راکھن نے درست کہا تھا۔ وہ افسر بڑا چالباز ہے۔ ہم یہاں دیر تک رہیں گے تو اس کے لیے پولیس والے مدد کے لئے آجائیں گے۔ اس کی گاڑی کو بھی پنکچر کرو اور چلو۔ وہ ہمارا تعاقب نہیں کرسکے گا۔"

ساتھی ڈاکو نے ریموٹ کنٹرولر دکھاتے ہوئے کہا۔ "میں نے اس کی گاڑی پر بم رکھوا دیا ہے۔ تم اس کی بیٹی اور سچل کو گاڑی میں لے کر آگے بڑھو۔ وہ تعاقب کرنے کے لیے اپنی گاڑی میں آئے گا تو حرام موت مرے گا۔"

"اس کم بخت کو مرنا ہی چاہیے۔ ہمارے تین ساتھی لاپتا ہیں۔ ضرور اس کی جوابی فائرنگ سے مارے گئے ہیں۔ اچھا میں ان دونوں کو آگے ماچھی گوٹھ تک لے جارہا ہوں' تم وہاں آکر ہم سے ملو گے۔"

وہ چلا گیا۔ ایک منٹ کے بعد ہی ان ڈاکوؤں کی گاڑی کے اسٹارٹ ہونے کی آواز سنائی دی۔ وہ لوگ شانی اور سچل کو لے جارہے تھے۔ اب یہ سنسنی خیز لمحات تھے۔ یقین تھا کہ وہ بیٹی اور داماد کو ان کی قید سے چھڑانے کے لیے ضرور تعاقب کرے گا۔

واقعی ایسا ہی ہونا تھا۔ ایک باپ اپنی بیٹی اور داماد کو ڈاکوؤں کے رحم وکرم پر نہیں

چھوڑ سکتا تھا۔ ریموٹ کنٹرولر والے ڈاکو نے سرکاری گاڑی کے قریب کسی کو دیکھا۔ وہ تاریکی میں لیکن ستاروں کی مدھم روشنی میں ایک سائے کی طرح دکھائی دے رہا تھا۔ کبھی جھک کر اور کبھی رینگتے ہوئے گاڑی کی طرف آرہا تھا۔

بلی جیسے چوہے کی تاک میں لگی رہتی ہے ویسے ہی وہ ایک ٹک گاڑی کی طرف دیکھتا جارہا تھا پھر وہ سایہ' وہ شکار محتاط انداز میں گاڑی کے اندر آیا۔ اس کے اندر جاتے ہی شکاری نے ریموٹ کنٹرولر کا بٹن دبا دیا۔

پھر قیامت خیز دھماکا ہوا۔ گاڑی کے کتنے ہی ٹکڑے شعلوں کی روشنی میں..... پتنگوں کی طرح فضا میں اڑ رہے تھے۔ دھماکے کے ساتھ ہی ایک انسانی چیخ سنائی دی تھی۔ اس کے بعد سناٹا چھا گیا تھا۔

اے موت! تو کیسی کیسی ہستیوں کو کھا جاتی ہے؟

تو نے ابھی کسے چبا ڈالا ہے؟

جب کوئی ڈاکو اپنے کئی ساتھیوں کے ساتھ کہیں واردات کرتا ہے تو اس کے ہر ساتھی کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ مال غنیمت حاصل کرے۔ زیادہ حاصل کرنے والے کو ان کا سردار لوٹ کے مال میں زیادہ حصہ دیتا ہے۔

رات کی تاریکی میں صداقت علی کو گھیرنے والے ڈاکو کو جنگل میں دور تک پھیل گئے تھے۔ وقفے وقفے سے فائرنگ کے نتیجے میں چند انسانی چیخیں سنائی دی تھیں۔ وہ چیخنے والوں کی آخری چیخیں تھیں۔ پھر ان کے سردار نے واپس چلنے کا حکم دیا۔ سب نے واپسی کی سگنل سیٹی سنی۔ ان میں سے ایک ڈاکو ساتھی سب سے پیچھے تھا۔ اس نے سوچا وہ ڈائریکٹر جنرل یا تو مرگیا ہے یا پھر بھاگ گیا ہے اس کی گاڑی سے قیمتی سامان مل سکتا ہے۔

وہ اندھیرے میں رینگتا ہوا کار کے قریب آیا۔ لوٹ کے مال میں زیادہ حصہ ملنے والا تھا۔ وہ رینگتا ہوا کار کے اگلے کھلے ہوئے دروازے سے اسٹیئرنگ سیٹ پر آیا۔ اس لئے آیا کہ کاتب تقدیر نے یہی لکھا تھا کہ صداقت علی کے حصے کی موت اسے آئے۔

کار کے اندر پہنچتے ہی مقدر نے ایک زبردست دھماکا کیا۔ لوٹ کا زیادہ مال حاصل کرنے کی نیت رکھنے والے کی آخری چیخ نکلی۔ کار کے پرخچے اور مرنے والے کے جسم

کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے دور تک فضا میں اڑتے چلے گئے۔

صداقت علی کے پیر میں گولی لگی تھی اور وہ گولی ایک پنڈلی کے گوشت کو پھاڑتی ہوئی چلی گئی تھی۔ یہ اس کے حق میں اچھا ہوا اگر وہ گوشت میں پیوست ہو کر رہ جاتی تو تکلیف اس وقت تک ناقابل برداشت ہوتی رہتی' جب تک آپریشن کر کے اس گولی کو نکال نہ جاتا۔

موجودہ حالت میں وہ تکلیف برداشت کر سکتا تھا۔ لنگڑاتا ہوا یا زمین پر رینگتا ہوا اپنی گاڑی تک جا سکتا تھا۔ ایسے ہی وقت ایک زوردار دھماکے نے جیسے زلزلہ سا پیدا کر دیا۔ زمین سے اس کے قدم اکھڑ گئے۔ وہ تاریکی میں اچھل کر جہاں گرا' وہاں ایک بڑا پتھر تھا۔ اس کا سر پتھر سے ٹکرایا۔ ایسا ہی لگا جیسے سر پھٹ گیا ہو۔ آنکھوں کے سامنے قمقمے سے جلنے بجھنے لگے پھر آنکھیں بند ہونے سے پہلے اس نے بھڑکتے ہوئے شعلے دیکھے۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ یہ شعلے اس کی ہی سرکاری گاڑی کے ہیں۔ اب کچھ سوچنے سمجھنے کی سکت بھی نہیں رہی تھی۔ سر کے زخم نے اسے بے ہوش کر دیا۔

★----------★----------★

چاندنی رات جتنی رومانی ہوتی ہے اندھیری رات اتنی ہی ڈراؤنی ہوا کرتی ہے۔ اگر شانی نے اسکاٹ لینڈ یارڈ سے تربیت حاصل نہ کی ہوتی اور ایک عام سی لڑکی ہوتی تو خوف زدہ ہو کر رونے لگتی۔ وہ بڑے سکون سے ڈاکوؤں کی ایک گاڑی میں سچل کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی۔ مجرموں کو اور ماحول کو سمجھنے کے جو طریقے تھے' وہ تاریکی میں کام نہیں آ رہے تھے۔

اسی طرح سچل نے سوچا کہ تاریکی میں شانی سے نہ تو تحریر کے ذریعے کوئی بات ہو سکتی ہے اور نہ ہی ہاتھوں کے اشارے سے وہ دونوں ایک دوسرے سے کچھ کہہ سکتے ہیں۔ اس نے اسے تسلی اور حوصلہ دینے کے لئے اس کا ہاتھ تھام لیا تھا۔ شانی نے بھی اس کے ہاتھوں کو اپنے دوسرے ہاتھ سے تھپک کر سمجھایا کہ وہ پریشان اور خوف زدہ نہیں ہے۔

وہ سب تین گاڑیوں میں تھے۔ وہ گاڑیاں اونچے نیچے کچے راستے پر جا رہی تھیں۔

کچھ دور جانے کے بعد ایک ڈاکو نے دونوں ہاتھ جوڑ کر کہا۔ "سائیں سچل بابا! ہم آپ کے اور سائیں رب راکھن کے تابعدار ہیں۔ آپ کو یقین دلاتے ہیں کہ ہم سے آپ دونوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔"

سچل نے کہا۔ "تم نہ کہتے' تب بھی میں جانتا ہوں۔ میرا باپ تم ڈاکوؤں کا باپ ہے۔ یہاں سے لے کر دریا کے اس پار جنگلات تک اس کی حکمرانی ہے۔ یہ بتاؤ' کیا ہمیں بابا سائیں کے پاس لے جا رہے ہو؟"

"جی نہیں۔ وڈے سائیں کا حکم ہے ابھی آپ دونوں کو ان کی حویلی میں نہ لے جائیں۔ پولیس والے تو ان کے زر خرید ہیں لیکن رینجرز اور فوجیوں سے ان کا کوئی لین دین نہیں ہے۔ وہ لوگ آپ دونوں کی تلاش میں حویلی ضرور جائیں گے۔"

"ابھی ہم کہاں جا رہے ہیں؟"

"دریا کے اس پار جنگل کے ایک حصے میں جائیں گے۔"

"ڈائریکٹر صداقت علی صاحب تم لوگوں کے ہاتھ نہیں آئے کیا تم سمجھ سکتے ہو کہ وہ موت بن کر تمہارے سروں پر پہنچیں گے؟"

دوسرے ڈاکو نے ہنستے ہوئے کہا۔ "سائیں سچل بابا! ابھی آپ نے ڈائریکٹر جنرل کی گاڑی کو تباہ ہوتے دیکھا تھا۔ اس گاڑی میں وہ ڈائریکٹر جنرل بھی تھا۔ اس کے جسم کے اتنے ٹکڑے ہو چکے ہیں کہ اب انٹیلی جنس والے بھی اپنے اس اعلیٰ افسر کو پہچان نہیں سکیں گے۔"

سچل نے صدمے کی شدت سے دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام کر کہا۔ "او گاڈ! انکل اب اس دنیا میں نہیں رہے' یقین نہیں آ رہا ہے کہ ایسا ذہین اور دلیر انسان اتنی آسانی سے مر سکتا ہے۔ یہ بات میں شانی کو کیسے بتاؤں؟ وہ اپنے باپ کو بہت چاہتی ہے۔ اس کی موت کا علم ہو گا تو بہت روئے گی۔ شاید صدمے سے بیمار پڑ جائے۔"

پھر اس نے ڈاکوؤں سے کہا۔ "روشنی میں شانی کو اشاروں سے یہ نہ بتانا کہ اس کا باپ اب اس دنیا میں نہیں ہے۔"

"جو حکم چھوٹے سائیں! ہم میں سے کوئی اسے کچھ نہیں بتائے گا۔"

"تم لوگوں نے میرے محسن کو ہلاک کرکے اتنا بڑا جرم کیا ہے۔ جسے میں کبھی معاف نہیں کروں گا۔ جب بھی میرے ہاتھ میں کوئی ہتھیار آئے گا میں تم میں سے کسی کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

"وڈے سائیں نے ہمیں پہلے ہی سمجھا دیا ہے کہ ہم آپ پر بھروسا نہ کریں۔ دشمنوں کی طرح آپ کو قید رکھیں اور غلاموں کی طرح آپ کی خدمت کریں۔"

"میں بابا سائیں سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

"وڈے سائیں کا آدمی ہمارے اڈے پر موبائل فون لے کر آئے گا۔ آپ وہاں پہنچ کر ان سے باتیں کر سکیں گے۔"

وہ خاموشی سے آس پاس اور آگے بیٹھے ہوئے ڈاکوؤں کو دیکھنے لگا۔ وہ سب سائے کی طرح نظر آرہے تھے۔ اس کے جی میں آرہا تھا کہ ایک ایک پر حملہ کرے اور ان سب کو جان سے مار ڈالے۔ صداقت علی کی ہلاکت نے اسے صدمے سے نڈھال کر دیا تھا۔ وہ خالی ہاتھ رہ کر ان مسلح ڈاکوؤں پر غالب نہیں آسکتا تھا۔ بار بار اپنے ساتھ بیٹھی ہوئی شانی کو دیکھ رہا تھا جو اندھیرے میں بالکل قریب ہونے کے باوجود صاف طور سے نظر نہیں آرہی تھی اور یہ اچھا ہی تھا۔ وہ بھی شانی کو صاف طور سے نظر آتا تو وہ اس کے چہرے سے صدمات کو پڑھ لیتی۔ پھر معلوم کرنے کی ضد کرتی کہ وہ کیوں غم سے نڈھال ہے؟ پھر اسے باپ کی المناک ہلاکت کے بارے میں بتانا پڑتا۔

ویسے ابھی نہیں تو پھر کبھی اسے بتانا ہی تھا۔ اتنی بڑی بات ایک بیٹی سے چھپی نہ رہتی۔ ہو سکتا ہے ڈاکوؤں کے اڈے پر اخبارات آتے ہوں۔ ڈائریکٹر جنرل صداقت علی کی شخصیت ایسی تھی کہ اس کی ہلاکت کی خبریں شائع ہونے کے بعد کئی روز تک تبصرے شائع ہوتے رہتے۔ سچل نے سوچا' کسی ڈاکو کے اڈے میں پہنچنے کے بعد وہاں روشنی ہوگی تو وہ لکھ کر شانی کو اس کے باپ کے متعلق سب کچھ بتادے گا۔

وہ رات کے دو بجے دریا کے کنارے پہنچے۔ ڈاکوؤں کے ساتھیوں نے وہاں ان کے لئے کشتیاں تیار رکھی تھیں۔ شانی اور سچل ان کے ساتھ کشتی میں سوار ہوگئے اور دوسرے کنارے کی طرف جانے لگے۔ ایک ڈاکو کے پاس ٹرانسسٹر ریڈیو تھا وہ پاکستانی

خبروں کے وقت اسے آن کرتا تھا۔ یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ پولیس اور انٹیلی جنس والوں کو ڈائریکٹر جنرل کی ہلاکت کا علم ہوا ہے یا نہیں؟

صداقت علی کی گاڑی زبردست دھماکے سے تباہ ہوئی تھی اگرچہ یہ واردات سپر ہائی وے سے بہت دور ہوئی تھی لیکن اندازہ تھا کہ رات کی تاریکی اور خاموشی میں وہ زور دار آواز ہائی وے تک پہنچی ہوگی اور دور تک اس کے بھڑکتے ہوئے شعلے دیکھے گئے ہوں گے۔ اس کے باوجود ریڈیو کی خبروں میں اس واردات کا ذکر نہیں تھا۔

سائیں رب راکھن نے دہرا منافع حاصل کیا تھا۔ اس نے واردات سے پہلے دوسرے گاڈفادر حمزہ بیگ سے رابطہ کرکے کہا تھا۔ "میں ایک ایسا جال بچھا رہا ہوں۔ جس میں ڈائریکٹر جنرل صداقت علی ضرور پھنسے گا اور ضرور مرے گا لیکن میں کیوں ماروں گا؟ گاڈفادر پیر عظمت اللہ شاہ اپنے داماد کو ہلاک کرنے اور اپنی بیٹی کو بیوہ بنانے کی اجازت کبھی نہیں دے گا۔ وہ ڈائریکٹر جنرل دونوں گاڈفادرز اور دوسرے بڑے مجرموں کے لئے وبال جان بنا رہتا ہے۔ میں اس کی جان اسی شرط پر لوں گا کہ مجھے کم از کم پچاس لاکھ روپے ادا کئے جائیں۔"

حمزہ بیگ نے کہا۔ "بے شک میں ڈائریکٹر جنرل جیسے ناقابل شکست پتھر کو توڑنا چاہتا ہوں۔ وہ مرے گا تو تمام مجرموں کی عید ہو جائے گی اور اپنے دشمن گاڈفادر کی بیٹی کو بیوہ بنا کر میرا کلیجا ٹھنڈا ہوگا۔ اس دشمن سے نمٹنے کی بھی بہت سی سہولتیں حاصل ہوں گی۔ میرا آدمی تمہارے پاس پچیس لاکھ روپے ایڈوانس لے کر آرہا ہے ڈائریکٹر جنرل کی ہلاکت کی تصدیق ہوگی تو باقی پچیس لاکھ ادا کر دیے جائیں گے۔"

رب راکھن کو پیر عظمت اللہ شاہ سے بھی پچیس لاکھ روپے پیشگی مل چکے تھے۔ اس نے دونوں گاڈ فادرز سے الگ الگ سودا کرکے مجموعی طور پر ایک کروڑ روپے کمائے تھے۔ ان کے علاوہ سرحد کے ایک بہت بڑے اسمگلر کا بیٹا صداقت علی کے شکنجے میں آگیا تھا۔ اس پر مقدمہ چل رہا تھا۔ صداقت علی کی ہلاکت کے بعد سب سے بڑا گواہ عدالت میں حاضر نہ ہوتا تو کیس کمزور پڑ جاتا اور وہ اسمگلر شہباز خان اپنے ہتھکنڈوں سے اپنے بیٹے اسد خان کو رہائی دلا سکتا تھا۔ اسی طرح رب راکھن نے نوکر شاہی کے ان افسران سے

بھی دس پندرہ لاکھ روپے حاصل کئے تھے جو صداقت علی کے خوف سے حکمرانوں کو بلیک میل نہیں کرسکتے تھے۔

مختصر یہ کہ صرف صداقت علی کی ہلاکت کے سلسلے میں رب راکھن نے تقریباً ڈیڑھ کروڑ روپے کمالئے تھے۔ ڈاکوؤں نے ڈائریکٹر جنرل اور اس کی سرکاری گاڑی کے پرخچے اڑانے کی خبر سنائی تو رب راکھن نے ڈاکوؤں سے پوچھا۔ "کیا پوری طرح یقین کر چکے ہو کہ وہ ڈائریکٹر جنرل مرچکا ہے؟"

اسے جواب ملا۔ "بہت اچھی طرح یقین کرنے کے بعد آپ کو یہ خوش خبری سنائی جارہی ہے۔ جائے واردات پر ڈائریکٹر جنرل کی سالم لاش نہیں ملے گی کیونکہ اس کے گوشت کا قیمہ اور ہڈیوں کا سرمہ بن چکا ہے۔"

رب راکھن نے پہلے پیر عظمت اللہ شاہ سے رابطہ کرکے کہا۔ "جناب! میں زبان کا دھنی ہوں۔ ڈائریکٹر جنرل صداقت علی کی ہلاکت پر آپ کو مبارکباد دیتا ہوں۔"

پیر عظمت اللہ شاہ کے دماغ کو شاک پہنچا۔ دل میں درد اٹھا کہ اس نے جان سے زیادہ عزیز بیٹی ہاجرہ کو بیوہ بنا ڈالا ہے۔ بیٹی کی بیوگی کے صدمے سے وہ چند سیکنڈ تک کچھ بول نہ سکا پھر اس نے کہا۔ "تم یقیناً انعام کے حق دار ہو۔ تمہارے باقی پچیس لاکھ روپے کل تک تمہیں مل جائیں گے۔"

"آپ کی آواز اچانک بھرا گئی ہے۔ خیریت تو ہے؟"

"خیریت ہے۔ ہمیں داماد کی ہلاکت کا افسوس نہیں ہے لیکن بیٹی نہ جانے کتنے عرصے تک ماتم کرتی رہے گی۔ اس کے آنسو ہمارے جیسے پتھر میں سوراخ کرتے رہیں گے۔ ہم نے ایک طرف سے بازی جیتی ہے تو دوسری طرف سے ہار گئے ہیں۔ تمہارا شکریہ۔ ہم بعد میں باتیں کریں گے۔"

"فون بند کرنے سے پہلے یہ بتائیں آپ بیٹی کے لئے غم کررہے ہیں لیکن آپ نے مجھ سے اپنی نواسی کے متعلق کچھ نہیں پوچھا؟"

"ہمیں اطمینان ہے۔ تم اسے بھوبنانا چاہتے ہو اس لئے اس پر کسی طرح کی آنچ نہیں آنے دوگے۔ ہم بعد میں شانی کے حالات معلوم کریں گے۔"

اس نے فون بند کرکے اپنے دست راست سے رابطہ کیا اور کہا۔ "ایک اجنبی مخبر بن کر انٹیلی جنس والوں کو اطلاع دو کہ ڈائریکٹر جنرل صداقت علی ایک بم دھماکے میں مارا گیا ہے۔"

اس نے دست راست کو وہ جگہ بتائی جہاں یہ واردات ہوئی تھی پھر فون بند کر دیا۔

صبح پانچ بجے انٹیلی جنس اور پولیس کے افسران کوٹھی میں آئے۔ ایک نے کہا۔ "جناب پیر شاہ صاحب! ہم نہایت افسوس کے ساتھ یہ المناک خبر سنا رہے ہیں کہ ڈاکوؤں نے آپ کے داماد کو ہلاک کر دیا ہے۔"

"نہیں!" وہ ایک چیخ مار کر رو پڑا۔ پتھر کے آنسو نکل آئے۔ ان افسران نے پہلی بار ایک گاڈ فادر کو روتے دیکھا لیکن یہ نہ سمجھ سکے کہ وہ سنگدل اپنے داماد کے لئے نہیں' اپنی بیٹی کی بیوگی پر رو رہا ہے اور واقعی کوٹھی کے اندر یہ خبر پہنچی تو ہاجرہ پر قیامت ٹوٹ پڑی۔ ایک بے حد قابل اور محبت کرنے والا شوہر مارا گیا تھا۔ وہ یہ صدمہ کیسے برداشت کرتی؟ اس نے زور سے چیخ کر صداقت کو پکارا پھر فرش پر گر پڑی۔ اس پر سکتہ طاری ہو گیا تھا۔

شہر کے بڑے تجربہ کار ڈاکٹر کو بلایا گیا۔ اس نے معائنہ کرنے کے بعد "یہ اچھا ہوا کہ آپ کی صاحبزادی پر سکتہ طاری ہوگیا ہے۔ یہ کچھ سوچنے سمجھنے اور محسوس کرنے کے قابل نہیں رہی ہیں۔ اگر احساسات بیدار ہوتے تو یہ شوہر کی موت کا صدمہ برداشت نہ کرپاتیں۔ شاید ذہنی مریضہ بن جاتیں۔"

باپ نے پوچھا۔ "ہماری بیٹی کب تک یوں سکتے میں رہے گی؟"

"کچھ کہا نہیں جاسکتا۔ آپ سب دعا کریں کہ سکتہ ٹوٹنے کے بعد یہ نارمل رہیں اور ان کے دل و دماغ پر کوئی برا اثر نہ پڑے۔"

ڈاکٹر چلا گیا۔ گاڈ فادر پیر عظمت اللہ شاہ ایک مجرم کی طرح سر جھکائے بیٹھا تھا۔ دونوں بیٹے برکت اللہ شاہ اور رحمت اللہ شاہ اس کے آس پاس بیٹھے اسے تسلیاں دے رہے تھے پھر بڑے بیٹے برکت اللہ شاہ نے باپ کے کان کے قریب جھک کر کہا۔ "ہم

اچھی طرح جانتے ہیں کہ آپ کو ہاجرہ باجی کی طرف سے فکر اور صدمہ ہے۔ صداقت علی آپ کا داماد اور ہمارا بہنوئی تھا۔ اس کی ہلاکت کی خبر سنتے ہی ہمارے اندر خوشی کی ایک لہر سی دوڑ گئی۔"

رحمت اللہ شاہ نے کہا۔ "اب ہمارے ابا حضور سے ٹکرانے والا اور انہیں پریشان کرنے والا کوئی نہیں رہا۔ ہم اس کی موت کی دعا مانگا کرتے تھے۔ وہ دعا آج پوری ہوگئی۔"

باپ نے دائیں بائیں دونوں کو چھپی ہوئی چور مسکراہٹ سے دیکھا پھر دونوں کو بازوؤں میں سمیٹ کر سینے سے لگالیا پھر کہا۔ "بیٹے! اس کی موت سے ایک نئی زندگی ملی ہے مگر نئی قوت اس وقت ملے گی جب تم دونوں ہمارے دست راست بن کر مستقبل کے گاڈفادر بننے کی راہ پر چلو گے۔ ہم اپنے پوتے جمشید کو اپنا رازدار بنائیں گے لیکن خبردار! کبھی سنی اور روبی پر بھروسا نہ کرنا۔ انہیں بھرپور محبت دینا لیکن انہیں ہمیشہ آستین کے سانپ سمجھتے رہنا۔"

برکت اللہ شاہ اور رحمت اللہ شاہ کے سامنے اب وی آئی پی قسم کی مجرمانہ زندگی گزارنے کے راستے آسان ہوگئے تھے۔ آہنی دیوار گر گئی تھی اور وہ دونوں گاڈفادر باپ کی انگلیاں پکڑ کر اب حکمرانوں اور عدالتوں کو بھی خرید سکتے تھے۔

گاڈفادر حمزہ بیگ کو بھی انٹیلی جنس اور پولیس کے افسران سے معلوم ہوا کہ راستے کا سب سے مضبوط پتھر ایک ہی بم دھماکے سے ریزہ ریزہ ہوگیا ہے۔ اس نے رب راکھن سے فون پر کہا۔ "یوں تو تم ہمیشہ ہمارے چھوٹے بڑے کام کرتے آئے ہو لیکن صداقت علی جیسے ڈائریکٹر جنرل کو ہلاک کرکے تم نے بہت بڑا کارنامہ انجام دیا ہے۔ کل تک پچیس لاکھ روپے تمہارے پہنچ جائیں گے۔"

"آپ کی مہربانی ہے۔ بندے کے لائق اور کوئی خدمت ہو تو حکم کریں۔"

"میں صحیح معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں لیکن تم سے امید نہیں ہے کہ سچ بولو گے۔"

"حضور! آپ کے لئے خطرات مول لے کر بڑی بڑی وارداتیں کرتا ہوں پھر بھی

آپ مجھ پر اعتماد نہیں کر رہے ہیں۔ کچھ معلوم تو ہو کہ آپ کیسی معلومات چاہتے ہیں؟"

"اس ڈائریکٹر جنرل کے ساتھ اس کی گونگی بیٹی اور تمہارا بیٹا بھی تھا۔ اب وہ دونوں کہاں ہیں؟"

"آپ تک یہ بات پہنچ گئی ہوگی کہ میرا بیٹا سچل اس گونگی کا دیوانہ ہے۔ میرا اس میں فائدہ ہے۔ وہ گونگی میری بہو بنے گی تو جہیز میں پیر عظمت اللہ شاہ کی طرف سے کروڑوں روپے ملیں گے پھر اپنی نواسی کی وجہ سے وہ گاڈفادر میرے دباؤ میں رہے گا۔ یہ تمام فائدہ حاصل کرنے کے لئے میں نے شانی اور سچل کو ایسی جگہ چھپا رکھا ہے جہاں میرے سوا کوئی نہیں پہنچ سکتا۔"

"میں نے سنا ہے سچل اپنی ماں کی موت کے باعث تمہارا دشمن بن گیا ہے۔ اس کا مزاج تم سے مختلف ہے اور وہ تمہارے نقش قدم پر چلنا نہیں چاہتا ہے۔"

"چلے گا حضور! ضرور چلے گا۔ وہ میرا خون ہے' میرا اکلوتا بیٹا ہے۔ آپ سمجھ سکتے ہیں' لوہے کو جتنا مارو' مارنے والا اتنا ہی تھک جاتا ہے۔ لوہے کا کچھ نہیں بگڑتا لیکن اسے آگ میں ڈالو' اس لوہے کے اندر تک آگ کی حرارت پہنچا کر ہتھوڑے سے مارو تو وہ مڑ بھی جاتا ہے اور ٹوٹ بھی جاتا ہے۔ میں اپنے فولادی بیٹے کو ابھی اپنی حکمت عملی کی آگ میں تپا رہا ہوں۔ جب وہ آگ میں تپ کر سرخ ہو جائے گا تو میری ایک ہی ضرب سے میرے پیشے کی طرف مڑ جائے گا۔ میں نے ناقابل شکست ڈائریکٹر کو ایک ہی ضرب سے موت کی گود میں جھکا دیا۔ سچل تو ابھی بچہ ہے۔"

اس نے اپنے بیٹے سچل کا ذکر کیا تھا۔ اس پر حمزہ بیگ کو اپنی بیٹی نازو یاد آ رہی تھی۔ صبح اس کی مقتول بیوی یعنی نازو کی ماں کی تدفین ہونے والی تھی۔ تدفین ہونے تک اس کی کوٹھی کو دشمن گاڈفادر پیر عظمت اللہ شاہ کے درجنوں مسلح افراد نے محاصرے میں لے رکھا تھا۔ ایسے وقت حمزہ بیگ بھی جوابی کارروائی کر سکتا تھا لیکن اس نے مخالف گاڈفادر سے کہہ دیا تھا کہ اگر وہ اپنے پوتے سنی اور روبی کے لئے ایسے حفاظتی انتظامات کر چکا ہے تو پھر نازو کی مقتول ماں کی تدفین بھی وہی کرے۔ اس کے بعد اپنے مسلح افراد کو اور پوتی پوتے کو کوٹھی سے واپس بلا لے۔

دراصل حمزہ بیگ نے ہی نازو کی ماں کو قتل کرایا تھا۔ وہ پولیس انکوائری اور پوسٹ مارٹم کی رپورٹ کے نتیجے میں سوال وجواب سے کترا رہا تھا۔ یہ اچھی طرح جانتا تھا کہ پیر عظمت اللہ شاہ مقتولہ تک پولیس کو پہنچنے بھی نہیں دے گا اور اس کی لاش دفن کرادے گا۔ اس طرح وہ اپنے پوتے پوتی کو پولیس والوں کی کارروائی سے محفوظ رکھے گا۔

اور یہی ہوا تھا۔ صبح نازو کی ماں کو کسی انکوائری کے بغیر دفن کر دیا گیا تھا۔ حمزہ بیگ یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ اس کی بیٹی نازو نے دشمن گاڈفادر کی پوتی اور پوتے سے اتنی گہری دوستی کیسے کی ہے؟

فی الحال یہی سمجھ میں آرہا تھا کہ دشمن گاڈ فادر سنی اور روبی کو نازو کے قریب لے آیا ہے اور ایسا کرنے میں اس کی کوئی مصلحت ہے۔ ناید وہ نازو کو اپنے باپ گاڈفادر کے خلاف مہرہ بنا رہا ہے۔

اب حمزہ بیگ انتظار کر رہا تھا کہ مقتولہ کی تدفین کے بعد دشمن گاڈفادر کا اگلا قدم کیا ہوگا؟

بظاہر کوئی خاص بات نہیں ہوئی۔ روبی اور سنی نازو کو تسلیاں دے کر اسے اسی کوٹھی میں چھوڑ کر واپس اپنے دادا حضور کے پاس چلے گئے۔ دادا حضور نے حمزہ بیگ سے فون پر کہا۔ "ہم بول رہے ہیں۔ اپنے آدمیوں کو اپنی کوٹھی میں بھیج کر تسلی کرلو۔ محاصرہ ختم کر دیا گیا ہے۔ نازو تمہاری کوٹھی میں موجود ہے۔ اس کی حفاظت کے مکمل انتظامات کرلو ورنہ ایک دشمن اسے کوٹھی سے لے جائے گا۔"

حمزہ بیگ نے کہا۔ "تم سے بڑا دشمن اور کون ہوگا؟ میری بیٹی کو کرائے کے غنڈوں سے اغوا کراؤ گے اور خود پر الزام نہیں آنے دو گے۔"

"جو گاڈفادر اپنی ایک بیٹی کو تحفظ نہ دے سکے' اسے ڈوب مرنا چاہیے۔ لاہور میں ہمارا ایک اہم ماتحت چنگی بادشاہ تھا۔ وہ اب خود کو کمال احمد کہلاتا ہے۔ کمال احمد عرف چنگی بادشاہ ہم سے غداری کر رہا ہے۔ ہم سے دشمنی کر رہا ہے اور ہماری پوتی اور پوتے کا دوست بن چکا ہے۔ اس دوستی میں تمہاری بیٹی بھی شامل ہے۔ پتا نہیں ان چاروں کی دوستی کیسے ہوگئی۔ تمہاری بیٹی ہمارے اسی غدار ماتحت سے محبت کر رہی ہے۔"

"زبان کو قابو میں رکھو۔ میری بیٹی کو ایک معمولی ماتحت سے منسوب کرو گے تو میں اپنے وسیع ذرائع سے اخبارات وغیرہ میں یہ خبر شائع کرادوں گا کہ پیر شاہ صاحب کہلانے والے گاڈ فادر کی نواسی ایک سندھی نوجوان سچل کے ساتھ گھر سے بھاگ گئی ہے۔ پھر تمہاری عزت دو کوڑی کی نہیں رہے گی۔"

"حمزہ بیگ! پتا نہیں زیر زمین جرائم کی دنیا نے تمہارے جیسے احمق کو گاڈ فادر کیسے بنا دیا۔ بیوقوف کے بچے! صداقت علی مرڈر کیس کی انکوائری سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ ہماری نواسی اپنے باپ صداقت علی کے ساتھ تھی۔ ڈاکوؤں نے اسے اغوا کیا ہے۔ وہ کسی نوجوان کے ساتھ گھر سے نہیں بھاگی ہے البتہ تمہاری بیٹی بھاگنے والی ہے وہ بھی ایک معمولی ماتحت کے ساتھ۔ جب تم نے ہماری نواسی پر اتنا بڑا الزام لگایا ہے تو پھر ہم اپنے ماتحت کو غداری کے باوجود موقع دیں گے کہ وہ تمہاری بیٹی کو بھگا کر لے جائے۔"

"میں دیکھوں گا کہ تم میں اور تمہارے غدار ماتحت میں کتنا دم خم ہے۔ تم لوگ میری بیٹی کے سائے تک بھی نہیں پہنچ سکو گے۔"

اس نے فون بند کر دیا۔ پھر عظمت اللہ شاہ مسکرانے لگا۔ اس کے دونوں بیٹے برکت اور رحمت سامنے بیٹھے فون کے اسپیکر سے تمام باتیں سن رہے تھے۔ برکت نے پوچھا۔ "ابا حضور! حمزہ بیگ نے چیلنج کیا ہے اور آپ مسکرا رہے ہیں۔ کیا اس میں کوئی مصلحت ہے؟"

"ہاں بیٹے! تمہیں ایسی چالوں کو سمجھنا چاہیے۔ ہم اپنے غدار ماتحت کمال احمد کو سزائے موت دینا چاہتے تھے۔ وہ نازو کی ماں کی تدفین میں لاہور سے یہاں آنے والا تھا۔ ہمارے آدمی اسے گولی مارنے ائرپورٹ پہنچے ہوئے تھے۔ وہ لوگ ابھی تک ائرپورٹ پر ہیں اور لاہور سے آنے والی ہر فلائٹ کے مسافروں کو دیکھ رہے ہیں لیکن وہ کمال احمد ابھی تک نظر نہیں آیا ہے۔ ویسے وہ بہت چالاک ہے' یہاں کسی طرح پہنچ گیا ہے۔"

"یہ آپ کیسے کہہ سکتے ہیں؟"

"ایسے وقت ہر پہلو پر نظر رکھا کرو۔ کل تم نے دیکھا تھا کہ روبی اور سنی کسی حال میں بھی نازو کو تنہا چھوڑنا نہیں چاہتے تھے لیکن اب وہ اسے چھوڑ کر یہاں آگئے ہیں۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ نازو بظاہر تنہا ہے لیکن کمال احمد اسے اپنی موجودگی کا یقین دلا رہا ہے اور شاید اس انتظار میں ہے کہ موقع ملتے ہی نازو کو اس کوٹھی سے کسی دوسری جگہ لے جائے۔"

پیر عظمت اللہ شاہ نے مسکرا کر بیٹوں سے کہا۔ "ہماری چالوں کو سمجھو۔ جب ہم نے دیکھا کہ ہمارے آدمی ائرپورٹ پر کمال احمد کو پہچاننے میں ناکام رہے ہیں تو ہو سکتا ہے آئندہ بھی ناکام ہوں اور وہ غدار نازو کو اس کے باپ کی کوٹھی سے لے جائے۔ اب یہ ضروری ہوگیا تھا کہ حمزہ بیگ بھی نازو کو سخت نگرانی میں رکھے اور کمال احمد اس کی بیٹی کے قریب آنا چاہے تو اسے گولی مار دے۔"

برکت نے کہا۔ "میں سمجھ گیا۔ آپ نے ابھی حمزہ بیگ کو یہ کہہ کر طیش دلایا ہے کہ نازو کو بھگا کر لے جانے کے لئے آپ کمال احمد سے تعاون کریں گے۔ اب وہ آپ کے چیلنج کے جواب میں نازو کے اطراف سخت حفاظتی انتظامات کرے گا۔ اس کا دیوانہ کمال احمد جب بھی اس کی طرف آئے گا' حمزہ بیگ کے آدمی اسے زندہ نہیں جانے دیں گے۔ اس طرح آپ کمال احمد کو جو سزائے موت دینا چاہتے تھے اس کی تکمیل آپ کا دشمن گاڈفادر کرے گا۔"

"ہاں بیٹے! ہماری یہی چال ہے۔ تم دونوں ہماری ہر چال کو دیکھتے رہو گے' غور کرتے رہو گے تو سمجھ میں آئے گا کہ شطرنج کی بساط پر ایک دوسرے کو مارنے والے مہرے اتنے نہیں ہوتے جتنے جرائم کی دنیا میں ایک دوسرے کو کچلنے والے انسان ہوتے ہیں۔ ہم جس کے دوست ہیں اس کے دشمن بھی ہوتے ہیں۔"

"ابا حضور! یہ بات سمجھ میں نہیں آئی۔"

"ہم سمجھاتے ہیں۔ ہم چاہتے تو شانی کو کسی بہانے اپنے باپ کے ساتھ جانے سے روک سکتے تھے لیکن ہم نے دور تک سوچا کہ صداقت مرڈر کیس کی انکوائری ہوگی تو پتا چلے گا کہ صداقت کے ساتھ شانی اور سچل بھی تھے۔ ڈاکوؤں نے سچل کو اس لئے ہلاک نہیں کیا کہ وہ ان کے سرپرست رب راکھن کا بیٹا ہے۔ مائی نورن سہاگی نے سچل کو ایسا سچا اور کھرا بنایا ہے کہ جب بھی وہ پولیس والوں تک پہنچے گا تو اپنے باپ کے خلاف ضرور

بیان دے گا کہ رب راکھن کے پالتو ڈاکوؤں نے صداقت علی کو ہلاک کیا ہے شانی بھی گواہی دے گی۔ بولو کیا سمجھے؟"

رحمت نے کہا۔ "آپ نے رب راکھن سے دوستی کی' اسے پچاس لاکھ روپے بھی دیے' صداقت علی کو ہلاک کرا دیا لیکن اسی رب راکھن سے دشمنی کی یہ گنجائش رکھی کہ صداقت علی کی ہلاکت کا الزام آپ نہ آئے۔ سچل جب بھی قانون کے محافظوں تک پہنچے گا' اصل قاتلوں کی نشاندہی کرے گا اور صداقت علی کو ہلاک کرنے والا آپ کی نواسی کو اغوا کرنے والا مجرم رب راکھن کہلائے گا۔ اس طرح آپ نے دوستی بھی کی ہے اور دشمنی بھی۔"

باپ نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔ "ہم چاہتے ہیں کہ تم ہماری چالوں کو سمجھنے کے علاوہ عملی طور پر بھی کچھ کرتے رہو۔"

"ابا حضور! آپ حکم دیں اور راہنمائی کریں۔ ہم آپ کے صحیح جانشین بننے کی پوری کوشش کریں گے۔"

"برکت بیٹے! تمہاری بیٹی روبی اور رحمت کے بیٹے سنی نے ہمیں الجھا دیا ہے۔ یہ معلوم کرو کہ نازو اور کمال احمد غدار سے ان کی دوستی کیسے ہوئی؟ کیا ہمارے یہ بچے انجام کی پروا کئے بغیر نادانی سے دشمن گاڈفادر کی کوٹھی تک چلے گئے تھے یا یہ بچے اپنی لاعلمی میں کسی کے آلہ کار بن رہے ہیں؟"

برکت نے کہا۔ "روبی میری بیٹی ہے اور سنی صرف میرے بھائی رحمت کا بیٹا ہی نہیں' میرا ہونے والا داماد بھی ہے۔ نازو اور کمال احمد کے چکر میں پڑ کر انہیں نقصان پہنچ سکتا ہے۔ اس سے پہلے روبی اور سنی کو ان کی غلطی کا احساس دلانا چاہیے۔"

پیر عظمت اللہ شاہ نے کہا۔ "صرف باتوں سے احساس دلانے کی کوشش کی جائے تو اسے نصیحت کرنا کہتے ہیں۔ تمہاری کوشش یہ ہو کہ نازو اور کمال احمد کو دشمن ثابت کرو۔ ثبوت ملنے پر ہمارے بچے اپنی غلطی تسلیم کریں گے اور اگر انہیں دشمن ثابت نہ کر سکو تو اپنے کارندوں کے ذریعے انہیں قتل کرا دو۔"

"آپ نے کہا ہے کہ کمال احمد ائرپورٹ پر نظر نہیں آیا۔ اسے قتل کرانے کے

لئے آپ حمزہ بیگ کو طیش دلا کر اسے بھی کمال احمد کا جانی دشمن بنا چکے ہیں۔ بنیادی بات یہ ہے کہ کمال احمد کو کس طرح تلاش کیا جائے؟"

باپ نے کہا۔ "ہاں بیٹے! اسے کس طرح تلاش کیا جائے؟ یہ تم دونوں بھائیوں کا امتحان ہے۔ تم دونوں ذہانت سے ہر پہلو پر غور کرو۔ اگر دوپہر تک کامیاب پلاننگ میں ناکام رہو گے تو ہم بتائیں گے کہ پلاننگ کیسے کی جاتی ہے۔"

روبی سنی کے ساتھ اپنے کمرے نکل کر آرہی تھی۔ وہ باپ بیٹے خاموش ہو کر انہیں دیکھنے لگے۔ روبی دوپٹے کے آنچل سے آنسو پونچھ رہی تھی۔ سنی نے کہا۔ "دادا حضور! صداقت انکل کے لئے ہم سب کے دل رو رہے ہیں۔ آپ روبی کو سمجھائیں، آنسو بہاتے رہنے سے انکل واپس نہیں آئیں گے۔"

روبی نے فرش پر پیر پٹخ کر کہا۔ "آئیں گے۔ میرا دل نہیں مانتا کہ اتنے نیک اور فرض شناس انسان کو اللہ تعالیٰ حرام موت دے گا۔ میرا دل نہیں مانتا۔ وہ زندہ ہیں۔ وہ آئیں گے۔"

پیر عظمت اللہ شاہ نے کہا۔ "جب تمہیں یقین ہے کہ تمہارے انکل زندہ ہیں تو پھر کیوں رو رہی ہو؟ ادھر آؤ۔ ہمارے پاس بیٹھو۔"

وہ دادا کے پاس آکر بیٹھ گئی پھر اس کے سینے پر سر رکھ کر رونے لگی۔ برکت نے کہا۔ "کیا تم رو رو کر بیمار پڑنا چاہتی ہو؟ اتنی تعلیم یافتہ اور سمجھ دار ہو۔ خود کو سنبھالو۔ کیا تم سمجھتی ہو کہ ان کی ہلاکت کا ہمیں دکھ نہیں ہو رہا ہے؟"

دادا نے پوتی کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔ "صرف انکل کے بارے میں سوچتی رہو گی تو آنکھوں میں آنسو آتے رہیں گے۔ اپنا دھیان ہٹاؤ۔ اپنی سہیلی سے فون پر باتیں کرو۔ اپنا دکھ بیان کرو۔ اس طرح صدمہ کچھ کم ہو گا۔"

سنی نے فون کا ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرتے ہوئے کہا۔ "دادا حضور نے صحیح مشورہ دیا ہے۔ روبی ادھر آؤ اور نازو سے باتیں کرو۔ اس طرح نازو کی بھی خیریت معلوم ہو گی۔"

روبی اٹھ کر فون کے پاس گئی۔ پیر عظمت اللہ شاہ نے سہیلی سے باتیں کرنے کا

مشورہ دیا تھا۔ برکت اور رحمت اپنے چکر باز گاڈفادر باپ کو زیر لب مسکراتا ہوا دیکھ رہے تھے۔

روبی نے کان سے ریسیور لگا کر کہا۔ "ہیلو نازو! میں روبی ہوں۔"

نازو نے کہا۔ "تمہاری آواز ایسی ہے جیسے رو رہی ہو۔"

وہ روتے ہوئے بولی۔ "ہاں، میں رو رہی ہوں۔ کل دن کو تمہاری امی کسی کے ہاتھوں قتل ہوئیں اور کل ہی رات کو ہمارے انکل صداقت علی کو ہلاک کر دیا گیا ہے۔ پتا نہیں نازو! ہمارے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ انکل ہمارے لئے کتنا مضبوط سہارا تھے....."

باپ اور دونوں بیٹے ایک دوسرے کو معنی خیز نظروں سے دیکھنے لگے۔ ایک اہم بات معلوم ہو گئی کہ روبی، سنی، نازو اور کمال احمد کو یکجا کرنے اور آپس میں دوستی قائم کرنے کی تحریک صداقت علی نے پیدا کی تھی۔

روبی کہہ رہی تھی۔ "ان کے بغیر ایسا لگ رہا ہے جیسے ہم بالکل تنہا رہ گئے ہوں۔"

نازو نے کہا۔ "صبر کرو روبی! انکل نے جو حوصلہ ہمیں دیا تھا وہ ہمارے اندر ہے۔ یہ آزمائش کی گھڑی ہے۔ ہم ان کے دیئے ہوئے حوصلوں سے یہ برا وقت بھی گزار لیں گے۔ سنی کہاں ہے؟"

"میرے پاس بیٹھے ہیں۔ یہ لو باتیں کرو۔"

اس نے سنی کو ریسیور دیا۔ وہ اسے کان سے لگا کر بولا۔ "ہیلو نازو! کیسی ہو؟ کیا اکیلی ہو؟"

"ہاں، یوں تو ڈیڈی کے مسلح گارڈز کوٹھی کے اندر اور باہر ہیں لیکن ان کی موجودگی کے باوجود اکیلی ہوں۔"

"کیا اس سے رابطہ ہوا تھا؟"

باپ اور دونوں بیٹوں کے کان کھڑے ہو گئے لیکن وہ تینوں نازو کا جواب نہیں سن سکتے تھے۔ نازو کہہ رہی تھی۔ "ایک گھنٹے پہلے فون آیا تھا۔ میں نے اسے کہہ دیا ہے ابھی

ادھر کا رخ نہ کرے۔ مجھے سخت پہرے میں رکھا گیا ہے۔"

"تمہارے ڈیڈی نے لاہور میں تمہیں امی کے ساتھ آزاد چھوڑ دیا تھا۔ وہاں کوئی سیکیورٹی گارڈ نہیں تھا۔ اب وہ یہاں تمہاری اتنی حفاظت کر رہے ہیں یا ہمارے ساتھی کو شکار کرنے کے منتظر ہیں۔"

"معلوم تو یہی ہوتا ہے' تمہارے دادا کی طرح میرے ڈیڈی بھی کمال کو مار ڈالنا چاہتے ہیں۔ وہ بیچارہ مجھ سے محبت کرکے مصیبت میں پڑ گیا ہے۔ پتا نہیں کس حال میں ہے اور کہاں چھپا ہوا ہے۔ میں نے اس سے پتا ٹھکانہ نہیں پوچھا۔ یہ اندیشہ ہے کہ ڈیڈی کے آدمی ہماری فون پر ہونے والی باتیں سن رہے ہوں۔"

"تمہارا یہ اندازہ درست ہو سکتا ہے پھر بھی اب اس کا فون آئے تو اس سے کسی جگہ مجھ سے ملاقات کرے۔ میں ابھی اس کی حفاظت کے انتظامات کرتا ہوں۔"

سنی نے فون بند کیا پھر دوسرے نمبر ڈائل کئے۔ رابطہ ہونے پر کہا۔ "ہیلو انکل سکندر! میں سنی بول رہا ہوں۔"

صداقت علی کے خاص ماتحت کا نام سکندر تھا۔ سکندر نے کہا۔ "ہیلو سنی! میں تمہارے انکل کے مرڈر کیس کی تفتیش میں مصروف ہوں۔ کیا تم اس سلسلے میں معلومات فراہم کرسکتے ہو؟"

"میں تو صرف اتنا جانتا ہوں کہ وہ شانی اور سچل کے ساتھ گئے تھے۔ انکل کو ہلاک کر دیا گیا۔ شانی اور سچل لاپتا ہوگئے۔ ان کی گمشدگی سے اندازہ ہوتا ہے کہ ڈاکو انہیں کہیں جنگل کی طرف لے گئے ہیں۔ میں تفتیش کے سلسلے میں شاید آپ کے کام نہ آسکوں لیکن آپ سے ایک ضروری کام ہے۔"

"کام بتاؤ۔"

"میں آپ کو مرحوم انکل کی جگہ سمجھ کر کہہ رہا ہوں۔ انکل کا ایک خاص وفادار لاہور سے یہاں آیا ہے لیکن دشمن اس کی تاک میں ہیں۔ وہ کہیں چھپا ہوا ہے۔ آپ سے درخواست ہے کہ اسے پناہ دیں۔ اس کی حفاظت کے انتظامات کریں۔"

"ٹھیک ہے۔ اس بندے کو میرے پاس لے آؤ۔ میں اسے پناہ دوں گا۔ وہ میرے

ساتھ سرکاری کوارٹر میں رہے گا۔ وہاں اس کا کوئی دشمن نہیں پہنچ سکے گا۔"

"شکریہ انکل! اس سے جیسے ہی میری ملاقات ہوگی' میں اسے آپ کے پاس پہنچا دوں گا۔ اچھا خدا حافظ۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ پیر عظمت اللہ شاہ نے پوچھا۔ "سنی! تم کس کے لئے حفاظتی انتظامات کر رہے ہو؟"

"اسی کے لئے جسے قتل کرنے کے لئے آپ کے کارندے ائرپورٹ گئے تھے۔"

"کیا بکواس کر رہے ہو۔ ہم تمہارے کسی ساتھی کو بھلا کیوں قتل کرانا چاہیں گے؟"

"میرا ساتھی لاہور سے ایسے حلئے میں آیا تھا کہ آپ کے کارندے اسے پہچان نہ سکے لیکن اس نے آپ کے کارندوں کو اچھی طرح پہچان لیا۔ اب نازو کا باپ حمزہ بیگ بھی اس کے پیچھے پڑا ہوا ہے۔ آپ دونوں گاڈ فادرز کی یہ دشمنی غیروں کے ساتھ اپنوں کو بھی ہلاک کروے گی۔"

"اپنوں سے کیا مراد ہے؟ کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ حمزہ بیگ کی بیوی کے علاوہ صداقت علی کو بھی ہمارے کارندوں نے قتل کیا ہے؟"

"وہ آپ کے داماد تھے۔ اپنی بیٹی کو بیوہ بنانا ہوتا تو آپ بہت پہلے صداقت انکل کو قتل کرا دیتے۔ اگر ہمیں آپ پر شبہ ہوتا تو روبی آپ کے سینے سے لگ کر نہ روتی۔"

پیر عظمت اللہ شاہ کو اطمینان ہوا۔ برکت اللہ شاہ نے پوچھا۔ "یہ کہنے کا مطلب کیا ہے کہ دو گاڈ فادرز کی دشمنی غیروں کے ساتھ اپنوں کو بھی ہلاک کرے گی۔ وہ اپنے کون ہیں جن کے لئے تم خطرہ محسوس کر رہے ہو؟"

"وہ میں ہوں اور روبی۔ ہم دونوں ہلاک کئے جائیں گے۔"

ان تینوں نے پریشان ہو کر روبی اور سنی کو دیکھا۔ رحمت اللہ شاہ نے پوچھا۔ "سنی! بات ادھوری نہ کرو۔ آج تک تم دونوں پر آنچ نہیں آئی پھر تم جان کا خطرہ کیوں محسوس کر رہے ہو؟"

سنی نے کہا۔ "ڈیڈ! ہم سب نے کبھی یہ نہیں سوچا تھا کہ کوئی میرے انکل (برکت) کو ہلاک کرنا چاہے گا۔ گولی بازو میں لگنے کے باعث یہ بچ گئے لیکن جو حمزہ بیگ نازو کے

قریب آنے والے کمال احمد کو قتل کرنے کے لئے تلاش کر رہا ہے اس کے کارندے ہم بھی نازو کے قریب رہنے پر قتل کر سکتے ہیں۔"

روبی نے کہا۔ "دادا حضور کو بھی یہی اندیشہ تھا اسی لئے ہم جب تک نازو پاس رہے' انہوں نے درجنوں مسلح وفاداروں کو ہماری حفاظت کے لئے تعینات کر رکھا تھا۔ کیا یہ درجنوں مسلح گارڈز آئندہ بھی ہمارے آس پاس رہا کریں گے؟ خون کے رشتے بھی ساری عمر ساتھ نہیں دیتے۔ کیا دادا حضور کے گارڈز زندگی بھر ہماری حفاظت کرتے رہیں گے؟"

سنی نے کہا۔ "آپ ہم سے بے انتہا محبت کرتے ہیں۔ ہمارے لئے آپ کے جذبات ہیں ان پر ہمیں فخر ہے لیکن آپ نے ایک گاڈفادر کی حیثیت سے ہمارے لئے قدم پر خطرات پیدا کر دیے ہیں۔"

برکت نے کہا۔ "خطرات سے کھیلے بغیر کوئی اتنی دولت حاصل نہیں کر سکتا' جتنی ہمارے پاس ہے۔ دنیا کے تمام بڑے ممالک کے بینکوں میں ہمارے لاکھوں پاؤنڈز اور کروڑوں ڈالرز ہیں۔ یہاں کے بیوروکریٹ ہمیں وی آئی پی ٹریٹ منٹ دیتے ہیں۔ باہر کے ملکوں میں ہم کسی بھی بینک کا ایک کارڈ دکھا کر لاکھوں کی شاپنگ کر لیتے ہیں۔ دن کو گدھوں کی طرح بوجھ اٹھانے والے اور رات کو فکر و پریشانی سے جاگنے والے ہماری شاہانہ زندگی کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔"

"یہ شاہانہ زندگی ہمیں بارود کے ڈھیر پر بیٹھنے سے مل رہی ہے۔"

پیر عظمت اللہ شاہ نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "بحث کرنے سے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ ہم جرائم کی دلدل میں گردن تک دھنسے ہوئے ہیں۔ ہم توبہ کریں گے اور دلدل سے نکلنا چاہیں گے تو زیر زمین مافیا والے ہم میں سے کسی کو زندہ نہیں چھوڑیں گے کیونکہ ہم ان کے تمام رازوں سے واقف ہیں۔ وہ نہیں چاہیں گے کہ ہم فرض شناس محب وطن بن کر اپنی قوم کے سامنے تمام راز اگل دیں۔"

سنی نے کہا۔ "تو پھر جیسے گزر رہی ہے' گزرنے دیں۔ آپ میری اور روبی کی حفاظت کے لئے ہمارے پیچھے سیکیورٹی گارڈز نہ لگائیں۔ کاتب تقدیر نے ہماری موت کے

لئے جو تاریخ اور وقت مقرر کیا ہے اس وقت ہمیں دنیا کا کوئی گاڈفادر نہیں بچا سکے گا۔ ہم ہر حال میں مریں گے خواہ وہ طبعی موت ہو یا حرام موت۔"

روبی نے کہا۔ "ہم موت کے خوف سے اس کوٹھی میں قید نہیں رہیں گے۔ ایک گھنٹے بعد نازو کے پاس جائیں گے۔ اس کے ساتھ باہر کی تازہ ہوا کھائیں گے۔ ہم انکل صداقت کو ہار چکے ہیں' نازو اپنی ماں سے محروم ہے۔ ہم قاتلوں کو نہیں جانتے۔ ان سے انتقام نہیں لے سکتے لیکن ہم ایک دوسرے کے آنسو تو پونچھ سکتے ہیں۔"

روبی یہ کہہ کر سنی کے ساتھ کمرے میں چلی گئی۔ برکت نے کہا۔ "ابا حضور! یہ دونوں خود سر ہو گئے ہیں۔ آپ انہیں باہر نہ جانے دیں۔"

باپ نے کہا۔ "بیٹے ہم انہیں روکیں گے تو نازو ادھر چلی آئے گی۔ یہ اور برا ہوگا۔ اگر وہ ہماری کوٹھی کے احاطے میں پہنچے گی اور اسے کوئی نقصان پہنچے گا تو حمزہ بیگ اس کا انتقام ہماری اولاد سے لے گا۔"

پیر عظمت اللہ شاہ نے فون پر حمزہ بیگ سے رابطہ کیا پھر کہا۔ "ہم بول رہے ہیں۔ تم سے نازو کے بارے میں کچھ کہنا چاہتے ہیں۔"

"میں سن رہا ہوں' کہتے رہو۔"

"کیا تم جانتے ہو کہ صداقت علی نے اپنی زندگی میں نازو' کمال احمد اور ہماری پوتی روبی اور پوتے سنی کی دوستی کرائی تھی اور انہیں ہمارے خلاف استعمال کرنے والا تھا۔ وہ تو اپنے مقدر کی موت مارا گیا مگر اس نے دنیا سے جاتے جاتے ہماری تمہاری اولاد کو ہم دونوں کا دشمن بنا دیا ہے۔"

"وہ بچے ہیں۔ ہزار دشمنی کے باوجود ہمارے سامنے بچے ہی رہیں گے۔"

"لیکن وہ چنگی بادشاہ کمال احمد چھٹا ہوا بدمعاش ہے۔ وہ صداقت علی کی کمی پوری کرے گا اور ہم دونوں کی اولاد کو ہمارے خلاف استعمال کرے گا۔"

"میری بیٹی کو اپنے عشق میں مبتلا کرنے والا دو کوڑی کا سڑک چھاپ بدمعاش آج کے بعد کل نہیں دیکھے گا۔ میرے آدمی اسے ڈھونڈ کر کتے کی موت ماریں گے۔"

"اگر ہمارے درمیان یہ سمجھوتا ہو جائے کہ ایک دوسرے کی اولاد کو جانی نقصان

نہیں پہنچائیں گے تو وہ بدمعاش کمال احمد آج ہی ہماری نظروں میں آجائے گا۔"

حمزہ نے پوچھا۔ "وہ کیسے؟"

"روبی اور سنی ابھی ایک گھنٹے بعد نازو سے ملنے جائیں گے۔ ان سب کو صمدانی علی کی ہلاکت کا صدمہ ہے۔ وہ آؤٹنگ کے لئے جائیں گے۔ تم نازو کو ان کے ساتھ جانے دو۔ ہمارے اور تمہارے آدمی دور ہی دور سے ان کی نگرانی کریں گے۔ کمال احمد کسی بھیس میں ان سے کہیں نہ کہیں ضرور ملے گا۔"

حمزہ بیگ نے کہا۔ "اچھی تدبیر ہے۔ یہ ہم دونوں کی اولاد کو اپنے اپنے قابو میں رکھنے کا معاملہ ہے اس لئے میں تم سے سمجھوتا کرتا ہوں۔ میری طرف سے روبی اور سنی کو ایک ذرا نقصان بھی نہیں پہنچے گا۔"

"ہم بھی تمہاری بیٹی پر ایک ذرا آنچ نہیں آنے دیں گے۔ وہ بدمعاش چنگی بادشاہ ہماری حکمت عملی کی چنگی میں مسلا جائے گا۔"

پیر عظمت اللہ شاہ نے ریسیور رکھ کر اطمینان کی سانس لی۔ اس نے دشمن گاڈ فادر سے اپنے پوتے اور پوتی کی جان کی امان حاصل کرلی تھی۔

★=========★=========★

شانی اور سچل نے وہاں پہنچ کر دیکھا۔ جہاں تک نظر جاتی تھی' وہاں تک جھاڑیاں ہی جھاڑیاں اور گھنے سایہ دار درخت نظر آرہے تھے۔ دن کو وہاں سورج کی دھوپ نہیں پہنچتی تھی۔ صرف ہلکا ہلکا سا اجالا رہتا تھا۔ ڈاکوؤں نے اپنی رہائش کے لیے جو جھگیاں بنائی تھیں' ان کی دیواریں جھاڑیوں' سرکنڈوں سے اور چھتیں ہرے بھرے پتوں سے بنائی گئی تھیں۔ کوئی ہوائی جہاز یا ہیلی کاپٹر وہاں سے پرواز کرتا تو پرواز کرنے والوں کو نیچے جھگیاں نظر نہ آتیں۔ جھاڑیاں' ہرے بھرے پتے اور درخت ہی نظر آتے۔

ایک ڈاکو ان دونوں کو ایک بڑی سی جھگی میں لے آیا۔ وہ جھگی اندر سے کسی شہری مکان کی طرح تھی۔ وہاں آرام دہ پلنگ اور صوفے تھے۔ الماری اور کھانے کی میز تھی۔ بیٹری اور سیل سے چلنے والا ریڈیو' بڑی چھوٹی ٹارچ اور موم بتیوں کا ذخیرہ تھا۔ سچل نے ڈاکو سے کہا۔ "تم نے کہا تھا یہاں کوئی شخص موبائل فون لائے گا۔ میں اپنے باپ سے بات کرسکوں گا' کہاں ہے فون؟"

وہ بولا۔ "دوسری جھگی میں میرا ساتھی فون پر وڈے سائیں سے بات کر رہا ہے۔ پہلے آپ دونوں کچھ کھالیں پھر اطمینان سے فون پر بات کیجئے گا۔"

"پہلے میں بات کروں گا۔"

"معاف چاہتا ہوں چھوٹے سائیں! وڈے سائیں کا حکم ہے۔ یہاں پہنچتے ہی پہلے آپ دونوں کو اچھی طرح کھلایا پلایا جائے۔ اس سے پہلے آپ کو فون نہیں ملے گا۔"

"تمہارا نام کیا ہے؟"

"خادم کو سلطان ماچھیو کہتے ہیں۔ آپ مالک ہیں صرف ماچھیو کہہ سکتے ہیں۔ میں

ابھی کھانا لاتا ہوں۔"

وہ چلا گیا۔ شانی وہاں کی ہر چیز کو ایک سراغ رساں کی طرح بڑی توجہ سے دیکھ رہی تھی۔ اس نے الماری کھولی۔ اس میں بہت سے کاغذات اور قلم رکھے ہوئے تھے۔ اس نے کاغذ قلم لے کر ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھ کر لکھا۔ "ان ڈاکوؤں نے ہمیں زبردستی قیدی بھی بنایا ہے اور تابعداروں کی طرح ہاتھ جوڑ کر باتیں بھی کر رہے ہیں۔ یہ سب کیا ہے؟"

سچل نے لکھا۔ "یہ میرے بابا سائیں کے زیر اثر رہتے ہیں' ہمیں یہاں پہنچانے اور قیدی بنانے میں بابا سائیں کا ہاتھ ہے۔"

شانی نے لکھا۔ "یہ لوگ میرے ڈیڈی کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ کیا ہمیں قیدی بنا کر انہیں چھوڑ دیا ہے؟"

سچل کے دل پر گھونسا سا لگا۔ بیٹی معصومیت سے باپ کے بارے میں پوچھ رہی تھی۔ اسے حقیقت بتانا ہی تھی اور وہ لکھ کر بتانا چاہتا تھا۔ ایسے ہی وقت سلطان ماچھیو اور اس کے ماتحت کھانے کی کئی ڈشیں لانے لگے۔ شانی کی اٹیچی بھی لائی گئی۔

سچل نے سوچا۔ ابھی اسے المناک خبر سنائی جائے گی تو وہ صدمے سے کچھ نہیں کھائے گی۔ اس نے لکھا۔ "شاید تمہارے ڈیڈی ان ڈاکوؤں کے ہاتھ نہیں آئے۔ یہ ڈاکو ان کے بارے میں یقین سے کچھ نہیں جانتے ہیں۔ آؤ' پہلے کھالو پھر تحریر کے ذریعے موجود حالات پر گفتگو ہوگی۔"

وہ اس کے ساتھ کھانے لگی لیکن بہت کم کھا رہی تھی۔ فکر مند نظر آرہی تھی۔ سچل اسے پیار محبت سے سمجھا کر کھلاتا رہا۔ شانی نے کھانے کے بعد لکھا۔ "اگر ڈیڈی بچ نکلے ہیں تو انہیں ڈاکوؤں کے تعاقب میں نہیں آنا چاہیے لیکن وہ میری اور تمہاری خاطر ضرور آئیں گے۔"

سچل نے اسے بڑے دکھ سے دیکھا پھر لکھا۔ "شانی! تم بہت حوصلے والی ہو۔ تم نے اسکاٹ لینڈیارڈ جیسے معروف ادارے میں ٹریننگ حاصل کی ہے۔ میں نے کھانے سے پہلے حقیقت نہیں بتائی۔ اب دل کو پتھر کرو اور یہ پڑھو کہ اب تمہارے ڈیڈی اس دنیا میں نہیں رہے۔ وہ بم دھماکے میں ہلاک ہوگئے ہیں۔"

اس نے کاغذ لے کر پڑھا پھر اس کے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے کاغذ نکل گیا۔ وہ خالی خالی نظروں سے سچل کو دیکھنے لگی۔ اس کے دیکھنے کے انداز سے سچل نے سمجھ لیا کہ اس کی صرف نگاہیں اس پر ہیں ورنہ وہ بہت دور جائے واردات پر پہنچی ہوئی ہے اور سرکاری گاڑی کے ساتھ اپنے باپ کے چیتھڑے اڑتے دیکھ رہی ہے۔ اس کے چہرے اور آنکھوں سے شدید صدمے کا اظہار ہو رہا تھا لیکن آنکھیں خشک تھیں اور سچل کو گھور رہی تھیں۔ سچل نے لکھا۔ "شانی! تمہارے اعصاب خواہ کتنے ہی مضبوط ہوں مگر ایسے وقت تمہیں ضرور رونا چاہیے ورنہ یہ صدمہ دل و دماغ پر حاوی ہو جائے گا۔ اس صدمے کو آنسوؤں کے ذریعے باہر نکلنا چاہیے۔ اپنے اندر کے دکھ کو باہر نکالو۔ پلیز شانی! ایک بار چیخ مار کر آنسو بہادو۔"

اس نے لکھ کر اس کی طرف بڑھایا لیکن وہ پلک جھپکائے بغیر سچل کو دیکھ رہی تھی۔ اس نے کاغذ کو نہیں دیکھا۔ سچل ہاتھ اٹھا کر کاغذ کو اس کی آنکھوں کے سامنے لایا مگر اس کے دیکھنے کا انداز بتا رہا تھا کہ اسے کاغذ نظر نہیں آرہا تھا۔

وہ پریشان ہو کر سوچنے لگا۔ اس نے کاغذ اس کے ہاتھ میں پکڑا کر اسے جھنجوڑا۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ وہ سن نہیں سکتی ہے' اس نے جھنجوڑ کر کہا۔ "شانی! اس صدمے کو اپنے ذہن پر حاوی نہ ہونے دو۔ میں نے جو لکھا ہے' اسے پڑھو اور اس پر عمل کرو۔"

اس کے جھنجوڑنے سے وہ صرف ہل کر رہ گئی۔ اس نے تحریر نہیں پڑھی۔ اس بار نظریں ہٹا کر دروازے کی طرف دیکھا۔ سلطان ماچھیو موبائل فون لے کر آیا تھا۔ اس نے وہ فون سچل کو دیتے ہوئے کہا۔ "وڈے سائیں نے کہا ہے' فون آپ کے پاس نہ رہے۔ آپ ان سے گفتگو کرنے کے بعد یہ فون واپس کر دیں۔"

"میں واپس کروں گا لیکن ہماری گفتگو کے دوران یہاں نہ رہو' باہر جاؤ۔"

"میں جاتا ہوں لیکن وڈے سائیں کا حکم ہے کہ آپ کسی اور سے نہ بات کریں گے اور نہ وڈے سائیں کا نام کسی کو بتائیں گے۔ اگر کسی کو اس جگہ کا پتا چلے گا تو ہم ڈائریکٹر جنرل کی طرح اس کی گونگی بیٹی کو بھی ہلاک کر دیں گے۔"

سچل نے کرسی سے اٹھ کر اس کا گریبان پکڑ لیا پھر کہا۔ "میں بہت ٹھنڈا دماغ رکھتا

ہوں لیکن شانی کو ہلاک کرنے کی بات دوسری بار نہ کرنا۔ تمہارے وڈے سائیں سے ابھی کہہ دوں گا کہ اسے گولی ماری جائے گی تو میں بھی اس کے ساتھ مرجاؤں گا۔ جاؤں یہاں سے۔"

اس نے گریبان چھوڑ دیا۔ وہ غصے سے دانت پیستا ہوا وہاں سے چلا گیا۔ اس کے جاتے ہی شانی نے سچل کے ہاتھ سے فون چھین لیا۔ سچل نے اسے حیرانی سے دیکھا۔ وہ سمجھ رہا تھا کہ شانی سکتے کی حالت میں ہے لیکن وہ فون آن کرکے نمبر ڈائل کر رہی تھی پھر اس نے ماؤتھ پیس پر ایک انگلی سے مخصوص انداز میں ٹھک ٹھک کی آواز پیدا کی۔ دوسری طرف سے سیٹی کی تیز آواز آئی اس نے آواز کی تھرتھراہٹ کو محسوس کرتے ہی خوش ہوکر سچل کو دیکھا پھر فون اس کی طرف بڑھا کر اشارے سے کہا۔ "بات کرو۔"

سچل نے اسے کان سے لگا کر ہیلو کہا پھر دوسری طرف سے صداقت علی کی آواز سنتے ہی حیرت اور مسرت سے اچھل کر کھڑا ہوگیا۔ صداقت علی کراہتے ہوئے کمزور سی آواز میں کہہ رہا تھا۔ "میں زخمی ہوں مگر خیریت سے ہوں۔ شانی اور تم سے کہتا ہوں کہ میری زندگی اور سلامتی کے بارے میں کسی کو کچھ نہ بتاؤ۔ جب تک میں نہ کہوں' دوسروں کے سامنے یہی ظاہر کرتے رہو کہ میں مرچکا ہوں اور اس دنیا میں نہیں ہوں۔"

وہ خوشی سے میز پر ہاتھ مار کر بولا۔ "بولا اومائی گاڈ! آپ کی سلامتی نے میرے اندر بارود بھر دی ہے۔ شانی کو ایک نئی زندگی ملی ہے۔ ذرا ٹھہریئے' یہ شانی ایک کاغذ پر لکھ کر مجھے دکھا رہی ہے۔ اس نے لکھا ہے۔ میں آپ سے پُر زور التجا کرتی ہوں کہ آپ ہماری تلاش میں ادھر نہ آئیں۔ سچل پر اور اپنی بیٹی پر بھروسا کریں۔ ہمیں جو حالات پیش آئیں گے ہم ان سے نمٹ لیں گے۔ انکل! میں بیان نہیں کرسکتا کہ میرے سامنے بیٹھی ہوئی شانی کس طرح مسرتوں سے نہال ہوگئی ہے۔ اس کے چہرے پر زندگی کی رونق آگئی ہے۔ میں بھی آپ سے التجا کرتا ہوں' ہماری فکر نہ کریں۔ ہم پر اعتماد کریں۔ ہم جلد ہی آپ کے پاس آئیں گے' پلیز آپ ادھر نہ آئیں۔"

"میرے بچو! مجھے تم دونوں پر اعتماد ہے۔ فکر نہ کرو۔ تم دونوں کی التجا سے پہلے ہی میں نے سوچ لیا تھا کہ میں تمہارے اور شانی کے لیے احمقوں کی طرح ان ڈاکوؤں کی طرف دوڑ نہیں لگاؤں گا۔ میں اپنے دشمنوں کی رگ رگ سے واقف ہوں۔ یہ اچھی طرح جانتا ہوں کہ تمہارا باپ تمہیں اور شانی کو کبھی نقصان نہیں پہنچنے دے گا کیونکہ شانی اس کی ہونے والی بہو ہے اور تم اکلوتے بیٹے ہو۔ اس نے تمہیں اپنی راہ پر چلانے کے لیے ہی تم دونوں کو اغوا کرایا ہے۔"

"میں ابھی بابا سائیں سے اس فون پر بات کرنے والا ہوں۔ آپ گائیڈ کریں' مجھے کیسا رویہ اختیار کرنا چاہیے؟"

"خود کو فکر مند ظاہر کرو۔ یہ تاثر دو کہ شانی کی سلامتی کے لیے فکر مند ہو اور اس کی خاطر کچھ بھی کرسکتے ہو۔ باپ جو کہے اس پر تھوڑی بحث کرنے کے بعد اس کے مشورے پر عمل کرو۔ آئندہ مجھ سے فون پر گفتگو کرنے کا موقع ملے تو مجھے سکندر کے نام سے مخاطب کرنا۔ میں آواز بدل کر گفتگو کروں گا۔ سکندر میرا معتمد خاص ہے۔ گفتگو کے دوران یہی ظاہر کرنا کہ میری موت کے بعد تم میرے خاص ماتحت سکندر کا سہارا لے رہے ہو۔ شانی سے کہنا میری دعائیں اس کے ساتھ ہیں۔ پھر کسی وقت مجھ سے رابطہ کرنا۔"

رابطہ ختم ہوگیا۔ سچل کاغذ پر صداقت علی سے ہونے والی گفتگو تفصیل سے لکھنے لگا۔ شانی اسے پڑھ کر خوش ہوتی رہی پھر وہ اٹھ کر موم بتیوں کے پاس گئی۔ وہاں سے ایک موم بتی اور ماچس لے آئی۔ کرسی پر بیٹھ کر میز پر موم بتی جلائی پھر اپنے اور سچل کے لکھے ہوئے تمام کاغذات جلانے لگی۔ سچل نے رب راکھن سے رابطہ کیا۔ دوسری طرف سے اس نے پوچھا۔ "ہیلو' کون ہے؟"

"ایک بد قسمت قیدی بیٹا بول رہا ہے۔"

"میرے بیٹے! میری جان! تم بد قسمت نہیں ہو۔ تمہاری بد قسمتی صرف اتنی سی ہے کہ اپنی خوش قسمتی کو نہیں سمجھ رہے ہو۔"

"کیا ڈاکوؤں کی قید میں رہنا خوش قسمتی ہے؟"

"تم اور قید میں؟ کیسی باتیں کر رہے ہو۔ کیا کسی نے تمہیں زنجیریں پہنائی ہیں؟ کیا وہ خطرناک ڈاکو تمہارے آگے ہاتھ نہیں جوڑتے ہیں؟ کسی نے ایک ذرا سی گستاخی بھی کی

ہو تو بتاؤ؟"

"بابا سائیں! ہم خوب صورت پرندوں کو بڑی چاہت سے پنجرے میں رکھتے ہیں۔ انہیں دانہ ڈالتے ہیں۔ ان سے محبت سے پیش آتے ہیں۔ اس کے باوجود یہ حقیقت نہیں بدلتی کہ وہ پنجرے کے قیدی ہیں۔ ہماری طرح قیدی....."

"نہیں بیٹے! ابھی تم جہاں ہو' وہ عارضی سرائے ہے۔ میرے آدمی تمہیں اس سے آگے ایک بہت بڑے وڈیرے کی نجی جیل میں لے جائیں گے۔ وہ جیل تمہاری تربیت گاہ ہوگی۔ سال دو سال میں تم وہاں سے بہت کچھ سیکھ کر نکلو گے۔"

"آپ کیسے باپ ہیں؟ میرا نہیں تو اپنی ہونے والی بہو کا خیال کریں۔ کیا آپ کے گھر کی عزت بھی میرے ساتھ نجی جیل میں رہے گی؟"

"میں اتنا بھی بے غیرت نہیں ہوں۔ جب تک تم ٹریننگ حاصل کرتے رہو گے میں شانی کو ایک خفیہ اڈے میں پوری عزت اور احترام کے ساتھ چھپا کر رکھوں گا۔"

"وہ بے چاری گونگی بہری ہے۔ طویل عرصے تک تنہا نہیں رہ سکے گی۔ ایک تو آپ نے اسے یتیم بنا دیا۔ اس پر اسے قیدِ تنہائی کی سزا دیں گے۔ کیا آپ نے سوچا ہے کہ اس کا گاڈ فادر نانا اس کا مطالبہ کرے گا اور آپ کے انکار پر جب وہ دشمن بنے گا تو اس کی ایک پھونک سے آپ تنکے کی طرح اُڑ جائیں گے۔"

"میں ایک نہیں' دو گاڈ فادرز سے کھیلتا آرہا ہوں۔ وہ دونوں مجھے عاجز اور کمتر سمجھتے ہیں اور یہ بھی مانتے ہیں کہ میں اپنے علاقے کا بہت طاقتور وڈیرا سائیں ہوں۔ پولیس اور ڈاکوؤں کے درمیان ایک بفرزون ہوں' ڈاکوؤں اور پولیس دونوں کی پرورش کرتا ہوں۔ پولیس والے جنگل اور گوٹھ وغیرہ کے تھانوں میں ہزاروں لاکھوں روپے کماتے ہیں اور ڈاکو ہمیشہ قانون کی گرفت سے آزاد رہتے ہیں۔ وہ دونوں گاڈفادر خواہ کتنے ہی طاقت ور اور بااختیار ہوں' مجھے کبھی تنکے کی طرح نہیں اڑا سکیں گے۔"

"یعنی آپ میری شانی کو قیدی بنا کر رکھنے کے لیے گاڈفادر پیر عظمت اللہ شاہ سے ٹکرائیں گے؟"

"میں ایسی چالیں چلتا ہوں کہ ٹکرانے کی نوبت نہیں آتی۔ تمہیں نجی جیل میں

بھیجنے سے پہلے شانی کا نکاح تم سے پڑھایا جائے گا۔ میں اس نکاح نامے کی ایک نقل اس کے گاڈ فادر نانا کے پاس بھیج دوں گا۔ اس کے ساتھ تمہارا اور شانی کا ایک خط بھی ہوگا کہ تم دونوں ہنی مون منانے کے لیے یورپ کے مختلف شہروں میں رہو گے۔"

"آپ اس طرح کیا فائدہ حاصل کریں گے؟ چند ماہ بعد اس کا گاڈفادر نانا پھر شانی سے ملنا چاہے گا۔"

"ہم اسے چار چھ ماہ تک ٹال سکتے ہیں۔ ان چار چھ ماہ میں انقلاب آجائے گا۔ اس کے ماں بننے کے آثار پیدا ہوں گے۔ تم ہمیں دادا بناؤ گے۔ ذرا سوچو' یہ کیسا انقلاب ہوگا۔ وہ گاڈفادر نانا کے پاس جانا چاہے گی تو تم باپ کی حیثیت سے اپنے بچے کی جدائی برداشت نہیں کرو گے۔ ہم شانی کو دھمکی دیں گے کہ وہ اپنے نانا کے پاس جاکر واپس نہیں آئے گی تو ہمیشہ کے لئے اپنے محبوب شوہر سے جدا ہو جائے گی۔ اسے کبھی معلوم نہیں ہوسکے گا کہ اس کے بچے کا باپ زندہ ہے یا مرچکا ہے؟"

"کیا آپ ہماری شادی زبردستی کرائیں گے؟"

"نہیں۔ تم شانی کو نکاح کرنے پر راضی کرو گے۔ اگر وہ راضی نہ ہوئی تو پھر وہ ہماری بہو نہیں رہے گی اور جب اس سے کوئی رشتہ نہیں رہے گا تو وہ لوٹ کے مال کی طرح ڈاکوؤں کے حصے میں چلی جائے گی۔"

وہ فون پر دہاڑ کے بولا۔ "یو شٹ اپ! لعنت ہے' آپ جیسے باپ پر۔ جسے بیٹا اپنی عزت سمجھتا ہے' آپ اس کی دھجیاں اڑانے کی بات کر رہے ہیں۔ آپ نے میری ماں کو اپنی عزت نہیں سمجھا۔ انہیں گھر سے نکال دیا۔ اب اپنے بیٹے کی عزت کو بھی خاک میں ملانے کی بات کر رہے ہیں۔"

"یہی کروں گا۔ تم اپنی عزت رکھو گے تو تمہاری عزت پر آنچ نہیں آئے گی۔ جو لڑکی اپنے بچے کا مجھے دادا بنائے گی' میں اسے سر آنکھوں پر بٹھاؤں گا اسی لیے تمہیں سمجھا رہا ہوں کہ شانی کو سمجھاؤ۔ اسے نکاح کے لیے راضی کرو۔ پھر میرے جیسے شفیق باپ اور اپنی بہو کے محافظ پر تم فخر کرو گے۔"

"میں آپ کی باتوں پر غور کر رہا ہوں۔"

"پچھلی رات سے جاگ رہے ہو۔ شانی کو راضی کرکے سو جاؤ۔ آج مغرب کے بعد وہاں ایک قاضی پہنچے گا۔ تم دونوں کا نکاح پڑھایا جائے گا اور ثبوت کے طور پر نکاح خوانی کی تصویریں بھی اتاری جائیں گی۔ اب آرام کرو' میں شام کو رابطہ کروں گا۔"

"آپ ماچھیو سے کہہ دیں کہ یہ فون میرے پاس رہے گا۔"

"ابھی یہ فون ماچھیو کو دے دو۔ نکاح ہو جانے کے بعد فون تمہارے پاس واپس کرے گا۔"

باپ نے فون بند کر دیا۔ سچل نے بھی موبائل فون کو آف کیا' شانی اسے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ معلوم کرنا چاہتی تھی کہ باپ بیٹے کے درمیان کیا باتیں ہوتی رہی ہیں۔ اس نے اشارے سے اسے انتظار کرنے کے لیے کہا۔ دوسری بار صداقت علی سے رابطہ کیا پھر کہا۔ "ہیلو سکندر صاحب' میں سچل بول رہا ہوں۔"

صداقت علی نے آواز بدل کر پوچھا۔ "کیا باپ سے باتیں ہو گئیں؟"

"جی ہاں۔ وہ بڑی گہری چالیں چل رہے ہیں۔ آج رات میرا اور شانی کا نکاح پڑھانا چاہتے ہیں۔ انکار کی صورت میں وہ مجھے ایک وڈیرے کی نجی جیل میں بھیج دیں گے اور شانی کو ڈاکوؤں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیں گے جبکہ ڈاکو رحم و کرم جانتے ہی نہیں ہیں۔"

صداقت علی نے کہا۔ "حالات سے سمجھوتا کرنے میں کوئی نقصان نہیں ہے۔ آج نہیں تو کل تم دونوں کو رشتہ ازدواج میں منسلک ہونا ہی تھا۔ وہ اب ہو جائے تو صرف یہ فرق پڑے گا کہ تم دونوں کے بزرگ ایسے وقت موجود نہیں رہیں گے۔ میں نے پہلے ہی مشورہ دیا تھا۔ باپ کے سامنے آہستہ آہستہ جھکتے رہو۔ اسے یقین دلاتے رہو کہ اس کے صحیح جانشین بنتے جا رہے ہو۔ ابھی شانی کے سامنے میرا پیغام لکھو۔"

سچل ایک ہاتھ سے فون اور دوسرے ہاتھ سے قلم سنبھال کر لکھنے لگا۔ "میں تمہارے ڈیڈی کا پیغام لکھ رہا ہوں۔ وہ میرے کان میں کہہ رہے ہیں۔ میری لاڈلی! باپ کی جان! تمہارے ہاتھوں میں مہندی نہیں لگائی جائے گی۔ ڈھولک پر سہاگ کے گیت نہیں گائے جائیں گے اور آج مغرب کے بعد تمہارا نکاح سچل سے پڑھا دیا جائے گا۔ میں

ایک باپ کی حیثیت سے نکاح کی منظوری دیتا ہوں۔ تم انکار نہ کرنا۔ نکاح قبول کرنا اور غور کرنا کہ تم اس نکاح کے بعد کس طرح رب راکھن کی بازی پلٹ سکتی ہو' اسے پڑھ کر جلا دو۔"

شانی نے اس کاغذ کو ماچس کی جلتی ہوئی تیلی دکھائی پھر پلک جھپکائے بغیر جلتی ہوئی تحریر کو دیکھنے لگی۔ کاغذ کے شعلے کی سرخ روشنی اس کے چہرے پر دمک رہی تھی۔ وہ چہرہ انگارے کی طرح دہک رہا تھا۔ وہ دل سے سچل کی شریک حیات بننا چاہتی تھی لیکن زبردستی دلہن نہیں بننا چاہتی تھی۔ جبر کرنا گویا عورت کی توہین کرنا ہے۔ وہ خود کو سمجھا رہی تھی کہ باپ کی منظوری کے بعد یہ توہین مصلحت اندیشی میں تبدیل ہو گئی ہے۔

★==========★==========★

جس طرح اسلام آباد میں سیاست شباب پر رہتی ہے اسی طرح سردی بھی شباب پر تھی۔ ایک بڑے سے بند کمرے میں بڑے بڑے ہیٹر آن تھے اور انگاروں کی طرح دہکتے ہوئے وہاں بیٹھے ہوئے افراد کو گرمی پہنچا رہے تھے۔

وہ حمزہ بیگ کی کوٹھی کا ایک زیر زمین کمرا تھا۔ برسوں سے اس کوٹھی میں بڑے بڑے لیڈر' سیاسی قلابازیاں کھانے کے لیے آتے اور جاتے رہے تھے لیکن جب بھارتی ایجنٹ آیا کرتے تھے تو کوٹھی کا انچارج پاکستانی لیڈروں سے کہہ دیتا تھا' گاڈ فادر شہر میں نہیں ہیں۔ کہاں گئے ہیں؟ کب آئیں گے؟ یہ پتا نہیں ہے۔ لہٰذا فون پر ملاقات کا وقت مقرر کرنے کے بعد آئیں۔

اس طرح پاکستانی لیڈروں کو گھر کی مرغی دال برابر سمجھ کر ٹال دیا جاتا تھا اور گاڈ فادر حمزہ بیگ زیر زمین کمرے میں موجود رہتا تھا۔ اس رات بھی اس کمرے میں ایک بڑی سی میز کے اطراف چار بھارتی ایجنٹ حمزہ بیگ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔

ایک بھارتی ایجنٹ راما راؤ نے کہا۔ "جب سے پاکستان وجود میں آیا ہے تب سے ہمارا مشاہدہ اور تجربہ یہی ہے کہ پاکستان کے لوگ صوبوں کی بنیاد پر ایک دوسرے سے اختلاف رکھتے ہیں لیکن یہ اختلافات شدت سے ظاہر نہیں ہوتے۔ یہ لوگ لسانی بنیاد پر بھی آپس میں لڑتے ہیں۔ سماجی اور سیاسی حیثیت میں ایک دوسرے سے برتری حاصل

کرنے میں مصروف رہتے ہیں۔ ہم اس قوم کے افراد کے اختلافات اور آپس کی دشمنیو
کو اور ہوا دیتے ہیں اور اسی قوم کے افراد کو دہشت گرد بنا کر بڑے شہروں میں امن وامان
کا مسئلہ پیدا کرتے ہیں لیکن ایک بات اس قوم کے لوگوں میں مشترک ہے اور وہ یہ کہ ہر
پاکستانی اپنی جگہ مذہبی اور جذباتی ہے۔ جب مذہب پر آنچ آتی ہے تو یہاں کے عوام ذاتی
اختلافات بھلا کر ایک ہو جاتے ہیں' ان کا یہ مذہبی اتحاد ہمارے کتنے ہی منصوبوں کو ناکام بنا
چکا ہے۔"

دوسرے ایجنٹ ست نرائن نے کہا۔ "پھر بھی ہم اپنے چند منصوبوں میں کامیاب
رہتے ہیں۔ دنیا کی کسی بھی قوم کو اندر سے کھوکھلا بنانے کے لیے وہاں کی عورتوں کو آلۂ
کار بنایا جاتا ہے۔"

حمزہ بیگ نے کہا۔ "بے شک یہ ازلی حقیقت ہے۔ سب سے پہلے شیطان نے
بی بی حوّا کو آلۂ کار بنا کر حضرت آدمؑ کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر آمادہ کیا۔ تب سے آج تک
ہماری دنیا میں عورت کے ذریعے تہذیب اور ثقافت پر حملے کیے جا رہے ہیں۔ پہلے عید اور
آزادی کے موقعوں پر ٹی وی اسکرین پر صرف مرد ناچتے تھے' اب عورتیں بھی ناچتی
ہیں۔ اسٹیج اور کلبوں میں رقص کے علاوہ مسلمان حسیناؤں کے فیشن شو بھی ہونے لگے
ہیں۔ اس ملک میں کنڈوم کلچر عام ہو چکا ہے۔ اب عورتیں شادی کے بغیر راتیں باہر گزار
کر بھی حاملہ نہیں ہوتیں۔ اسکولوں اور کالجوں کی لڑکیاں بدنامی سے پہلے ہی تحفظ حاصل
کر لیتی ہیں۔ عورت صرف عورت نہیں ہوتی۔ ماں' بہن اور بیٹی بھی ہوتی ہے۔ جس
ملک اور قوم میں ماں' بہن اور بیٹی بے حیا ہو جائے' وہاں پہلے تہذیب اور ثقافت کا جنازہ
اٹھتا ہے پھر مذہب اندر سے کھوکھلا ہوتا چلا جاتا ہے۔"

تیسرے ایجنٹ رام اوتار نے کہا۔ "فی الحال ہمارا ٹارگٹ پاکستان ہے۔ کوئی
ضروری نہیں کہ پاکستان سے بھارت کی ایٹمی جنگ ہو۔ یہاں کے مسلمانوں کی غیرت اور
شرم کو مار دیا جائے تو یہ کسی ایٹمی ہتھیار کے بغیر ہی مُردہ قوم کہلائیں گے۔ یہ مانا کہ اب
یہاں کسی حد تک بے حیائی اور کنڈوم کلچر پھیل رہا ہے لیکن اسلامی جنون رکھنے والی اس
قوم کو اقتصادی اور معاشی لحاظ سے بھی کمزور بنانا ہوگا۔ اس سلسلے میں ہماری میٹنگ پچھلے

سال ہوئی تھی اور اس سلسلے میں مسٹر حمزہ بیگ نے نمایاں کردار ادا کیا ہے۔"

حمزہ بیگ نے کہا۔ "آپ جانتے ہیں کہ یہاں کے حکمرانوں کے مشیر حضرات
میرے زر خرید ہوا کرتے ہیں۔ میں جو منصوبے ان مشیر حضرات کے دماغوں میں ٹھونس
دیتا ہوں' وہ سب ان ہی مشوروں کو حکمرانوں کے دماغوں میں ٹھونس دیتے ہیں۔ نتیجہ
آپ لوگوں کے سامنے ہے۔ ایک منصوبے کے تحت کراچی شہر اقتصادی اور معاشی لحاظ
سے تباہ کیا جا رہا ہے۔ اب پنجاب کے چھوٹے بڑے شہروں کو بھی مفلوج کر دیا جائے گا۔
یہاں کتنی ہی ملیں اور کارخانے بند ہو چکے ہیں۔ جس ملک کے بڑے شہروں میں دہشت
گردی اور تخریب کاری ہوتی رہے اور ملکی صنعت کار تباہ ہو جائیں وہاں غیر ملکی صنعت
کار اپنا سرمایہ نہیں لگاتے۔ اس کے برعکس غیر ملکی صنعت کار کروڑوں روپے کی سرمایہ
کاری کر رہے ہیں۔ یہاں کی معیشت اس طرح تباہ ہوتی رہے گی تو غیر ملکی اربوں روپے
کی سرمایہ کاری سے اپنی صنعتیں قائم کریں گے۔ ابھی پاکستانی عوام کو یہ سمجھایا جا رہا ہے
کہ غیر ملکی ہم پر مہربان ہیں' وہ ہماری ترقی کے لیے ہمارے ملک کے بدترین حالات کے
باوجود یہاں کثیر سرمایہ خرچ کر رہے ہیں۔ قوم کو یہ نہیں سمجھایا جا رہا ہے کہ پاکستانی صنعت
کاروں کو کچل کر ان کی لاشوں پر غیر ملکی صنعتیں قائم کی جا رہی ہیں۔"

چوتھے بھارتی ایجنٹ واسودیو نے کہا۔ "ہماری یہ کامیابیاں اس مرحلے پر پہنچ گئی ہیں
کہ اب اسرائیلی اور بھارتی تاجر بھی یہاں قدم رکھیں تو یہاں کی چند اسلامی جماعتیں
ہمارے خلاف تحریک چلائیں گی لیکن مہنگائی کے پہاڑ تلے دبی ہوئی قوم اپنے بال بچوں کی
فکر میں صرف نعرے بازی تک ساتھ دے گی پھر سمندر کے جھاگ کی طرح بیٹھ جائے
گی۔ اب اس ملک میں کسی سیاسی جماعت کی تحریک کامیاب نہیں ہو رہی ہے۔ اب
پاکستان کو اپنے دباؤ میں رکھنے کے لیے اس قوم کے سروں پر ایک دو ہتھوڑے اور مارے
جا سکتے ہیں۔"

حمزہ بیگ نے کہا۔ "یہی مرحلہ سب سے مشکل ہے۔ یہاں کے مسلمان تباہی کے
آخری دہانے تک پہنچ جائیں گے لیکن یہودیوں اور ہندوؤں کو کبھی پاکستان میں برداشت
نہیں کریں گے۔"

راما راؤ نے ہنستے ہوئے کہا۔ "قوت برداشت وقت کے ساتھ ساتھ کمزور پڑجاتی ہے۔ اب وہ پاکستان بنانے والے 1947ء کے فولادی عزائم والے مسلمان نہیں رہے۔ جو قوم اپنے بچوں کے لیے مہنگی ہونے والی روٹی سستی نہیں کراسکتی' وہ ہمارے مہنگے منصوبوں کا توڑ کیا کرے گی؟

"مسٹر حمزہ بیگ! ہم آپ کی پشت پر ہیں۔ آپ بھارت اور پاکستان کے درمیان راہیں ہموار کردیں۔ آپ کی اس اہم کارکردگی کے صلے میں بھارتی حکومت نے آپ کے لیے پچیس کروڑ روپے رکھے ہیں۔ کل پیشگی کے طور پر آپ کو پانچ کروڑ مل جائیں گے۔"

حمزہ بیگ نے کہا۔ "میں نے پچھلی بار کہا تھا کہ آپ کی ایجنسی کی ایک چالباز حسینہ مجھے پسند آگئی ہے۔ میں نے اپنی چوتھی بیوی کو اسی لیے قتل کردیا ہے کہ وہ حسینہ آرتی دیوی صرف دکھاوے کے لیے مسلمان بن جائے اور میری چوتھی بیوی بن کر رہا کرے تو آرتی دیوی کی چالبازیاں میرے بہت کام آئیں گی اور آپ کے حکمرانوں کو وہ سیاسی فائدہ حاصل ہوں گے جو پہلے کبھی نہیں ہوئے تھے۔"

واسودیو نے کہا۔ "آرتی دیوی بھی آپ کے ساتھ رہ کر کام کرنا چاہتی ہے۔ آپ یہاں سے اٹھ کر اوپر اپنی کوٹھی میں جائیں گے تو وہ آپ کے بیڈ روم میں سراپا انتظار بن کر موجود رہے گی۔"

حمزہ بیگ نے مسکرا کر کہا۔ "پھر تو مجھے یہاں سے اٹھنا چاہیے۔ وہ کافر حسینہ کئی ماہ سے میرے صبر کا امتحان لیتی آرہی ہے۔ آج مجھے صبر کا میٹھا پھل ملے گا۔"

پھر وہ کرسی سے اٹھ کر بولا۔ "ایک آخری بات رہ گئی ہے۔ مجھے یہاں سے لاہور اور کراچی تک مزید پچاس جانباز اور وفادار ہندوستانیوں کی ضرورت ہے۔ فی الوقت جتنے بھارتی وفادار میرے ماتحت بنے ہوئے ہیں' وہ پکے مسلمان بنے ہوئے ہیں اور صحیح تلفظ کے ساتھ اردو بولتے ہیں۔ صداقت علی جیسا انٹیلی جنس کا ڈائریکٹر جنرل بھی ان پر شبہ نہیں کرسکا۔ مجھے ایسے ہی مزید پچاس تربیت یافتہ ہندو وفادار ماتحتوں کی ضرورت ہے جو کامیابی سے مسلمان بن کر میرے لیے خدمات انجام دے سکیں۔"

وہ سب اٹھ کر کھڑے ہوگئے۔ راما راؤ نے کہا۔ "ایک ہفتے کے اندر آپ کو اپنی مرضی کے مطابق پچاس بھارتی خدمت گار مل جائیں گے۔"

حمزہ بیگ نے ان سب سے مصافحہ کیا اور انہیں چور دروازے سے رخصت کردیا۔ اس کے بعد زیر زمین کمرے کے ایک اندرونی زینے سے کوٹھی میں آیا۔ بڑی بے قراری سے چلتا ہوا اپنے بیڈ روم میں پہنچا تو وہ کافر حسینہ وہاں موجود تھی۔

اس مہنگے بیڈ روم کی ہلکی خواب آور سبز روشنی میں وہ مہنگی حسینہ اپنے گورے پھسلتے ہوئے بدن پر باریک ریشم کی نائٹی پہنے ہوئے تھی۔ دھیمی دھیمی سبز روشنی میں وہ بے لباس بھی لگ رہی تھی اور ملبوس بھی۔ آڈیو کیسٹ سے ہندی جذباتی گانے اور موسیقی کی آواز ابھر رہی تھی اور وہ اس موسیقی کی دھن پر ہولے ہولے رقص کر رہی تھی۔ اسے دیکھ کر مسکراتے ہوئے بولی۔ "خوش آمدید حمزہ!"

اس نے قریب آکر اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر کہا۔ "یہ میرا گھر ہے' مجھے خوش آمدید کہنا چاہیے۔"

"نہیں۔ میں تم سے پہلے تمہارے بیڈ روم میں تھی۔ یوں بھی پورا مکان مرد کا ہوتا ہے لیکن بیڈ روم کو فتح کرنے والی عورت ہوتی ہے۔ اس خواب گاہ پر میرا قبضہ ہے اس لیے میں نے تمہیں خوش آمدید کہا ہے۔ البتہ مجھے پاکستان میں قدم رکھنے پر خوش آمدید کہہ سکتے ہو۔"

وہ اس کی گرفت سے نکل کر بیڈ روم کے اس حصے میں آئی جہاں ایک دائرہ نما کاؤنٹر بنا ہوا تھا۔ وہ کاؤنٹر ایک دائرے میں گھوم رہا تھا۔ کاؤنٹر پر رکھی ہوئی وہسکی' وائن اور واڈکا کی بوتلیں بھی ایک دائرے میں گھوم رہی تھیں۔ آرتی اس دائرے میں آکر گھومتی ہوئی بولی۔ "کیا پسند کرو گے؟"

اس نے کہا۔ "بلیک ڈاگ۔"

ویسے تو بلیک ڈاگ ایک وہسکی کا نام ہے لیکن بلیک ڈاگ یعنی کالا کتا جب کاٹتا ہے تو پاگل ہوکر کافر حسینہ کی آغوش میں گرنے اور اپنی ہی قوم کو کتے کی طرح کاٹنے کا جنون بڑھتا جاتا ہے۔

اس نے دائرے میں آکر آرتی کے ہاتھ سے پہلا جام پیا۔ اس دائرے کے درمیان چھوٹے سے بستر کی طرح ایک گول نرم لچک دار کشن تھا۔ آرتی نے دوسرا جام پیش کیا وہ بولا۔ "اس دائرے سے باہر چلو۔ یہ گھومتا ہے تو دوسرے ہی پیگ میں سر گھومنے لگتا ہے۔"

آرتی نے مسکراتے ہوئے اسے پیار سے دھکا دیا۔ وہ کشن کی ملائم گود میں گر پڑا۔ آرتی دوسرا جام لے کر اس کے پاس بیٹھ کر بولی۔

"اس دائرے اور شراب سے نہیں' بڑھاپے سے سر چکراتا ہے۔"

"کیا تم مجھے بوڑھا سمجھتی ہو؟"

"کتنی ہے تمہاری عمر؟"

"بس اتنی ہی' جتنے تاش کے پتے ہوتے ہیں۔"

"یعنی تم اپنے بچپن اور اپنی جوانی کے باون پتے کھیل چکے ہو۔ اب تمہارے ہاتھ میں صرف جوکر کا ایک فاضل پتا رہ گیا ہے۔ ایسے میں صرف ہوس رہ جاتی ہے۔ لو پیو تمہارا سر چکرائے گا تو میں تمہیں اپنی آغوش میں تھپک تھپک کر سلا دوں گی۔"

اس نے شیشے کے نازک سے جام کو ہٹا کر کہا۔ "اس عمر میں جسم کو زوال آتا ہے اور عقل کو کمال حاصل ہوتا ہے۔ تجربات کی بھٹی میں پک کر اس عمر میں ہم جیسے مجرم گاڈ فادر بنتے ہیں۔ ابھی نہ پلاؤ' کام کی باتیں کرو۔ ایک نیام میں دو تلواریں نہیں رہتیں۔ ایک ملک میں دو گاڈفادرز کو بھی نہیں رہنا چاہیے لیکن اس پیر عظمت اللہ شاہ کے سر پر امریکہ بہادر کا ہاتھ رہتا ہے۔"

وہ بولی۔ "تم بھی کچھ کم نہیں ہو۔ تم پر اسرائیل اور بھارت کی چھتر چھایا ہے اور امریکہ ہمیشہ اسرائیل اور بھارت کے تعاون سے ہی اسلامی ممالک میں اپنی پسند کی حکومتیں قائم کرتا ہے۔ اگر یہ دو بازو نہ رہیں تو امریکہ ایک اپاہج جسم نظر آئے گا۔"

حمزہ بیگ نے کہا۔ "میں چاہتا ہوں جس طرح امریکہ سپر پاور کہلانے کے باوجود اسرائیل اور بھارت کے دباؤ میں رہتا ہے اسی طرح وہ گاڈ فادر پیر شاہ میرے دباؤ میں رہا کرے۔"

"کبھی کبھی اسے جھٹکے پہنچاتے رہو۔ وہ تمہاری طرف سے محتاط اور چوکنا رہے گا۔ تم اس کے لاشعور میں ایک انجانے خطرے کی طرح چھپے رہو گے۔ بار بار جھٹکے پہنچتے رہیں گے تو وہ تم سے سمجھوتا کرنے کی کوششیں کرے گا اور تمہارے معاملات میں مداخلت نہیں کرے گا۔"

"تم ابھی یہ مشورہ دے رہی ہو' میں نے تمہارے مشورے سے پہلے ہی یہ طے کرلیا ہے کہ اسے ابتدا میں دو چار زبردست صدمات پہنچاؤں گا۔ وہ اپنے داماد سے ہزار دشمنی کے باوجود اسے جانی نقصان نہیں پہنچاتا تھا۔ میں نے سائین رب راکھن کو پچاس لاکھ روپے دے کر صداقت علی کو ہلاک کرا دیا۔ ہاجرہ اس کی جان سے زیادہ بیٹی ہے۔ میں نے اس کی بیٹی کو بیوہ بنا دیا ہے۔ سنا ہے کہ ہاجرہ پر سکتہ طاری ہے۔ یہ صدمہ دشمن گاڈفادر کے دل کی دھڑکنوں کو رہ رہ کر روکتا ہوگا۔ میں نے آج دوسرا زبردست صدمہ اسے پہنچایا ہے۔ بس اسی طرح جلد ہی اس کے دل کی دھڑکنیں رک جائیں گی۔"

حمزہ بیگ دشمن گاڈفادر کے پوتے سنی اور پوتی روبی کے بارے میں کہہ رہا تھا۔ پیر عظمت اللہ شاہ نے فون پر حمزہ بیگ سے پہلی بار سمجھوتا کرنے کے لیے کہا تھا۔ "میری پوتی اور پوتا تمہاری بیٹی سے ملاقات کرنے جا رہے ہیں۔ نازو کو اپنی ماں کی ہلاکت کا غم ہے اور روبی اور سنی' صداقت علی کی ہلاکت پر غمزہ ہیں۔ وہ تینوں اپنا دل بہلانے کے لئے باہر کہیں تفریح کے لئے جائیں گے۔ ایسے وقت میں تمہاری بیٹی کو کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ وعدہ کرو کہ تم بھی میرے پوتے اور پوتی سے کوئی دشمنی نہیں کرو گے؟"

حمزہ بیگ نے کہا تھا۔ "میں تمہاری طرح کمال احمد عرف چنگی بادشاہ کو کتے کی موت مارنا چاہتا ہوں۔ تمہارے اس ذوکوڑی کے ماتحت نے میری بیٹی سے عشق کرنے کی جرأت کی ہے۔ ابھی سنی اور روبی کے ساتھ نازو آؤٹنگ کے لیے جائے گی تو کمال احمد جہاں بھی چھپا ہوا ہے وہ کسی نہ کسی بھیس میں نازو سے ملنے آئے گا۔ ایسے وقت میرے آدمی اسے گولی مار دیں گے۔"

پیر عظمت اللہ شاہ بھی یہ نہیں چاہتا تھا کہ اس سے غداری کرنے والا کمال احمد زندہ رہے۔ اس نے بھی اسے قتل کرنے کے انتظامات کیے تھے۔

جرائم کی دلدل میں دھنسے رہنے والے دونوں گاڈ فادر نہیں جانتے تھے کہ ان اولادوں کے ساتھ کیا ہونے والا ہے۔ سنی' روبی اور نازو ایک کار میں بیٹھ کر ہاکس بے طرف گئے تھے۔ نازو نے اپنی دانست میں بڑی رازداری سے فون پر کمال احمد کو بتا دیا کہ وہ تفریح کے لیے کہاں جارہی ہے؟

حمزہ بیگ کے حکم کے مطابق نازو کی ہر فون کال ریکارڈ رہتی تھی۔ کمال احمد احتیاطاً نازو سے پوچھا تھا۔ "کیا تمہیں یقین ہے کہ فون پر ہماری باتیں کوئی تیسرا نہیں رہا ہے؟"

نازو نے یقین سے کہا تھا کہ وہ ریسیور کے ماؤتھ پیس کو کھول کر دیکھ چکی ہے ریسیور کے اندر کوئی ڈیٹیکٹو آلہ نہیں ہے۔

وہ نہیں جانتی تھی کہ جس ڈرائنگ روم میں فون ہے اس میں لگے فانوس میں ایک ہائی پاور کا مائیک چھپا کر رکھا گیا تھا۔ اس ڈرائنگ روم کے جس حصے سے باتیں کی جاتیں وہ مائیک ان باتوں کے ایک ایک لفظ کو کیچ کر لیتا تھا۔

اگر چہ کمال احمد نے چنگی بادشاہ کی حیثیت سے جرائم کی دنیا میں کوئی آٹھ یا دس برس گزارے تھے تاہم ایک گاڈفادر کے تابع رہنے کے باعث اس نے مختصر سے عرصے میں بڑے تجربات حاصل کیے تھے پھر یہ بات موٹی عقل سے بھی سمجھی جاسکتی تھی کہ دونوں گاڈ فادر اس کے خون کے پیاسے ہیں۔ وہ دونوں ضرور اپنے اپنے ہتھکنڈے اس پر آزمائیں گے۔

اس نے ایک کرائے کے بدمعاش کو دو ہزار روپے دیے اور اس سے کہا۔ "ہاکس بے پر میری محبوبہ نازو مجھ سے ملنے آئے گی لیکن میرے دشمن میری تاک میں ہوں گے۔ تم میری رینٹڈ کار میں وہاں جاؤ۔ وہ کار کا نمبر پڑھ کر سمجھے گی کہ میں بھیس بدل کر بیٹھا ہوں۔ وہ جیسے ہی آئے تم اسے میرا یہ خط دے دینا اور وہاں سے چلے آنا۔ میں دور کہیں چھپ کر دیکھتا رہوں گا۔ اگر دشمن وہاں موجود نہ رہے تو میں اپنی نازو کے پاس جاؤں گا۔"

کرائے کے بدمعاش نے کہا۔ "اگر دشمنوں نے یہ سمجھا کہ اس کار میں تم بھیس

بدل کر ہو تو وہ مجھے گولی مار دیں گے۔"

کمال احمد نے کہا۔ "وہ گولی مارنے والے جانی دشمن نہیں ہیں۔ وہ صرف مجھے پکڑ کر میری محبوبہ کے باپ کے پاس لے جانا چاہتے ہیں۔ تمہیں پکڑیں گے تو پتا چل جائے گا کہ تم بھیس میں نہیں ہو اور کمال احمد نہیں ہو تو تمہیں چھوڑ دیں گے۔"

اس نے جھوٹ بول کر باتیں بنا کر اس بدمعاش کو راضی کر لیا پھر خود حلیہ بدل کر ہاکس بے پہنچ گیا۔ وہاں اس نے دور سے نازو' روبی اور سنی کو دیکھا۔ وہ تینوں کار سے نکل کر ساحل کی طرف جانے لگے۔ ان کے جھکے ہوئے سر اور چلنے کے انداز سے پتا چل رہا تھا کہ وہ اپنے پیاروں کی ہلاکت کے صدمے سے نڈھال ہیں۔

نازو بار بار سر اٹھا کر ساحل کی طرف آنے والی کاروں کو دیکھتی تھی۔ اس نے روبی اور سنی کو بھی بتا دیا تھا کہ ان کا ساتھی کمال احمد بھیس بدل کر ایک رینٹڈ کار میں آئے گا۔ کار کا نمبر ہے' LHE 0937

پھر اس نمبر کی کار ساحلی پارک سے ذرا دور نظر آگئی۔

نازو نے کہا۔ "روبی! میں ابھی جاکر دیکھتی ہوں۔ کمال ہوگا تو اشارہ کروں گی' تم دونوں چلے آنا۔"

وہ ان سے دور رینٹڈ کار کی طرف جانے لگی۔ جس طرح یہ کہاوت درست ہے کہ چور چوری سے جاتا ہے' ہیرا پھیری سے نہیں اسی طرح یہ بھی درست ہے کہ کمینے کبھی کمینے پن سے باز نہیں آتے۔

پیر عظمت اللہ شاہ نے اپنے بہترین نشانہ باز ماتحتوں سے کہا تھا۔ "نازو پر نظر رکھنا۔ وہ جس اجنبی سے ملنے جائے گی وہی غدار کمال احمد ہوگا۔ اسے گولی مارتے ہی نازو کو بھی گولی مار دینا۔ دشمن گاڈ فادر یہی سمجھے گا کہ اس کی بیٹی کمال احمد کی طرف آنے والی گولیوں کی زد میں آگئی تھی۔"

پھر اس نے سیکیورٹی گارڈز کو حکم دیا تھا۔ "تم چاروں روبی اور سنی پر نظر رکھنا۔ جیسے ہی نازو اور کمال کی طرف گولی چلے' فوراً ہماری پوتی اور پوتے کو چاروں طرف سے گھیر کر بحفاظت اپنی گاڑی میں لے آنا۔"

دوسری طرف حمزہ بیگ نے اپنے وفاداروں سے کہا۔ "نازو جس اجنبی سے ملاقات کرنے جائے اسے اجنبی کے قریب پہنچنے سے پہلے اٹھا کر بحفاظت دور لے جانا۔ کمال احمد کو قتل کرنے کی جلدی نہ کرنا۔ ہم اسے قتل نہ کریں۔ تب بھی گاڈفادر پیر شاہ کے آدمی اسے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

پھر اس نے اپنے بہترین نشانہ باز ماتحتوں سے کہا۔ "جیسے ہی نازو کمال سے ملنے کے لیے روبی اور سنی سے دور ہو.....' ویسے ہی روبی اور سنی کو گولیوں سے چھلنی کر دینا۔ دشمن گاڈفادر کو یہی سمجھنا چاہیے کہ اس کا پوتا اور پوتی کمال کی طرف چلنے والی گولیوں کی زد میں آگئے تھے۔"

ایک گاڈفادر صرف اپنی بیٹی کو محفوظ رکھنا چاہتا تھا۔ دوسرا صرف اپنی پوتی اور پوتے کو۔ دونوں گاڈفادرز کی نظروں میں باقی لوگوں کی زندگیاں صرف لہو میں نہانے کے لیے تھیں۔

اور لہو میں نہانے کا وقت آگیا تھا۔ نازو اس رینٹڈ کار کی طرف جا رہی تھی۔ حمزہ بیگ کے وفاداروں نے جب اسے ایک کار کے قریب پہنچتے دیکھا تو اس کی حفاظت کے لیے دوڑتے ہوئے جانے لگے۔ گاڈفادر پیر شاہ کے نشانہ باز ماتحتوں نے دیکھا کہ نازو کو بچانے والے آرہے ہیں تو انہوں نے اپنی پجیرو کی کھڑکیوں سے فائر کھول دیا۔ ایک ساتھ بے شمار گولیاں چلنے لگیں۔ نازو کو بچانے والے صرف دو قدم کے فاصلے پر رہ گئے تھے' تب ہی نازو کے حلق سے چیخیں نکلیں۔ کئی گولیاں اسے اور اس کے بچانے والوں کو لگیں۔ وہ سب ریت پر گر کر تڑپنے لگے۔ جو بچے وہ ریت پر اوندھے منہ لیٹ کر پجیرو کی طرف فائرنگ کرنے لگے۔

پجیرو دور جا رہی تھی۔ انہیں نازو کو ٹھکانے لگانے کا حکم دیا گیا تھا۔ وہ حکم کی تعمیل کر چکے تھے۔ پجیرو ایک لمبا چکر کاٹ کر رینٹڈ کار کی طرف فائرنگ کرتے ہوئے گزرنے لگی۔ کرائے کا بدمعاش دو ہزار روپے گویا اپنی ہی موت کا معاوضہ لے کر جہنم کی طرف چلا گیا۔

ادھر روبی نے نازو کی چیخ سنتے ہی اس کی طرف دوڑ لگائی۔ سنی نے آواز دی۔

"رک جاؤ روبی! دو طرفہ فائرنگ کی زد میں آجاؤ گی۔"

لیکن روبی دوڑتی جا رہی تھی۔ پیر عظمت اللہ شاہ کا سیکیورٹی گارڈ اسے بچانے کے لیے دوڑتا ہوا آیا۔ اسی وقت تڑتڑاتڑ کی آواز میں روبی اور سیکیورٹی گارڈ کی چیخیں سنائی دیں۔ سنی نے روبی کو گولیاں کھا کر گرتے دیکھا تو تڑپ کر ادھر جانا چاہا۔ اسی وقت ایک سیکیورٹی گارڈ نے اس پر چھلانگ لگائی۔ اس کے ساتھ ریت پر گرا پھر اس پر چھا گیا اور بولا۔ "نہیں سنی بابا! لیٹے رہنا ذرا بھی سر نہ اٹھانا۔"

وہ سنی پر چھا گیا تھا۔ گولیاں چل رہی تھیں۔ سیکیورٹی گارڈ کے جسم میں جگہ جگہ پیوست ہو رہی تھیں۔ سنی نے جوابی فائرنگ کے لیے اس کے نیچے سے نکلنے کی کوششیں کیں لیکن گارڈ نے اپنی آخری سانس تک اسے اٹھنے نہیں دیا پھر بے دم ہو کر سنی پر سے لڑھک گیا۔ سنی نے اس کی گن لی پھر ریت پر اوندھا لیٹ کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔

اتنی زبردست فائرنگ سے خوف زدہ ہو کر تفریح کرنے والے مرد عورتیں اور بچے دور بھاگے چلے گئے تھے۔ فائرنگ کرنے والے بڑے پھرتیلے تھے۔ اپنے اپنے ٹارگٹ کو ہلاک کرتے ہی وہاں سے فرار ہو گئے تھے۔ جب سنی کے ہاتھوں میں اس کے جان نثار گارڈ کی گن آئی تو میدان خالی ہو چکا تھا۔ دونوں طرف سے فائرنگ کرنے والے اپنے اپنے گاڈفادر کے احکامات کی تعمیل کر کے جا چکے تھے۔

وہ دوڑتا ہوا اپنی روبی کے پاس آیا۔ وہ ریت پر چاروں شانے چت پڑی ہوئی تھی۔ اس کی کھلی ہوئی آنکھیں سنی کو دیکھ رہی تھیں لیکن نہیں' یہ ضروری نہیں ہے کہ کھلی آنکھوں میں زندگی بھی ہو۔ سنی نے ایک نظر میں اس کی ساکت آنکھوں سے سمجھ لیا کہ وہ ہمیشہ کے لئے بچھڑ گئی ہے۔

پھر بھی اس نے آواز دی۔ "روبی! روبی!"

وہ اس کے پاس آیا۔ گھٹنے ٹیک کر اس پر جھک گیا۔ آنکھیں کھلی ہوئی تھیں۔ سنی کے دل پر گھونسے لگ رہے تھے۔ وہ جانتا تھا' ایسا سوچنا حماقت ہے پھر بھی دل پوچھ رہا تھا' کیا وہ دم توڑنے کے بعد بھی آنکھیں کھلی رکھ کر اپنے سنی کو دیکھ رہی ہے؟

روبی نے بعد مرگ بھی رکھا وفا کا پاس
آنکھیں کھلی ہوئی ہیں ترے انتظار میں

سنی نے اس کی آنکھوں پر اپنی ہتھیلی رکھ کر انہیں بند کر دیا پھر اس سے لپٹ گیا۔ صدمات سے چُور ہونے کے باوجود نہیں رو رہا تھا۔ اگر روبی کہتی' میں تمہارے آنسو دیکھنا چاہتی ہوں تو وہ اس کی فرمائش پر ضرور رو دیتا۔ وہ نہیں رہی' یہ احساس ہونے لگا کہ وہ بھی نہیں رہا۔ وہ بھی مرچکا ہے اور مرنے والا اپنی مرنے والی پر بھلا کیسے رو سکتا ہے؟

بڑی دیر بعد پولیس کی گاڑیوں کے سائرن سنائی دیے۔ درجنوں سپاہی اور افسران تھے۔ وہ سپاہیوں سے کہہ رہے تھے۔ "تم ادھر جاؤ اور تم ادھر اور تم ادھر۔ یہاں تفریح کے لیے آنے والوں سے پوچھو۔ جو لوگ قاتلوں کو شناخت کر سکتے ہوں' انہیں اپنی نگرانی میں رکھو۔"

پھر افسران اور کئی سپاہی دور تک پڑی ہوئی لاشوں کے پاس آئے۔ ایک نے سنی کو پکڑ کر روبی سے الگ کیا' پھر کہا۔ "سر! یہ زندہ ہے۔ میں سمجھ رہا تھا ایک لاش کے اوپر دوسری لاش پڑی ہوئی ہے مگر یہ تو زندہ ہے۔"

ایک افسر نے قریب آکر سنی کو دیکھا' پھر کہا۔ "او گاڈ! یہ تو پیر عظمت اللہ شاہ کا پوتا ہے اور..... اور یہ لاش ان کی پوتی کی ہے۔"

افسر نے جھک کر سنی کے دونوں بازو تھام لئے پھر اسے جھنجوڑ کر آواز دی۔ "مسٹر ثناء اللہ شاہ! یہ سب کیسے ہوا؟ آپ نے ضرور قاتلوں کو دیکھا ہوگا؟ آپ انہیں پہچانیں گے اور انہیں گرفتار کرنے میں ہماری مدد کریں گے؟"

ایک افسر گاڑی کے پاس کھڑا موبائل فون پر کہہ رہا تھا۔ "دو لڑکیوں اور پانچ مردوں کی لاشیں ہیں۔ ایمبولینسیں لے آؤ اور انہیں پوسٹ مارٹم کے لئے لے جاؤ۔"

ایک گھنٹے بعد ان لاشوں کو لے جانے کے لئے ایمبولینسیں آئیں تو پیر عظمت اللہ شاہ سلطانی اپنے بیٹے برکت اور رحمت کے علاوہ کئی سیکیورٹی گارڈز کے ساتھ وہاں پہنچا۔ وہ باپ بیٹے روبی کی لاش کو دیکھ کر رونے لگے۔ رحمت نے اپنے بیٹے سنی کے پاس آکر پوچھا۔ "بیٹے! یہ کیا ہوگیا؟ ہماری روبی کو کن ظالموں نے مار ڈالا ہے؟"

افسر نے کہا۔ "میں مسٹر ثناء اللہ شاہ سے یہی پوچھ رہا ہوں کہ قاتل کون تھے؟ یہ ضرور انہیں پہچان لیں گے۔"

سنی نے یکبارگی ریت پر سے اٹھ کر پوچھا۔ "افسر! آپ بڑے فرش شناس ہیں۔ کیا آپ بڑی مچھلیوں کو پکڑ سکیں گے؟ کیا اب سے پہلے کسی بااثر' بااختیار مجرم کو گرفتار کیا ہے؟ میں ابھی قاتلوں کی نشاندہی کروں گا۔ کیا آپ انہیں گرفتار کر سکیں گے؟"

افسر نے کہا۔ "آپ بہت بڑے دادا کے پوتے ہیں۔ پلیز ہمیں طعنے نہ دیں۔ ہم اپنا فرض ضرور پورا کریں گے۔ آپ قاتلوں کی نشاندہی کریں۔"

سنی نے پیر عظمت اللہ شاہ کو دیکھا پھر انگلی اٹھا کر کہا۔ "یہ ہیں قاتل....."

رحمت نے بیٹے کو ڈانٹ کر کہا۔ "کیا بکواس کر رہے ہو؟ اپنے دادا حضور سے گستاخی کر رہے ہو؟ ضرور تمہارا دماغ چل گیا ہے۔"

برکت اپنی بیٹی روبی کی لاش کے پاس ریت پر بیٹھا ہوا تھا روتے ہوئے کہنے لگا۔ "افسر! یہ سنی میرا بھتیجا' میری اس بیٹی کو دل وجان سے چاہتا تھا۔ اس کی موت کے صدمے سے یہ اپنے ہوش وحواس میں نہیں ہے۔"

سنی نے چیخ کر کہا۔ "میں پورے ہوش وحواس میں ہوں۔ قاتل میرے گاڈفادر دادا حضور ہیں۔ دوسرا قاتل گاڈفادر اسلام آباد میں ہے۔ اس کے خاص ماتحت نے زر خرید قاتلوں کے ذریعے میری روبی کو مجھ سے چھین لیا ہے۔ آپ کو ایف آئی آر لکھنی ہوگی۔ دونوں گاڈفادرز نے ایک دوسرے کی بیٹی اور پوتی کو قتل کرایا ہے۔ میں چشم دید گواہ ہوں۔ ایف آئی آر ضرور لکھی جائے گی۔"

پیر عظمت اللہ شاہ سلطانی نے بڑے افسر سے کہا۔ "ہماری پوتی کا پوسٹ مارٹم نہیں کیا جائے گا۔ خانہ پری کے لیے میڈیکل رپورٹ حاصل کرلو کہ ہماری پوتی کا پوسٹ مارٹم ہونے کے بعد ہم لاش لے گئے ہیں' ہم ابھی یہ لاش لے جا رہے ہیں۔"

سنی نے دادا اور افسر کے پاس آکر کہا۔ "یہ ہے قانون اور عدالت۔ یہاں ہاکس بے میں کھلی کچہری کے منصف اعلیٰ جناب پیر عظمت اللہ شاہ سلطانی نے فیصلہ سنا دیا ہے۔ اب آپ جیسے افسروں کی کیا مجال ہے کہ اس فیصلے کے خلاف مجھ جیسے چشم دید گواہ کی کوئی

بات سنی جائے گی۔"

افسر نے پیر عظمت اللہ شاہ سے کہا۔ "حضور! آپ اپنے پوتے کی زبان بند نہیں کریں گے تو اخبار والے ہمارے پیچھے پڑ جائیں گے۔"

پیر عظمت اللہ شاہ نے مسلح گارڈز سے کہا۔ "سنی کو لے جاکر گاڑی میں بٹھاؤ۔"

"میں نہیں بیٹھوں گا کسی قاتل کی گاڑی میں۔ میں ساری دنیا سے چیخ چیخ کر کہوں گا۔ اخبارات میں بیان شائع کراؤں گا کہ جرائم کی دنیا کے بادشاہ اپنے ہی خاندان کے افراد کی ہلاکت کا سبب کس طرح بنتے ہیں۔"

مسلح گارڈز نے اسے دونوں طرف سے جکڑ لیا۔ وہ خود کو چھڑانے کی جدوجہد کرنے لگا۔ چیخنے چلانے اور ان کی گرفت سے نکلنے کی کوششیں کرنے لگا لیکن وہ تمام گارڈز اسے جبراً کھینچتے ہوئے لے گئے۔ وہ گاڑی میں بیٹھنا نہیں چاہتا تھا۔ گارڈز نے اسے اٹھاکر گاڑی کے پچھلے حصے میں ٹھونس دیا۔ اس کے دونوں ہاتھ پیچھے کرکے رسی سے باندھ دیے۔ دونوں پیروں کو بھی باندھ دیا۔ وہ حلق کے بل جنونی انداز میں چیخ رہا تھا۔ "میں خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد روبی کی قسم کھاتا ہوں۔ اگر دونوں گارڈفادرز کے سامنے قانون کے محافظ ہمیشہ کی طرح بے بس رہیں گے تو میں دونوں گاڈفادرز کو عبرت ناک سزا دوں گا۔ میں انہیں جینے نہیں دوں گا۔ وہ اپنے ہتھکنڈوں سے جینا چاہیں گے تو انہیں مرمر کر جینے دوں گا۔"

ایک گارڈ نے اس کے منہ میں رومال باندھ دیا۔ اب وہ صرف مچل رہا تھا اور تڑپ رہا تھا۔ یوں تڑپ کر دو سیٹوں کے درمیان گر کر گاڑی سے باہر نکلنے کی کوششیں کر رہا تھا۔ دو گارڈز نے اسے اٹھاکر پھر سیٹ پر ڈالا پھر دونوں نے اسے دبوچ لیا۔ اگر وہ بندھا ہوا نہ ہوتا تو دونوں کے بوجھ تلے دب کر نہ رہتا۔ اس کی آواز بند کر دی گئی تھی۔ روبی کی موت نے اس کے اندر جو طاقت اور جنون پیدا کیا تھا' اسے بڑی مشکلوں سے دبوچ لیا گیا تھا۔ گاڑی کے قریب پیر عظمت اللہ شاہ سر جھکائے کھڑا تھا اور سوچ رہا تھا' یہ سنی کے اندر جو نیا وحشیانہ جنون پیدا ہوا ہے' وہ اسے کب تک دبوچ کر رکھ سکے گا؟

کمال احمد عرف چنکی بادشاہ دور لوگوں کی بھیڑ میں کھڑا سنی کے صدمات اور جنون

کی انتہا کو دیکھ رہا تھا۔ اسے روبی کی موت نے بے حد خطرناک بنا دیا تھا۔ کمال احمد کو نازو کی موت بھڑکا رہی تھی لیکن وہ اپنے اندر جوش و جنون کو کچل رہا تھا۔ اس کی عقل اسے سمجھا رہی تھی کہ ابھی وہ تنہا ہے۔ اگر نازو کے آخری دیدار کے لیے اس کی لاش کے پاس جائے گا تو وہاں دونوں گاڈ فادرز کے چھپے ہوئے گن مین اسے گولیوں سے بھون کر فرار ہو جائیں گے..... فی الحال صبر کرنا چاہیے اور آئندہ انتقامی کارروائیوں کے لیے موقع کا منتظر رہنا چاہیے۔

حمزہ بیگ کا معتمد خاص اکبر علی منگا اپنے کئی سیکیورٹی گارڈز کے ساتھ چار گاڑیوں میں آیا۔ اس نے کار سے اتر کر پیر عظمت اللہ شاہ کو گہری چبھتی ہوئی سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ پولیس افسران اکبر علی منگا کو دوسرے گاڈ فادر کے دست راست کی حیثیت سے اچھی طرح جانتے تھے اس لیے اس سے اور پیر عظمت اللہ شاہ سے ذرا دور کھڑے رہے۔ وہ دونوں ایک دوسرے کو غرا کر دیکھ رہے تھے پھر اکبر علی منگا نے کہا۔ "ہمارے گاڈفادر نے پوچھا ہے' کیا اتنی بڑی واردات کی ایف آئی آر ایک دوسرے کے خلاف درج کرائی جائے گی یا دستور کے مطابق آپ دونوں خود ہی ایک دوسرے سے نمٹ لیں گے۔"

پیر عظمت اللہ شاہ نے کہا۔ "جاکر کہہ دو۔ شیر اپنا شکار خود مارتا ہے۔ وہ اپنی سانسیں گنتا رہے۔ گنتی بہت مختصر ہوگی۔ ڈیٹس آل۔"

اکبر علی منگا نے پولیس افسران کے پاس آکر کہا۔ "ہم اپنے معاملات سے خود نمٹ لیں گے۔ چونکہ ایف آئی آر درج نہیں کرائی جارہی ہے اس لیے آپ تفتیشی رپورٹ میں نازو بنت حمزہ بیگ کا کوئی ذکر نہ کریں۔ باقی لاشوں کے بارے میں آپ رپورٹ تیار کر سکتے ہیں کہ نامعلوم دہشت گردوں نے ایک دوسرے کو ہلاک کیا ہے۔ میں نازو کی لاش لے جارہا ہوں۔"

اس کے ماتحت نازو کی لاش ایک گاڑی میں رکھ کر لے گئے۔ دادا گاڈفادر بھی اپنی پوتی کی لاش لے گیا۔ افسران ان باقی لاشوں کو اٹھوانے لگے جنہیں وہ اچھی طرح جانتے تھے لیکن پریس میں یہی بیان دینے والے تھے کہ نامعلوم دہشت گردوں نے پھر ایک بار شہر کے لوگوں میں دہشت طاری کی ہے۔ قاتل بچ کر نہیں جائیں گے۔ جلد ہی انہیں

گرفتار کرلیا جائے گا۔

یہ حقیقت آئینے کی طرح صاف ہے کہ کوئی گاڈ فادر' کوئی دہشت گرد اور کو تخریب کار طاقتور نہیں ہے سچائی صرف اتنی سی ہے کہ کمزوری کہیں اور ہے۔

★---------★---------★

مولا بخش ملنگی' یوسف گوٹھ کا بہت بڑا مہاجن تھا۔ شہر سے اناج لاکر اپنے گوداموں میں ان کا ذخیرہ کرتا تھا۔ جاگیرداروں اور مہاجنوں کے متعلق مشہور ہے کہ وہ بہت سنگدل اور غیر انسانی مزاج کے حامل ہوتے ہیں۔ محنت کشوں اور کھیت مزدوروں کو کبھی بھوکا رکھتے ہیں اور کبھی آدھا پیٹ کھانے دیتے ہیں۔ اس حقیقت کے برعکس مولا بخش ملنگی دل میں خوف خدا رکھتا تھا۔ یوسف گوٹھ میں گوداموں کے علاوہ اس کی پرچون کی دکان تھی۔ وہ جس شخص اور خاندان کو مجبور اور بد حال دیکھتا تھا اسے بازار سے سستا اناج دیتا تھا اور اس کی دعائیں لیتا تھا لیکن اناج کی قلت ہوتی اور شہر کے مہاجن اس سے بوریاں خریدنے آتے تو وہ اچھے خاصے منافع کے ساتھ انہیں اناج سے بھری ہوئی بوریاں دیتا تھا۔

یہ اس کا کاروباری اصول تھا کہ کاوبار میں زیادہ سے زیادہ منافع حاصل کرو لیکن مجبوروں اور محتاجوں کے ساتھ نیکی کرتے رہو۔ وہ پانچوں وقت کی نماز پڑھتا تھا اور کوشش کرتا تھا کہ جہاں تک ممکن ہوسکے تمام دینی احکامات کی تعمیل کرتا رہے۔

دراصل اس کے ذہن میں یہ بات گردش کرتی رہتی تھی کہ سب کچھ یہ دنیا نہیں ہے اور اگر ہے بھی تو دنیا میں سب کچھ چھوڑ کر ایک دن جانا ہی پڑے گا۔ انسان کی اصل جگہ عاقبت ہے' جہاں وہ نیک اعمال کے باعث سب سے خوش نصیب انسان کہلائے گا۔

مولا بخش ملنگی کے دل و دماغ میں عاقبت نقش تھی۔ وہ دنیاوی زندگی میں دعائیں کماکر عاقبت میں سب کچھ پانا چاہتا تھا۔ یہ عجیب بات ہے کہ ایک خدا اور آخری رسول صلی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ماننے والے عاقبت میں ہونے والے احتساب پر مکمل یقین نہیں رکھتے اور یہ محض ان کے ایمان کی کمزوری ہے۔

مولا بخش ملنگی کے تمام ملازم اس کی نیک طبیعت اور بندہ پروری کے باعث ا
سے خوش رہتے تھے۔ وہ ملازموں کے کھانے پینے اور پہننے اوڑھنے کا اس قدر خیال رکھ
تھا کہ عام ملازموں کی طرح اس کا کوئی ملازم نہ اس سے جھوٹ بولتا تھا اور نہ ہی اس کے
گھر' دکان اور گوداموں سے مال چوری کرتا تھا۔

ایسا ہی ایک ملازم گودام سے ایک بوری آٹا اور ایک بوری چاول لے کر پاس کے
عثمان گوٹھ گیا تھا۔ وہاں کے ایک دکان دار کو مال پہنچا کر اور رقم لے کر آرہا تھا۔ واپسی
میں کافی رات ہو گئی تھی۔ جیب میں بڑی رقم تھی اور ڈاکوؤں کا خوف تھا۔ ایسے ہی وقت
اس نے فائرنگ کی آوازیں سنیں۔ پھر ایک زبردست دھماکے سے لرز گیا۔ اس نے دور
تاریکی میں شعلوں کو آسمان کی طرف لپکتے دیکھا۔ خوف کے مارے گدھا گاڑی کے ساتھ
گھنی جھاڑیوں کے درمیان چھپ گیا۔ جب بڑی دیر تک فائرنگ وغیرہ کی آوازیں سنائی
نہیں دیں تو وہ گدھا گاڑی کے ساتھ جھاڑیوں سے نکلا۔ اس نے گدھے کے منہ پر رسی
باندھ دی تھی تاکہ وہ بے وقت کی راگنی نہ سنا سکے۔

وہ بڑے محتاط انداز میں گدھے کو کھینچتا ہوا آہستہ آہستہ جارہا تھا۔ اس نے نیم
تاریکی میں دو جگہ دو ڈاکوؤں کی لاشیں دیکھیں پھر آگے بڑھنے پر تیسری لاش دکھائی دی
لیکن وہ ٹھٹک گیا۔ جسے وہ لاش سمجھ رہا تھا وہ ذرا متحرک تھی۔ اس کے بدن پر شہری لباس
تھا۔ عام طور پر ڈاکو سیاہ یا گہرا لباس پہنتے ہیں اور آدھے نچلے چہرے پر ڈھاٹا باندھتے ہیں۔
وہ کراہنے والا شخص ایسا نہیں تھا۔

کوئی دوسرا ہوتا تو ایسے خطرے کے وقت کسی کراہنے والے کو چھوڑ کر بھاگ جاتا
لیکن اس ملازم نے اپنے آقا سائیں کو مصیبت میں دوسروں کے کام آتے دیکھا تھا اس
لیے وہ بھی اللہ کا نام لے کر اس کے قریب آیا۔ صداقت علی نے کراہتے ہوئے اسے
دیکھا اور کہا۔ "خدا کے لئے میری مدد کرو۔ تمہارے پاس گدھا گاڑی ہے۔ مجھے اس میں
لے چلو۔ کسی قریبی آبادی یا اسپتال تک پہنچا دو۔"

وہ گدھا گاڑی کھینچ کر قریب لے آیا۔ صدقت علی اس کا سہارا لے کر کھڑا ہو گیا۔
اس کی ایک ٹانگ زخمی تھی۔ وہ دوسری ٹانگ سے اچھلتا ہوا گاڑی میں آکر گر پڑا۔ اس کا

سر ایک بڑے پتھر سے ٹکرایا تھا جس کے باعث وہ بے ہوش ہو گیا تھا۔ اب بھی اس کا سر
چکرا رہا تھا۔ جب گدھا گاڑی چلنے لگی تو اسے کسی حد تک آرام ملا اور وہ بے ہوشی جیسی
گہری نیند میں ڈوب گیا۔

آدھے گھنٹے بعد اس نے چند سیکنڈ کے لیے آنکھیں کھولیں۔ صرف اتنا دیکھا کہ
چند لوگوں نے اسے اٹھا کر ایک بستر پر لٹا دیا ہے۔ پھر اس کی آنکھیں بند ہو گئیں۔ وہ بڑا
سخت جان تھا۔ اسکاٹ لینڈ یارڈ سے پاکستان تک کئی بار خطرناک مجرموں سے مقابلہ کرتے
وقت بڑے زخم کھائے تھے۔ ایسے زخم اسے نڈھال نہیں کرتے تھے۔ وہ اپنی قوت ارادی
سے جلد ہی سنبھل جایا کرتا تھا۔

وہ صبح سے پہلے ہی بیدار ہو گیا۔ بستر کے قریب ایک داڑھی والا شخص کرسی پر بیٹھا
ہوا تھا۔ اس نے کہا۔ "خدا کا شکر ہے' آپ نے آنکھیں کھول دیں۔ میری سمجھ میں نہیں
آرہا تھا کہ آپ بے ہوش ہیں یا گہری نیند میں ہیں۔ میری بیوی نے شادی سے پہلے کراچی
میں نرس بننے کی ٹریننگ حاصل کی تھی۔ اس نے آپ کے سر اور پیر کے زخموں کی مرہم
پٹی کی ہے۔ ہمارے ہاں فرسٹ ایڈ باکس ہے۔"

وہ کرسی سے اٹھ کر آدھا گلاس پانی لے کر دو مختلف قسم کی گولیاں اور ایک
کیپسول اسے دیتے ہوئے بولا۔ "آپ حوصلہ کریں اور اٹھ کر یہ دوائیں کھالیں۔"

صداقت علی نے گولیاں اور کیپسول نگل کر پانی پیا پھر شکریہ ادا کرتے ہوئے
پوچھا۔ "آپ کون ہیں اور یہ کون سی جگہ ہے؟"

"یہ یوسف گوٹھ ہے۔ میرا نام مولا بخش ملنگی ہے۔ میں اناج خریدتا اور فروخت
کرتا ہوں۔ میرا ایک ملازم آپ کو ایک ویران جگہ سے اٹھا کر لایا ہے۔"

"بھائی مولا بخش! میں آپ کا احسان کبھی نہیں بھولوں گا۔"

"آپ احسان کی بات نہ کریں۔ انسان ہی انسان کے کام آتا ہے پھر آپ تو قانون
کے وہ محافظ ہیں' جن سے مجرم خوف زدہ رہتے ہیں۔"

صداقت علی نے مسکرا کر پوچھا۔ "کیا آپ نے میری جیب سے آئیڈنٹیٹی کارڈ نکال
کر دیکھا ہے؟"

"میں کبھی ایسا نہ کرتا لیکن آپ کو اپنے گھر کے اندر لانے سے پہلے یہ جاننا ضرو
تھا کہ آپ کون ہیں؟ اگر آپ کوئی دوسرے پولیس افسر ہوتے تو میں آپ کو یہاں
دس کلو میٹر دور ایک اسپتال میں پہنچا دیتا کیونکہ میں پولیس والوں سے دور رہتا ہوں
آپ برا نہ مانیں۔ اس علاقے میں دور دور تک پولیس اور ڈاکوؤں کے درمیان کوئی فر
نہیں ہے۔"

صداقت علی نے کہا۔ "میں جانتا ہوں' سندھ کے علاقے میں بیشتر ڈاکو پولیس او
وڈیروں کی سرپرستی میں پھلتے پھولتے ہیں۔ ویسے آپ کیسے جانتے ہیں کہ مجرم مجھ سے
خوف زدہ رہتے ہیں؟"

"میں کاروبار کے سلسلے میں کتنے ہی شہروں اور دیہاتوں میں جاتا ہوں۔ جرائم پیشہ
افراد سے بھی سابقہ پڑتا ہے۔ اپنے گوداموں کے اناج کو ڈاکوؤں سے محفوظ رکھنے کے لیے
ہر ماہ تھانے دار کو پانچ ہزار روپے دیتا ہوں۔ اس تھانے دار اور چند مجرموں کی زبان سے
آپ کا نام سنا ہے۔ وہ آپ کو نازیبا الفاظ سے یاد کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب بھی آپ
نشانے پر آئیں گے' وہ آپ کو زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

صداقت علی نے مسکرا کر کہا۔ "جی ہاں۔ دیکھ لیجئے۔ آج مجرموں نے مجھے مار
ڈالنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ شاید میری گاڑی کو بم کے دھماکے سے تباہ کر دیا گیا
ہے۔ میں نے تاریکی میں بھڑکتے ہوئے شعلوں اور گاڑی کے کچھ حصوں کو بلندی تک
اڑتے دیکھا ہے۔"

"میں یہی سوچ کر آپ کو اسپتال نہیں لے گیا۔ یہاں گھر لے آیا ہوں۔ یہ اندیشہ
تھا کہ مجرموں کو جب تک آپ کی موت کا یقین نہیں ہو گا' وہ آپ کو ان علاقوں میں
تلاش کرتے رہیں گے۔"

"مولا بخش صاحب! آپ نے بڑی دانش مندی کا ثبوت دیا ہے۔ میں آپ کا مزید
تعاون چاہوں گا۔ یہاں روپوش رہ کر معلوم کروں گا کہ مجھ پر قاتلانہ حملہ کرنے والے
مجرم کون کون ہیں؟ اور وہ سرکاری گاڑی کی تباہی کے بعد مجھے مُردہ سمجھتے ہیں یا زندہ؟"

"میرے دل میں آپ کے لیے بڑی عزت ہے۔ آپ یہاں برسوں روپوش رہ سکتے

ہیں۔ میں بھی باہر کی خبریں آپ تک پہنچاتا رہوں گا۔"

"کیا آپ کے گھر والوں اور ملازموں کو میری حقیقت معلوم ہے؟"

"نہیں۔ میں نے اپنی گھر والی کو بھی آپ کا نام اور پیشہ نہیں بتایا ہے۔ حالانکہ
میری بیوی اور تمام ملازم قابل اعتماد ہیں پھر بھی احتیاط لازمی ہے۔"

ایسے ہی وقت اسے اپنے موبائل پر اشارہ موصول ہوا۔ اس نے اسے آن کر کے
کان سے لگایا تو خوش ہو گیا۔ اس کی گونگی بیٹی ریسیور پر انگلی بجا کر اسے مخاطب کر رہی
تھی۔ صداقت علی نے اپنے منہ میں دو انگلیاں ڈال کر ماؤتھ پیس کے پاس زوردار آواز
میں سیٹی بجائی۔ تھوڑی ہی دیر میں اسے سچل نواز کی آواز سنائی دی۔ اس سے گفتگو کرنے
سے پتا چلا کہ رب راکھن اور ڈاکوؤں کو اس کی موت کا یقین ہو گیا ہے۔

سچل سے گفتگو کرنے کے بعد اس نے مولا بخش ملنگی سے کہا۔ "میری گونگی بیٹی
اور ہونے والے داماد کو ڈاکو لے گئے ہیں۔ ابھی میں اسی ہونے والے داماد سچل نواز سے
باتیں کر رہا تھا۔"

صداقت علی نے مولا بخش کو رب راکھن اور ڈاکوؤں کے متعلق تفصیل سے بتایا
پھر کہا۔ "اب تمام مجرموں کو خوش فہمی میں مبتلا رکھنے کے لیے مجھے مُردہ بن کر رہنا
چاہیے۔ میں داڑھی' مونچھیں اور سر کے بال بڑھاؤں گا۔ آپ شہر کسی کام سے جائیں
گے تو میں کچھ چیزیں وہاں سے منگواؤں گا۔ ان کے ذریعے میرے بالوں کا رنگ بدل جائے
گا۔ آئی لینس کے ذریعے میری آنکھوں کی پتلیوں کا رنگ سیاہ سے بھورا ہو جائے گا۔ دو
ننھے اسپرنگوں کے ذریعے میری ناک کے نتھنے پھیل جائیں گے۔ اس طرح میرے چہرے
پر اتنی تبدیلی آجائے گی کہ شاید ہی مجھے میرے اپنے بھی پہچان سکیں کیونکہ میں نے آواز
بدل کر بولنے کی بھی ٹریننگ حاصل کی ہے۔"

"خدا آپ کو سلامت رکھے۔ قانون کی بالادستی قائم رکھنے کے لیے میں تن' من
اور دھن سے کام آؤں گا۔ آپ کے اس کمرے میں میرے علاوہ میری بیوی آئے گی۔
آپ اس پر بھروسا کر سکتے ہیں۔ باقی یہاں میرا کوئی رشتے دار نہیں ہے۔ میرے ملازم اپنی
زبان پر یہ بات نہیں لائیں گے کہ میرے گھر میں کسی رات کوئی زخمی آیا تھا اور نہ ہی کسی

سے یہ کہیں گے کہ آپ میرے گھر میں روپوش ہیں۔"

"اگر آپ کے ملازم اس قدر قابل اعتماد ہیں تو یہ میری خوش قسمتی ہے۔ آپ انہیں بھی میرے پاس آنے دیا کریں۔ ہوسکتا ہے' ان میں سے کوئی ملازم میرے کسی خاص معاملے میں کام آنے کے قابل ہو۔" ایک گھنٹے بعد سچل نے پھر فون پر رابطہ کیا تھا اور اسے بتایا تھا کہ اس کا بابا سائیں آج رات اس کا اور شانی کا نکاح پڑھوانے والا ہے۔ صداقت علی نے نکاح کی منظوری دے دی۔ وہ سمجھ رہا تھا کہ رب راکھن کیسی چالیں چل رہا ہے اور آگے جاکر شانی کو بہو بناکر کتنے فوائد حاصل کرنے والا ہے لیکن رب راکھن یہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ گونگی ہوتے ہوئے بھی گونگی نہیں ہے۔ باپ بیٹی کے درمیان ایسا خفیہ رابطہ رہتا ہے' جسے کبھی کوئی سمجھ نہیں سکا تھا۔ وہ ایک گونگی کو بہو بناکر اپنے ہاتھوں اپنے پیروں پر کلہاڑی مارنے والا تھا۔

★---------★---------★

ڈاکو سلطان ماچھیو نے اپنی رہائش کے لیے جھاڑیوں کے درمیان سرکنڈوں کی دیواروں اور سبز پتوں کی چھت سے جو مکان بنایا تھا' وہ بہت آرام دہ تھا۔ شانی اور سچل وہاں بڑے آرام سے رہ سکتے تھے لیکن سکون اور اطمینان نہ ہو تو عالیشان محلوں میں بھی آرام نہیں ملتا پھر یہ کہ رب راکھن نے مغرب کے بعد انہیں رشتہ ازدواج میں منسلک کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ دو محبت کرنے والوں کو میاں بیوی بننے خیال سے خوش ہونا چاہیے تھا لیکن آزاد محبت کرنے والوں کو پنجرے میں رہ کر شادی کرنے کی کوئی خوشی نہیں تھی بلکہ توہین کا احساس تھا کہ شادی سے انکار پر سچل کو ایک وڈیرے کی نجی جیل میں بھیج دیا جائے گا اور شانی کو ڈاکوؤں کے حوالے کر دیا جائے گا۔ وہ دونوں ایسی دھمکیوں اور دباؤ میں رہ کر خوشیاں نہیں مناسکتے تھے۔

ڈاکو سلطان ماچھیو آواز دینے کے بعد دروازہ کھول کر اندر آیا پھر موبائل فون دے کر کہا۔ "دو منٹ بعد وڈے سائیں بات کریں گے۔ آپ کو کھانے پینے کی اور کسی چیز کی ضرورت ہو تو حکم کریں۔"

سچل نے کہا۔ "جب ہمیں یہاں لایا گیا تو دریا پار کرنے کے بعد ہمیں ایک جیپ

میں بٹھایا گیا لیکن تم سب گھوڑوں پر آئے' کیا تمہارے پاس ایک ہی جیپ ہے؟"

"معافی چاہتا ہوں چھوٹے سائیں۔ آپ یہ کیوں پوچھ رہے ہیں؟"

"کیا تمہارا خیال ہے کہ ہم تم سے کچھ معلوم کرکے یہاں سے فرار ہو جائیں گے؟ میں تو اس لیے پوچھ رہا ہوں کہ اس کمرے میں پٹرول سے بھرے ہوئے چھ بڑے کین ہیں۔ اتنا زیادہ پٹرول کئی گاڑیوں میں استعمال ہوسکتا ہے۔"

"جی ہاں۔ ہمارے پاس ایک جیپ اور ایک لینڈ کروزر ہے لیکن لینڈ کروزر میں ایسی خرابیاں پیدا ہوگئی ہیں کہ اس کی مرمت کے لیے اسے شہر کے کسی ورکشاپ میں لے جانا ہوگا مگر چھوٹے سائیں! میں ہاتھ جوڑ کر التجا کرتا ہوں۔ آپ یہ کبھی نہ سوچیں کہ یہاں سے فرار ہونا آسان ہوگا۔ بہت مشکل ہے سائیں! بہت مشکل ہے۔"

سلطان ماچھیو وہاں سے چلا گیا۔ دروازہ بند ہونے کے بعد سچل نے کاغذ پر لکھا۔

"تمہارے مشورے کے مطابق میں نے اس سے معلوم کیا ہے۔ ان کے پاس جیپ کے علاوہ ایک ناکارہ لینڈ کروزر ہے۔ وہ ہاتھ جوڑے کہہ رہا تھا کہ ہم یہاں سے فرار ہونے کا خیال دماغ سے نکال دیں۔ اب تم بتاؤ' تمہارے ذہن میں کیا تدبیر ہے؟"

دو منٹ گزر چکے تھے۔ رب راکھن نے ابھی تک رابطہ نہیں کیا تھا۔ شاید کسی دوسرے معاملے میں الجھ گیا ہو۔ سچل اپنی تحریر والا کاغذ جلا رہا تھا۔ شانی لکھ رہی تھی۔

"اسکاٹ لینڈ یارڈ میں نفسیاتی حربے استعمال کرنے کی ٹریننگ دی جاتی ہے۔ اس بنیادی بات پر زور دیا جاتا ہے کہ مجرموں کی طاقت' ہتھیار اور ذرائع کو ثانوی حیثیت دو۔ سب سے پہلے مجرموں کی کمزوریاں معلوم کرو اور ہمیں تمہارے بابا سائیں کی سب سے بڑی کمزوری معلوم ہے۔ کیا تم ان کے اکلوتے بیٹے نہیں ہو۔ کیا وہ تم سے کروڑوں روپے کا نقصان اٹھانے کے بعد بھی تم سے محبت نہیں کرتے ہیں۔ کیا وہ اب سے پہلے تمہیں جیل بھیجنے اور اپنے جیسا بنانے میں ناکام ہوکر بھی مایوس نہیں ہیں۔ انہوں نے تمہیں اپنا جانشین بنانے کے لیے ہمیں یہاں تک پہنچا دیا ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ میرے ڈیڈی ہلاک ہو چکے ہیں۔ وہ مجھے اپنی بہو بناکر میرے ڈیڈی کی تمام جائداد کے علاوہ میرے نانا سے بھی کروڑوں روپے حاصل کرسکتے ہیں۔ یہ حقائق بتا رہے ہیں کہ وہ تمہارے ذریعے کروڑ

پتی بلکہ ارب پتی بن سکتے ہیں لہٰذا تم انہیں خودکشی کی دھمکی دو اور دھمکی دینے کے یہاں رکھے ہوئے پٹرول کے چھ کین بہت ہیں۔"

اسی وقت فون سے اشارہ موصول ہوا۔ سچل نے اسے آن کرکے کہا۔ "ہیلو۔ بول رہا ہوں۔"

"ہاں بیٹے! میری گھڑی میں چار بجنے والے ہیں۔ سوا دو گھنٹے کے بعد مغرب اذان ہوگی۔ اس کے بعد تم دونوں کا نکاح پڑھا دیا جائے گا۔ تم دونوں غسل وغیرہ کر لباس بدل کر تیار رہو۔"

"بابا سائیں! زبردستی شادی نہیں کرائی جاتی۔ آپ ہمیں دھمکیاں دے کر دباؤ رکھ کر ایسا کرنا چاہتے ہیں۔ میں نے آپ سے سوچنے اور شادی کرنے کا فیصلہ کرنے مہلت مانگی تھی لیکن آپ نے مہلت بھی نہیں دی۔"

"مہلت اس لیے نہیں دی کہ قیدیوں کو کسی معاملے میں فیصلہ کرنے کا حق نہیں دیا جاتا۔"

"آپ نے کہا تھا' ہم یہاں قیدی نہیں ہیں' آزاد ہیں۔"

"میری باتوں پر عمل کرتے رہو۔ جتنی جلدی ہو سکے' مجھے ایک پوتا دے دو۔ تمہارے علاوہ پوتے کی صورت میں ایک اور جانشین مل جائے گا تو تمہیں اور بہو کو آزادی ملتی رہے گی۔ وہ بھی اس طرح کہ پوتا ہمارے پاس ہمیشہ ضمانت کے طور پر رہے گا۔"

"شیطانی چالیں چلنے میں آپ کا جواب نہیں ہے۔ ویسے ایک بیٹے کی حیثیت سے میرا فرض تھا کہ آخری وقت تک سمجھاؤں۔ اب آخری وقت آگیا ہے۔ میرے ایک سوال کا جواب دیں۔ بیٹا نہیں رہے گا تو پوتا کہاں سے آئے گا؟"

"بیٹا کیوں نہیں رہے گا؟ کیا تم میری مٹھی سے پھسل رہے ہو؟"

"جی ہاں۔ میں نے اور شانی نے فیصلہ کیا ہے کہ زبردستی قیدی بنا کر ہمارا نکاح پڑھایا جائے گا تو وہ وقت آنے سے پہلے ہی ہم خودکشی کرلیں گے۔"

"مجھے دھمکی دے رہے ہو؟ میں نے سلطان ماچھیو کو تاکید کی ہے کہ وہ تمہارے

پاس کوئی ہتھیار یا زہریلی دوا وغیرہ نہ رہنے دے۔ جس کمرے میں تم دونوں کو رکھا جائے' وہاں رسی کا چھوٹا سا ٹکڑا بھی نہ ہو' کیا اس نے اس سلسلے میں کوتاہی کی ہے؟"

"ڈاکوؤں کے پاس جتنی عقل ہوتی ہے اس سے آگے عقل کا کوئی کام نہیں کرسکتے۔ انہوں نے آپ کے حکم کے مطابق نہ ہمارے پاس کوئی ہتھیار چھوڑا ہے نہ کوئی زہریلی چیز یہاں رہنے دی ہے اور نہ ہی گلے میں پھندا ڈالنے کے لیے یہاں رسی رکھی ہوئی ہے۔ اب اس کے آگے انہوں نے کوئی احتیاط نہیں کی۔ افسوس آپ نے مجھے حاصل کرنے اور پھر ایک پوتا حاصل کرنے کے لیے اتنے پاپڑ بیلے ہیں۔ ان میں سے ایک پاپڑ بھی نہیں کھا سکیں گے۔"

"تم کیا کہہ رہے ہو؟ کیا وہاں خودکشی کرنے کا کوئی سامان ہے؟"

"جی ہاں۔ پٹرول سے بھرے ہوئے چھ بڑے کین ہیں۔ یعنی اتنا پٹرول ہے کہ سیکڑوں مکانات جلائے جاسکتے ہیں۔ ہم صرف اپنے کمرے کی سرکنڈوں کی دیواروں پر پٹرول چھڑکیں گے اور ماچس کی ایک تیلی سے اپنی موت کے لئے چراغاں کریں گے۔"

"تم جھوٹ کہتے ہو۔ وہاں پٹرول نہیں ہو سکتا۔"

"ہم دیواروں کے علاوہ اپنے بدن کے لباس کو بھی پٹرول سے تر کرنے کے بعد ایک ہاتھ میں جلتی ہوئی تیلی اور دوسرے ہاتھ میں یہ فون لے کر ماچھیو کے قریب جائیں گے۔ اسے یہ فون دیں گے۔ وہ آپ کو بتائے گا کہ ہم کس طرح اپنی موت کو اپنے زندہ وجود سے لپٹائے کھڑے ہیں۔ ہمارے لباس اس قدر تربتر ہوں گے کہ آگ بجھانے کی کوشش کرنے سے پہلے ہی ہم کوئلے کا مجسمہ بن جائیں گے۔"

"نہیں بیٹے! اس بات کو دھمکی تک رہنے دو۔ اپنے بدن پر پٹرول نہ چھڑکنا۔ تم خود کو آگ لگاؤ یا نہ لگاؤ لیکن کہیں سے بھی' دھوکے یا اتفاق سے ایک جلتا ہوا سگریٹ تمہارے پاس آئے گا تو میرے زر خرید ڈاکوؤں میں سے کوئی تمہیں نہیں بچا سکے گا۔ مجھ سے بغاوت کرنے کے لیے اتنا خطرناک کھیل نہ کھیلو۔ مجھ سے نفرت کرتے ہوئے میری محبت کو ایسے نہ آزماؤ کہ باپ کا دم نکلے جائے۔"

"شانی نے اپنا لباس بھگو لیا ہے۔ فون کے ریسیور سے صرف آواز سنی جاسکتی ہے۔

اگر ریسیور کے ذریعے یہاں کی ہوا آپ تک پہنچتی تو آپ اس پٹرول کی بو سونگھ لیتے جو شانی میرے لباس پر چھڑک رہی ہے۔"

"نہیں سچل! فون ماچھیو کو دو۔ مجھے اس سے بات کرنے دو۔ وہ تمہیں خود کو سے باز رکھے گا۔"

سچل نے ماچھیو کو آواز دی۔ وہ دوڑتا ہوا' دروازہ کھول کر آیا پھر پٹرول کی بو پاس ہی بڑے سے کین کو شانی کے ہاتھوں میں دیکھ کر گھبرا گیا۔ شانی لباس کا نچلا حصہ گھٹنوں تک بھگو چکی تھی۔ وہ چیخ کر بولا۔ "چھوٹے سائیں! یہ آپ دونوں کیا کر رہے ہیں؟"

شانی نے کین اس کی طرف اچھال دیا۔ اس کین میں ابھی کافی پٹرول تھا۔ فضا میں اچھالنے سے چھلک چھلک کر باہر آنے لگا۔ وہ کین ماچھیو کے قدموں کے پاس آکر گرا وہاں بھی پٹرول جھلک کر باہر آگیا۔ ماچھیو گھبرا کر دو قدم پیچھے چلا گیا۔

سچل نے کہا۔ "پیچھے کیوں ہٹ رہے ہو؟ تمہارے قریب ذرا سا پٹرول ہے جب کہ ہم پٹرول سے نہا چکے ہیں۔ یہ فون لو اور اپنے وڈے سائیں کو بتاؤ کہ یہاں کوئی بڑا تماشا نہیں ہو رہا ہے۔ تمہارے وڈے سائیں تمام عمر جس آگ سے دوسروں کو جلاتے رہے' ان کے اس اڈے سے وہی آگ حاصل کر کے ان کا بیٹا جل کر مرنے والا ہے۔"

اس نے فون کو فضا میں اچھالا۔ ماچھیو نے اسے کیچ کر لیا۔ اسے کان سے لگاتے ہوئے دیکھا۔ شانی نے موم بتیوں کے پاس سے ماچس لا کر سچل کو دے دی تھی۔

اس نے کہا۔ "ہیلو وڈے سائیں! میں آپ کا تابعدار ماچھیو بول رہا ہوں۔ ادھر تو معاملہ بہت بگڑ گیا ہے۔ چھوٹے سائیں موت کو اپنے اتنے قریب لے آئے ہیں کہ ہم انہیں نہیں بچا سکیں گے۔ بچانے والے بھی ان کے ساتھ مریں گے۔"

پھر وہ سچل کی طرف دیکھتے ہوئے چیخنے لگا۔ "نہیں۔ چھوٹے سائیں' نہیں۔ آپ تیلی نہ جلائیں۔ اسے بجھائیں۔ آپ دونوں کے ساتھ پورے جنگل میں آگ لگے گی۔ وڈے سائیں! آپ بتائیں' ہم آپ کے بیٹے کو کیسے روکیں؟"

سچل نے ایک ہاتھ سے جلتی ہوئی تیلی کو بلند کیا اور کہا۔ "تمہارے وڈے سائیں اپنی ساری مکاریاں آزما کر' اپنی ساری دولت لٹا کر بھی ہمیں اپنے ارادوں سے باز نہیں

رکھ سکیں گے۔ ان سے کہو' بیٹے کو زندہ رکھنا چاہتے ہیں تو تم سب ہمارے ہر حکم کی فوراً تعمیل کرتے رہو گے۔ میرا پہلا حکم ہے ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر دو کلاشنکوف' ایک ٹی ٹی اور ایک ریوالور ہماری طرف پھینکو۔"

رب راکھن نے کہا۔ "میں سچل کی آواز سن رہا ہوں۔ فوراً وہی کرو جو وہ کہتا ہے۔ میرے بیٹے پر ذرا بھی آنچ آئے گی تو میں تم میں سے کسی کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

ماچھیو کے دو ماتحت دوڑتے ہوئے گئے پھر سچل کے مطلوبہ ہتھیار لا کر اس کے اور شانی کے قدموں کی طرف پھینک دیے۔ شانی نے ایک ٹی ٹی اٹھا کر سچل کی کمر کی بیلٹ میں اڑس دی۔ ریوالور اپنے پاس رکھا۔ ایک تیلی پوری طرح جل کر بجھ گئی تھی۔ دونوں نے جھک کر ایک ایک کلاشنکوف اور ان کے فاضل میگزین بھی اٹھا لئے۔ ماچھیو کا دوسرا ساتھی ڈاکو اور ان کے بہت سے ماتحت اندر اور باہر جمع ہو گئے تھے۔

سچل نے بلند آواز میں کہا۔ "ہم یہاں سے جیپ تک جائیں گے۔ تم میں سے کسی کے دماغ میں یہ احمقانہ خیال نہیں آنا چاہیے کہ کہیں سے چھپ کر ہمیں دبوچ کر یہ ماچس چھین لو گے۔ ہم یہاں سے ہتھیاروں کے بل پر نہیں ماچس کی چھوٹی سی ڈبیا کے سہارے جا رہے ہیں۔ میرے ماچس کی تیلی بجھنے سے پہلے شانی کے ماچس کی تیلی سلگ جائے گی۔ اس طرح ہم کسی کو قریب آنے کا موقع نہیں دیں گے۔"

شانی اپنی اور سچل کی اٹیچیاں اٹھا کر لے آئی۔ سچل نے کہا۔ "میرا دوسرا حکم ہے۔ تم سب ہم سے زیادہ سے زیادہ دور رہو گے۔ کم سے کم دس قدم کا فاصلہ رکھو گے۔ چلو جاؤ' فاصلہ رکھو اور ہمیں جانے کا راستہ دو۔"

ماچھیو نے حکم دیا۔ سب کے سب دور جانے لگے۔ شانی اور سچل نے بغل میں کلاشنکوف دبائی پھر سچل نے کہا۔ "ماچھیو! پٹرول سے بھرا ہوا دوسرا کین' ہماری اٹیچیاں اور جیپ کی چابی لو اور ہم سے دس قدم آگے چلتے رہو۔"

وہ فوراً ہی حکم کی تعمیل کرنے لگا۔ اس نے پٹرول سے بھرا ہوا ایک کین اٹھائے ہوئے کہا۔ "جیپ کی چابی میری جیب میں ہے۔ مجھے فون پر وڈے سائیں کہہ رہے ہیں

کہ آپ تیلی جلا کر نہ چلیں۔ ہم پر بھروسہ کریں۔ ہم آپ دونوں کو جانے سے نہ روکیں گے۔"

وہ آگے پیچھے چلتے ہوئے اس بڑی جھگی سے باہر آئے۔ باہر تقریباً پچیس تیس م ڈاکو تھے لیکن سب نے دس قدم سے زیادہ دور کا فاصلہ رکھا تھا۔ ویسے بھی سب کو جا پیاری ہوتی ہے۔ پٹرول سے بھیگے ہوئے سچل اور شانی پر کوئی جھپٹ کر ان کے ساتھ جا اور مرنا نہیں چاہتا تھا۔

آگے بڑھتے رہنے کے دوران سچل کے ہاتھ کی تیلی بجھنے سے پہلے شانی اپنے ماچس کی تیلی سلگا لیتی تھی۔ وہ گھنے درختوں اور جھاڑیوں کے درمیان سے گزر رہے تھے۔ ماچھیو نے کہا۔ "آپ تیلی نہیں بجھا رہے ہیں۔ کسی وقت بھی تیز ہوا سے اس کا ننھا شعلہ آپ دونوں کو جلا ڈالے گا۔ فون پر آپ کے بابا سائیں ہاتھ جوڑ کر التجا کر رہے ہیں کہ آگ سے نہ کھیلیں۔ ہم پر بھروسہ کریں۔"

وہ بلند آواز میں بولا۔ "بابا سائیں' میری آواز سن رہے ہیں مجھے ان کی دو کہاوتیں یاد ہیں۔ ایک یہ کہ ضرورت کے وقت گدھے کو باپ بنالو اور کبھی برا وقت آئے تو اپنے باپ پر بھی بھروسا نہ کرو۔"

کوئی دو سو گز کے فاصلے پر ایک جیپ اور لینڈ کروزر کھڑی تھیں۔ آس پاس کے درختوں سے گھوڑے بندھے ہوئے تھے۔ سچل نے ان کے قریب پہنچ کر ماچھیو سے کہا۔ "اپنے لوگوں سے کہو' واپس جائیں۔"

ماچھیو نے واپس جانے کا حکم دیا۔ وہ سب رک رک کر جانے لگے' جاتے وقت پلٹ پلٹ کر دیکھنے لگے۔ سچل نے کہا۔ "تمام گھوڑوں کی رسیاں کھول دو۔"

وہ بولا۔ "چھوٹے سائیں! یہ ظلم نہ کریں۔ گھوڑے بھاگ جائیں گے تو ہمیں پینتالیس کلومیٹر دور دریا کے کنارے تک پیدل جانا ہوگا۔"

"بحث نہ کرو۔ ان گھوڑوں کو فوراً آزاد کرو۔"

وہ ایک ایک گھوڑے کی رسی کھولنے لگا۔ گھوڑے آزاد ہوتے ہی ایک دوسرے کے پیچھے ایک سمت بھاگتے چلے گئے۔ اگرچہ لینڈ کروزر ناکارہ تھی اس کے باوجود شانی نے

ریوالور سے فائر کرکے اس کے چاروں پہیوں کو بے کار کر دیا۔ سچل نے ماچھیو سے کہا۔ "ہم یہ پٹرول کا کین احتیاطاً لے آئے ہیں۔ جیپ کی ٹنکی خالی ہو سکتی ہے۔ ہمارے لباس کھلی ہوا میں خشک ہو رہے ہیں۔ ہم راستے میں پٹرول سے نہاتے چلیں گے۔ تم دریا تک اس جیپ کو ڈرائیو کرو گے۔"

ماچھیو نے فون پر کہا۔ "وڈے سائیں! میں ان کی ہر بات مانتا جارہا ہوں لیکن چھوٹے سائیں اپنے ساتھ لے جارہے ہیں۔ یہ مجھے پولیس والوں کے حوالے کر سکتے ہیں۔"

رب راکھن نے کہا۔ "کیا تم نہیں جانتے کہ ہماری پہنچ کہاں تک ہے؟ تمہیں کسی بھی تھانے کی حوالات میں آدھے گھنٹے سے زیادہ نہیں رہنے دوں گا۔ تم اپنی نہیں میرے بیٹے کی فکر کرو۔ وہ جہاں جانا چاہتا ہے' اسے جانے دو۔ ہم بعد میں اسے بتائیں گے کہ باپ آخر باپ ہوتا ہے۔ بیٹا باپ سے قد میں اونچا ہو سکتا ہے مگر باپ کی حد سے آگے نہیں بڑھ سکتا۔ ہم نے اس کے لیے جو لکیر کھینچ دی ہے وہ اس لکیر کو پار کرنے سے پہلے ہی پھر ہمارے قدموں میں آگرے گا۔"

جیپ آگے چل پڑی۔ ماچھیو ڈرائیو کر رہا تھا۔ شانی اور سچل پیچھے بیٹھے ہوئے دائیں بائیں اور پیچھے دیکھتے جارہے تھے۔ کئی میل کا فاصلہ طے کرنے کے بعد بھی کوئی تعاقب کرتا ہوا دکھائی نہیں دیا۔ انہوں نے اتنی زبردست چال چلی تھی کہ تمام ڈاکو اپنے سرپرست رب راکھن کے حکم کے خلاف سچل اور شانی پر چھپ کر حملے نہیں کر سکتے تھے۔

وہ دریا کے کنارے پہنچ گئے۔ وہاں ماچھیو کے چند ماتحت ایک جیپ اور دو وینوں کے ساتھ ہمیشہ موجود رہتے تھے۔ سچل کے حکم کے مطابق ماچھیو نے ان تمام ماتحتوں سے کہا کہ وہ کشتی میں بیٹھ کر دوسرے کنارے چلے جائیں۔ وہ حکم کے بندے تھے' کشتی میں بیٹھ کر چلے گئے۔

سچل نے ٹی ٹی کے ذریعے دونوں وینوں اور جیپ کے تمام پہیوں کو بے کار بنا دیا۔ شانی نے جیپ کی ہیڈ لائٹس کی روشنی میں لکھا۔ "سچل! اس ڈاکو سلطان ماچھیو نے میرے

ڈیڈی کی گاڑی میں ریموٹ کنٹرولر سے بلاسٹ ہونے والا بم لگایا تھا۔ اس سے جرم اقرار کراؤ۔"

سچل نے دور کھڑے ہوئے ماچھیو سے کہا۔ "کل ایسی ہی اندھیری رات تھی۔ ہمیں یہاں سے قیدی بناکر لے جانے پہلے تم سرکاری گاڑی کے پاس گئے تھے اور وہاں ایک بم رکھا تھا۔ سرہلا کر اقرار کرو۔"

"چھوٹے سائیں! اقرار کیا کرنا ہے۔ آپ نے تو آنکھوں سے دیکھا ہے۔ میں ابھی تک یہ بھولا ہوا تھا کہ جس ڈائریکٹر جنرل کو میں نے ہلاک کیا ہے' اس کی بیٹی آپ کے ساتھ ہے۔ یہ..... یہ تو اب مجھے زندہ نہیں چھوڑے گی۔"

"میں نے کہا ہے کہ صرف ہاں کے انداز میں سرہلاؤ۔"

اس نے سرہلا کر اقرار کیا۔ شانی نے غصے سے اور نفرت سے اسے دیکھا پھر ریوالور سے اس کا نشانہ لیا۔ وہ گڑگڑاتے ہوئے زمین پر گھٹنے ٹیکنا چاہتا تھا اس لیے پہلے فائر کی آواز گونجی۔ ایک گولی نے اس کے ایک گھٹنے کی ہڈی توڑ دی۔ وہ چیخ مار کر ذرا اچھل کر زمین پر گرا۔ شانی نے دوسرا فائر کیا۔ اس کے حلق سے پھر چیخ نکلی۔ اس کے دوسرے گھٹنے کی بھی ہڈی ٹوٹ گئی تھی۔

پھر اس نے تیسرا فائر نہیں کیا۔ ریوالور اور دوسرے سامان کو جیپ میں رکھنے لگی۔ سچل آہستہ آہستہ چلتا ہوا ماچھیو کے پاس آیا۔ وہ دونوں گھٹنوں کی شدید تکلیف سے تڑپ رہا تھا۔ سچل نے اس کے قریب زمین پر پڑے ہوئے موبائل فون کو اٹھایا پھر کہا۔

"ماچھیو! اب تم خطرناک ڈاکو سلطان ماچھیو نہیں رہے۔ ساری زندگی دونوں پیروں سے معذور رہو گے۔ شانی نے تمہیں موت نہیں دی لیکن موت سے بدتر سزا دی ہے۔"

وہ جیپ میں آکر بیٹھ گیا۔ شانی نے اسے اسٹارٹ کیا پھر اسے ڈرائیو کرنے لگی۔ سچل سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر موبائل فون کو آن کرکے صداقت علی سے رابطہ کرنے لگا۔

★==========★==========★

رب راکھن کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ بیٹے اور ہونے والی بہو پر اتنی مضبوط گرفت رکھنے کے باوجود وہ آسانی سے نکل جائیں گے۔ اگر اسے معلوم ہو جاتا کہ گھنے جنگل میں مسلح ڈاکوؤں کے درمیان سے نکلنے کی پلاننگ ایک گونگی کی تھی تو وہ اس پر کبھی یقین نہ کرتا۔ یوں دیکھا جائے تو کسی گونگی سے ایسی ذہانت کی توقع نہیں کی جاتی۔ شانی کا یہ پس منظر رب راکھن تو کیا اس کا گاڈ فادر نانا بھی نہیں جانتا تھا کہ گویائی اور سماعت سے محروم رہنے والی اسکاٹ لینڈ یارڈ کی تربیت یافتہ ہے اور بڑی رازداری سے اپنے باپ کو اسسٹ کرتی ہے۔

موبائل فون پر ماچھیو نے یہ تصدیق کی کہ شانی اور سچل نے اپنا لباس پٹرول سے بھگولیا ہے۔ اب انہیں جانے نہ دیا گیا تو سچل جیسا ضدی جوان ضرور خودکشی کرے گا۔ رب راکھن کو یقین ہوگیا کہ بازی پلٹ گئی ہے۔ اس نے ماچھیو کو حکم دیا کہ ان کا راستہ نہ روکا جائے۔ دوسری طرف اس نے دوسرے فون کے ذریعے پیر عظمت اللہ شاہ سے رابطہ کیا۔ گاڈ فادر پیر شاہ صاحب کی عادت تھی وہ ریسیور کان سے لگاتے ہی بڑے تکبر سے کہتا تھا۔ "ہم بول رہے ہیں۔"

اس بار اس کی آواز اور لہجہ ٹوٹا ہوا سا تھا۔ اس نے تھکے ہوئے انداز میں پوچھا۔ "ہیلو' کون ہے؟"

رب راکھن نے حیرانی سے پوچھا۔ "حضور! یہ آپ ہیں' میں آواز سے آپ کو پہچان رہا ہوں لیکن انداز آپ کا نہیں ہے۔"

"کام کی بات کرو۔ ہمارے گھر میں ہماری پوتی روبی کی میت رکھی ہوئی ہے۔"

"حضور! یہ..... یہ میں کیا سن رہا ہوں۔ دیکھیں' میں آپ کی دلی اور دماغی حالت کو سمجھ رہا ہوں۔ طویل گفتگو سے پریشان نہیں کروں گا۔ صرف اتنا بتا دیں آپ کی پوتی کی موت کیسے ہوئی؟"

"ہم نے حمزہ بیگ کی بیٹی کو قتل کرایا۔ اس نے ہماری پوتی کو قتل کروایا۔ ہم اس سے زیادہ کچھ نہیں کہہ سکتے۔ کوئی ضروری بات ہے تو بولو؟"

"جی ہاں۔ آپ کی نواسی شانی اور میرا بیٹا سچل ڈاکوؤں کی قید سے ایسی حکمت عملی

سے نکل کر جارہے ہیں کہ ہم میں سے کوئی انہیں جانے سے روک نہیں سکتا۔"

"انہوں نے کیسی حکمت عملی اختیار کی ہے کہ انہیں روکا نہیں جاسکتا۔ ہمیں سے کم الفظ میں بتاؤ' وہاں کیا ہو رہا ہے؟"

وہ بتانے لگا کہ کس طرح پٹرول اور ماچس ان کا ہتھیار بن گئے اور اکلوتے بیٹے زندہ سلامت رکھنے کے لیے ایک باپ کی محبت نے ان کے آگے ہتھیار ڈال دیے ہیں۔

پیر عظمت اللہ شاہ نے کہا۔ "تم نے صداقت علی کو قتل کرانے کا ایک ہی کارنامہ انجام دیا ہے۔ اس کے بعد آج تک تم نے کسی معاملے میں نمایاں کامیابی حاصل نہیں کی۔ اپنے بیٹے کو سونا اسمگل کرنے کے الزام میں جیل کی یونیورسٹی بھی نہ بھیج سکے۔ تمہارے بیٹے کو صداقت علی لے گیا تھا۔ ایسے وقت تم صداقت علی کو ہلاک کرانے اور شانی کو سچل کے ساتھ ڈاکوؤں کے درمیان رکھنے میں کامیاب ہورہے تھے لیکن مکمل کامیابی سے پہلے ہی تم ناکام ہو رہے ہو۔ ایسی صورت میں ہماری نواسی کو بخیریت ہمارے پاس پہنچاؤ۔"

"حضور! میں نے اسی لیے فون کیا ہے۔ ابھی سچل شانی کو لے کر ڈاکوؤں کے اڈے سے نکل رہا ہے۔ ان دونوں کو وہاں سے دریا کے کنارے پہنچنے تک تین یا چار گھنٹے لگ سکتے ہیں پھر دریا کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے پہنچنے تک ڈیڑھ گھنٹا لگتا ہے۔ اس طرح تقریباً پانچ گھنٹوں میں وہ دونوں دریا کے دوسرے کنارے پر آئیں گے۔ کراچی سے اس جگہ ساڑھے تین گھنٹے میں پہنچا جاسکتا ہے۔ آپ فوراً اپنے ذہین اور مسلح وفاداروں کو وہاں بھیجیں' ان دونوں کے پاس بھی ہتھیار ہیں لیکن انہیں محبت سے ٹریپ کرنا ہوگا ورنہ ان کے پاس پٹرول سے بھرا ہوا کین ہے۔ وہ دونوں بچاؤ کی کوئی صورت نہ دیکھ کر خود کو آگ لگالیں گے۔"

"ہماری پوتی کی موت کا صدمہ کچھ کم نہیں ہے۔ ہم اپنی نواسی کو خودکشی کرنے کا موقع نہیں دیں گے۔"

"آپ کی نواسی کے ساتھ میرا بیٹا بھی ہے۔ جس طرح میں نے آپ کی نواسی کو ڈاکوؤں کے درمیان عزت آبرو سے زندہ رکھا اسی طرح آپ سے امید کرتا ہوں کہ آپ

میرے بیٹے کو بخیریت اپنی پناہ میں رکھیں گے۔"

"ہم اپنے آدمیوں کو ابھی روانہ کر رہے ہیں۔ تم آدھے گھنٹے بعد ہم سے رابطہ کرو۔"

پیر عظمت اللہ شاہ نے فون بند کر دیا۔ ڈرائنگ روم سے بڑی بہو ریحانہ کے رونے کی آوازیں آرہی تھیں۔ روبی کو غسل دیا جارہا تھا۔ جرائم کی دنیا اور گاڈفادر سے گہرے تعلق رکھنے والے نوکر شاہی کے اعلیٰ افسران کی بیگمات وغیرہ بھی آئی ہوئی تھیں۔ گاڈفادر کی پوتی کے لیے ماتم کرنے والوں کی خاصی بھیڑ لگی ہوئی تھی۔

سنی کے جذباتی اور جنونی ہونے کے باعث اسے جائے واردات سے گاڑی کی پچھلی سیٹ پر ڈال کر لایا گیا تھا۔ اس کے بزرگوں کا خیال تھا کہ روبی کی ناگہانی موت نے اس کے ذہن پر برا اثر ڈالا ہے۔ اگر وہ اسی طرح مسلسل چیختا چلاتا رہا اور اپنے دادا کو روبی کا قاتل کہتا رہا تو حقیقت پر پردہ ڈالنے کے لئے اسے کچھ عرصے تک پاگل ثابت کرتے رہنا ہوگا۔

سنی کا باپ رحمت اللہ شاہ اور روبی کا باپ برکت اللہ شاہ وغیرہ وہاں تعزیت کے لیے آنے والوں کو یہی تاثر دے رہے تھے کہ سنی کا ذہنی توازن بگڑ گیا ہے اس لیے اسے باندھ کر انیکسی کے ایک کمرے میں بند کر دیا گیا ہے۔

اور وہ ایک بند کمرے میں پلنگ پر بندھا ہوا پڑا تھا۔ اس کے ہاتھوں اور پیروں کو رسیوں سے باندھا گیا تھا۔ منہ میں ایک رومال ٹھونس کر اوپر سے ٹیپ چپکا دیا گیا تھا۔ وہ اوں آں کر سکتا تھا۔ اس سے زیادہ آواز نہیں نکال سکتا تھا۔ اپنی زبان سے روبی کا نام نہیں لے سکتا تھا۔ اس کا آخری دیدار نہیں کر سکتا تھا اور اپنی محبوبہ کے جنازے کو کاندھا نہیں دے سکتا تھا۔

اس طرح بزرگ اسے باغی بنا رہے تھے۔ اسے یہ فریاد کرنے کا موقع نہیں دے رہے تھے کہ اسے ایک خاندان کے فرد کی طرح روبی کی آخری رسومات میں شریک کیوں نہیں ہونے دیا جا رہا ہے۔ ان لمحات میں وہ ایسا قیدی تھا' جس کا کوئی اپنا نہیں تھا اور جو اپنی تھی' اسے آخری بار دیکھ نہیں سکتا تھا۔

وہ بار بار تڑپ کر ہاتھوں اور پیروں کی پوری قوت سے رسیوں کو توڑنا چاہتا تھا' انہیں توڑنا ممکن نہیں تھا۔

پیر عظمت اللہ شاہ اپنے پوتے سنی کو بھی دل و جان سے چاہتا تھا۔ ایک تو روبی کی موت نے اسے نڈھال کر دیا تھا۔ دوسرے یہ کہ سنی کا جنونی انداز پریشان کر رہا تھا۔ وہ ہمیشہ سچی اور کھری باتیں کرتا تھا۔ اب اس کی سچائی کی انتہا یہ تھی کہ وہ جائے واردات پر پولیس افسران کے سامنے اپنے دادا کو روبی کا قاتل کہتا رہا تھا۔ ابھی اسے آزاد کر دیا جاتا تو وہ تعزیت کے لئے آنے والوں کی بھیڑ میں بھی اپنے دادا پر روبی کے قتل کا الزام لگاتا رہتا۔

بڑے ہال نما ڈرائنگ روم سے لے کر باہر لان اور سڑک تک جنازے میں شریک ہونے والوں کی تعداد بڑھتی جا رہی تھی۔ پیر عظمت اللہ شاہ اوپر اپنے بیڈ روم میں تھا۔ اس نے اپنے وفاداروں کو دریا کے اس ساحل کی طرف روانہ ہونے کا حکم دے دیا تھا جہاں شانی اور سچل پہنچنے والے تھے۔ پھر ٹھیک آدھے گھنٹے بعد رب راکھن نے فون کے ذریعے رابطہ کر کے کہا۔ "حضور! میں ہوں۔ آپ کے حکم کے مطابق آدھے گھنٹے بعد زحمت دے رہا ہوں۔"

"ہمارے آدمی روانہ ہو چکے ہیں۔ وہ ضرور کسی نہ کسی طرح شانی اور سچل کو لے آئیں گے لیکن ہمارے پاس صرف ہماری نواسی کو لائیں گے۔"

"حضور! اور میرا بیٹا' میرا سچل؟"

"اسی کا سودا کرنے کے لیے تمہیں ابھی فون کرنے کو کہا تھا۔"

"سودا؟ کیسا سودا حضور؟"

"جیسا ہمارے درمیان پہلے بھی ہوتا رہا ہے۔ ہم آپس میں رشتے دار نہیں ہیں۔ ہمارا کوئی خون کا رشتہ نہیں ہے۔ ہم جرائم کے راستوں پر کسی نہ کسی موڑ پر ملتے ہیں۔ ایک دوسرے کو کچلتے ہیں یا پھر سمجھوتا اور سودے بازی کرتے ہیں۔"

"جی ہاں۔ ایسا تو ہوتا ہے لیکن آپ میرے بیٹے کو داماد بنانے والے تھے۔"

"بنانے والے تھے' بنایا تو نہیں تھا۔ کیا اتنی جلدی بھول گئے کہ ہماری تمہاری خصوص دنیا میں دامادوں کو ٹھکانے لگانے کا سودا ہوا کرتا ہے۔ تم نے میرے داماد کو ہلاک کرنے کے پچاس لاکھ روپے لیے۔ اب اپنے بیٹے کے لیے کیا دو گے؟"

رب راکھن کو چند لمحوں کے لیے چپ سی لگ گئی۔ اس کا اکلوتا بیٹا بہت بڑے پہاڑ کے نیچے آ رہا تھا۔ اس نے ہکلاتے ہوئے کہا۔ "یہ..... یہ..... یہ کیسے وقت سودے کی بات کر رہے ہیں۔ گھر میں جوان پوتی کی میت رکھی ہوئی ہے اور آپ.....؟"

"ضمیر نہ جگاؤ۔ اگر ہمارے تمہارے پاس ضمیر ہوتا تو مجرم ہی نہ بنتے۔ جس وقت مائی نورن سہاگی اپنے گھر کی چھت سے پھندا بنا کر لٹکی ہوئی تھی' اس وقت تم اس ماں کے لال کو جیل کی یونیورسٹی بھیجنے کے منصوبوں پر عمل کر رہے تھے۔ ہمارے تمہارے سامنے اپنوں کی لاشیں پڑی رہتی ہیں اور ہم اپنے وطن کا' اپنی قوم کا' اپنے رشتوں کا اور اپنی شرم و غیرت کا سودا کرتے رہتے ہیں۔ لہٰذا ہمارے تمہارے پاس جو ضمیر ہے ہی نہیں' اسے جگانے کے لیے جذباتی انداز میں ہماری پوتی کی میت کا حوالہ نہ دو۔"

"ٹھیک ہے۔ آپ ٹھیک کہتے ہیں۔ میں نے آپ کے داماد کو ٹھکانے لگانے کے پچاس لاکھ روپے لیے تھے۔ یہی پچاس لاکھ دے کر اپنے بیٹے کی جان کی امان چاہوں گا۔"

"تم گاڈ فادر کو بے وقوف اور بے خبر کیوں سمجھتے ہو۔ ہم تمہارے جیسے اور گاڈ فادر. حمزہ بیگ جیسے جرائم کے کھلاڑیوں کا مکمل خبرنامہ اپنے پاس رکھتے ہیں۔ تم نے ہمارے داماد کی ہلاکت کے سلسلے میں حمزہ بیگ سے بھی پچاس لاکھ روپے لیے ہیں۔ نوکر شاہی کے اعلیٰ افسران جو ڈائریکٹر جنرل صداقت علی کی فرض شناسی سے تنگ آ چکے تھے' ان سے بھی اچھی خاصی رقم بٹور کر مجموعی طور پر ایک کروڑ چالیس لاکھ روپے کما چکے ہو۔ اتنی بڑی رقم تمہیں ہمارے داماد کی ہلاکت سے ملی۔ تمہارے بیٹے کی سلامتی کے لیے بھی ہم ایک کروڑ چالیس لاکھ کمانے کا حق رکھتے ہیں۔"

رب راکھن کو چپ سی لگ گئی۔ پیر عظمت اللہ شاہ نے کہا۔ "ہم تمہارے جیسے مکار کھلاڑی کی خاموشی کو سمجھ رہے ہیں۔ پہلے تم بیٹے کو مفت حاصل کرنے کے لیے کتنے ہی راستے اختیار کرو گے۔ ہمارے مخالف حمزہ بیگ کے سامنے بھی گڑگڑاؤ گے۔ جب ہر

طرف سے ناکامی ہوگی تو ہمارا مطالبہ پورا کرکے بیٹے کو لے جاؤ گے۔ ٹھیک ہے اپنے ط
پر کوششیں کرلو۔ ہم اس لیے بھی مہلت دے رہے ہیں کہ زیادہ باتیں نہیں کرسکتے۔ ا
ہماری پوتی کا جنازہ اٹھنے والا ہے۔"

اس نے فون بند کردیا۔ اب اسے پوتی کے جنازے کو کاندھا دینے کے لیے ا
بیڈ روم سے نکل کر نیچے ڈرائنگ روم میں جانا تھا۔ تعزیت کے لیے آنے والے بڑ
بڑے افسران اور سیاست دان اس سے ملنا اور پُرسے کے رسمی فقرے ادا کرنا چاہتے تھے۔

وہ بیڈ روم سے باہر آیا۔ کاریڈور کے دوسری طرف شانی کا کمرا تھا۔ اس کے بو
ہاجرہ کا کمرا اور اس کی ہاجرہ بیٹی اپنے کمرے کی دہلیز پر گم صم بیٹھی ہوئی تھی۔ جب سے
اپنے شوہر صداقت علی کی ہلاکت کی خبر سنی تھی' تب سے وہ گونگی کی طرح خاموش تھی
اور بہری کی طرح کسی کی آواز نہیں سنتی تھی۔ اسے سب ہی مخاطب کرتے تھے لیکن و
خلا میں تکتی رہتی تھی۔

پہلے رائے قائم کی گئی کہ اس پر سکتہ طاری ہوگیا ہے لیکن وہ سکتہ نہیں تھا۔ اپنے
سہاگ کے اجڑنے کا خاموش ماتم تھا۔ وہ کھاتی پیتی' غسل کرتی اور لباس بدلتی تھی مگر کسی
سے بولتی نہیں تھی اور کسی کی طرف دیکھتی نہیں تھی۔ بھرے گھر میں ایسے رہتی تھی'
جیسے صداقت کے پاس قبرستان میں رہ رہی ہو۔

وہ گاڈ فادر کی سب سے لاڈلی اور سب سے زیادہ جان نثار بیٹی تھی۔ اس گاڈ فادر
باپ نے اسے دل و جان سے چاہنے کے باوجود اپنی سازشوں سے بیوہ بنایا تھا۔ یہ سنگدلی
ایک گاڈ فادر کی تھی لیکن جب وہ باپ کے دل سے دیکھتا تو یوں لگتا جیسے بیٹی خاموشی کو
ہتھیار بناکر باپ کے احساسات کو کچوکے لگا رہی ہے۔

احساسات کی سچائی اور شدت کو ضمیر کہتے ہیں اور وہ ابھی رب راکھن سے کہہ چکا
تھا کہ مجرموں کے پاس ضمیر نہیں ہوتا۔

ہوتا ہے۔ یہ ضمیر گاہے گاہے جاگتا ہے پھر سوجاتا ہے۔ بڑے بیٹے کے بازو میں گولی
لگی تو ضمیر بیدار ہوا پھر داماد کو قتل کراتے وقت ضمیر صاحب کو نیند آگئی۔ اب بیٹی کی بیوگی
کو دیکھ کر وہی ضمیر صاحب تڑپ جاتے تھے۔ عجیب دوغلے ضمیر صاحب تھے۔ نازو کو قتل

کرنے کا حکم دیتے وقت پھر سوگئے تھے۔ پوتی کی موت پر جاگتے ہوئے سوچ رہے تھے۔
پوتی مرگئی' سو مرگئی۔ اسے قبر میں چھوڑ آئیں گے لیکن سنی کا جنون اور پاگل پن شاید
اب انہیں چین نہیں لینے دے گا۔

ایسا ایک گاڈ فادر کا دوغلا ضمیر سوچ رہا تھا۔ جب اپنے کسی عزیز کی موت ہوتی ہے
تو دوسرے عزیز اُس روز دفتر سے چھٹی لیتے ہیں۔ دکان دار دکان بند کردیتے ہیں۔ اُس
روز کوئی کاروباری سودا نہیں ہوتا لیکن ابھی وہ گاڈ فادر' رب راکھن کے بیٹے کے عوض
ایک کروڑ چالیس لاکھ روپے کا سودا کرچکا تھا۔

ایسا کیوں ہوتا ہے کہ آدمی کا ضمیر کبھی کبھی جاگتا ہے؟ آدمی کو کبھی کبھی خدا یاد آتا
ہے اور آدمی اپنی زندگی میں کبھی کبھی شعوری طور پر زندہ رہتا ہے' ورنہ آخری سانس
تک اپنا مُردہ لیے پھرتا ہے۔ ایسا کیوں ہوتا ہے؟

★==========★==========★

مولا بخش ملنگی کے مکان میں صداقت علی بڑے آرام سے تھا۔ زندگی میں پہلی بار
وہ بڑی فرصت سے کبھی سوتا تھا اور کبھی جاگتا تھا۔ اب سے پہلے مصروفیات اس کا پیچھا
نہیں چھوڑتی تھیں۔ ملک میں کرپشن جتنا زیادہ ہوتا ہے' اتنا ہی ایک فرض شناس افسر کو
دن رات مستعد رہنا پڑتا ہے۔

مولا بخش ملنگی کی انسان دوستی اور وطن دوستی کے باعث اور روپوش رہنے کی وجہ
سے یہ موقع ملا تھا اس لئے وہ ایک جگہ سکون سے رہ کر دو گاڈ فادرز اور دوسرے بااثر'
بااختیار وی آئی پی قسم کے مجرموں کے طریقۂ واردات کا تجزیہ کر رہا تھا اور ان سے نمٹنے
کے لیے نیا لائحہ عمل تیار کر رہا تھا۔

مولا بخش ملنگی کی شریک حیات زرینہ اس کے زخم کی مرہم پٹی کرنے آتی تھی۔
تینوں وقت کا ناشتا اور کھانا بھی لایا کرتی تھی۔ بہت سلجھی ہوئی تعلیم یافتہ خاتون تھی۔ وہ
بھی صداقت علی کی طرح اس مکان کی چار دیواری سے باہر نہیں جاتی تھی۔ اس مکان کی
تمام کھڑکیاں اور دروازے بند رہا کرتے تھے۔

صداقت علی نے مولا بخش سے پوچھا۔ "آپ کا مکان اگرچہ بہت بڑا ہے مگر

چاروں طرف سے بند رہتا ہے۔ ایسا کیوں ہے؟ جبکہ آپ اپنی شریک حیات کے لیے پردے کی سختی کے قائل نہیں ہیں۔ آپ کی بیگم مجھ سے اور ملازموں سے پردہ نہیں ہیں۔"

"میری بیگم کسی سے پردہ نہیں کرتی ہے لیکن کبھی مکان سے باہر قدم نہیں ہے۔ آپ جیسے فرض شناس افسر سے میں یہ حقیقت نہیں چھپاؤں گا کہ زرینہ بیگم آپ کی طرح یہاں روپوش رہتی ہے۔"

صداقت علی نے حیرانی سے پوچھا۔ "روپوش رہتی ہیں؟"

"جی ہاں۔ جس طرح میرا ایک ملازم آپ کو زخمی حالت میں جنگل سے لایا تھا اسی طرح زرینہ بھی کراچی کی ایک لوکل ٹرین میں بے یارومددگار پریشانی کی حالت سفر کر رہی تھی۔ میں اسی کمپارٹمنٹ میں تھا۔ میں نے دیکھا' وہ کچھ سہمی ہوئی سی اپنے دوپٹے کے آنچل سے آدھا چہرہ چھپائے ہوئے تھی۔

"ٹرین ایک جگہ رکی تو اس نے کھڑکی بند کر دی۔ لوکل ٹرین میں برائے نام کرتے ہیں۔ اس کمپارٹمنٹ میں ہمارے علاوہ اور تین مسافر تھے۔ جب ٹرین چلی دو آدمی کمپارٹمنٹ میں آئے۔ انہیں دیکھتے ہی زرینہ خوف سے چیخ پڑی۔ پیچھے دیوار سے لگ کر روتے ہوئے کہنے لگی۔ "نہیں جاؤں گی۔ میں وہاں نہیں جاؤں مجھے میرے گھر جانے دو۔"

وہ دونوں اس کی طرف بڑھنے لگے۔ ایک نے کہا۔ "تیرے گھر میں ایک باپ اور جوان بھائی تھا۔ پولیس اور رینجرز کے جوان آئے اور انہیں دہشت گردی شبہے میں پکڑ کر لے گئے۔"

دوسرے شخص نے کہا۔ "اب تیرا کوئی نہیں ہے۔ جہاں سے بھاگ کر آئی وہاں سب تیرے ہیں۔ تو وہاں محفوظ بھی رہے گی اور نوٹ بھی کمایا کرے گی۔"

"مجھے نوٹ نہیں چاہئیں۔ میں بے حیائی پر تھوکتی ہوں۔ میں ابھی ٹرین سے کود جان دے دوں گی۔"

ایک نے جیب سے چاقو نکال کر کھولتے ہوئے کہا۔ "ہم جانے دیں گے تب نا

سے چھلانگ لگائے گی۔ تجھے ہمارے ساتھ جانا ہے اور تو ضرور چلے گی۔"

وہ رحم طلب نظروں سے ہماری طرف دیکھنے لگی۔ ہم چار مسافر ایک دوسرے سے دور بیٹھے ہوئے تھے۔ تین مسافر خوف سے کمپارٹمنٹ کے ایک گوشے میں چلے گئے تھے۔ شہر میں آئے دن پانچ دس بندے مار دیے جاتے تھے۔ لوکل ٹرین میں مزدور اور غریب طبقے کے لوگ سفر کرتے ہیں اور صبح سے شام تک خیریت سے گھر پہنچنے کی دعائیں مانگتے رہتے ہیں۔ وہ بے چارے تینوں مسافر بھی اپنے بیوی بچوں کے لیے زندہ رہنا چاہتے تھے۔ اس لیے خوف زدہ ہو کر تینوں ایک گوشے میں جا کر کھڑے ہو گئے تھے۔

چاقو والے شخص نے ہنستے ہوئے کہا۔ "کیوں ان کی طرف دیکھ رہی ہے۔ ابھی تو ہم نے یہ چاقو نکالا ہے۔ اگر ٹی ٹی اور ریوالور نکالیں گے تو ان بے چاروں کی جان چلی جائے گی۔"

میں شہر کے مہاجنوں سے بڑی بڑی رقمیں وصول کر کے اپنے اس گوٹھ میں آتا ہوں۔ اپنی اور رقم کی حفاظت کے لیے لائسنس کے ساتھ ریوالور رکھتا ہوں۔ تھانے والوں نے سختی سے تاکید کی تھی کہ کوئی ہتھیار کراچی نہ لے جاؤں کیونکہ پکڑا جاؤں گا تو دہشت گرد کہلاؤں گا۔ اس کے باوجود میں ریوالور چھپا کر رکھتا ہوں۔ میں نے وہ ریوالور نکال کر کہا۔ "تم دونوں کے پاس ٹی ٹی اور ریوالور ہوتے تو چاقو نہ نکالتے اور اگر واقعی ہے تو میں نکالنے کا موقع نہیں دوں گا' چاقو پھینک دو۔"

انہوں نے پریشان ہو کر ایک دوسرے کو دیکھا پھر ایک نے کہا۔ "ہمارے معاملے میں نہ پڑو۔ اگلے اسٹیشن پر ہمارے مسلح ساتھی یہاں آئیں گے اور تمہیں گولیوں سے چھلنی کر دیں گے۔"

میں نے ان کے پیروں کی طرف ایک فائر کیا۔ وہ اچھل کر زرینہ سے دور ہو گئے۔ میں نے کہا۔ "اب میں زبان سے نہیں کہوں گا۔ میری تین کی گنتی ختم ہونے تک چلتی ٹرین سے چھلانگ لگا دو ورنہ پانچ دس بندے تو مرتے ہی رہتے ہیں۔ ان میں تم دونوں کا اضافہ ہو جائے گا.....ایک.."

میں نے گنتی شروع کی اور ایک کہتے ہی دوسرا فائر کیا پھر انہوں نے دو کی گنتی

نہیں سنی۔ دوڑتے ہوئے دروازے کے پاس گئے اور وہاں سے باہر چھلانگ لگا
زرینہ تیزی سے آکر میرے قدموں میں لپٹ گئی اور روتے ہوئے بولی۔ "خدا کے
مجھے میرے گھر لے چلیں۔ وہ غنڈے کہہ رہے تھے کہ میرے باپ اور بھائی کو پولیس
کرلی گئی ہے۔"

میں نے اسے تسلی دی۔ "فکر نہ کرو۔ پولیس میں میرے جاننے والے ہیں
تمہارے باپ اور بھائی کو چھوڑ دیں گے اور ہوسکتا ہے کہ وہ غنڈے جھوٹ بول رہے
ہوں۔"

ٹرین کسی وجہ سے کارساز اور ڈرگ روڈ کے درمیان رک گئی تھی۔ میں نے
سفری بیگ اٹھا کر کہا۔ "چلو۔ خدا تم پر مہربان ہے۔ ہوسکتا ہے' اگلے اسٹیشن پر کچھ
دشمن تمہارے انتظار میں ہوں۔ اب وہ انتظار ہی کرتے رہیں گے۔"

وہ میرے ساتھ ٹرین سے اتر گئی۔ ہم دوسری پٹڑیوں پر سے گزرتے ہو
ائرپورٹ روڈ پر آئے۔ وہاں سے ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر طارق روڈ پہنچے۔ میں نے ایک
دکان سے ایک برقع خریدا۔ پھر اس سے کہا۔ "اسے پہن کر دیکھو۔ اگر پسند نہیں آئے
دوسرا لے دوں گا۔"

اس نے برقع پہنا' میں نے کہا۔ "یہی ٹھیک ہے۔ اسے پہنے رہو۔"

اب وہ بڑی حد تک محفوظ تھی۔ کوئی دشمن اسے پہچان نہیں سکتا تھا۔ ہم دوسری
ٹیکسی میں بیٹھ کر جونا مارکیٹ آئے۔ وہاں مہاجن کی دکان کے سامنے میری سوزوکی کھڑی
تھی۔ میں اس سوزوکی پر اناج کی بوریاں یوسف گوٹھ سے شہر لے جاتا تھا۔ وہ اگلی سیٹ پر
بیٹھ گئی اور اپنے گھر کا پتا بتانے لگی۔ اس کے گھر پہنچ کر پتا چلا کہ اس کا بوڑھا باپ اور
جوان بھائی دہشت گردی کی بھینٹ چڑھ گئے۔ ان کی لاشوں کی تدفین بھی ہوچکی تھی۔
زرینہ کی حالت بری تھی۔ وہ اس بھری دنیا میں تنہا رہ گئی تھی۔ اس نے بتایا کہ اس کی
ماں پہلے ہی انتقال کرچکی ہے۔ چونکہ اس جگہ ٹھہرنا خطرے سے خالی نہ تھا کسی بھی وقت
میڈم سروری کے غنڈے آسکتے تھے اس لیے میں زرینہ کو اپنے ساتھ لے آیا۔ جب اس
کی حالت کچھ سنبھلی تو میں نے پوچھا۔ "وہ کون لوگ ہیں جو تمہارے پیچھے پڑے ہوئے

ہیں؟"

"وہ میڈم سروری کے پالتو غنڈے ہیں۔ میں ایک اسپتال میں نرس تھی۔ ایک
روز میڈم سروری کی لیڈی سیکریٹری نیلم اسپتال میں آئی اور کہا۔ "تم بہت خوب صورت
ہو۔ تمہیں ایسی ملازمت کرنا چاہیے جہاں اتنی زیادہ تنخواہ ملتی ہو کہ تم اپنے جہیز کے لیے
کافی رقم جمع کرسکو۔ سچ تو یہی تھا' میں اپنا جہیز جوڑنے کے لیے ملازمت کر رہی تھی۔ ابا
بیمار رہتے تھے اور بھائی بے روزگار تھا۔ مجھے اپنی شادی کے لیے خود ہی رقم جمع کرنی تھی
اور نہ جانے کس طرح نیلم نے میری اس کمزوری کو پکڑلیا۔

"مجھے اسپتال میں ماہانہ دو ہزار روپے ملتے تھے۔ اس نے چھ ہزار کی آفر دی اور
میں میڈم سروری کے قائم کردہ۔ "گفٹ ہاؤس۔" میں چلی آئی۔ سوسائٹی میں ایک بہت
بڑی کوٹھی ہے۔ جس کے گیٹ پر ایک چھوٹا سا سائن بورڈ لگا ہوا ہے۔ اس سائن بورڈ
پر۔ "گفٹ ہاؤس۔" لکھا ہوا ہے۔ وہ کوٹھی چھ بیڈ روم اور ایک بڑے سے ڈرائنگ روم
پر مشتمل ہے۔ مجھ سے کہا گیا تھا کہ وہاں لڑکیاں گھریلو دستکاری کے مختلف آئٹم تیار کرتی
ہیں۔ ڈیفنس کی ایک کوٹھی میں بھی لڑکیاں ہیں۔ ان کی صحت اور فزیکل فٹنس کے لیے
ایک لیڈی ڈاکٹر ہے۔ میں اب اس کی اسسٹنٹ ہوں۔

"میں نے۔ "گفٹ ہاؤس۔" میں پہنچ کر دیکھا۔ وہاں بڑے سے ڈرائنگ روم میں
گھریلو دستکاری کے مختلف نمونے رکھے ہوئے تھے لیکن وہاں رہنے والی حسین اور جوان
لڑکیاں یہ چیزیں تیار نہیں کرتی تھیں۔ دستکاری کے وہ نمونے کہیں سے خرید کر لائے
جاتے تھے۔ وہاں جتنی لڑکیاں تھیں' وہ اچھا کھاتی پیتی اور صبح و شام جدید آلات اور
مشینوں کے ذریعے ورزش کیا کرتی تھیں۔ ان کے ذریعے لڑکیوں نے اپنے جسموں کو
خوب نکھارا تھا اور خود کو مقناطیس بنالیا تھا۔

"مجھے دو ہی دن میں اصلیت معلوم ہوگئی کہ وہاں بہت اونچی سطح پر حسن و شباب کا
بیوپار ہوتا ہے۔ بڑے بڑے کنٹریکٹر لاکھوں کروڑوں کا پروجیکٹ' بڑے بڑے تاجر بڑے
بڑے قرضے اور سرکاری افسران اونچے عہدوں پر ترقی پانے کے لیے وہاں سے لڑکیاں لے
جاکر اوپر والوں کو تحفے کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ اسی لیے وہ کوٹھی۔ "گفٹ ہاؤس۔"

اور لڑکیاں۔ "گفٹ گرل۔" کہلاتی ہیں۔ کال گرل اور ماڈل گرل کے مقابلے میں گفٹ گرلز بہت مہنگی' بہت رکھ رکھاؤ اور فرفر انگریزی بولنے والیاں ہوتی ہیں اور بڑے مہنگے تحفے کے طور پر خرید کر اوپر والوں کو خوش کرنے کے لیے پیش کی جاتی ہیں۔

"لیڈی ڈاکٹر نے مجھے بھی فزیکل فٹنس کے لیے صبح و شام ورزش کرنے کی ہدایت کی۔ میں نے کہا۔ "یہ ملازمت' یہ ماحول میرے مزاج کے خلاف ہے۔ میں کل سے نہیں آؤں گی۔"

"مجھے گھر واپس جانے دیا جاتا تو میں..... دوسرے دن نہ آتی۔ سیکریٹری نیلم اور لیڈی ڈاکٹر نے کہا۔ "تمہارے چہرے کے نقوش بڑے جاذب نظر ہیں۔ جسم بھی خوب ہے مگر اسے خوب تر بنانا ہے۔ اب تم ایک مخصوص مدت تک گھر نہیں جاؤ گی۔"

"میں نے احتجاج کیا۔ ان کے احکامات کی تعمیل کرنے سے انکار کیا تو مجھ پر جیسے قیامت ٹوٹ پڑی۔ میرے ساتھ وحشیانہ سلوک کیا گیا۔ مجھے رونا اور چیخنا چاہیئے تھا لیکن مجھے بھنگ پلا کر ہنسایا گیا۔ بھنگ ایک ایسا نشہ ہے جسے اداس ہو کر پیو تو نشہ اترنے تک پینے والا اداس ہی رہتا ہے۔ یہ مجھے پہلے معلوم نہیں تھا۔ مجھ سے کہا گیا اگر میں ہنستے ہنستے یوں گی تو مجھے گھر جانے کے لیے آزاد چھوڑ دیا جائے گا۔

"میں پینے کے دوران مجبوراً ہنستی رہی پھر نشہ غالب آیا تو مجھے ہوش نہیں رہا کہ کس طرح میری تصویریں اور بلیو فلم تیار ہوتی رہیں۔ ہوش میں آنے کے بعد ان تصویروں اور بلیو فلم کو دیکھا تو شرم سے گردن جھک گئی۔ وہ سب کچھ اس طرح کیا گیا تھا جیسے میں راضی خوشی بے حیائی کی مرتکب ہو رہی ہوں۔

"ان کی ایسی مکاریوں کے بعد میں لاکھ کہتی کہ مجھ سے زیادتی کی گئی ہے تو کوئی یقین نہ کرتا۔ اسلام آباد سے میڈم سروری نے فون پر کہا۔ "زرینہ! میں نے تمہاری تصویریں دیکھی ہیں۔ تم لاجواب ہو۔ ہماری بات مانتی رہو گی تو کار' کوٹھی اور بینک بیلنس والی بن جاؤ گی۔ تمہیں گھر جانے کی اجازت ہے لیکن ڈیوٹی کے مطابق گفٹ ہاؤس میں آیا کرو گی۔ خواہ مخواہ پارسا بن کر انکار کرو گی تو بلیو فلم اور تصویریں مارکیٹ میں پہنچا دی جائیں گی۔"

"میں نے میڈم سروری کو نہیں دیکھا ہے لیکن ہر بڑے شہر میں اس کے گیسٹ ہاؤس ہیں اور وہ بڑے بااثر لوگوں کی سرپرستی میں یہ کاروبار کر رہی ہے۔

"پرسوں رات کو ایک سیاست دان مجھے خرید کر لے گیا۔ وہ آئندہ الیکشن کے لئے ٹکٹ حاصل کرنا چاہتا تھا لہٰذا اپنے پارٹی لیڈر کو خوش کرنے کے لئے مجھے اس کے عیش کدے میں پیش کیا۔ میں نے حالات سے سمجھوتا کر لیا۔ میرے مقدر میں زیادہ عرصے کی بے حیائی نہیں لکھی گئی تھی۔ صبح سے پہلے مجھے وہاں سے فرار ہونے کا موقع مل گیا۔ میں وہاں سے نکل آئی مگر گھر کا رخ نہیں کیا۔ وہ غنڈے مجھے تلاش کرتے ہوئے وہاں پہنچ سکتے تھے۔ ویسے بھی اب میں کس منہ سے گھر جاتی۔ تب سے اب تک بھوکی پیاسی بھٹکتی پھر رہی تھی کہ آپ نے میڈم سروری کے غنڈوں سے بچایا۔ مجھے کیا معلوم تھا کہ میرے پیچھے یہ قیامت ٹوٹ پڑے گی۔ اب میں سوچ رہی ہوں کہ کیا ہمارے ملک خداداد میں ایسی کوئی جگہ ہے جہاں ایک تنہا جوان عورت عزت و آبرو سے رہ سکتی ہے؟"

مولا بخش ملنگی' زرینہ کی روداد بیان کرتے کرتے رک گیا پھر صداقت علی سے بولا۔ "زرینہ نے جو سوال کیا وہ سوال نہیں ایک خنجر ہے جو ہر سچے پاکستانی کے دل میں اتر جاتا ہے۔ مانا کہ بدکار مردوں کی طرح بدکار عورتیں بھی ہوتی ہیں لیکن بات ان باحیا خواتین کی ہے' جو عزت آبرو سے زندگی گزارنا چاہتی ہیں۔ ہمیں دنیا کے نقشے پر پاکستان بنانے سے پہلے اپنے دل میں ایک پاکستان بنانا چاہیے تھا' جہاں ہر بہن' ہر بیٹی تنہا بھی رہتی تو عزت آبرو سے زندگی گزار لیتی۔"

مولا بخش ملنگی کا سر جھکا ہوا تھا۔ اس نے سر اٹھا کر صداقت سے کہا۔ "سائیں! دوسروں کو کسی بات کی نصیحت کرنے سے پہلے خود اس بات پر عمل کرنا چاہیے اس لیے ابھی جو بات کہہ رہا ہوں اسے کہنے سے پہلے میں نے اپنے دل کو پاکستان بنایا اور اس میں زرینہ کو دلہن بنا کر لے آیا۔"

ڈائریکٹر جنرل صداقت علی نے مولا بخش ملنگی کے گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ "میری ساری زندگی کرپٹ عناصر سے لڑتے ہوئے گزری ہے۔ ہمارے چاروں طرف جرائم کا تعفن پھیلا ہوا ہے۔ ایسے میں آپ جیسی ہستیاں خوشبو کا جھونکا بن کر مجھ جیسے

قانون کے محافظوں کو حوصلہ دیتی ہیں۔"

اس نے صداقت علی کے دونوں ہاتھوں کو تھام کر کہا۔ "ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ جرائم زیادہ ہیں اور فرض شناس افسران کم ہیں۔ اب آپ ہی نہ جانے کتنے معاملات سے تہانمٹ رہے ہوں گے۔ میں نے یوسف گوٹھ کے تھانے دار کو آج تک یہ نہیں بتایا کہ میری شریک حیات کس جہنم سے گزر کر آئی ہے۔ ایک اندیشہ رہتا ہے۔ کہ میڈم سروری کے آدمی زرینہ کو تلاش کرتے ہوئے ادھر آئیں گے تو تھانے دار نوٹوں کی گڈیاں لے کر دشمنوں کو میرے گھر تک پہنچا دے گا۔ ہمیں قانون کے محافظوں سے مدد حاصل کرتے ہوئے بھی خوف آتا ہے۔"

صداقت علی نے کہا۔ "میں نے کرپشن اور فحاشی کے سلسلے میں میڈم سروری کا نام سنا ہے لیکن اپنی بے پناہ مصروفیات کے باعث اس کی طرف توجہ نہ دے سکا۔ اب حلیہ بدل کر جاؤں گا تو اس میڈم کا محاسبہ ضرور کروں گا۔"

اسی وقت فون پر اشارہ موصول ہوا۔ اس نے فون کو آن کر کے کہا۔ "ہیلو' میں سکندر بول رہا ہوں۔"

دوسری طرف سے آواز آئی۔ "میں سچل ہوں۔ ایک اچھی خبر ہے۔ میں شانی کے ساتھ ڈاکوؤں کی قید سے نکل آیا ہوں۔ ہم دریا بھی پار کر چکے ہیں۔ اب ایک جیپ ہمارے پاس سفر کے لیے ہے۔ ہمیں بتائیں آپ سے کہاں ملاقات ہو سکتی ہے؟"

"کیا تمہیں یقین ہے کہ کوئی تمہارے تعاقب میں نہیں ہے؟"

"ہم نے انہیں انکے خفیہ اڈوں سے باہر نہیں آنے دیا تھا۔ ان کے تمام گھوڑے بھگا دیے تھے۔ وہاں ایک لینڈ کروزر رہ گئی تھی۔ اس کے چاروں پہیوں کو ناکارہ بنا دیا تھا۔ ہم ڈاکو سلطان ماچھیو کو یرغمال بنا کر لائے تھے۔ دریا پار کرنے کے بعد اس کے دونوں گھٹنوں میں گولی مار کر اسے اپاہج بنا دیا تھا۔"

"تعجب ہے۔ تم مسلح ڈاکوؤں کو کیسے بے بس بنا کر چلے آئے؟"

"یہ شانی کی تدبیر تھی کہ میں بابا سائیں کی محبت سے فائدہ اٹھاؤں۔ انہیں خودکشی کی دھمکی دوں۔ وہ مجھے کبھی مرنے نہیں دیں گے۔ میں نے اور شانی نے اپنے لباس کو

پٹرول سے بھگو کر ماچس کی تیلی جلا کر دھمکی دی کہ ہمیں جانے نہ دیا گیا تو ہم آگ لگا کر جل مریں گے۔"

سچل نے فرار ہونے کی مختصر روداد سنائی۔ صداقت علی نے کہا۔ "تم دونوں نے کمال کر دیا لیکن تمہیں اپنے بابا سائیں کی چالبازیوں کو سمجھنا چاہیے۔ اس نے تمہیں ادھر ڈھیل دے کر کسی دوسری طرف سے جال پھینکا ہوگا۔"

"ہم پوری طرح محتاط ہیں اور جلد سے جلد آپ کے پاس پہنچنا چاہتے ہیں۔"

"جہاں میری گاڑی کو دھماکے سے تباہ کیا گیا تھا وہاں سے شمال کی سمت جنگل کے اندر دو میل تک جاؤ۔ جیپ کو جھاڑیوں میں چھپا کر انتظار کرو اور ابھی ذرا ہولڈ کرو۔"

اس نے مولا بخش ملنگی کو بتایا۔ "میری بیٹی اور ہونے والا داماد ڈاکوؤں کی قید سے نکل آئے ہیں۔ اب مجھ سے ملنا چاہتے ہیں۔"

"یہ تو بڑی خوشی کی بات ہے۔ ابھی میرے ملازم جائیں گے اور انہیں خیریت سے یہاں لے آئیں گے۔ وہ کہاں ہیں؟"

"جہاں سے آپ کا ملازم مجھے لایا تھا اسی جگہ کے آس پاس ان سے ملاقات ہو سکتی ہے لیکن میں نہیں چاہتا کہ وہ یہاں آپ کے گھر میں آئیں؟"

"کیا اس میں کوئی مصلحت ہے؟"

"جی ہاں۔ ایک تو آپ نے اپنی بیگم کو دشمنوں کے خوف سے چھپا رکھا ہے۔ دوسرے میں یہاں روپوش ہوں۔ پھر شانی اور سچل کو بھی یہاں آکر روپوش رہنا پڑے گا۔ آپ کا یہ مکان یوسف گوٹھ اور عثمان گوٹھ والوں کے لیے پُراسرار ہو جائے گا۔ تھانے والے ہمارے بارے میں انکوائری کریں گے تو بات بڑھتے بڑھتے ہمارے تمام دشمنوں تک پہنچ جائے گی۔"

"ہاں۔ ایسا ہو سکتا ہے بلکہ ایسا ہی ہوگا۔"

"آپ کوئی ایسی جگہ بتا سکتے ہیں جہاں میں شانی اور سچل سے چھپ کر ملاقات کر سکوں۔"

"یہاں سے پچاس کلومیٹر دور سپرہائی وے کے اس پار گلو جی داڑو کی بستی میں میرا

ایک مکان خالی پڑا ہے۔"

"لیکن اس بستی کے لوگ بھی اہم اجنبیوں کو دیکھ کر تجسس میں مبتلا ہوں گے۔"

"آپ کسی بھی بستی کے مکان میں جائیں گے تو لوگ آپ کو سوالیہ نظروں سے دیکھیں گے۔ شہروں کی گنجان آبادی میں سیکڑوں اجنبی چھپ جاتے ہیں لیکن چھوٹی بستیوں میں ایک اجنبی سب کی نظروں میں آجاتا ہے۔"

"میں آپ کی سوزوکی لے جاؤں گا اور جہاں وہ دونوں انتظار کر رہے ہیں' وہیں ان سے ملاقات کروں گا اور آئندہ لائحہ عمل تیار کروں گا۔"

"آپ کا ایک پیر زخمی ہے۔"

"سپاہی زخمی ہو کر طبی امداد کے لیے عارضی طور پر میدان چھوڑتا ہے پھر مرہم پٹی کے بعد میدان میں آجاتا ہے۔ میرا زخم تشویشناک نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ میں بھی اپنے ملازم کو لے کر آپ کے ساتھ چلوں گا۔"

صداقت علی نے کہا۔ "سچل! کیا تم ہماری باتیں سن رہے ہو؟"

"جی ہاں۔ میں شانی کے ساتھ یہاں سے شمال کی طرف دو میل تک جاؤں گا پھر وہاں کہیں جھاڑیوں میں چھپ کر آپ کا انتظار کروں گا۔"

"ہم دونوں کے کوڈ ورڈز ہوں گے' موت وقت سے پہلے نہیں آتی۔ دیٹس آل۔ میں یہاں سے روانہ ہو رہا ہوں۔"

اس نے فون بند کر دیا۔ مولا بخش ملنگی نے باہر جا کر ایک ملازم کو ساتھ لیا۔ سوزوکی نکال کر پٹرول کی ٹنکی فل کی پھر صداقت علی لنگڑاتا ہوا آکر مولا بخش ملنگی کے ساتھ اگلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ ملازم پچھلے حصے میں کھڑا ہو گیا۔ اس کے بعد سوزوکی وہاں سے چل پڑی۔

شانی اور سچل پہلے وہاں پہنچے جہاں صداقت علی کی کار تباہ کی گئی تھی۔ اس کار کے ٹکڑے ابھی تک وہاں پڑے ہوئے تھے۔ سچل نے شانی سے اشاروں میں کہا۔ "اب میں ڈرائیو کروں گا' جگہ بدل لو۔"

شانی نے جگہ بدل کر پوچھا۔ "ہم کہاں جا رہے ہیں؟"

اس نے ماچس کی تیلی جلا کر لکھا۔ "ابھی تمہارے ڈیڈی سے ملاقات ہو گی۔"

وہ خوش ہو گئی۔ سچل نے اپنی تحریر کو جلایا پھر جیپ کو اسٹارٹ کر کے اسے شمال کی طرف موڑ دیا۔ ایسے وقت اس نے بہت دور تین گاڑیوں کی ہیڈ لائٹس دیکھیں تو فوراً ہی اپنی جیپ کی لائٹس بجھا دیں۔ رات کے نو بجنے والے تھے۔ لائٹس کے بجھنے کے بعد تاریکی میں پہلے تو کچھ نظر نہیں آتا ہے پھر رفتہ رفتہ اندھیرے میں آنکھیں کسی حد تک دیکھنے لگتی ہیں۔ آسمان پر بے شمار ستارے جگمگا رہے تھے۔ سچل نے ایک منٹ تک انتظار کیا۔ شانی کا ہاتھ پکڑ کر اس سمت اٹھایا' جہاں سے گاڑیوں کی ہیڈ لائٹس کبھی نظر آرہی تھیں اور کبھی نظروں سے اوجھل ہو رہی تھیں کیونکہ کچا راستہ سیدھا نہیں آرہا تھا۔ کبھی دائیں مڑ کر ہزاروں گز تک جاتا تھا کبھی بائیں مڑ کر اسی طرف آتا تھا جہاں کار تباہ کی گئی تھی۔ ان گاڑیوں کو قریب آنے میں پندرہ بیس منٹ لگ جاتے۔ ایک منٹ کے بعد ہی ستاروں کی روشنی میں شانی اور سچل کی آنکھیں کسی حد تک دیکھنے کے قابل ہو گئیں۔ اس نے جیپ اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ آہستہ آہستہ سنبھل کر ڈرائیو کرتا ہوا درختوں اور جھاڑیوں کے درمیان سے گزرنے لگا۔

وہ دونوں پندرہ منٹ کی ڈرائیو میں کم فاصلہ طے کرنے کے باوجود اتنی دور نکل آئے کہ آنے والوں کو ان کی جیپ کے انجن کی آواز سنائی نہیں دے سکتی تھی۔ شانی گھوم کر پیچھے اور دائیں بائیں دیکھ رہی تھی۔ جہاں کار تباہ ہوئی تھی' وہ جگہ نظر نہیں آرہی تھی لیکن گھنے درختوں سے پرے گاڑیوں کی روشنیاں پھیلی ہوئی تھیں۔

تینوں گاڑیوں میں آنے والے پیر عظمت اللہ شاہ کے وفادار تھے۔ وہ شانی اور سچل کو تلاش کر رہے تھے اور انہیں تلاش کرنے آس پاس کے گھنے درختوں اور جھاڑیوں کی طرف بھی جا رہے تھے۔ انہیں تلاش کرنے میں جتنا وقت لگ رہا تھا' اتنے وقت میں شانی اور سچل دو میل کا فاصلہ طے کر کے صداقت علی کی ہدایت کے مطابق رک گئے۔ کچھ اور آگے پچاس گز کے فاصلے پر گھنی جھاڑیاں نظر آئیں۔ سچل ان جھاڑیوں کے پیچھے جیپ لے آیا۔ پھر فون پر رابطہ کر کے کہا۔ "موت وقت سے پہلے نہیں آتی' ہم مقررہ مقام تک پہنچ گئے ہیں۔"

صداقت علی نے کہا۔ "موت وقت سے پہلے نہیں آتی۔ ہم بھی ایک گھنٹے میں وہاں پہنچنے والے ہیں۔"

"جہاں وہ کار تباہ کی گئی تھی' وہاں سپر ہائی وے کی طرف سے تین گاڑیاں آئی ہیں۔ آپ نے درست کہا تھا۔ بابا سائیں نے ہمیں ایک طرف سے ڈھیل دے کر دوسری طرف جال پھینکا ہے۔ شکاری ہمیں تلاش کر رہے ہیں۔"

"محتاط رہو۔ پندرہ منٹ بعد پھر رابطہ کرو۔"

رابطہ ختم ہوگیا۔ شانی اور سچل جیپ سے ٹیک لگائے ایک دوسرے کے قریب کھڑے ہوئے تھے۔ تاریکی کے باعث وہ چند گز کے فاصلے سے کسی کو نظر نہیں آسکتے تھے لیکن قریب رہ کر وہ ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔ جہاں محبت کرنے والے دل بکا ہوتے ہیں' وہاں پھول کھلتے ہیں اور آس پاس کے ماحول میں گیت سنگیت کا احساس ہوتا ہے لیکن شانی اور سچل ایسے جنگل میں تھے جہاں جھینگروں کی سیٹیاں اور گیدڑوں کی ہیبت ناک آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ پھر یہ بھی اندیشہ تھا کہ تلاش کرنے والے دبے قدموں چلتے ہوئے وہاں تک آسکتے تھے۔

انہوں نے ہتھیار جیپ کے بونٹ پر رکھ لیے تھے۔ ان کے دل ایک دوسرے کی قربت سے دھڑک رہے تھے لیکن کان ان آہٹوں کی طرف متوجہ تھے' جو سنائی نہیں دے رہی تھیں مگر دشمنوں کی آمد پر سنی جاسکتی تھیں۔

محبت پیاسی رہے اور آنکھیں کئی راتوں سے جاگتی رہیں تو پھر کانٹوں کے بستر پر بھی نیند آجاتی ہے اور وہی کانٹوں کا بستر پھولوں کی سیج بن جاتا ہے۔ سچل نے بڑی محبت سے اس کا ایک ہاتھ تھام لیا۔ دل کی دھڑکنیں بڑھ گئیں۔ اس نے ہتھیلی کی پشت کو بوسہ دیا۔ وہ اور قریب ہوگئی۔ اس کے سینے پر اپنا سر رکھ دیا۔ ان لمحات میں سارے اندیشے مٹ گئے۔ جھینگروں کی سیٹیاں سنگیت بن گئیں۔

گیدڑوں کی ہیبت ناک آوازیں دلوں کی دھڑکنوں میں دب کر رہ گئیں۔ محبت خاموش رہتی ہے مگر جذبات اس قدر شور مچاتے ہیں کہ تمام اندیشے اور تمام خطرات خاک میں مل جاتے ہیں۔

صداقت علی نے پندرہ منٹ کے بعد رابطہ کرنے کو کہا تھا۔ مگر انہیں وقت گزرنے کا احساس نہیں ہوا۔ پتا نہیں کتنی محبتوں اور جذبوں سے وقت کروٹیں بدلتا گیا پھر ایک گاڑی کی آواز سن کر سچل چونک گیا۔ اس نے اشارے سے شانی کو بتایا کہ بہت دور سے کسی گاڑی کی آواز سنائی دے رہی ہے۔ شانی نے فوراً ہی کلاشنکوف اٹھالی۔ سچل کو یاد آیا کہ اسے صداقت علی سے رابطہ کرنا تھا۔ اس نے فون آن کیا۔ مخصوص نمبروں کے بٹن دبائے۔ پھر کوڈ ورڈز ادا کرنے کے بعد کہا۔ "سوری انکل! میں مقررہ وقت پر رابطہ نہ کرسکا۔"

"تم کچھ بدحواس سے ہو۔ مجھے سکندر کے نام سے مخاطب کرنا چاہیے مگر انکل کہہ رہے ہو۔ ہمیشہ حاضر دماغ رہنے کی مشقیں کیا کرو۔"

"معافی چاہتا ہوں' غلطی ہوگئی۔ ابھی میں ایک گاڑی کی آواز سن رہا ہوں' جبکہ دشمنوں کے پاس تین گاڑیاں ہیں۔"

"پھر تو تم ہماری گاڑی کی آواز سن رہے ہو۔ ہم صرف ایک سیکنڈ کے لیے ہیڈ لائٹس جلا کر بجھا رہے ہیں۔ تم دور تک دیکھو۔"

چند لمحوں کے بعد گھنے درختوں کے سائے میں تیز روشنی بجلی کی طرح چمک کر بجھ گئی۔ سچل نے کہا۔ "میں نے دیکھا ہے۔ روشنی ہماری سیدھ میں ہے۔ یعنی آپ شمال کی طرف ہیں۔ سیدھے جنوب کی طرف آئیں۔ چونکہ زیادہ دور نہیں ہیں اس لیے فون آن رکھیں اور ایک دوسرے کو گائیڈ کرتے رہیں۔ ہمیں اطمینان ہوگا کہ ہم دشمنوں سے دھوکا نہیں کھا رہے ہیں۔"

دونوں کے فون آن رہے۔ دونوں کو یقین ہوتا رہا کہ ایک دوسرے کے قریب آتے جارہے ہیں۔ سوزوکی کی آواز بھی قریب آتی جارہی تھی۔ آخر وہ ایک دوسرے کو نظر آگئے۔ سوزوکی رک گئی۔ صداقت علی گاڑی سے باہر آیا۔ شانی دوڑتی ہوئی گئی پھر باپ سے لپٹ کر رونے لگی۔

وہ صدمات سے روتی نہیں تھی۔ خطرات سے ڈرتی نہیں تھی لیکن جس باپ کو دشمن مُردہ سمجھ رہے تھے اور اس نے بھی چند گھنٹوں کے لیے خود کو یتیم سمجھ لیا تھا وہ

بدبختی دور ہوگئی تھی۔ مُردہ زندہ ہوگیا تھا۔ باپ موت کا ہاتھ جھٹک کر بیٹی کے پاس آ
تھا۔ اسی لیے خوشی برداشت نہیں ہو رہی تھی اور خوشی بے حد و حساب ہو تو آنکھو
سے آنسو بہنے لگتے ہیں۔

صداقت علی نے بیٹی کو تھپک کر اس کی پیشانی کا بوسہ لیا پھر اس کے آنسو پونچھ
ہوئے کہا۔ "سچل! میں تمام راستے سوچتا آیا ہوں کہ تمہیں اپنے باپ کے جال سے نکل
کے بعد نہ کراچی واپس جانا چاہیے اور نہ ہی میری طرف کہیں روپوش رہنا چاہیے۔ میں
نے پہلے بھی کہا تھا کہ تم میری طرح قانون کے محافظ بنو اور فی الحال تم پولیس اکیڈمی میں
ہی محفوظ رہ سکتے ہو۔ میں اور شانی وہاں تک تمہارے ساتھ جارہے تھے لیکن تقدیر نے
ہمیں عارضی طور پر جدا کردیا۔ اب تم تنہا وہاں جاؤ گے۔"

اس نے جیب سے ایک تہہ کیا ہوا کاغذ نکال کر سچل کو دیتے ہوئے کہا۔ "ٹریننگ
سینٹر میں یوں تو سب ہی افسران مجھے جانتے ہیں لیکن ایک اعلیٰ افسر سے میری گہری دوستی
ہے۔ میں نے دو روز پہلے کی تاریخ میں اسے یہ خط لکھا ہے تاکہ وہ بھی یہی سمجھے کہ یہ خط
لکھنے کے بعد میں بم دھماکے میں ہلاک ہو چکا ہوں۔ میں نے اسے لکھا ہے کہ تم میرے
ہونے والے داماد ہو اور وہ افسر تمہیں بیٹا مان کر ٹریننگ سینٹر میں داخل کرانے کی بھرپور
کوششیں کرے۔ مجھے یقین ہے، تم اپنی ذہانت اور صلاحیتوں سے اس سینٹر میں اپنے لیے
جگہ بنالو گے۔"

مولا بخش ملنگی نے پوچھا۔ "لیکن یہ صاحب زادے یہاں سے سینٹر تک کیسے جائیں
گے جبکہ دشمن تلاش کرتے پھر رہے ہیں؟"

سچل نے کہا۔ "انکل! تمام دشمن جانتے ہیں کہ آپ مجھے ٹریننگ سینٹر پہنچانے
والے تھے۔ اب میں انہیں نظر نہیں آؤں گا تو وہ بھی وہاں تک پہنچ جائیں گے۔"

"بیٹے! میں انہیں موقع نہیں دوں گا۔ انہیں تمہاری تلاش میں دوسری طرف بھٹکا
دوں گا۔"

"اور شانی کہاں رہے گی؟"

"تم نے کسی حد تک اندازہ لگایا ہوگا کہ میری بیٹی میری اسسٹنٹ ہے اور اپنے گاڈ
فادر نانا کے سلسلے میں مجھ تک اہم خبریں پہنچاتی رہتی ہے۔ لہٰذا یہ اپنے نانا کے پاس جائے
گی۔"

پھر اس نے مولا بخش ملنگی سے کہا۔ "میں آپ کو مزید زحمتیں دینا چاہتا ہوں۔"

مولا بخش ملنگی نے کہا۔ "آپ مجھے ان اپنوں سے الگ سمجھتے ہیں تو پھر زحمتیں
ہوں گی ورنہ میرے لیے رحمتیں ہیں، آپ بتائیں کیا چاہتے ہیں؟"

صداقت علی نے پوچھا۔ "کیا یہاں سے ایسا کوئی دوسرا راستہ ہے جو آگے جاکر
سپرہائی وے پر پہنچاتا ہو؟"

"ایسا ایک راستہ ہے۔ ہم تین گھنٹے میں ایک لمبا چکر کاٹ کر وہاں پہنچیں گے۔"

"میں، شانی اور سچل آپ کی سوزوکی میں بیٹھ کر وہاں تک جائیں گے۔ آپ اپنے
ملازم کو سمجھا دیں کہ یہاں سے پیدل آپ کے گوٹھ جائے اور اپنی گدھا گاڑی سپرہائی
وے تک لے آئے۔ میں اس گاڑی میں بیٹھ کر آپ کے مکان میں واپس چلا جاؤں گا۔
سچل لانگ روٹ بس پر حیدر آباد جاکر وہاں سے ٹرین پر سفر کرسکے گا۔ رہ گئی شانی، اسے
آپ اپنی سوزوکی میں کراچی لے جائیں اور اس کے نانا کی کوٹھی سے ذرا دور چھوڑ
دیں۔"

سچل نے پوچھا۔ "شانی وہاں جاکر کیا بیان دے گی؟"

صداقت علی ماچس کی تیلی کی روشنی میں کاغذ پر لکھنے لگا۔ "بیٹی! میری جان! ہمارے
پہلے منصوبے کے مطابق سچل ابھی ٹریننگ سینٹر جارہا ہے اور تم واپس اپنے نانا کی کوٹھی میں
جاؤ گی کیونکہ میں خود کو مُردہ اور گمنام رکھوں گا۔ پندرہ دن کے اندر میں مکمل طور پر اپنا
حلیہ، نام اور شخصیت بدل کر تم سے رابطہ کروں گا۔ اس نئے رابطے کے کوڈ ورڈز یہ
ہیں۔ "یہ صدا، کوہ ندا سے آتی ہے۔" ان کوڈ ورڈز کے بعد میں اپنا نیا موبائل نمبر نوٹ
کراؤں گا کیونکہ یہ موجودہ موبائل فون مرحوم ڈائریکٹر جنرل صداقت علی کا ہے۔ اس فون
کو اب استعمال نہیں ہونا چاہیے۔ میں سچل سے بھی نئے طریقے سے رابطہ کروں گا۔
اب یہ بتاؤ، گاڈ فادر نانا کے پاس جاکر کیا بیان دو گی؟"

شانی نے جواباً لکھا۔ "ڈیڈ! پہلے یہ بتائیں، میں یہاں سے کراچی کیسے جاؤں گی؟"

باپ نے لکھا۔ "میں یہ بتانا بھول گیا تھا کہ یہ میرے محسن جناب مولا بخش ملنگی
اور اب یہ ہمارے رازدار ہیں۔"

شانی نے مولا بخش ملنگی کو دیکھا پھر ہاتھ اٹھا کر اشارے سے سلام کیا۔ مولا بخش
ملنگی نے دعائیہ انداز میں اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ "صداقت صاحب! میں انگریزی
زبان بہت کم جانتا ہوں۔ آپ ہماری بیٹی کو میری طرف سے دعائیں لکھ دیں۔"

صداقت علی نے لکھا۔ "شانی! یہ تمہیں بڑی محبت سے دعائیں دے رہے ہیں اور
یہی تمہارے نانا کی کوٹھی سے ذرا فاصلے پر تمہیں پہنچا دیں گے۔"

شانی نے لکھا۔ "میں نانا حضور کو بتاؤں گی کہ میں سچل کے ساتھ کس طرح ڈاکوؤں
کی قید سے نکل کر آئی لیکن دریا کے اس پار پہنچنے کے بعد کئی نامعلوم دشمنوں نے حملہ
کیا۔ رات کی تاریکی میں مقابلہ کرنے کے دوران میں سچل سے بچھڑ گئی۔ جنگل میں بھٹکتی
ہوئی سپرہائی وے پر آئی تو محترم مولا بخش ملنگی نے مجھ پر مہربانی کی۔ یہ کاروبار یا کسی اور
سلسلے میں کراچی آرہے تھے۔ انہوں نے مجھے نانا کے پاس پہنچا دیا۔ ویسے ڈیڈ! اگر ملنگی
صاحب کوٹھی تک چلیں اور نانا حضور سے ملاقات کریں تو کیا حرج ہے؟ یہ عجیب سی بات
لگتی ہے کہ کسی نے مہربانی کی مگر اس مہربان نے گھر کے دروازے تک نہیں پہنچایا۔ وہ دور
سے چھوڑ کر کیوں چلا گیا؟"

باپ نے لکھا۔ "میں نہیں چاہتا کہ جس کے گھر میں پناہ لے رہا ہوں' اس کا سامنا
تمہارے گاڈ فادر نانا سے ہو۔ ہوسکتا ہے تمہارے چالباز نانا حضور بڑی رازداری سے مولا
بخش ملنگی صاحب کے سلسلے میں معلومات حاصل کریں اور ان کے جاسوس مجھ تک پہنچ
جائیں۔"

"آل رائٹ ڈیڈ! میرے نانا حضور سے ملنگی صاحب کا سامنا نہیں ہونا چاہیے۔ یہ
مجھے کراچی میں ڈیفنس پولیس اسٹیشن کے قریب چھوڑ کر چلے جائیں گے۔ میں یہ ظاہر
کروں گی کہ مجھے وہاں پہنچانے والا ایک شریف انسان تھا اور ہر شریف انسان کی طرح
پولیس والوں سے ڈرتا تھا۔ میں یہ لکھ کر اسے بتا نہ سکی کہ میں کتنے عظیم نانا کی نواسی
ہوں۔ میرے نانا حضور اس پر آنچ نہیں آنے دیں گے لیکن وہ انگریزی نہیں جانتا تھا اور

میں اردو اور سندھی نہیں جانتی ہوں اس لیے لکھ کر اسے اطمینان نہ دلا سکی۔"

"شاباش بیٹی! ڈاکوؤں کی قید سے نکل کر اپنے نانا تک پہنچنے کی یہ روداد قابلِ یقین
ہوگی۔ اب ہمیں یہاں سے چلنا چاہیے۔"

ملازم کو گدھا گاڑی سپرہائی وے تک لانے کے لیے پہلے ہی روانہ کر دیا گیا۔ سچل
نے اپنی اٹیچی جیپ سے لی۔ شانی کی اٹیچی وہیں چھوڑ دی گئی کیونکہ وہ جو بیان دینے والی
تھی اس کے مطابق جنگل میں سچل سے بچھڑنے اور بھٹکنے والی کے پاس اٹیچی نہیں ہو سکتی
تھی۔

وہ سب سوزوکی میں بیٹھ کر وہاں سے روانہ ہوگئے۔ راستے میں مزید منصوبے بنتے
رہے۔ ایک لمبی ڈرائیو کے بعد وہ رات کے دو بجے سپرہائی وے تک پہنچ گئے۔ صداقت
علی نے جیب سے کچھ رقم نکالتے ہوئے کہا۔ "سچل! تمہیں ٹریننگ سینٹر تک جانے کے
لئے رقم کی ضرورت ہوگی۔"

سچل نے اس کا ہاتھ تھام کر کہا۔ "انکل! آپ نے کراچی میں مجھے پانچ ہزار دیے
تھے۔ وہ ابھی تک میری جیب میں ہیں۔ میرے لیے اتنی رقم بہت ہے۔"

اس نے جیب سے پانچ ہزار نکال کر دکھائے۔ صداقت علی اور شانی کو اطمینان
ہوگیا۔ تھوڑی دیر بعد حیدر آباد جانے والی بس کو انہوں نے روکا۔ سچل نے ان سب سے
مصافحہ کیا۔ شانی کو بڑے پیار اور اعتماد سے دیکھا پھر بس میں سوار ہو کر چلا گیا۔

صداقت علی نے کہا۔ "ملنگی صاحب! آپ بھی دیر نہ کریں' میری بیٹی کو لے
جائیں۔"

"کیا آپ یہاں تنہا رہیں گے؟"

وہ مسکرا کر بولا۔ "میں بچہ نہیں ہوں۔ آپ کا ملازم گدھا گاڑی لے کر آتا ہی
ہوگا۔"

باپ نے بیٹی کو گلے سے لگایا۔ اس کی پیشانی کو بوسہ دیا پھر وہ بھی رخصت ہوگئی۔
وہ تنہا رہ گیا۔ سپرہائی وے سے ہٹ کر ذرا دور ایک درخت کی آڑ میں آکر اس نے
موبائل فون کو آن کیا۔ مخصوص نمبروں کے بٹن دبائے۔ رابطہ ہونے پر دوسری طرف

سے رب راکھن کی آواز سنائی دی۔ "ہیلو' کون ہے؟"

صداقت علی نے آواز اور لہجہ بدل کر کہا۔ "مجھے یقین تھا کہ تم جاگ رہے ہوگے۔ جب اکلوتا بیٹا ہاتھ سے پھسل جائے تو باپ کی آنکھوں سے نیند اڑ جاتی ہے۔ کون ہو تم؟"

"اپنے بیٹے کا ایسا دوست سمجھو' جو کسی وقت بھی دشمن بن سکتا ہے۔ گھڑی یہ رات کا وقت ہے' جب تہجد کی نماز ادا کی جاتی ہے۔ نماز پڑھو اور بیٹے کی سلامتی دعائیں مانگو لیکن نہیں' تم پاکیزگی کے بغیر عبادت کیسے کرو گے؟ تم تو اس وقت بیٹے جدائی کا غم غلط کرنے کے لیے امپورٹڈ وہسکی پی رہے ہوگے۔"

"دیکھو' خود کو ایک معمہ نہ بناؤ۔ میرے بیٹے کی کوئی اطلاع تمہارے پاس ہے میں ایسی اطلاع فراہم کرنے کا بھاری معاوضہ دوں گا۔"

"تم سے معاوضہ حاصل کرنے کے لیے مجھے اپنا نام' پتا اور بینک کا اکاؤنٹ نمبر ہوگا۔ کیا میں گفتگو سے تمہیں کوئی اناڑی لگتا ہوں؟"

وہ بیٹے کے لئے تڑپ کر بولا۔ "ارے کیوں میرے صبر کا امتحان لے رہے ہو۔ نام پتا کچھ نہ بتاؤ۔ میں اپنا بیٹا چاہتا ہوں۔ اس کے بارے میں اطلاع دینے کی تمہاری شرائط کیا ہیں؟"

"میری شرائط سننے سے پہلے یہ بتاؤ' تم نے سچل کی سلامتی اور واپسی کے لیے کتنے بڑے مجرموں سے سودا کیا ہے۔ سودے کی تفصیل بتاؤ۔"

"تم پولیس والوں کی طرح سوالات کیوں کر رہے ہو؟"

"میری پولیس والوں سے کبھی نہیں بنتی۔ وہ آگ ہیں' میں پانی۔ وہ آگ بن کر جلانے آتے ہیں۔ میں پانی بن کر انہیں بجھا دیتا ہوں۔ مجھے کوئی پولیس والا سمجھنے میں وقت ضائع نہ کرو۔"

"اچھی بات ہے۔ تمہارے سوالات کے جواب یہ ہیں کہ میں نے گاڈ فادر حاجی عظمت اللہ شاہ سے اپنے بیٹے کی سلامتی کے لیے کہا ہے کہ وہ میرے بیٹے کو بخیریت میرے حوالے کرے گا تو میں گاڈ فادر کو پچیس لاکھ روپے دوں گا۔"

"تم کیسے کہہ سکتے ہو کہ وہ گاڈ فادر تمہارے بیٹے کو بخیریت واپس کرے گا۔ کیا اس نے تم سے کہا ہے کہ سچل اس کے پاس ہے اور اگر کہا ہے تو وہ تمہیں سبز باغ دکھا رہا ہے۔"

"میں تمہاری بات کیسے سچ مان لوں؟"

"اب سے ٹھیک ڈیڑھ گھنٹے بعد گاڈ فادر کو فون کرو۔"

"وہ رات کو تمام فون بند کر کے سوتا ہے۔"

"آج جاگ رہا ہے کیونکہ ڈیڑھ گھنٹے کے اندر اس کی نواسی اس کے پاس پہنچنے والی ہے۔"

"اور میرا بیٹا؟ میرا سچل!"

"بھئی سوال مجھ سے ہی نہ کرو۔ میرے سوال کا بھی جواب دو۔ بیٹے کی واپسی کے لیے گاڈ فادر سے کتنی رقم طے ہوئی ہے۔ خبردار! دوبارہ جھوٹ نہ بولنا۔ وہ گاڈ فادر کروڑوں روپے کا گیم کھیلتا ہے۔ تمہارے پچیس لاکھ پر تھوک دے گا۔ سودے کی اصل رقم بتاؤ' ورنہ میں فون بند کر دوں گا۔"

"نہیں' فون بند نہ کرنا۔ تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ ڈیڑھ گھنٹے کے اندر گاڈ فادر کی نواسی اس کے پاس پہنچنے والی ہے۔ میرے پیارے بھائی! ناراض نہ ہونا اس لیے پوچھ رہا ہوں کہ اس کی نواسی کے ساتھ میرا بیٹا بھی تھا۔"

"ہاں۔ تمہارے بیٹے نے مجھے یہ بتایا ہے۔"

وہ ایک دم سے تڑپ کر بولا۔ "اس کا مطلب یہ ہے کہ میرا بیٹا تمہارے پاس ہے۔"

"کوئی ضروری نہیں ہے۔ ایک چیز جو ایک لمحے پہلے اپنی ہتھیلی پر ہوتی ہے' وہ دوسرے لمحے میں پھسل جاتی ہے۔ شانی اور سچل پہلے ڈاکوؤں کی قید میں تھے پھر ان کی حراست سے نکل گئے۔ گاڈ فادر کے آدمیوں نے شانی اور سچل کو گھیرنا چاہا لیکن صرف شانی ہی ان کے ہاتھ آئی اور سچل....."

"ہاں ہاں بولو' سچل گاڈ فادر کی گرفت میں نہیں آیا ہے نا؟ میرا بیٹا دشمنوں سے دور

محفوظ ہے نا؟"

"ہے نا؟ ہے نا؟ تم میرے سوالات کے جواب نہیں دو گے نا؟ تم نہیں بتاؤ گے گاڈ فادر کو کتنی رقم دینے والے تھے۔ ہے نا؟ تم نہیں بتاؤ گے کہ ڈائریکٹر جنرل کو ڈاکوؤں نے کیوں ہلاک کیا' ہے نا؟ یہ نہیں بتاؤ گے کہ شانی اور سچل کو کیوں اغوا کیا گیا تھا ہے نا؟

"تم خود ہی سوچو۔ وہ میرے ڈاکو ہوتے تو میرے بیٹے اور ہونے والی بہو کو اغوا کرتے اور میری ہونے والی بہو کے باپ کو ہلاک نہ کرتے۔ یہ تو موٹی عقل سے بھی سمجھا جاسکتا ہے۔"

"میں نے تمہارے بیٹے کو الٹا لٹکایا تو اس نے اگل دیا کہ پچھلی شام مغرب کے بعد ڈاکوؤں کے اڈے میں تم اپنے بیٹے اور شانی کا نکاح پڑھانے والے تھے۔"

"آں؟ میرے بیٹے کو الٹا لٹکایا؟ اس کا مطلب ہے کہ سچل تمہارے پاس......"

"ابے چپ! ہر بات کا مطلب نکالتا جارہا ہے اور میرے سوالات کو ٹالتا جارہا ہے۔ تُو پیدائشی جھوٹا اور مکار ہے۔ نہ کبھی سچ بولے گا اور نہ کبھی مکاریوں سے باز آئے گا۔ تیری سزا یہی ہے کہ تُو بیٹے کے سائے کے پیچھے دوڑتا رہ۔ بس تیرا شیطان حافظ۔"

صداقت علی نے فون بند کر دیا۔ دوسری طرف رب راکھن صوفے اچھل کر کھڑا ہوگیا۔ چیخ کر کہنے لگا۔ "ہیلو ہیلو فون بند نہ کرنا۔ میں سمجھ گیا ہوں۔ سچل تمہارے پاس ہے۔ تم میرے علاوہ گاڈ فادر سے بھی میرے بیٹے کا سودا کرو گے۔ جواب دو' ہیلو' ہیلو.........."

اس نے غصے سے تلملا کر موبائل فون کو صوفے پر پٹخ دیا۔ ٹہلتے ہوئے گرجنے لگا۔ "کتا! کمینہ! کون ہے تُو؟ ایک بار تیرا سراغ مل جائے پھر میں تجھے کتے کی موت ماروں گا........."

اس کی بچہ مسلح فورس کے دو لڑکے دروازے پر اور دو مختلف صوفوں کے پیچھے کھڑے تھے۔ ان کے ہاتھوں میں کلاشنکوف اور سیون ایم ایم کی رائفلیں تھیں۔ وہ گرج کر ان سے بولا۔ "تم سب کس مرض کی دوا ہو؟ صرف گولیاں چلاتے ہو اور دہشت پھیلاتے ہو' کیا ایسا کرنے سے میرا بیٹا مجھے مل جائے گا۔"

ایک اٹھارہ برس کے لڑکے نے کہا۔ "چھوٹے سائیں' مل سکتے ہیں۔"

رب راکھن نے اسے چونک کر دیکھا پھر پوچھا۔ "کیا کہا تُونے؟ پھر سے بول۔"

وہ بولا۔ "آقا سائیں! آپ نے بتایا تھا کہ گاڈ فادر کے بیٹے کے بازو میں دو لڑکوں نے اس کے سامنے والی کوٹھی سے گولی ماری تھی۔ الزام آپ پر آنے والا تھا۔ کیا سچ مچ ایسا نہیں ہوسکتا کہ ہم گولیاں چلائیں۔ دونوں گاڈ فادرز کے خاندانوں میں دہشت پھیلائیں۔"

"کیا ایسا کرنے سے میرا بیٹا واپس مل جائے گا؟"

"جی ہاں۔ آپ ہمیں اجازت دیں۔ ہماری ایک ٹیم اسلام آباد جاکر حمزہ بیگ کو زخمی کرے۔ دوسری ٹیم کراچی میں گاڈ فادر پیر شاہ کی نواسی کو زخمی کرے۔ میں نے ایک جاسوسی ناول میں واردات کا یہ طریقہ پڑھا ہے۔ یوں دہشت زدہ کرنے سے دونوں گاڈ فادرز آپ سے سمجھوتا کریں گے اور آپ کی خاطر چھوٹے سائیں کو تلاش کریں گے۔"

"وہ دونوں گاڈ فادرز میرے پیچھے کتے چھوڑ دیں گے۔ گدھے کے بچے! اپنی عمر دیکھ۔ تُو مجھے مشورہ دے رہا ہے؟"

"میں نہیں۔ وہ جاسوسی ناول لکھنے والا لکھتا ہے کہ جب چھپنے والے قید کیے جانے والے محبوب کو معلوم ہوتا ہے کہ اس کی محبوبہ کو گولی مار کر زخمی کیا گیا ہے تو وہ زنجیریں توڑ کر اپنی محبوبہ سے ملنے چلا آتا ہے۔ کیا گاڈ فادر کی نواسی زخمی ہوگئی تو چھوٹے سائیں جان ہتھیلی پر رکھ کر اس گاڈ فادر کے پاس نہیں آئیں گے؟ اور آئیں گے تو یہ بات آپ سے چھپی نہیں رہے گی۔"

رب راکھن کے دیدے پھیل گئے۔ اس نے تعریفی نظروں سے اٹھارہ برس کے لڑکے کو دیکھ کر کہا۔ "ارے حمید بگھیو! تُونے تو کمال کا آئیڈیا دیا ہے۔ اگر اس گاڈ فادر کے پاس صرف اس کی نواسی آئے گی' میرا سچل مجھے نہیں ملے گا تو شانی پر گولی چلانی ہی پڑے گی پھر اگر سچل خود ہی مجھ سے چھپ رہا ہوگا تو شانی کے پاس اسپتال ضرور آئے گا اور کسی کی قید میں ہوگا تو وہاں سے نکلنے کے لیے پوری ذہانت اور چالاکی سے کام لے گا۔ اپنی جان خطرے میں اس لیے نہیں ڈالے گا کہ شانی کی سلامتی کے لیے زندہ رہنا چاہے گا۔

ارے واہ رے حمید بگھیو! آج تُو نے استاد کے سامنے استادی دکھادی۔"

اس نے بلند آواز سے پکارا۔ "سراج ارے او سراج ادھر آ۔"

سراج تمام بچہ فوج کی نگرانی کرتا تھا۔ وہ دوڑتا ہوا باہر سے آیا پھر دونوں ہاتھ جوڑ کر بولا۔ "سائیں! آپ کا نوکر حاضر ہے۔"

رب راکھن نے پوچھا۔ "تمہاری نگرانی میں کتنے بچے ہیں؟"

"سائیں! ایک سو پچپن ہیں۔"

"کل سے صبح شام تمام بچوں کو جاسوسی ناول پڑھایا کرو۔"

سراج نے حیرانی سے پوچھا۔ "کیا؟ جاسوسی ناول؟"

"ہاں جاسوسی۔ کیا بہرا ہوگیا ہے۔ صبح ہوتے ہی شہر جا۔ وہاں جتنے جاسوسی ناول ہوں، انہیں ایک ٹرک میں بھر کے لے آ۔"

پھر وہ اپنی پیشانی پر ہاتھ مارتے ہوئے بولا۔ "ہائے ہائے کتنی بڑی غلطی ہوگئی۔ سچل کو امریکہ بھیج کر ایک تو بیس کروڑ کا نقصان اٹھایا پھر اس کے بچپن سے جوانی تک وقت برباد کیا۔ اگر اس حویلی میں اسے بچپن سے جاسوسی ناول پڑھاتا رہتا تو وہ باغی بیٹا نہ ہوتا۔ بہرام ڈاکو بیٹا ہوتا۔ کبھی ہندوستان جاؤں گا تو پھولن دیوی سے پوچھوں گا، اس نے کتنے ناول پڑھے ہیں۔"

وہ پچھتانے کے انداز میں صوفے پر بیٹھ گیا۔ پھر یاد آیا، ڈیڑھ گھنٹا گزر چکا ہے۔ اس نے موبائل فون اٹھا کر گاڈ فادر پیر عظمت اللہ شاہ سے رابطہ کیا۔ ادھر سے پوچھا گیا۔ "ہیلو، کون ہے؟"

"میں ہوں آپ کا خادم۔ یہ بات درست نکلی کہ آج رات آپ تمام ٹیلی فون بند کرکے نہیں سوئیں گے۔"

"اس کا مطلب کیا ہوا؟ تم کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"کیا آپ اپنی نواسی کی واپسی کی خوش خبری نہیں سنائیں گے؟"

"اوہ ہاں۔ ہماری نواسی گھر آگئی ہے۔"

"اور میرا بیٹا؟"

"تمہارا بیٹا جنگل میں اس سے بچھڑ گیا ہے۔ شانی نے لکھ کر ہمیں بتایا ہے کہ نامعلوم دشمنوں نے ان دونوں پر حملہ کیا تھا۔ یہ دونوں بھی تاریکی میں اِدھر اُدھر چھپتے ہوئے جوابی فائرنگ کرتے رہے۔ ایسی گولیوں کی بوچھاڑ میں ایک دوسرے سے بچھڑ گئے۔ شانی بھٹکتی ہوئی سرحدی وے پر آئی۔ ایک شریف آدمی نے اسے اپنی گاڑی میں بٹھا کر ڈیفنس پولیس اسٹیشن تک پہنچا دیا۔"

"بڑی دلچسپ کہانی ہے۔ انہیں تلاش کرنے آپ کے آدمی گئے تھے۔ اس کہانی میں وہ آدمی غائب ہوگئے اور نامعلوم دشمن حملہ کرنے آگئے۔ میرے بیٹے کو جنگل میں گم کردیا یا غائب کردیا اور اپنی نواسی کو گھر لے آئے۔"

"یہ تم کیا بکواس کر رہے ہو؟"

"آپ نے مجھ سے ایک کروڑ چالیس لاکھ کا مطالبہ کیا۔ میں نے سوچنے کی مہلت مانگی۔ آپ نے مہلت دی مگر صبح ہونے کا انتظار نہیں کیا۔ میرے بیٹے کو کسی خفیہ اڈے میں پہنچا دیا۔ میں کل بارہ بجے دوپہر تک آپ کا مطالبہ پورا کردوں گا۔ آپ بتائیں کیا میرا بیٹا بھی کل بارہ بجے تک مل جائے گا؟"

"ہم نے بے شک سودا طے کیا تھا لیکن شانی اور سچل کے ملنے سے پہلے کیا تھا۔ ہمیں کیا معلوم تھا کہ صرف شانی ملے گی اور سچل کہیں لاپتا ہو جائے گا۔"

"کیا یہ آپ کی آخری بات ہے کہ سچل آپ کے ہاتھ نہیں آیا؟"

"ہاں، یہ آخری بات ہے۔"

"ایک اور آخری بات۔ سچل لاپتا ہوگیا یا لاپتا کردیا گیا؟"

"کیا بکواس کر رہے ہو؟ کیا ہم نے تمہارے بیٹے کی واپسی کا ٹھیکہ لیا تھا؟ نان سنس....."

گاڈ فادر نے فون بند کردیا۔ رب راکھن نے اپنے خاموش ریسیور کو دیکھا پھر زیر لب کہا۔ "میرا آخری سوال ایسا کڑوا سچ تھا جسے گاڈ فادر برداشت نہ کرسکا۔ یہ کم بخت مجھ سے بھی زیادہ مکار ہے۔ بڑی الجھی ہوئی چال چل رہا ہے۔ مجھ سے بڑی بھول ہوئی۔ وہ اجنبی میرے سچل کے بارے میں بہت کچھ کہنے والا تھا لیکن میں نے اس کے سوالات کے

جواب نہ دے کر اسے ناراض کر دیا۔ پتا نہیں وہ پھر مجھ سے رابطہ کرے گا یا نہیں؟"

اس نے کمرے میں موجود چار دہشت گرد بچوں کو دیکھا پھر حمید بگھیو سے کہا

"میں تم سے بہت خوش ہوں۔ جاؤ اپنے تین ایسے ساتھیوں کا انتخاب کرو، جن سے ا
بھرپور کام لے سکو۔ میں صبح بتاؤں گا کہ تمہاری ٹیم کن خطرات سے کھیلنے جائے گی۔"

اٹھارہ برس کا مسلح حمید بگھیو ہاتھ جوڑ کر سر جھکا کر الٹے قدموں کمرے سے باہر چا
گیا۔

★==========★==========★

صداقت علی گدھا گاڑی میں بیٹھ کر یوسف گوٹھ کی طرف جا رہا تھا۔ رب راکھن سے فون پر گفتگو کیے دو گھنٹے گزر چکے تھے اور جس قسم کی گفتگو ہوئی تھی اس کے نتیجے میں صداقت علی کا تجربہ کہتا تھا کہ رب راکھن اور گاڈفادر کے درمیان تکرار ہوئی ہوگی۔ اس نے اپنے سوچے سمجھے منصوبے کے مطابق اس بار اپنے سسر گاڈفادر سے رابطہ کیا۔ ادھر سے پوچھا گیا۔ "ہیلو کون ہے؟"

صداقت علی نے سسر کی آواز پہچاننے کے باوجود کہا۔ "میں کوئی بھی ہوں۔ صرف پیر عظمت اللہ شاہ سلطانی سے بات کروں گا۔"

"ہم پیر عظمت اللہ ہیں۔ بولو کیا بات ہے؟"

"سوری۔ میں سچل کے بارے میں کچھ اہم باتیں کروں گا لیکن مجھے پیر عظمت اللہ شاہ سلطانی کی مخصوص پہچان بتائی گئی تھی کہ وہ ریسیور اٹھاتے ہی بڑے شاہانہ تکبر سے کہتے ہیں ہیلو! ہم بول رہے ہیں۔"

"تمہیں درست پہچان بتائی گئی ہے۔ ایسا ہم ہی بولا کرتے تھے۔"

"اب کیوں نہیں بولتے؟ کیا غبارے سے ہوا نکل گئی ہے؟"

"بکواس مت کرو۔ اگر تم سچل کا ذکر نہ کرتے تو ہم ابھی فون بند کر دیتے۔"

"آپ ناراض نہ ہوں۔ آپ کی آواز اور لہجے میں جو رعب اور دبدبہ ہے اس سے یقین ہو رہا ہے کہ آپ ہی پیر عظمت اللہ شاہ سلطانی ہیں۔ اب کام کی بات یہ ہے کہ سچل ہمارے باس کے پاس ہے۔"

"کون ہے تمہارا باس؟"

"یہ کوئی نہیں جانتا۔ آج تک کسی نے اس کی صورت نہیں دیکھی اور نہ ہی اس کی آواز سنی ہے۔ وہ کمپیوٹر کے ذریعے ہم سے رابطہ کرتا ہے۔"

گاڈفادر سسر نے کہا۔ "جرائم کی دنیا میں ہم سے کوئی چھوٹا بڑا مجرم چھپا ہوا نہیں ہے۔ یہ انوکھا مجرم کہاں سے پیدا ہوگیا؟"

صداقت علی نے کہا۔ "آپ کی اس بات کا جواب میرے سامنے کمپیوٹر اسکرین پر ابھر رہا ہے۔ اسکرین پر لکھا ہے۔ آپ ہمارے باس کو جانتے ہیں لیکن یہ انوکھا انداز اختیار کرنے کے بعد آپ آئندہ کبھی اسے نہ جان سکیں گے نہ کبھی اس کے سائے تک پہنچ سکیں گے۔"

"آنے والا وقت بتائے گا کہ ہم کس طرح دشمنوں کی شہ رگ تک پہنچ جاتے ہیں۔ فی الحال سچل کے بارے میں کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"میں کیا کہوں گا' میرا باس کمپیوٹر اسکرین پر کہہ رہا ہے۔ آپ نے رب راکھن سے سچل کی بخیریت واپسی کے سلسلے میں بہت کم رقم کا مطالبہ کیا ہے۔"

"اپنے باس سے کہو' وہ زیادہ رقم وصول کرے اور سچل کو اس کے حوالے کرے۔"

"معاملہ صرف سچل کا نہیں ہے' شانی کا بھی ہے۔ ہمارا باس شانی کو اپنی شریک حیات بنانا چاہتا ہے۔ جب وہ باس کے نکاح میں آجائے گی تو سچل کو واپس کر دیا جائے گا۔"

وہ غصے سے بولا۔ "تمہارے باس کی حیثیت کیا ہے؟ ایک دو کوڑی کا مجرم کمپیوٹر کا سہارا لے کر پُراسرار بن رہا ہے اور پیر شاہ سلطانی کے اعلیٰ خاندان سے رشتہ جوڑنا چاہتا ہے۔"

"مجرم چھوٹا ہو' بڑا ہو یا گاڈفادر ہو' وہ ہر حال میں مجرم ہے اور کسی مجرم کا خاندان اعلیٰ نہیں ہوتا اور پیر شاہ سلطانی کہلانے سے مجرم کے چہرے پر اولیا اور پیروں جیسا نور نہیں پیدا ہوتا۔ آپ تو سچل کو اس شرط پر داماد بنانا چاہتے تھے کہ وہ جیل جاکر جرائم کی ڈگری لے آئے۔ ہمارے باس نے بھی ڈگری حاصل کی ہے۔ چور کی اولاد چوروں کے ہی

گھروں میں بیاہی جاتی ہے۔"

"بس' آگے کچھ نہ کہنا اور آئندہ کبھی ہمارا فون نمبر ڈائل نہ کرنا۔"

"فون بند کرنے سے پہلے صرف ایک آخری بات سن لیں۔ اپنی فضول ضد کے سبب کہیں آپ اپنی نواسی سے محروم نہ ہو جائیں۔"

"اچھا اب سمجھا۔ آخر کھل گئی تمہارے پُراسرار باس کی حقیقت۔ ہماری پوتی کو قتل کرانے والا ہی ہماری نواسی کو قتل کرنے کی دھمکیاں دے رہا ہے۔ کمپیوٹر کے ذریعے پُراسرار بننے اور منہ چھپانے والے حمزہ بیگ! تمہارا آخری وقت آگیا ہے۔ موت کا فرشتہ اسلام آباد پہنچنے والا ہے۔"

اتنا کہتے ہی سسر گاڈفادر نے فون بند کر دیا۔ صداقت علی بھی یہ سن کر سناٹے میں آگیا۔ اچھا ہی ہوا کہ پیر شاہ سلطانی نے خود ہی فون بند کر دیا تھا ورنہ یہ دردناک خبر سن کر بے اختیار صداقت کے منہ سے کچھ نکل سکتا تھا۔ اس نے بوجھل دل کے ساتھ صورت حال پر غور کیا۔ اس نے چند لفظوں اور فقروں کے ہیر پھیر سے سسر گاڈفادر' گاڈفادر حمزہ بیگ اور رب راکھن کی ایک دوسرے سے دشمنی کا تکون بنا دیا تھا۔

سسر گاڈفادر اپنی پوتی کے قتل کے بعد نواسی کو محفوظ رکھنے کے لیے حمزہ بیگ پر چڑھ دوڑنے والا تھا۔

پھر سسر گاڈفادر رب راکھن سے یہ ضرور کہنے والا تھا کہ اس کا بیٹا سچل حمزہ بیگ کے شکنجے میں پھنسا ہوا ہے۔ ایسے میں رب راکھن بھی حمزہ بیگ کو نقصان پہنچانے کی کوششیں شروع کر دیتا۔

صداقت علی نے پھر رب راکھن سے رابطہ کیا اور کہا۔ "میں وہی ہوں جو تم سے اپنے سوالات کے جواب مانگ رہا تھا لیکن اب نہیں مانگوں گا۔"

"وہ کیوں؟ کیا تمہیں ہمارے درمیان ہونے والے سودے اور رقم کے لین دین کی بات معلوم ہو چکی ہے۔"

"اب کچھ معلوم کرنے کی ضرورت نہیں رہی۔ میں ایک نامعلوم باس کا نمائندہ ہوں۔ باس نے کہا کہ جب تم بیٹے کو امریکہ بھیج کر بیس کروڑ روپے کا نقصان اٹھا سکتے ہو

تو اپنے بیٹے کو زندہ سلامت حاصل کرنے کے لئے پچیس کروڑ بھی دے سکتے ہو۔"

رب راکھن کی اوپر کی سانس اوپر رہ گئی۔ وہ چیخ کر بولا۔ "کیا تمہارے باس کا دماغ خراب ہوگیا ہے۔ پچیس کروڑ روپے کیا پچیس پیسے ہوتے ہیں؟"

"چیخنا بند کرو اور آگے سنو۔ تم اپنے بیٹے کو مفت بھی حاصل کر سکتے ہو۔ ہمارے باس نے گاڈ فادر پیر عظمت اللہ شاہ کو ایک زبردست صدمہ پہنچایا ہے۔ اب اسے دوسرا صدمہ پہنچا کر اس کی کمر توڑ دینا چاہتا ہے۔ اگر تم اس کی نواسی شانی کو اغوا کر کے اسلام آباد پہنچا دو گے تو اسی دن سچل تمہارے پاس پہنچ جائے گا۔"

"ہوں' تو تمہارا باس پہلے ایک زبردست صدمہ پیر شاہ سلطانی کو پہنچا چکا ہے۔ اب نواسی کو اغوا کرانا چاہتا ہے۔ اپنے باس کی نمائندگی کرتے وقت تم غلطی کر بیٹھے ہو۔ میں اڑتی چڑیا کے پر گن لیتا ہوں۔ اپنے باس گاڈ فادر حمزہ بیگ سے کہو' وہ صرف اس لیے مجھ سے چھپ کر سودا کر رہا ہے کہ میں اپنے بیٹے کے اغوا کا الزام اسے نہ دے سکوں۔"

"دیکھو مسٹر راکھن! زیادہ باتیں نہ کرو۔ دو میں سے کوئی ایک فیصلہ کرو۔ پچیس کروڑ دے کر بیٹا لو گے یا شانی کو اسلام آباد پہنچا کر بیٹے کو مفت حاصل کرو گے؟"

"میں ایک غریب مجرم ہوں۔ میرے پاس پچیس کروڑ نہیں ہیں۔ میں جلد ہی شانی کو اسلام آباد پہنچا دوں گا۔"

"ایک وارننگ یاد رکھو' آئندہ اپنی زبان پر حمزہ بیگ کا نام نہ لانا ورنہ ہمیشہ کے لیے بیٹے سے محروم ہو جاؤ گے۔"

"نہیں' ایسا نہ کہو۔ میں کبھی تمہارے باس کا نام زبان نہیں لاؤں گا۔ تم سن رہے ہو' اس وقت بھی اس کا نام نہیں لے رہا ہوں۔ اسے صرف تمہارا باس کہہ رہا ہوں۔"

"ایسی ہی سمجھ داری سے کام لو۔ اب کل شام کو تم سے رابطہ کروں گا۔"

صداقت علی نے فون بند کر دیا۔ رب راکھن نے اپنا فون بند کر کے اپنے کم سن فوجیوں کو دیکھا۔ حمید بگھیو نے کہا۔ "آقا سائیں! میں نے آپ کے حکم سے یہ تین ساتھی چن لیے ہیں۔ یہ میرے بڑے کام آئیں گے۔"

رب راکھن نے کہا۔ "صورت حال کچھ تبدیل ہوگئی ہے۔ شانی کو زخمی نہیں کرنا

ہوگا۔ میں جتنی جلدی شانی کو اغوا کرا کے اسلام آباد پہنچاؤں گا' اتنی ہی جلدی میرا بیٹا مجھے واپس ملے گا۔"

فون پر اشارہ موصول ہوا۔ اس نے فون اٹھا کر اسے آن کیا۔ دوسری طرف سے آواز آئی۔ "ہیلو' رب راکھن! کیا تم ہو؟"

"جی ہاں پیر شاہ سلطانی صاحب' میں بول رہا ہوں' فرمائیے؟"

"ابھی تم خواہ مخواہ سچل کے سلسلے میں ہم پر شبہ کر رہے تھے۔ ہم نے حمزہ بیگ کی مکاریوں کو سمجھ لیا ہے۔ وہ ذلیل' کمینہ ایک اجنبی باس بن کر کہہ رہا تھا کہ ہم اپنی نواسی کی شادی اس سے کریں گے تو وہ سچل کو ہمارے حوالے کرے گا۔ ہمیں یقین ہے کہ وہ مکار تم سے بھی شاید شانی کے عوض سچل کا سودا کرے گا۔"

رب راکھن نے پوچھا۔ "اگر وہ اس قسم کا سودا کرے گا تو شانی میرے پاس نہیں ہے کہ اس کے بدلے اپنے بیٹے کو حاصل کر سکوں۔ آپ میری بات پر غور کریں۔ لڑکیاں تو پرائی ہو جاتی ہیں۔ لڑکے اپنے رہتے ہیں۔ آپ شانی کی شادی میرے بیٹے سے کرنے والے تھے۔ اب نہ کریں۔ اگر آپ حمزہ بیگ کو داماد بنالیں گے تو ہمیشہ کے لیے دو گاڈ فادر متحد ہو کر بہت بڑی طاقت بن جائیں گے اور میرا بیٹا بھی مجھے واپس مل جائے گا۔"

"راکھن کے بچے! چور ڈاکوؤں کی اولاد! اگر تو ایسا مشورہ دے گا تو ہم تیرے بیٹے کو موت کی نیند سلا دیں گے۔"

رب راکھن نے اپنے بیٹے کو موت کی نیند سلانے والی بات سنی تو غصے سے فون بند کر دیا پھر دانت پیستے ہوئے دل ہی دل میں کہنے لگا۔ "میرے بیٹے کو ہلاک کرنے کا چیلنج کرنے والے گاڈ فادر میرا بیٹا زندہ رہے گا۔ تیری نواسی حمزہ بیگ کے پاس پہنچا دی جائے گی۔"

ان تینوں بڑے مجرموں کے درمیان شانی اور سچل ٹارگٹ بنے ہوئے تھے۔ یہ صداقت علی کی حکمت عملی تھی کہ اب کوئی دشمن سچل کو تلاش کرنے ٹریننگ سینٹر نہ جاتا اور اپنی بیٹی شانی کی حفاظت کیسے کرنی ہے' یہ ایک باپ اچھی طرح جانتا تھا۔

اور وہ تینوں بڑے مجرم نہیں جانتے تھے کہ آئندہ کس طرح وہ ایک دوسرے سے

کتوں کی طرح لڑنے والے ہیں۔

راستے کا پتھر بہت بھاری ہو تو ایک شخص نہیں ہٹا سکتا۔ دوسرا اس کا ساتھ دیتا۔ پھر بھی وہ اپنی جگہ سے نہ ہلے تو تیسرا آکر زور لگاتا ہے اور یوں وہ تین قوتیں اور چھ ہاتھ مل کر اسے راستے سے ہٹا کر کنارے پہنچا دیتے ہیں یا کنارے سے ذرا آگے اسے ڈھلان میں لڑھکا دیتے ہیں۔

راستہ تو صاف ہو جاتا ہے مگر پتھر موجود رہتا ہے۔ خواہ وہ راستے کے کنارے ہو گہری پستی میں گرا دیا گیا ہو۔ وہ جہاں بھی پہنچا ہو گا اس کا وجود وہاں برقرار ہو گا۔

قانون کے بھاری پتھر کو اپنے راستے سے نابود کرتے وقت تین بڑے مجرموں نے نہیں سوچا کہ ڈائریکٹر جنرل صداقت علی موت کی تاریکی میں چھپ کر سانس لیتا رہا تو ان تینوں کی سانسیں اکھڑتی رہیں گی۔

پیر عظمت اللہ شاہ کی سانسیں اکھڑ رہی تھیں کیونکہ اس کی پوتی روبی ماری گئی تھی۔ پوتا سنی جنون میں چیخ چیخ کر اپنے دادا جان کو روبی کا قاتل کہہ رہا تھا اور اب ایک نئی آفتاد آپڑی تھی۔ اسے کھلا چیلنج دیا گیا تھا کہ اس کی گونگی نواسی شانی کو اغوا کر کے حمزہ بیگ کے پاس پہنچایا جائے گا۔

رب راکھن کی بھی سانسیں اکھڑ رہی تھیں۔ اسے اطلاع ملی تھی کہ اس کا اکلوتا بیٹا سچل' اسلام آباد حمزہ بیگ کی قید میں پہنچا دیا گیا ہے۔ حمزہ بیگ کا مطالبہ تھا کہ سچل کی زندہ سلامت واپسی کے لیے پچیس کروڑ روپے تاوان کے طور پر دیے جائیں یا بیٹے کو مفت حاصل کرنا ہے تو پیر عظمت اللہ کی نواسی شانی کو اس کے حوالے کیا جائے۔

جبکہ یہ حمزہ بیگ کا مطالبہ نہیں تھا۔ صداقت علی ان تینوں کو آپس میں لڑا رہا تھا تاکہ لڑائی کے دوران وہ غلطیاں کرتے رہیں اور قانون کو اپنے خلاف ثبوت فراہم کرتے رہیں۔

ان تمام چکروں میں حمزہ بیگ کو یہ نہیں معلوم تھا کہ ایک طرف سے پیر عظمت اللہ شاہ سلطانی اور دوسری طرف سے سائیں رب راکھن اسے بہت ہی چالباز سمجھ رہے ہیں کیونکہ وہ ایک کی نواسی کو اغوا کرانا چاہتا ہے اور دوسرے کے اکلوتے بیٹے کو قیدی بنا کر

رکھا ہوا ہے۔

حمزہ بیگ ان سے بے خبر بھارتی ایجنٹ آرتی دیوی کے ساتھ عیش و عشرت میں مگن تھا۔ آرتی دیوی بھارتی ایجنسی "را" کے اس شعبے سے آئی تھی' جہاں حسین عورتوں کو خصوصی تعلیم دی جاتی تھی۔ دنیا کی اہم زبانیں سکھائی جاتی تھیں پھر ناز و انداز کے علاوہ ڈپلومیسی بھی سکھائی جاتی تھی۔

ویسے آرتی دیوی "را" میں آنے سے پہلے مکمل طور پر سیکھی سکھائی ہوئی تھی۔ اس کا اصل تعلق لیڈی مافیا سے تھا۔ یہ عورتوں کی تجارت کی ایک بین الاقوامی تنظیم تھی۔ بھارت میں اس تنظیم کی سربراہ کماری رچنا دیوی تھی اور پاکستان میں اس کی سربراہ میڈم سروری' جانم کہلاتی تھی۔ حالانکہ خانم کہلانا چاہیے تھا لیکن پیشے کے اعتبار سے "خ" کے اوپر کا نقطہ نیچے لایا گیا تھا تاکہ تمام وڈیرے' سرمایہ دار اور سیاست داں اسے جانم یعنی "میری جان" کہہ کر خوش ہو لیا کریں۔

انسانی سوسائٹی میں ایک شخص دوسرے شخص کو تحفہ دیتا ہے' ایک گھر والا دوسرے گھر والے کو اور ایک حکمراں دوسرے حکمران کو تحائف دیتا ہے۔ اس طرح ایک دوسرے سے دوستی بھی قائم رہتی ہے اور سماجی اور سیاسی تعلقات بھی مستحکم ہوتے ہیں۔

سونا چاندی' ہیرے موتی' زمینیں اور جاگیریں سب ہی تحفے کے طور پر دی جاتی ہیں لیکن انسانی تہذیب کی ابتدا سے آج تک حسین عورتیں بھی تحفے کے طور پر ایک دوسرے مرد کو اور ایک دوسرے ملک کو پیش کی گئی ہیں۔

جب بھی بھارت میں کسی بھی ملک سے تجارتی یا سیاسی وفد کے ارکان آتے ہیں تو کماری رچنا دیوی کی تربیت یافتہ حسین دوشیزاؤں کی خدمات حاصل کی جاتی ہیں کیونکہ اپنے دیس میں آنے والے مہمانوں کو روٹی' چاول' دودھ مکھن کے علاوہ شراب بھی پیش کی جاتی ہے اور شباب بھی۔ مہمانوں کی بھوک جس طرح مٹتی ہے' اسی طرح مٹا کر انہیں خوش کیا جاتا ہے اور وہ خوش ہو کر تجارت میں زیادہ سے زیادہ سہولتیں دیتے ہیں اور سیاست میں زیادہ سے زیادہ اپوزیشن کے خلاف تحفظ فراہم کرتے ہیں۔

اس عالمی تنظیم کو اگرچہ لیڈی مافیا کہتے ہیں لیکن کئی ممالک کے نہایت دولت مند'

بااختیار اور وسیع ذرائع کے حامل مرد اس کی سرپرستی کرتے ہیں اور ان پر آنچ آنے سے پہلے ہی آگ کو ٹھنڈا کردیتے ہیں۔

بہرحال حمزہ بیگ' آرتی دیوی کی زلفوں کا اسیر بنا ہوا تھا۔ اس کے پاس بڑے بڑے بااختیار افراد کے مشیروں کے فون آیا کرتے تھے۔ وہ حمزہ بیگ کو بتایا کرتے تھے کہ ان کے صاحب لوگ کن ممالک کے سفیروں اور سیکرٹ ایجنٹوں سے مل رہے ہیں اور کس قسم کی سیاسی تبدیلیاں آنے والی ہیں۔ آرتی فون کے بڑے اسپیکر کو آن رکھ کر وہ تمام باتیں سنا کرتی تھی۔

ایک رات آرتی اسے تیسرا پیگ پلا رہی تھی اور وہ نشے میں مست ہو رہا تھا۔ ایسے ہی وقت فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ آرتی نے ریسیور اٹھانے کی بجائے بڑے اسپیکر کو آن کیا پھر فون حمزہ بیگ کو دیا۔ اس نے نشے میں جھومتے ہوئے پوچھا۔ "کون ہے؟"

دوسری طرف سے آواز آئی۔ "ہم بول رہے ہیں۔"

اس نے ہنستے ہوئے کہا۔ "سب ہی بولتے ہیں۔ تم بول رہے ہو تو کیا کمال کر رہے ہو؟ اور جب بول ہی رہے ہو تو کچھ بولو ورنہ تم ادھر سے بولو گے' ہم بول رہے ہیں اور میں ادھر سے بولوں گا' میں بول رہا ہوں۔"

آرتی نے اس کے کان میں کہا۔ "حمزہ! ہوش میں رہ کر باتیں کرو۔ گاڈ فادر پیر عظمت اللہ شاہ تم سے مخاطب ہے۔"

حمزہ بیگ نے کہا۔ "اچھا اچھا' تم ہو پیر ابن پیر۔ اگر آرتی نہ بتاتی تو....."

آرتی فوراً اس کے منہ پر ہاتھ رکھ کر آہستہ مگر سخت لہجے میں بولی۔ "تم نے اس خطرناک گاڈفادر کے کانوں تک میرا نام پہنچا دیا۔ تمہیں پہلے بھی سمجھا چکی ہوں' نشے کی حالت میں دشمنوں سے باتیں نہ کرو۔"

حمزہ بیگ نے آرتی کا ہاتھ ہٹا کر کہا۔ "کیا کرتی ہو؟ بار بار ہماری باتوں کے درمیان ہاتھ لے آتی ہو۔ کیا میں تمہاری طرح عورت ہوں کہ کسی گاڈفادر سے ڈر جاؤں گا۔ میں اس سے بڑا گاڈفادر ہوں۔ اے پیر ابن پیر! کیوں رنگ میں بھنگ ڈال رہا ہے؟ جو بولنا

جلدی بول۔"

عظمت اللہ شاہ نے کہا۔ "ہم اسی دن تجھے اینٹ کا جواب پتھر سے دیتے' جس دن تیری گندی زبان پر ہماری نواسی کا نام آیا تھا۔ بوڑھے کتے! تو ہماری نواسی سے شادی کرنا چاہتا ہے؟ ہم نے بڑے صبر سے کام لے کر پہلے تیری موجودہ کمزوری معلوم کی ہے۔ چلا لیڈی مافیا کی ایک حسینہ تیرے ساتھ رہنے لگی۔ نام بھی معلوم ہوا تھا۔ ابھی فون پر یقین ہو گئی کہ اس کا نام آرتی ہے۔"

"ہاں' اس کا نام آرتی ہے۔ تو میرا کیا بگاڑے گا۔"

"بگاڑنے والے وہ ہیں جو تیری کوٹھی کا محاصرہ کر چکے ہیں۔ ابھی تیرا نشہ ہرن ہو جائے گا۔"

وہ نشے میں سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ کیسی مصیبت میں گھر چکا ہے۔ آرتی نے اس سے فون چھین کر ریسیور اٹھالیا' کہا۔ "ہیلو شریمان پیر عظمت اللہ شاہ! میں آرتی بول رہی ہوں۔ دیکھئے ہم سب جرائم کی دنیا میں رہتے ہیں۔ ہم میں سے کوئی فرشتہ نہیں ہے۔ میں آپ سے ہاتھ جوڑ کر بنتی (التجا) کرتی ہوں۔ مجھے ان کے ہاتھوں میں جانے سے بچالیں۔ میں آپ کے بہت کام آؤں گا۔ آپ مجھے ایک بار آزمالیں۔"

اس کوٹھی کے اندر کال بیل کی آوازیں آرہی تھیں۔ آرتی نے گھبرا کر کہا۔ "محاصرہ کرنے والے بیل بجا رہے ہیں۔ دروزاہ کھولنے کو کہہ رہے ہیں۔ پلیز میرے لیے کچھ کریں۔"

"تم ہمارے لیے کیا کر سکتی ہو؟"

"آپ جو حکم دیں گے' وہ کروں گی۔"

"کیا تم نے فون کا اسپیکر بند کر دیا ہے؟"

"جی ہاں۔"

"بہت سمجھ دار ہو۔ حمزہ ہماری باتیں نہیں سن رہا ہے۔ یوں بھی وہ نشے میں ہے۔ اسے فوراً گولی مار دو۔"

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ فائر کی آواز باہر تک جائے گی۔"

"یہ نادان بچہ بھی سمجھتا ہے کہ رات کی خاموشی میں دور تک فائر کی آواز
دیتی ہے۔ تم بھول رہی ہو کہ محاصرہ کرنے والے ہماری رپورٹ پر آئے ہیں اور ہمار
تمام رپورٹ ہماری مرضی کے مطابق تیار کریں گے۔ تمہیں کوئی ہاتھ نہیں لگائے گا اور
ہی کوئی سوال کیا جائے گا۔ تم یہاں سے سیدھی میڈم سروری جانم کی پناہ میں چلی جاؤ
جو ہم کہہ رہے ہیں' فوراً کرو۔ اگر وہ لوگ دروازہ توڑ کر آئیں گے تو ہم تمہارے
کچھ نہیں کر سکیں گے۔"

آرتی نے ریسیور ایک طرف رکھ دیا۔ بیڈ کے پاس گئی۔ وہاں سرہانے کی میز
اپنا پرس اٹھا کر ایک پستول نکالا۔ حمزہ بیگ ریسیور کان سے لگائے کہہ رہا تھا۔ "اے
ابن پیر! تجھے شرم نہیں آتی۔ میری حسین محبوبہ سے باتیں کر رہا تھا۔ ارے بڈھ
کھوسٹ! تجھے زندگی میں سب کچھ ملے گا مگر ایسی حسین محبوبہ نہیں....."

بات پوری ہونے سے پہلے ہی فائر کی آواز پیر عظمت اللہ شاہ نے سنی پھر آرتی کی
آواز سنائی دی۔ "گاڈ فادر! میں نے آپ کے حکم کے مطابق اسے گولی ماردی ہے۔"

"شاباش! تم واقعی ہمارے بہت کام آیا کروگی۔ جاکر دروازہ کھولو اور افسر سے کہو
ہم سے اسی فون پر بات کرے۔"

آرتی نے ریسیور ایک طرف رکھ کر حمزہ بیگ کو دیکھا۔ گولی سینے میں لگی تھی۔ وہ
سینے پر ہاتھ رکھے لرز رہا تھا اور آرتی کو رحم طلب نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ وہ مر رہا تھا مگر
اس کی جان نہیں نکل رہی تھی۔ آرتی نے دوسرا فائر کیا۔ دوسری گولی لگتے ہی وہ تڑپ کر
ٹھنڈا ہو گیا۔

وہ تیزی سے چلتی ہوئی کوٹھی کے مختلف حصوں سے گزرتی ہوئی بیرونی دروازے
کے پاس آئی پھر اسے کھول دیا۔ فوجی افسر اور جوانوں کو دیکھ کر بولی۔ "پلیز' جلدی
آئیں۔ گاڈ فادر فون پر آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔"

افسر نے ناگواری سے پوچھا۔ "یہ گاڈ فادر کون ہے؟"

آرتی کو غلطی کا احساس ہوا۔ گاڈ فادر کا عہدہ جرائم کی دنیا میں ہوتا ہے۔ قانون
کے محافظوں کے سامنے گاڈ فادر نہیں کہنا چاہیے۔ وہ بولی۔ "سوری۔ میں یہ کہہ رہی

ہوں کہ جناب پیر عظمت اللہ شاہ سلطانی فون پر آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔"

وہ افسر اور مسلح جوانوں کے ساتھ بیڈ روم میں آئی۔ وہاں حمزہ بیگ کی لاش پڑی
ہوئی تھی۔ آرتی نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگا کر کہا۔ "یہاں آفیسر صاحب آگئے ہیں۔
آپ بات کریں۔"

"ہمیں کسی آفیسر سے نہیں' تم سے کہنا ہے۔ جو ایک گاڈ فادر سے غداری کر سکتی
ہے وہ کسی دن ہمیں بھی گولی مار سکتی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ بھارت اور لیڈی مافیا سے تمہارا
تعلق ثابت نہ ہو لیکن یہ ثابت ہو چکا ہے کہ تم نے سیاسی حلقے سے تعلق رکھنے والے
ایک معزز شخص حمزہ بیگ کو قتل کیا ہے۔"

دوسری طرف سے پیر ابن پیر گاڈ فادر نے فون بند کر دیا۔ آرتی نے سر اٹھا کر فوجی
افسر اور جوانوں کو دیکھا پھر اس کے ہاتھ سے ریسیور چھوٹ گیا۔

★==========★==========★

سنی کو پہلے دن انیکسی میں رسیوں سے باندھ کر رکھا گیا تھا۔ منہ میں کپڑا ٹھونس کر
اوپر سے ٹیپ لگا دیا گیا تھا تاکہ وہ کوئی آواز نہ نکال سکے۔ منہ کھلا رہنے سے وہ جنونی انداز
میں چیخ چیخ کر اپنے دادا جان کو روبی کا قاتل کہتا تھا۔

پیر عظمت اللہ شاہ نہیں چاہتا تھا کہ کوٹھی میں آنے والے معزز مہمانوں کے سامنے
اس کا پوتا پاگلوں کی طرح اس پر الزام عائد کرتا رہے۔ جب روبی کا جنازہ کوٹھی سے چلا گیا
تو دو گارڈز نے آکر اس کے منہ سے ٹیپ ہٹا کر منہ سے کپڑا نکال دیا۔ کئی گھنٹوں تک قیدی
کی طرح جکڑے رہنے کے دوران اس نے سوچا۔ جن کے خلاف کبھی کوئی قانونی کارروائی
نہیں ہو سکتی ان کے خلاف فریاد کرنے اور چیخنے چلانے والے جنونی اور پاگل کہلاتے ہیں۔
روبی اب واپس نہیں آئے گی لہٰذا صبر و تحمل سے رہنا چاہیے۔

اس نے خاموش رہ کر سنجیدگی سے سوچا اور یہ تسلیم کیا کہ دادا جان روبی کو جان
سے زیادہ چاہتے تھے۔ انہوں نے پوتی کی جان نہیں لی لیکن ان کی مجرمانہ زندگی نے انکل
عدالت' روبی اور نازو کو مار ڈالا ہے۔ نہ وہ حمزہ بیگ سے دشمنی کرتے اور نہ اتنے
پیارے عزیز از جان اپنی جانوں سے جاتے۔

پیر عظمت اللہ شاہ دو دن تک انیکسی میں اس سے ملنے نہیں آیا۔ جب ہاجرہ نارمل ہوگیا ہے اور کھانے پینے لگا ہے تو وہ انیکسی میں آگیا لیکن وہاں ہاجرہ کو دیکھ کر گیا۔

وہ اپنی بیٹی ہاجرہ کو دل و جان سے چاہتا تھا۔ اسے بیوہ بنانے کے بعد شرمندگی اس کی آنکھیں جھک جاتی تھیں۔ وہ کبھی اعتراف نہ کرتا کہ اس نے داماد کو قتل کرا لیکن جھکی ہوئی آنکھیں بیٹی سے بہت کچھ کہہ دیتی تھیں۔

وہ باپ کو دیکھتے ہی اٹھ کر جانا چاہتی تھی لیکن منی نے ہاتھ پکڑ کر کہا۔ "آنٹی! میں تنہا رہ جاؤں گا۔"

یہ بات دادا کے دل میں لگی کہ وہ آنٹی کی موجودگی میں تنہا نہیں تھا لیکن دا موجودگی میں اکیلا رہ جائے گا۔

ہاجرہ اس کے پاس صوفے پر بیٹھ گئی۔ پیر عظمت اللہ شاہ سامنے ایک صوفے بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر تک تینوں کے درمیان خاموشی رہی پھر اس نے بیٹی اور پوتے نظریں چراتے ہوئے کہا۔ "ہم کوئی نصیحت نہیں کریں گے۔ وقت بہت بڑا ناصح ہے۔ بزرگوں پر الزام تراشی سے باز رکھے گا۔ ہم یہ بتانے آئے ہیں کہ ہم نے اپنی پوتی قاتل کو نہیں چھوڑا ہے۔ اسے جہنم میں پہنچا دیا ہے۔"

منی نے کہا۔ "اگر آپ اجازت دیں تو میں تالی بجاؤں۔ آپ نے پوتی کے قاتل قتل کرا دیا۔ آپ نے مرحوم پوتی سے سچی محبت کا ثبوت دیا ہے۔"

"اس طنزیہ انداز کا مطلب کیا ہے؟ کیا ہم نے انتقام لے کر غلطی کی ہے؟"

"بالکل نہیں' اب حمزہ بیگ کے آدمی ہم میں سے کسی کو قتل کریں گے پھر ہم تالیاں بجائی جائیں گی۔"

"حمزہ بیگ جہنم میں پہنچ چکا ہے۔ اب اس کے نہ وفادار رہے ہیں اور نہ قا کرائے کے قاتل کسی معاوضے کے بغیر اس کے قتل کا انتقام لیں گے۔"

"آپ ہمیں نادان بچہ سمجھ رہے ہیں۔ کیا ہم نہیں جانتے کہ ایک گاڈ فادر کی ہلاکت کے بعد دوسرا گاڈ فادر اس کے مجرمانہ فرائض ادا کرنے آجاتا ہے۔ کیا اسرائیل اور

بھارت اپنے قابل اعتماد حمزہ بیگ کی ہلاکت پر جوابی کارروائی نہیں کریں گے؟"

"میں اس ملک میں کسی دوسرے کو گاڈ فادر بننے نہیں دوں گا۔ میں نے ایسا جال بچھایا ہے کہ دو چار نئے گاڈ فادر اپنا عہدہ سنبھالنے سے پہلی ہی مریں گے تو پھر کوئی اس دھندے پر آنے کی جرأت نہیں کرے گا۔"

"جال بچھانا صرف آپ نہیں جانتے ہیں۔ ہم سے بہت دور کہیں خفیہ اجلاس ہو رہا ہوگا اور ایسے نئے جال بچھائے جا رہے ہوں گے' جن کی ہم توقع نہیں کر سکتے۔"

ہاجرہ نے کہا۔ "صرف ایک توقع کر سکتے ہیں بلکہ یقین سے کہہ سکتے ہیں۔ اس بار منی تم یا جمشید یا پھر میری لاڈلی شانی ماری جائے گی۔ مجھے شاید بوڑھی سمجھ کر پہلے نشانہ نہیں بنایا جائے گا۔"

"بیٹی! ایسی باتیں نہ کرو۔"

"ابا حضور! ایسی باتیں کرنے سے یہ خوشی حاصل ہوتی ہے کہ پورے خاندان میں' میں آپ کی لاڈلی' آپ کی جان ہوں۔ دشمن مجھے قتل نہیں کریں گے تو آپ مطمئن رہیں گے۔ باقی مرتے ہیں تو روبی کی طرح مرتے رہیں۔ ان سب کی موت پر آپ صدمے سے صرف گردن جھکالیں گے لیکن میری ہلاکت پر تو آپ اپنی گردن کٹوالیں گے۔"

اس نے اٹھ کر کہا۔ "ہاجرہ! خدا کے لیے چپ ہو جاؤ۔"

"میں چپ ہوں۔ بیوہ بننے کے پہلے لمحے سے چپ ہوں۔ صرف آپ کی خاطر۔ میں روؤں گی تو آپ کا دل روئے گا اور دماغ کام نہیں کرے گا۔ میں صدمے سے مروں گی تو آپ گھل گھل کر مریں گے۔ میں ایک بیوی ہو کر شوہر کو زندہ نہ رکھ سکی۔ بیٹی رہ کر تو آپ کو طبعی عمر تک زندگی دے سکتی ہوں۔"

وہ بیٹی کی باتیں آگے نہ سن سکا۔ تیزی سے چلتا ہوا کمرے سے باہر چلا گیا۔ اس نے جس بیٹی کا سہاگ چھینا تھا' وہ بیٹی اسے طبعی عمر تک زندہ دیکھنا چاہتی تھی۔ اگرچہ داماد سے کی جانے والی دشمنی کا ثبوت کسی کے پاس نہیں تھا اور نہ ہی سسر پر کوئی شبہ کر رہا تھا لیکن وہ بیٹی کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات شروع کرتے ہی نظریں چرا لیتا تھا۔ اس بیوہ کی آنکھیں کہتی تھیں' میں قاتل کو جانتی ہوں۔ ابھی تک میرے مقتول شوہر کی میت میرے

سینے پر رکھی ہوئی ہے کیونکہ ابھی تک نہ کسی نے اس لاش کے ٹکڑے سمیٹے ہیں' نہ اسے
غسل دیا ہے نہ کفن پہنایا ہے۔ نہ سسر نے داماد کو کاندھا دیا ہے۔

بیوہ بیٹی کی آنکھیں کہتی تھیں' ہائے ابا حضور! آپ نے صداقت کو کیسی موت مار
ہے کہ ابھی تک اس کی آخری رسومات ادا نہیں ہو رہی ہیں۔'

سنی نے کہا۔ "کوئی اپنی جان سے زیادہ عزیز ہماری آنکھوں کے سامنے ہلاک ہو
جائے تب بھی یقین نہیں آتا۔ ایسا لگتا ہے یہ سب کچھ خواب میں ہو رہا ہے۔ آنکھیں
کھلیں گی تو وہ ہمیں زندہ ہنستا مسکراتا ملے گا پھر یہ کہ انکل کی ہلاکت ہماری آنکھوں کے
سامنے نہیں ہوئی۔ ان کی ہلاکت کے تمام شواہد موجود ہیں۔ اس کے باوجود ایسا لگتا ہے وہ
ہمارے آس پاس موجود ہیں اور ان کا ہاتھ ہمارے سروں پر ہے۔"

"کیا تم خود کو دھوکا دے رہے ہو کہ روبی زندہ ہے؟"

"سچ تو یہی ہے۔ میں نے چند سیکنڈ کے لیے اس کی لاش دیکھی پھر جنون میں یاد
نہیں رہا کہ میں خود کس عالم میں ہوں پھر یہاں انیکسی میں قید رہ کر سنا کہ اس کی تدفین ہو
چکی ہے۔ نہ آپ نے انکل کی آخری رسومات دیکھیں' نہ میں نے دیکھی ہیں۔ اس طرح
ہم خود کو انہیں پھر کبھی پالینے کا دھوکا دیتے رہتے ہیں۔"

فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ سنی نے ہاتھ بڑھا کر سینٹر ٹیبل سے ریسیور اٹھایا۔ دوسری
طرف سے کسی نے کہا۔ "ہیلو۔" جواب میں سنائی دیا۔ "ہیلو' ہم بول رہے ہیں۔"

"آپ نہ بولیں۔ سنی کو فون پر بلائیں۔"

"ابھی سنی کو بلایا جائے گا۔ پہلے یہ بتاؤ' تم کون ہو؟"

سنی نے اپنے ریسیور سے کہا۔ "دادا حضور! یہ فون میرے لیے ہے۔ آپ کا یوں
انکوائری کرنا ایٹی کیٹ کے خلاف ہے۔"

دادا حضور کی طرف سے خاموشی رہی۔ فون کرنے والی نے کہا۔ "سنی! تم مجھے
لاکھوں میں پہچان سکتے ہو۔ میں نے آواز بدلی ہے دوستی نہیں۔"

"اوہ اچھا' میں پہچان گیا ہوں۔"

"لیکن تیسری طرف فون پر خاموشی ہے۔ تمہارے دادا حضور نے ریسیور نہیں

رکھا ہے۔"

سنی نے ایک فون نمبر بتا کر کہا۔ "یہ میری آنٹی کا موبائل فون نمبر ہے۔ اس پر
بات کرو۔"

پھر اس نے کہا۔ "دادا حضور! ہمارا خون کا کتنا گہرا اور مضبوط رشتہ ہے لیکن اعتماد
کا رشتہ نہیں ہے۔ جائیں' آپ آرام فرمائیں۔"

اس نے ریسیور کو کریڈل پر رکھا۔ ہاجرہ کے موبائل فون پر اشارہ موصول ہو رہا
تھا۔ سنی نے وہ موبائل فون لے کر اسے آن کیا پھر کہا۔ "میں سنی بول رہا ہوں۔ ہمارے
درمیان اب کوئی تیسرا نہیں ہے۔"

"یہ تمہاری کون سی آنٹی کا موبائل فون ہے؟"

"میری ہاجرہ پھوپی کا۔ ابھی وہ میرے پاس بیٹھی ہیں۔"

"اوہ سنی! ہاجرہ پھوپی کے ذکر سے دل پر گھونسے لگ رہے ہیں۔ صداقت انکل
ہمارے انکل بھی تھے اور استاد بھی۔ یہ جرائم کے شہنشاہ کہلانے کے شوقین کیسی کیسی
ہستیوں کو کھا گئے ہیں۔"

"ہماری سب سے بڑی بدقسمتی یہی ہے کہ ہم مجرموں کے خاندان میں پیدا ہوئے
ہیں' بہرحال یہ بتاؤ' جہاں بھی ہو خیریت سے ہو نا؟ کوئی پریشانی ہو تو میں ابھی چلا آؤں
گا۔"

"ایسی غلطی نہ کرنا۔ تمہارے پیچھے گدھ چلے آئیں گے۔ میں بالکل خیریت سے
ہوں۔ شاید تمہیں یہ سن کر افسوس ہوگا کہ میں دوبارہ جرائم کی دنیا میں آگیا ہوں۔"

"یہ کیا کہہ رہے ہو؟"

"میں انکل' روبی اور نازو کی موت مرنا نہیں چاہتا۔ ایک شریف آدمی کی طرح
چھپ کر زندگی گزاروں گا تو میری شرافت دشمنوں کو میری شہ رگ تک پہنچا دے گی۔
میں نے کئی برس جرائم کی دنیا میں رہ کر جو تجربات حاصل کیے ہیں ان سے اور اپنی ایم
اے کی ڈگری سے فائدہ اٹھا رہا ہوں۔ کرپٹ وڈیروں' سرمایہ داروں اور سیاست دانوں کی
کمزوریاں دستاویزی صورت میں حاصل کر رہا ہوں۔ جلد ہی دونوں گاڈ فادرز کے پیروں

تلے سے زمین سرکادوں گا۔"

"تمہیں یہ بتادوں کہ دادا حضور نے روبی کا انتقام لے لیا ہے۔ گاڈ فادر حمزہ بیگ کو قتل کرا دیا ہے۔"

"میری نازو کا قاتل ابھی زندہ ہے۔ قتل کرائے کے ٹٹو کرتے ہیں مگر اشارہ بڑے لوگوں کا ہوتا ہے۔ تمہارے دادا کے حکم پر میری نازو کو قتل کیا گیا ہے۔ مجھے افسوس ہے جلد ہی کسی دن میرے کرائے کے قاتل تمہارے دادا حضور کی چھٹی کر دیں گے۔"

"تھوڑی دیر پہلے میں اور ہاجرہ آنٹی اسی خون خرابے کے خلاف دادا حضور سے بحث کر رہے تھے۔ یہ خون تھم نہیں رہا ہے۔ انتقام کے جوش میں کبھی ادھر سے کبھی ادھر سے اچھلتا جارہا ہے۔"

"اور میں یقین سے کہتا ہوں تم لوگوں کی باتیں ان کی سمجھ میں نہیں آئی ہوں گی۔ مجرم اپنی طاقت اور ضد کے سامنے پورے یقین سے سمجھتے ہیں کہ وہ کبھی حرام موت نہیں مریں گے اور جب مرتے ہیں تو سمجھنے کے لیے کچھ نہیں رہ جاتا۔"

"کمال! تم بھی یہی غلطی کرنے جارہے ہو؟"

"کون کمال! وہ تو نازو کی محبت سے پیدا ہوا تھا اور نازو کی موت سے مرگیا۔ میں تو وہی لاہور یا چنگی بادشاہ ہوں۔ مجھ سے میری محبت اور میرے اچھے دن چھین لیے گئے ہیں۔ کیا تم یا تمہارے دادا میرے لٹے ہوئے یہ دن واپس لاسکتے ہیں؟ یہ بات موٹی سی عقل بھی سمجھ لیتی ہے کہ ہمارے اچھے دن چرا لیے جاتے ہیں۔ ٹھیک ہے اب برے دن ہی گزاریں گے۔"

"غصے اور نفرت سے سوچ رہے ہو۔ ایسے میں عقل ایسی ہی باتیں سمجھاتی ہے ورنہ ہمارے راہنما انکل صداقت نے برائی اور کرپشن کے خلاف جہاد کرتے کرتے جان دی ہے۔ جہاد کا یہ سلسلہ ختم نہیں ہونا چاہیے۔ ہماری دنیا میں جو شریف ہیں، کمزور ہیں، عزت دار ہیں، ان کی حفاظت ہم نہیں کریں گے تو یہ دنیا بدصورت ہوتی چلی جائے گی۔"

ہاجرہ نے سنی سے فون لے کر کان سے لگاتے ہوئے کہا۔ "بیٹے! میں تمہیں نہیں جانتی مگر جاننے کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ میرے مرحوم شوہر نے کبھی تمہیں نیک ہدایات

دی تھیں۔ میں اسی مرحوم کی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے صرف اتنا کہتی ہوں، آدمی جب کامیاب مجرمانہ زندگی گزارتے ہوئے بھی مرتا ہی ہے تو پھر کامیاب شریفانہ زندگی کے لیے جہاد کرتے ہوئے کیوں نہ مرے؟ بیٹے! ایسی موت مرو کہ لوگ تمہارے پیچھے ماتم کریں۔ سانپ بچھو کی طرح مروگے تو لوگوں کا کلیجا ٹھنڈا ہوگا۔"

چند لحات تک فون پر خاموشی رہی پھر کمال عرف چنگی بادشاہ نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔ "آنٹی! آپ کی بات کلیجے پر لگی ہے۔ مجھے ایسا لگ رہا ہے جیسے انکل صداقت ہمارے لیے ابھی زندہ ہیں۔ خدا آپ کا سایہ ہمارے سروں پر رکھے۔ میں اپنا طریقہ کار ذرا بدل دوں گا۔ انکل کی طرح مجرموں کی کمزوریاں معلوم کروں گا لیکن ان کی راہوں پر نہیں چلوں گا۔ انکل کی طرح ان کا جینا حرام کردوں گا۔"

"شاباش بیٹے! تمہارے انکل اس دنیا میں نہیں ہیں لیکن ان کے نیک عزائم زندہ ہیں اور تمہارے جیسے جوان انہیں زندہ رکھیں گے۔ لو، سنی سے باتیں کرو۔"

سنی نے ریسیور لے کر کہا۔ "کمال! تم بہت اچھے ہو۔ آؤ، وعدہ کرو۔ ہم دونوں مل کر انکل کے حوصلوں کو زندہ اور ان کے جہاد کو جاری رکھیں گی۔"

"میں صرف اپنے طور پر وعدہ کرتا ہوں اور یہ چاہتا ہوں کہ تم میرے شانہ بہ شانہ رہو۔ میرے اطراف دشمن ہی دشمن ہیں۔ تمہاری دلچسپی صحافت سے ہے۔ صحافی بن کر جہاد کرو۔ میں یہاں کے بڑے بڑوں کے خلاف سچے اور کھرے حقائق ثبوت کے ساتھ پیش کروں گا۔ تم انہیں لکھا کرو۔ اخبارات میں شائع کراؤ۔ ہمارے ملک کے چند اخبارات بے باک اور سچائی کے علمبردار ہیں۔ وہ تمہاری لکھی ہوئی سچائیاں شائع کریں گے۔ میں فون بند کر رہا ہوں پھر کسی وقت آنٹی کے اسی فون پر رابطہ کروں گا۔ خدا حافظ۔"

سنی نے فون بند کرکے ہاجرہ کو دیتے ہوئے کہا۔ "ایسا لگ رہا ہے ہمارے سروں پر پہاڑ تھا، اب نہیں ہے۔ میں خود کو بہت ہلکا پھلکا محسوس کر رہا ہوں۔"

اس نے ہاجرہ کے شانے پر سر رکھ دیا۔ وہ بڑی ممتا سے اسے تھپکنے لگی۔

★----------★----------★

صداقت علی کے پیر میں جو گولی لگی تھی اس کا زخم بھر گیا تھا۔ اب وہ جوگنگ کرنے اور چاق و چوبند رہنے کے قابل ہو گیا تھا۔ اس نے نہایت ہی عمدہ تراش کے ساتھ داڑھی رکھ لی تھی۔ سر پر وگ پہن کر بالوں کا اسٹائل بدل لیا تھا۔ آنکھوں کا رنگ لینس کے ذریعے بھورا کر لیا تھا۔ دو ننھے اسپرنگوں کے ذریعے ناک کے نتھنے پھیل گئے تھے۔ اب وہ قریب سے بھی ڈائریکٹر صداقت علی کی حیثیت سے پہچانا نہیں جاتا تھا۔

مولا بخش ملنگی نے کہا۔ "آپ یہاں ایک ماہ سے ہیں پھر بھی آپ کو دیکھ کر چونک جاتا ہوں کہ کون اجنبی آگیا ہے۔ آپ کی ظاہری شخصیت بالکل ہی بدل گئی ہے۔"

"آپ نے اور زرینہ بھابی نے میرے لیے بڑی زحمتیں اٹھائی ہیں۔"

"آپ ہمیں اپنا سمجھیں گے تو ہم نے زحمتیں نہیں اٹھائی ہیں۔ ہم پر رحمتیں نازل ہوئی ہیں۔ ہم نے قانون کے ایک سچے اور بے باک محافظ کو ٹوٹنے نہیں دیا پھر سے رحمت کا فرشتہ بنا دیا ہے۔"

صداقت نے مولا بخش ملنگی کا ہاتھ تھام کر کہا۔ "آپ جیسے انسان دوست اور مہمان نواز ہمارے وطن میں بہت ہیں مگر وہ غیر معروف بستیوں میں گمنام رہتے ہیں۔ اگر آپ جیسے فرشتے منظر عام پر آجائیں تو دنیا والوں کو معلوم ہو گا کہ پاکستان اوپر سے کرپٹ اور بیمار نظر آتا ہے لیکن اندر سے صحت مند ہے اور آپ جیسے سچے لوگ اسے صحت مند رکھتے ہیں۔"

"آپ ہمیں چھوڑ کر جا رہے ہیں۔ کوئی دوسرا مہمان ہوتا تو اس سے یہاں کچھ دن اور رہنے کو کہتے لیکن آپ اہم فرائض کی ادائیگی کے لیے جا رہے ہیں۔"

صداقت علی اپنے میزبان کے گلے لگ گیا پھر رخصتی مصافحہ کیا۔ زرینہ نے اسے سلام کیا۔ اس نے زرینہ کے سر پر ہاتھ رکھ کر دعائیں دیں پھر مکان سے باہر آگیا۔ اس کا ماتحت سکندر سادے لباس میں ایک لینڈ کروزر میں انتظار کر رہا تھا۔ پچھلے ایک ماہ میں صداقت نے سکندر سے رابطہ کیا تھا اور آئندہ کے لیے ایک لائحہ عمل تیار کیا تھا۔ اس کے مطابق عمل ہو رہا تھا۔ صداقت علی کا جو نیا حلیہ تھا۔ اس کی کئی تصاویر اتاری گئی تھیں۔ اس کی ہلاکت کا یقین ہونے کے بعد سکندر بخت کو اسسٹنٹ ڈائریکٹر جنرل بنا دیا گیا

تھا۔

اسے یہ عہدہ دینے سے پہلے نوکر شاہی کے بڑے بڑے افسران نے یہ یقین کر لیا تھا کہ وہ صداقت علی کی طرح ایمان دار اور فرض شناس نہیں ہے بلکہ لالچی اور رشوت خور ہے۔ اسے اے ڈی جی کا عہدہ دے کر ایک اہم مہرے کے طور پر استعمال کیا جا سکتا ہے۔

سکندر بخت نے متعلقہ بیورو کریٹ سے کہا۔ "میرا ایک دست راست ہے جو میرا دوست بھی ہے۔ میں اس کی وسیع معلومات سے فائدے اٹھاتا رہا ہوں۔ اس کا نام سوغات علی ہے۔ اگر آپ حضرات اسے باقاعدہ سرکاری طور پر میری ماتحتی میں دے دیں تو پورا انٹیلی جنس ڈپارٹمنٹ آپ کے اشاروں پر ناچے گا۔"

سیکریٹریٹ کے ایک اعلیٰ عہدے دار نے کہا۔ "وہ ذاتی طور پر تمہارا ماتحت رہا ہے۔ اس نے باقاعدہ سرکاری طور پر نہ ٹریننگ حاصل کی ہے اور نہ ہی اس سلسلے کے امتحانات پاس کیے ہیں۔ اس کا مطلب ہے اس کے لیے جعلی سرکاری کاغذات تیار کرانے ہوں گے۔"

سکندر بخت نے کہا۔ "ہمارا کام ہی سیاہ کو سفید بنانا ہے۔ جب سیکریٹریٹ سے اس کے نام احکامات جاری کیے جائیں گے اور اسے انٹیلی جنس کا چیف بنایا جائے گا تو اس ڈپارٹمنٹ کا کوئی افسر صدائے احتجاج بلند کرنے کی جرأت نہیں کر سکے گا۔"

ڈائریکٹر جنرل صداقت علی کو مرحوم سمجھ کر اس کا عہدہ اس لیے خالی رکھا گیا تھا کہ وہ سکندر بخت کی طرح کوئی کرپٹ افسر چاہتے تھے۔ سکندر بخت سے کہا گیا تھا کہ اگر تین ماہ کے دوران وہ۔ "یس باس" قسم کا افسر ثابت ہو گا تو اسے ڈائریکٹر جنرل بنا دیا جائے گا۔

بہرحال سکندر بخت کی کوششوں سے صرف دو ہفتوں کے اندر صداقت علی کو انٹیلی جنس کا چیف بنا دیا گیا۔ اس کا نیا نام سوغات علی تھا۔ اس کے نئے حلیے کے مطابق اس کی تصاویر، شناختی کارڈ، تقرری کے کاغذات وغیرہ تیار ہو چکے تھے۔

صداقت علی اپنے معزز میزبان مولا بخش ملنگی سے رخصت ہو کر لینڈ کروزر کے پاس آیا تو سامنے سے یوسف گوٹھ کے تھانے دار کی جیپ آرہی تھی۔ اس کے ساتھ چند سپاہی میلی وردیوں میں تھے۔ ان کے پاس بہت ہی پرانی اور زنگ آلود رائفلیں تھیں۔

جیپ لینڈ کروزر کے سامنے رک گئی۔ سپاہیوں نے جیپ سے اتر کر صداقت علی اور سکندر بخت کے سامنے رائفلیں تان لیں۔

مولا بخش ملنگی پریشان ہوگیا تھا۔ تھانے دار نے اس کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ "سائیں! بڑے اونچے جارہے ہو؟ تمہارے دروازے پر تو لینڈ کروزر آنے لگی ہے۔ ہماری طرف کے وڈیرے ایسی گاڑیاں اچھی قیمت پر لے لیتے ہیں مگر ہمارا کمیشن نہیں بھولتے۔ کیا تم نہیں جانتے کہ ایسے سودے تھانے میں ہوا کرتے ہیں۔"

مولا بخش ملنگی نے ہاتھ جوڑ کر کہا۔ "آپ برسوں سے مجھے جانتے ہیں۔ میں چوری کا کوئی مال نہیں خریدتا۔ یہ افسر لوگ ہیں آپ کی طرف تھانے جارہے تھے۔ پانی پینے کے لیے میرے دروازے پر رک گئے۔"

تھانے دار نے صداقت علی اور سکندر بخت کو دیکھا پھر ان کی طرف بڑھتے ہوئے پوچھا۔ "اوئے! کون ہو تم لوگ؟ افسر ہو تو وردیاں کہاں ہیں؟"

صداقت نے کہا۔ "اگر افسر بننے کے لیے وردی ضروری ہے تو پھر سمجھ لو کہ ہم افسر نہیں ہیں۔ تمہارے پاس اسی لیے تھانے آرہے تھے کہ اس لینڈ کروزر کو ٹھکانے لگاتا تھا' تمہارا جو کمیشن ہوگا' ہمیں منظور ہے۔"

تھانے دار نے لینڈ کروزر کے آگے جاکر دیکھا پھر کہا۔ "نمبر پلیٹ سے معلوم ہوتا ہے' کراچی سے اڑا کر لائے ہو اور اس دھندے میں نئے ہو۔ پہلے کبھی تم دونوں کو نہیں دیکھا۔"

سکندر بخت نے کہا۔ "ہماری صورت نہیں' گاڑی دیکھنے سے مال ملے گا۔ سنا ہے' پہلے تم خریدتے ہو' پھر اچھے داموں فروخت کرنے کے لیے وڈیروں اور مہاجنوں کو تھانے بلاتے ہو۔"

"اور کیا سنا ہے؟"

"یہی کہ چھبیس لاکھ کی گاڑی کے صرف چھبیس ہزار دیتے ہو۔ جو گاڑی چور لین دین سے انکار کرے اس سے گاڑی چھین کر اسے لاتیں مار کر بھگا دیتے ہو پھر وہ چوری کرنے والا کسی کے سامنے جاکر فریاد بھی نہیں کرسکتا۔"

"شاوا بھئی شاوا۔ بڑی معلومات ہیں۔ تھانے چلو' بیس ہزار لو۔ ایک سپاہی تمہیں جیپ میں سرحدی دے تک پہنچا دے گا۔"

پھر اس نے سپاہیوں سے کہا۔ "پہلے گاڑی کی تلاشی لو۔ ہتھیار وغیرہ تو نہیں ہیں اور تم دونوں بھی تلاشی دو۔"

سکندر بخت نے بڑی پھرتی سے ایک ریوالور نکال کر..... تھانے دار کی کنپٹی پر لگا دیا اور کہا۔ "زیادہ تلاشی کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ ایک ہی تمہارے لیے کافی ہے۔"

سپاہیوں نے رائفلوں کا رخ سکندر بخت کی طرف کیا۔ سکندر بخت نے تھانے دار سے پوچھا۔ "مجھے گولی لگے گی تو تمہارا انجام کیا ہوگا؟"

وہ سہم کر بولا۔ "گدھے کے بچو! ہتھیار پھینک دو۔"

سکندر بخت نے جیب سے آئیڈینٹی کارڈ نکال کر دکھایا۔ وہ اور گھبرا گیا مگر بے یقینی سے دیکھنے لگا۔ سکندر نے ایک موبائل فون اسے دیتے ہوئے کہا۔ "انٹیلی جنس ڈیپارٹمنٹ سے معلوم کرو۔ ہم جعلی افسر بھی ہوسکتے ہیں۔"

تھانے دار نے رابطہ کیا۔ سکندر کا کارڈ دیکھتے ہوئے بولا۔ "کیا اس نام اور کارڈ نمبر کے کوئی اے ڈی جی صاحب ہیں۔"

جواب ملا۔ "ہیں اور یوسف گوٹھ کے تھانے کی طرف گئے ہیں۔ تم کون ہو؟"

"جناب میں اسی تھانے کا انچارج بول رہا ہوں۔ آپ صاحبان کا خادم ہوں۔"

سکندر نے فون لے کر کہا۔ "میں بول رہا ہوں۔ جو حکم دیا تھا۔ اس پر فوراً عمل کرو۔ مجھے یہاں زیادہ دیر انتظار نہ کرنا پڑے۔"

اس نے فون بند کرکے تھانے دار اور سپاہیوں سے پوچھا۔ "کیا وردی کے اندر کچھ پہنتے ہو؟"

"جی جناب! انڈرویئر پہنتے ہیں۔"

"فوراً وردیاں اتار دو اور ہماری گاڑی کے آگے دوڑتے چلو۔"

سب نے حکم کی تعمیل کی۔ سکندر اور صداقت لینڈ کروزر میں بیٹھ گئے۔ صداقت نے کہا۔ "کاغذات کے مطابق میں تمہارا ماتحت ہوں۔ مجھے گاڑی ڈرائیو کرنے دو۔"

"سر! آپ شرمندہ نہ کریں۔ جہاں سینئر بننا بہت ضروری ہو جائے گا' وہاں مجبوراً آپ کو ماتحت بننے دوں گا۔ آپ میری ٹریننگ جیسی کرتے رہے ہیں' ویسی میرے والد صاحب اور اساتذہ نے بھی نہیں کی۔ میں بہت خوش نصیب ہوں اور چاہتا ہوں کہ آپ جیسا سینئر افسر ہر ماتحت کو ملے۔"

اس گوٹھ کے مرد' عورتیں اور بچے گھروں سے نکل کر بڑی حیرانی سے تھانے دار اور سپاہیوں کو اس حالت میں ہاتھ اٹھائے دوڑتے دیکھ رہے تھے۔ لینڈ کروزر گوٹھ کے چاروں طرف اور گلیوں کے اندر سے گزر رہی تھی۔ جو لوگ وردیاں پہن کر فرعون بنے رہتے تھے' وہاں کے لوگوں کو ان کی فرعونیت کا انجام دکھایا جا رہا تھا۔

پھر وہ تھانے پہنچ گئے۔ وہاں انہیں حوالاتیوں کی طرح تھانے دار سمیت زمین پر اکڑوں بٹھا دیا گیا۔ تھانے کے باہر گوٹھ کے لوگ جمع ہو گئے تھے۔ مولا بخش ملنگی بھی آگیا تھا۔

ایک گھنٹے بعد شہر سے کئی گاڑیاں آئیں۔ تین پولیس افسر اور پندرہ سپاہی تھے۔ انہوں نے تھانے دار سے پوچھا کہ وہ چوری کی گاڑیاں بیچنے اور ڈاکوؤں کی لوٹ کی رقم امانت کے طور پر کہاں چھپا کر رکھتا ہے۔ وہ ٹالنے کی کوشش کرنے لگا۔ اس کے ایک سپاہی کو وعدہ معاف گواہ بنانے کی پیش کش کی گئی تو تھانے کے اندر ایک حوالاتی کمرے کے فرش کے نیچے سے اسی لاکھ روپے نقد اور لاکھوں روپے کے زیورات برآمد ہو گئے۔

سکندر نے اس تھانے میں نئے اسٹاف کی تقرری کا اجازت نامہ پہلے ہی لے رکھا تھا۔ تھانے دار سمیت تمام سپاہیوں کو حراست میں لے لیا گیا۔ صرف وعدہ معاف گواہ کو ضمانت پر رہا کیا گیا پھر نیا انسپکٹر اور نئے سپاہی اس تھانے کا چارج سنبھالنے لگے۔

صداقت علی نے نئے انسپکٹر سے کہا۔ "یہاں کسی کے گھر کا پانی بھی پیو تو اس کا احسان یاد رکھو۔ یہ سائیں مولا بخش ملنگی ہیں۔ ہم نے آج ان کے گھر کا پانی پیا ہے۔ تم ہمیشہ ان کی عزت کرنا۔ انہیں کوئی مسئلہ پیش آئے تو آدھی رات کو بھی۔ ان کے دروازے پر حاضر ہو جانا۔"

نئے انسپکٹر نے مولا بخش ملنگی سے مصافحہ کیا اور وعدہ کیا کہ جب تک اس علاقے

میں رہے گا' ان پر کسی قسم کی آنچ نہیں آنے دے گا۔ سکندر بخت نے نئے انسپکٹر کو تنہائی میں لے جا کر کہا۔ "تم ایک شریف خاندان کے جوان ہو۔ حرام کی کمائی پر لعنت بھیجتے ہو لیکن موقع اور مصلحت کے مطابق طریقۂ کار بدلنا پڑتا ہے۔ میں نے بیورو کریٹ عہدے داروں کو بتایا ہے کہ تم ایک کرپٹ انسپکٹر ہو اور ڈاکوؤں کو ان کی مرضی کے مطابق مواقع فراہم کر کے انہیں سیاسی مقاصد کے لیے استعمال کر سکو گے۔"

انسپکٹر نے کہا۔ "آپ مجھے میرے ضمیر اور ایمان کے خلاف بہت بڑی آزمائش میں مبتلا کر کے جا رہے ہیں۔"

"تم ضمیر اور ایمان کے خلاف بظاہر کام کرو گے لیکن یہاں دور دور تک ڈاکوؤں کے اڈوں' وڈیروں کی نجی جیلوں اور ان کی سیاسی قلابازیوں پر گہری نظر رکھو گے پھر جیسے ہی حالات سازگار ہوں گے' ہماری طرف سے تمہیں سگنل ملے گا پھر تم اچانک بازی پلٹ دو گے۔ ہم ہمیشہ تمہاری پشت پر رہیں گے۔"

صداقت نے آکر سکندر سے پوچھا۔ "کیا تم نے اسے رب راکھن کے بارے میں بتایا ہے؟"

"جی ہاں۔ میں نے اس کے بارے میں تمام تفصیلات بتائی ہیں۔ آج اس تھانے میں جو تبدیلیاں ہوئی ہیں' وہ اس سے پریشان ہو کر ضرور انسپکٹر کے پاس آئے گا اور تحفے کے طور پر مٹھائیاں اور ہزاروں روپے بھی لائے گا۔ ہمارا یہ انسپکٹر اس سے معاملات ٹھیک رکھے گا۔"

وہ دونوں لینڈ کروزر میں آکر بیٹھ گئے۔ انسپکٹر نے انہیں سلیوٹ کیا پھر وہ گاڑی شہر کی طرف جانے لگی۔

★==========★==========★

اُس روز رب راکھن پر سکتہ طاری ہوا تھا جب اس نے اخبار میں پڑھا تھا کہ حمزہ بیگ کو آرتی دیوی نامی ایک عورت نے قتل کر دیا ہے۔

اسے پڑھ کر بھی یقین نہیں آیا کہ اسرائیل اور بھارت کی سرپرستی میں رہنے والے گاڈفادر کو ایک عورت قتل کر سکے گی۔

ویسے حمزہ بیگ کو کوئی بھی قتل کرتا تو اسے کوئی پریشانی نہ ہوتی۔ حمزہ بیگ کوئی کا رشتے دار نہیں تھا کہ اس کی ہلاکت پر ماتم کیا جاتا۔ فکر اور پریشانی تو اپنے اکلوتے سچل کے لیے تھی جیسا کہ اب تک اسے معلوم ہوتا رہا تھا کہ اس کا بیٹا حمزہ بیگ کی میں ہے اور اس کی رہائی کی دو صورتیں ہیں یا تو بیٹے کی واپسی کے لیے پچیس کروڑ کرے یا پھر دوسرے گاڈ فادر کی گونگی نواسی کو اغوا کرکے اسلام آباد حمزہ بیگ کے پاس دے۔

لیکن اب شانی کو اغوا کرنے سے بیٹا واپس نہیں مل سکتا تھا۔ پتا نہیں حمزہ بیگ اسے کہاں قید کیا تھا؟

صداقت علی نے ایک رات حمزہ بیگ کا نمائندہ بن کر رب راکھن سے کہا تھا اس کا بیٹا سچل حمزہ بیگ کی قید میں ہے۔ صداقت کی حکمت عملی یہ تھی کہ تین بڑے آپس میں لڑتے رہیں اور سچل کسی رکاوٹ کے بغیر ٹریننگ حاصل کرتا رہے اور اب ہو رہا تھا۔ سچل کو پولیس ٹریننگ سینٹر میں داخلہ مل گیا تھا۔

رب راکھن اپنے اکلوتے بیٹے کو جیل کی یونیورسٹی میں بھیجنا چاہتا تھا۔ وہ سوچ نہیں سکتا تھا کہ صداقت زندہ ہوگا اور اپنے ہونے والے داماد سچل کو مثبت مقاصد کے لیے پولیس ٹریننگ سینٹر پہنچا چکا ہوگا۔

اب وہ بیٹے کو مُردہ حمزہ بیگ سے حاصل نہیں کرسکتا تھا۔ سوچ رہا تھا اس نمائندے کو کہاں تلاش کرے جس نے سچل کے قید ہونے کی اطلاع دی تھی۔ اس نے پیر عظمت اللہ شاہ سے فون پر رابطہ کیا۔ دوسری طرف سے آواز آئی۔ "ہم بول رہے ہیں۔"

وہ گڑگڑا کر بولا۔ "اللہ تعالیٰ آپ کا بول بالا رکھے۔ آپ ہمیشہ بولتے رہیں اور پر حکومت کرتے رہیں۔ حضور! آپ اہم معاملات پر گفتگو کرتے رہے ہیں لیکن آپ نے حمزہ بیگ کی ہلاکت کے بارے میں خادم کو کوئی خبر نہیں دی۔"

"کیا ہم ریڈیو اور ٹی وی کی خبریں سناتے ہیں یا تم نے ہمیں دنیا جہان کی خبریں سنانے کا پابند بنا رکھا ہے؟"

"بھلا آپ جیسی ہستی کو کون پابند کرسکتا ہے۔ میں تو ڈوب رہا ہوں حضور! آپ جانتے ہیں کہ میرا بیٹا سچل اس کی قید میں تھا۔ آپ اس کے خفیہ اڈے جانتے ہوں گے' میرے بیٹے کو ایسی ہی کسی جگہ چھپا کر رکھا گیا ہوگا۔ آپ کے وفادار اسے منٹوں میں ڈھونڈ نکالیں گے۔ میں ابھی شہر پہنچتے ہی آپ کے قدموں میں گر پڑوں گا۔"

"قدموں میں گرنے کی اتنی جلدی نہ کرو۔ پتا نہیں ابھی کہاں کہاں گرنے والے ہو۔ یاد ہے' تم نے مشورہ دیا تھا کہ ہم اپنی نواسی کی شادی سچل سے نہ کریں۔ جوان نواسی کی شادی اس بوڑھے حمزہ بیگ سے کردیں تاکہ تمہارے بیٹے کو رہائی مل جائے۔"

"حضور عالی! میں الو کا پٹھا ہوں۔ گدھے کا بچہ ہوں۔ مجھے جو سزا چاہیں' دیں۔ میرے بیٹے تک پہنچنے کا راستہ مجھے بتا دیں۔ وہ نہ ملا تو اس کے بعد میرے پاس کچھ نہیں رہے گا۔ میری تمام دولت' زمینیں اور دوسری جائدادیں سرکاری کھاتے میں چلی جائیں گی اور بہت کچھ میرے ہی پالتو ڈاکو لوٹ کرلے جائیں گے۔"

"وہ جہنمی تمہارے بیٹے کی واپسی کی بڑی قیمت مانگ رہا تھا؟"

"جی حضور! وہ رقم میری اوقات سے باہر تھی' یعنی پچیس کروڑ روپے۔ پھر اس بدمعاش نے کہا' رقم ادا نہ کرنے کی صورت میں آپ کی نواسی کو اغوا کراؤں اور اس کے پاس اسلام آباد پہنچادوں۔ آپ تو اپنے اس خادم کو جانتے ہیں' کیا میں آپ کی نواسی کو اغوا کرانے کی ذلیل حرکت کبھی کرسکتا ہوں۔"

"جب تم اپنے بیٹے کی ہونے والی بیوی اور اپنی بہو کو حمزہ بیگ کے پاس بھیجنے کا مشورہ ہمیں دے سکتے ہو تو تمہارے جیسا کمینہ سب کچھ کرسکتا ہے۔"

"آپ مجھے اس سے بھی بڑی گالیاں دیں۔ میں سامنے آؤں تو مجھے جوتے ماریں لیکن آپ کو خدا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا واسطہ دیتا ہوں' میرا بیٹا مجھے واپس کردیں۔"

"تم ایسے کہہ رہے ہو' جیسے ہم نے تمہارے بیٹے کو کہیں قید کر رکھا ہے۔"

"آپ نے نہیں کیا ہے لیکن آپ اسے کسی بھی ظالم کی قید سے نکال کر لاسکتے ہیں۔ آپ کے وفادار بڑے پہنچے ہوئے ہیں۔ وہ میرے سچل تک پہنچ جائیں گے' اسے

زندہ سلامت لے آئیں گے۔ میں اس کے لیے بڑی سی بڑی رقم دینے کو تیار ہوں۔"

"اس جہنمی نے تم سے پچیس کروڑ مانگے تھے؟"

"جی' جی ہاں۔ میں دوں گا۔ جس طرح آپ ادائیگی کے لیے کہیں گے اسی طرح ادائیگی کروں گا۔"

"ٹھیک ہے۔ پہلے ہم معلوم کرتے ہیں کہ اسے کس شہر کے کس اڈے میں قید کیا گیا ہے۔ اس کی خبر ملتے ہی پہلے ہم پندرہ کروڑ لیں گے اور تمہیں بتائیں گے کہ وہ کہاں ہے اور کس حال میں ہے؟ جب ہمارے آدمی اسے قید سے نکال لانے میں کامیاب ہوں گے تو ایک ہاتھ سے اس کی واپسی ہوگی اور دوسرے ہاتھ سے باقی دس کروڑ روپے وصول کیے جائیں گے۔"

اس کے ایک ہاتھ میں ریسیور تھا اور وہ دوسرے ہاتھ سے ایسے سلام کرنے اور جھکنے لگا جیسے وہ گاڈفادر اس کے سامنے موجود ہے۔ وہ بار بار زبان سے شکریہ ادا کر رہا تھا اور اس احسان مندی کے بدلے اس کا غلام بننے کو تیار ہو رہا تھا۔

پھر پتا چلا کہ دوسری طرف سے فون بند ہو چکا ہے۔ اس نے ہیلو ہیلو کہہ کر آوازیں دیں۔ جب آوازیں سنائی نہیں دیں تو اس نے فون بند کر کے اسے مٹھی میں بھینچ لیا جیسے پیر عظمت اللہ شاہ کا گلا گھونٹ رہا ہو۔ انسان ایسے حالات سے دو چار ہوتا ہے' جب وہ دشمن کے قدموں میں گرنا بھی چاہتا ہے اور اس کا گلا بھی دبوچنا چاہتا ہے۔ وہ جانتا تھا کہ پیر عظمت اللہ شاہ کمینگی میں خود اس سے اور ہلاک ہونے والے حمزہ بیگ سے بہت آگے ہے لیکن کمینے کے پیروں تلے زندگی ہو تو زندہ رہنے کے لیے جھکنا پڑتا ہے' غیرت سے مرجانے کو جی چاہتا ہے اور رب راکھن غیرت مند نہیں تھا۔

پچیس کروڑ روپے کوئی معمولی رقم نہیں ہوتی کہ کسی کو بھی اٹھا کر دے دی جائے۔ خواہ اپنے اکلوتے بیٹے کو زندہ رکھنے کا مسئلہ ہو پھر بھی سوچنا پڑتا ہے کہ آدھی زندگی کی کمائی یونہی چلی جائے گی۔ ایسے میں یہ یقین بھی نہ ہو کہ بیٹا باپ کے نقش قدم پر چل کر چند برسوں میں پچیس کروڑ کما کر باپ کا خسارہ پورا کرے گا۔

ابن نے اکلوتے گاڈفادر سے اتنی بڑی رقم کی ادائیگی کا وعدہ تو کر لیا تھا لیکن ادائیگی

کا ہرگز ارادہ نہیں تھا۔ وہ پیر عظمت اللہ شاہ کے ذریعے اس حد تک معلوم کرنا چاہتا تھا کہ سچل زندہ ہے۔ کہیں قید کیا گیا ہے اور وہ کس طرح واپس مل سکتا ہے۔

وہ اسی دن اپنی پجیرو میں بیٹھ کر کراچی آیا۔ پیر عظمت اللہ شاہ کی کوٹھی کے سامنے آ کر سیکیورٹی افسر کے ذریعے پیغام بھیجا کہ وہ ملاقات کرنا چاہتا ہے لیکن کوٹھی سے جواب آیا کہ وہ ملاقات کرنا نہیں چاہتا۔ جب اس کے بیٹے کی کوئی سن گن ملے گی تو اس سے فون پر طے شدہ معاملے کے مطابق لین دین ہوگا۔

اسے اپنی توہین کا شدت سے احساس ہوا۔ اگرچہ وہ پیر عظمت اللہ شاہ کے آگے سر جھکا کر باتیں کرتا تھا۔ خود کو خاکسار کہتا تھا لیکن کسی خاکسار کو بھی اپنے دروازے سے دھتکارا نہیں جاتا۔ وہ تلملا کر رہ گیا۔ اس نے پجیرو کو اسٹارٹ کر کے آگے بڑھایا۔ اسے بچپن سے لے کر اب تک جتنی گالیاں یاد تھیں' وہ سب..... گاڈفادر کی شان میں اگلنے لگا پھر اچانک ایک اسٹریٹ سے دوسری اسٹریٹ کی طرف مڑتے وقت اس نے گاڑی روک دی۔

سامنے سنی نے ایک ہاتھ اٹھا کر اسے رکنے کا اشارہ کیا تھا۔ گاڑی رک گئی تو اس نے اسٹیرنگ ونڈو کے پاس آ کر کہا۔ "سائیں! آپ نے پانچ گھنٹے پہلے میرے دادا حضور کو فون کیا تھا۔ میں نے چوری سے وہ باتیں سنی تھیں۔ آپ کا بیٹا کسی ایسی جگہ ہے جہاں سے دادا حضور ہی اسے ڈھونڈ کر لا سکتے ہیں۔ آپ نے یہی باتیں کی تھیں نا؟"

"ہاں بیٹے! میں تو بیٹے کی زندگی کے لیے پچیس کروڑ دینے کو تیار ہوں۔ تم جانتے ہو' وہ نہ رہا تو میرے بعد میرا خاندان ختم ہو جائے گا۔"

"جب آپ اسے مفت حاصل کر سکتے ہیں تو اتنی بڑی رقم کیوں دیں گے؟"

اس نے چونک کر پوچھا۔ "مفت؟ میرا سچل مفت مل سکتا ہے؟ کیسے بیٹا' کیسے؟"

"آپ جرائم کی دنیا میں رہتے ہیں لیکن ڈاکوؤں کے ساتھ لین دین سے آگے آپ کی عقل کام نہیں کرتی ہے۔ آپ کے سامنے گاڈفادر کا اتنا بڑا پوتا کھڑا ہوا ہے اور اتنی سی بات سمجھ میں نہیں آ رہی ہے کہ آپ مجھے اغوا کر کے لے جائیں گے اور میرے بدلے سچل کا مطالبہ کریں گے تو دادا حضور میری خاطر پاتال میں جا کر بھی سچل کو ڈھونڈ کر لے

آئیں گے۔"

رب راکھن کے دیدے پھیل گئے۔ اس نے بے یقینی سے پوچھا۔ "میں تمہیں اغوا کروں؟ تم خود یہ مشورہ دے رہے ہو جبکہ تمہیں اغوا کرنے کے لیے میرے پاس کوئی ہتھیار بھی نہیں ہے۔"

سنی نے فوراً ہی ریوالور نکال کر اسے نشانے پر رکھتے ہوئے کہا۔ "میرا آئیڈیا تمہیں اتنا پسند آیا ہے کہ ادھر مجھ سے باتیں کر رہے ہو اور ادھر بڑی آہستگی اور چالاکی سے ہتھیار نکال رہے ہو۔ وہ ہتھیار شاید سیٹ کے نیچے پھنس گیا ہے۔"

وہ سہم کر دونوں ہاتھ اوپر اٹھا کر بولا۔ "نن..... نہیں۔ دیکھو' دیکھ لو میرے تو دونوں ہاتھ اوپر ہیں۔"

"اب اسی طرح ہاتھ اوپر اٹھائے رکھو۔ اس کے بعد کوئی چالاکی کرو گے تو گولی مار دوں گا۔ میں پیر عظمت اللہ شاہ کا پوتا ہوں۔ گولی مارنا میری خاندانی عادت ہو سکتی ہے۔"

وہ دوسرا دروازہ کھول کر رب راکھن کے پیچھے سیٹ پر بیٹھ گیا۔ پہلے اس نے اگلی سیٹوں کے درمیانی حصے سے ایک پھنسی ہوئی سیون ایم ایم رائفل نکالی' اس رائفل کو خالی کرنے کے بعد اسے ایک طرف پھینک دیا پھر کہا۔ گاڑی آہستہ چلاؤ اور میری باتیں غور سے سنتے رہو۔ یہ بات ذہن نشین کرلو کہ تمہارا باپ بھی مجھے اغوا نہیں کر سکے گا۔ میں اپنی مرضی سے جارہا ہوں گویا میں خود کو اغوا کر رہا ہوں لیکن میری اس حرکت سے تم فائدہ اٹھاؤ گے۔ دادا حضور سے کہو گے کہ جب تک تمہیں سچل واپس نہیں ملے گا' تم مجھے ان کے حوالے نہیں کرو گے۔"

"کیا اس وقت تک تم میرے پاس رہو گے؟"

"تم کتنے شریف اور خوف خدا رکھنے والے ہو' یہ میں جانتا ہوں۔ میں دادا حضور کے آسمان سے گر کر تمہارے کھجور کے درخت میں اٹکنے کی حماقت نہیں کروں گا؟"

"لیکن جب وہ سچل کو واپس کریں گے تو میں تمہیں ان کے حوالے کرنے کے لیے کہاں تلاش کروں گا؟"

"میرا موبائل نمبر نوٹ کرو۔ جب بھی اطلاع دو گے کہ بیٹا تمہیں واپس مل رہا ہے

تو تم دادا حضور سے کہو گے کہ سچل کو فلاں جگہ پہنچایا جائے۔ میں بھی وہاں پہنچوں گا۔ اس طرح تمہیں بیٹا اور انہیں اغوا شدہ پوتا مل جائے گا۔"

"میں تمہارے ایک ایک حکم کی تعمیل کروں گا' پلیز مجھے اتنا بتا دو کہ تم ایسا کیوں کر رہے ہو؟ کیا اس لیے کہ شانی میرے بیٹے کو چاہتی ہے؟"

"ہاں' ایک وجہ یہ بھی ہے لیکن اصل حقیقت یہ ہے کہ سچل ایک سچا جوان ہے۔ وہ تمہاری طرح کبھی ڈاکوؤں کی سرپرستی نہیں کرے گا۔ میں اور شانی بھی جرائم سے پاک' صاف ستھری زندگی چاہتے ہیں۔ ہمیں ایک اچھی اور خوب صورت دنیا چاہیے۔ یہ دنیا ہمیں تم لوگوں سے نہیں ملے گی۔ ہم اپنی ذہانت اور جدوجہد سے اسے اپنے لیے اور اپنی آئندہ نسل کے لیے رہنے کے قابل بنائیں گے۔"

سنی نے ہاجرہ کا موبائل فون اپنے پاس رکھا ہوا تھا۔ اس نے رب راکھن کو اس کا نمبر لکھ کر دیا اور رب راکھن کے تین فون نمبر خود نوٹ کیے پھر کینٹ اسٹیشن کے پاس گاڑی روکنے کو کہا۔ وہ گاڑی روک کر بولا۔ "سنی بابا' اگر تم روپوش نہ رہ سکے اور اپنے دادا کے ہاتھ لگ گئے تو بھانڈا پھوٹ جائے گا کہ تم میری قید میں نہیں تھے پھر گاڈفادر نہیں پاکر میرے بیٹے کو زندہ نہیں چھوڑے گا۔"

"میرے دادا حضور خواہ کتنے ہی ذرائع کے مالک ہوں وہ مجھے کبھی تلاش نہیں کرسکیں گے۔ ساری عقل تم بوڑھوں کے پاس نہیں ہے۔ ہم بھی شطرنج کی بساط پر چال کے جواب میں چال چلنا جانتے ہیں۔"

وہ گاڑی سے اتر کر بولا۔ "تم بیٹے کی واپسی چاہتے ہو تو میرے اغوا کی بات کہہ کر دادا حضور پر دباؤ ڈال سکتے ہو۔ ایسا نہ کرنا چاہو تو میرے لیے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ مجھے گاڈفادر کے جہنم سے نکلنا تھا سو میں نکل آیا ہوں۔ اب جاؤ۔"

اس نے گاڑی اسٹارٹ کرکے آگے بڑھا دی۔ سنی اسے دور جاتے ہوئے دیکھ رہا تھا جب وہ نظروں سے اوجھل ہوگئی تو وہ ایک سمت جانے لگا۔ وہ اب دادا حضور کی کوٹھی میں رہنا نہیں چاہتا تھا۔ وہاں اس کی روبی نہیں تھی اس لیے وہ شاندار کوٹھی تمام رشتے داروں کی موجودگی کے باوجود ویران لگتی تھی۔ یہ سوچ کر بھی غصہ آتا تھا کہ دادا

حضور دوسرے گاڈفادر سے دشمنی نہ کرتے تو روبی ماری نہ جاتی۔

اس گاڈ فادر نے اپنی پوتی کے قتل کا بدلہ لے لیا تھا۔ حمزہ بیگ کو قتل کرا دیا لیکن اس سے کیا حاصل ہوا؟ سنی کو اس کی روبی واپس نہیں ملی اور نہ ہی کبھی مل سکتی تھی۔ یہ بات گولیاں چلانے والوں کی سمجھ میں نہیں آتی۔

سنی نے بہت غور کرنے کے بعد یہ فیصلہ کیا تھا کہ جس طرح صداقت انکل نے گاڈفادر کے بہت بڑے عہدے اور شاہانہ زندگی کو دادا حضور کے لیے کانٹوں کا بستر بنا دیا تھا' اسی طرح اب وہ دادا حضور کو سکون سے رہنے نہیں دے گا۔ انہیں یہ چرکا دیتا رہے گا کہ انہوں نے جس طرح سچل کو اغوا کرایا ہے' اسی طرح ان کے پوتے سنی کو اغوا کرایا گیا ہے۔ وہ جیسا کرتے رہیں گے' ویسی ہی سزا انہیں ملتی رہے گی۔

رب راکھن اس نئی صورت حال پر غور کرتا ہوا ائرپورٹ پہنچ گیا۔ وہاں اس نے فون کے ذریعے اپنے ڈرائیور کو بلایا پھر اسلام آباد جانے والی فلائٹ کا ٹکٹ لے کر ڈرائیور کا انتظار کرنے لگا۔

وہ اپنے گوٹھ کی حویلی سے یہی سوچ کر چلا تھا کہ پہلے پیر عظمت اللہ شاہ کی کوٹھی میں جائے گا۔ اس کے قدموں میں گرے گا پھر اس کے مطالبات پورے کرکے اپنے سچل کو صحیح سلامت حاصل کرلے گا۔

لیکن پیر عظمت اللہ شاہ نے اس کے آگے گھاس نہیں ڈالی۔ اسے کوٹھی کے احاطے میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دی۔ ان حالات میں ارادہ تھا کہ خود اسلام آباد جاکر اپنے بیٹے کو اپنے خاص ذرائع سے حاصل کرے گا لیکن سنی نے درمیان میں آکر اسے یہ چال سمجھائی تھی کہ وہ گاڈفادر کے پوتے کو اغوا کرنے کا ڈراما کرے۔ اس طرح اس کا بیٹا اسے واپس مل سکتا ہے۔

آئیڈیا بہت اچھا تھا لیکن سنی ایسا کیوں کر رہا ہے؟ یہ بات رب راکھن کی سمجھ میں نہیں آرہی تھی جبکہ سنی نے صاف طور سے کہہ دیا تھا' سچل اپنے باپ کی طرح اور سنی اپنے دادا کی طرح مجرمانہ زندگی گزارنا نہیں چاہتے۔ ایسی صورت میں رب راکھن اس کے دادا پر دباؤ ڈال کر بیٹے کو حاصل کرسکتا ہے۔ شاید دادا حضور جیسے پتھر دل گاڈفادر کو

احساس ہو جائے کہ وہ جیسا کرتا آرہا ہے' ویسا بھرتا آرہا ہے۔

لیکن رب راکھن دوسرے پہلو سے سوچ رہا تھا کہ پیر عظمت اللہ شاہ شیطانوں کا شیطان ہے۔ اگر اس نے اغوا ہونے والے پوتے کو ڈھونڈ نکالا تو باپ کی مکاری کی سزا بیٹے کو دے گا۔ سچل کو قتل کرادے گا۔

اس نے اپنی پجیرو ڈرائیور کے حوالے کی پھر کراچی سے اسلام آباد پہنچ گیا۔ وہاں اس کی ایک کوٹھی تھی لیکن وہ ایک ایم این اے صابر حسین کے پاس آیا۔ صابر حسین کو الیکشن میں کامیاب کرانے کے لیے اس کے علاقے کے کئی ڈاکوؤں نے اس حلقے کے ووٹروں کو دھمکیاں دی تھیں کہ جو سائیں صابر حسین کو ووٹ نہیں دے گا' وہ حرام موت مارا جائے گا۔ یہ ساری مہم رب راکھن نے چلائی تھی اور صابر حسین کو سندھ کے ایک خاک اڑاتے ہوئے علاقے سے اٹھا کر اسلام آباد کے شاہانہ ماحول میں لے آیا تھا۔

صابر حسین نے اسے دیکھتے ہی بڑی انکساری سے جھک کر اس کا استقبال کیا پھر کہا۔

"سائیں! میرے کو پتا ہے' آپ کا بیٹا اس گونگی کے ساتھ کہیں چلا گیا ہے لیکن آپ نے صداقت علی جیسے پہاڑ کو ریزہ ریزہ کرکے کمال کر دیا ہے۔ کیا سچل بیٹے کا کچھ پتا چلا؟"

"اسی کی تلاش میں آیا ہوں۔ حمزہ بیگ نے اسے قید میں رکھا تھا۔ وہ کم بخت تو کتے کی موت مارا گیا ہے لیکن یہ معلوم کرنا ہے کہ اس نے سچل کو کہاں قید کیا تھا؟"

"سائیں! جرائم کی دنیا میں کیسے خطرناک کھیل کھیلے جاتے ہیں یہ آپ مجھ سے زیادہ جانتے ہیں۔ میں تو اسلام آباد میں آپ کی مہربانی سے بیٹھا ہوں۔ آپ جو حکم دیتے ہیں اسی حکم کو قانونی صورت دینے کی کوشش کرتا رہتا ہوں۔ میں نے اس سلسلے میں کبھی آپ کو شکایت کا موقع نہیں دیا۔"

"تم بہت کام کے آدمی ہو۔ میں نے کبھی یہ نہیں چاہا کہ تم پیر عظمت اللہ شاہ جیسے طوفان کا سامنا کرو مگر اب چاہوں گا کہ اپنے خاص آدمیوں سے اس گاڈ فادر کے آدمیوں کی نگرانی کراؤ۔ وہ گاڈفادر پچیس کروڑ کے لالچ میں یا اپنے پوتے کو حاصل کرنے کے لیے سچل کو کہیں سے ڈھونڈ نکالے گا۔ ایسے وقت تمہارے آدمی سچل کو اس گاڈفادر کے وفاداروں سے چھین لائیں گے تو یہ تمہارا بہت بڑا کارنامہ ہوگا۔"

اس نے ایم این اے صابر حسین کو سنی کے متعلق بتایا پھر کہا۔ "اب میں سنی کا مہرہ بنا کر اس گاڈفادر کی کمر جھکا دوں گا۔ میرا خیال ہے اس سلسلے میں سنی میرا ساتھ دے گا لیکن وہ بھی اگر اپنے دادا حضور سے چھپ کر نہ رہ سکا تو وہ ذلیل گاڈفادر میرے بیٹے کے ساتھ مجھے بھی زندہ نہیں چھوڑے گا۔"

"سنی کے بدلے سچل کا سودا کرنے سے پہلے آپ کو ایسی جگہ چھپ کر رہنا ہوگا جہاں گاڈفادر کے وفادار کبھی نہ پہنچ سکیں۔"

"اسی لیے تمہارے پاس آیا ہوں۔"

"آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں۔ وہ دشمن جانتا ہے کہ میں نے آپ کی مہربانیوں سے الیکشن میں کامیابی حاصل کی ہے۔ اگر آپ اپنی کوٹھی میں نہیں پائے جائیں گے تو گاڈفادر سمجھ لے گا کہ آپ میرے پاس قانون کے سائے میں پناہ لے رہے ہیں۔"

"میں تمہارے پاس بھی نہیں رہوں گا۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ بڑی رازداری سے میرے بیٹے سچل کو تلاش کرو۔ اسلام آباد سے دور کسی چھوٹی سی آبادی میں میری رہائش کا انتظام کردو یا آج رات بارڈر پار کرا کے مجھے مقبوضہ کشمیر پہنچا دو۔ میں وہاں سے ہندوستان چلا جاؤں گا۔ ادھر میری جان بچی رہے گی اور میں سکون سے خوب سوچ سمجھ کر پیر عظمت اللہ شاہ کے خلاف ایسی چالیں چلوں گا کہ وہ بھارت پہنچ کر مجھ پر جوابی حملے نہیں کر سکے گا۔"

"یہ ٹھیک ہے سائیں! آپ چل کر پہلے غسل کریں۔ پیٹ بھر کر کھانا کھائیں۔ اس کے بعد آرام سے سو جائیں۔ میں کوشش کر کے آج رات آپ کو بارڈر پار کرا دوں گا۔ ایسا نہ ہو سکا تو..... آپ پارہ میں میرا ایک کاٹیج ہے۔ آپ وہاں محفوظ رہیں گے۔"

"میں ذرا اس گاڈفادر سے باتیں کر لوں۔ اسے تڑپاؤں گا تو مجھے آرام آئے گا پھر میں تمہاری اس شاہی کوٹھی میں آرام کروں گا۔"

اس نے موبائل کے ذریعے پیر عظمت اللہ شاہ سے رابطہ کیا۔ اس نے رب راکھن کی آواز سنتے ہی کہا۔ "ہمارا وقت برباد نہ کرو۔ ہم ابھی خود اپنے مسائل سے دوچار ہیں۔"

"فون بند نہ کریں۔ آپ کا ایک مسئلہ تو میں بھی حل کر سکتا ہوں۔ آپ کے بقیہ مسائل سے مجھے دلچسپی نہیں ہے۔"

"تم ہمارا کون سا مسئلہ حل کرنے کی بات کر رہے ہو؟"

"بھئی ہم ایک ہی کشتی کے سوار ہیں۔ میرا بیٹا لاپتا ہے اور آپ کا پوتا گم ہو چکا ہے۔"

"کیا بکواس کرتے ہو۔ سنی کہیں دوستوں سے ملنے گیا ہے۔ شام تک واپس آجائے گا۔"

"وہ شام کبھی نہیں آئے گی۔ ذرا یاد کریں۔ سنی اس وقت آپ کی کوٹھی سے باہر گیا تھا' جب آپ نے مجھے کوٹھی کے احاطے میں داخل ہونے نہیں دیا تھا۔ آپ نے کتا سمجھ کر دھتکار دیا۔ میں نے سوچا آپ سخی داتا ہیں۔ آپ کے دروازے سے کوئی خالی ہاتھ نہیں آتا اس لئے میں آپ کے پوتے کو لے آیا۔"

وہ دہاڑتے ہوئے بولا۔ "کیا بکواس کر رہے ہو۔"

"اب تو گرجتے ہوئے بادل رہو گے' مجھ پر برس نہیں پاؤ گے۔ میں فون بند کرتا ہوں۔ اپنے وفاداروں سے کہو' وہ سنی کو پورے شہر پورے ملک میں تلاش کریں۔ وہ نہ ملے تو تم مجھے میرے سچل کی آواز فون پر سنا دو۔ میں سنی کی آواز سنا دوں گا۔ باقی لین دین کی باتیں بعد میں ہو جائیں گی۔ تم مجھ جیسے دھتکارے ہوئے کتے کی سطح پر آگئے ہو اس لئے پیر شاہ نہیں رہے۔ میں تمہیں حضور نہیں کہہ رہا ہوں۔ یہ جتنی عزت اور مان مرتبہ تھا' تم نے اسے کھو کر ثابت کر دیا کہ تم' تم ہو اور تم ہی رہو گے۔"

رابطہ ختم ہو گیا۔ پیر عظمت اللہ شاہ اپنے شاندار ڈرائنگ روم میں تھا۔ وہاں مختلف صوفوں پر اس کے بیٹے برکت اللہ شاہ اور رحمت اللہ شاہ اپنی بیویوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے سنا تھا وہ کسی سے سنی کے متعلق کہہ رہا تھا کہ وہ کہیں دوستوں سے ملنے گیا ہے' شام تک واپس آجائے گا۔

پھر ان سب نے گاڈ فادر کو فون پر دہاڑتے ہوئے سنا تھا۔ وہ سب پریشان ہو کر سوالیہ نظروں سے فون کو دیکھ رہے تھے۔ دوسری طرف سے فون بند ہوا تو پیر عظمت اللہ

شاہ نے اپنے بڑے پوتے جمشید کو دیکھا۔ وہ کار کی چابی اچھالتا ہوا کیچ کرتا ہوا سامنے سے گزر رہا تھا۔ اس نے کہا۔ "رک جاؤ۔ کہاں جارہے ہو؟"

"دادا حضور! آپ تو جانتے ہیں' میں صرف شام ہی کو ذرا تفریح کے لئے نکلتا ہوں۔ بائی دی وے' آپ پریشان ہیں۔ بات کیا ہے؟"

"بیٹے! آج نہ جاؤ۔ ہمارا دل گھبرا رہا ہے۔ برکت! رحمت! ہمارے تمام وفاداروں کو فون کرو۔ ان سے کہو' سنی یہاں سے گیارہ بجے گیا تھا۔ اب شام ہو رہی ہے۔ وہ ابھی تک واپس نہیں آیا ہے۔ جتنی جلدی ممکن ہو' اس بات کی تصدیق کی جائے کہ سنی شہر میں ہے یا نہیں؟"

وہ دونوں بیٹوں کو ہدایت دے کر اپنے موبائل فون پر نمبر ملانے لگا۔ رحمت اللہ کا دل ڈوب رہا تھا۔ اس کی بیوی رونے کے انداز میں کہہ رہی تھی۔ "جلدی فون کریں۔ معلوم کریں' ہمارا بیٹا کہاں ہے؟ میں نے اسے منع کیا تھا کہ وہ باہر نہ جائے۔"

جمشید نے کہا۔ آنٹی! ہم گھر کے آنگن میں کھیلنے والے بچے نہیں رہے۔ کیا جوان مرد ہو کر اس کوٹھی کی چار دیواری میں دشمنوں کے خوف سے چھپے رہیں۔ البتہ سنی سے اتنی غلطی ہوئی کہ وہ سیکیورٹی گارڈز کے بغیر باہر گیا تھا۔"

پیر عظمت اللہ شاہ نے موبائل فون پر گرجدار آواز میں کہا۔ "ہم بول رہے ہیں۔ ہم جو حکم دے رہے ہیں' فوراً اس پر عمل کرو۔ رب راکھن کے حلقہ انتخاب سے صابر حسین کامیاب ہوا تھا۔ فوراً اس کی کوٹھی کا اس طرح محاصرہ کرو کہ کسی کو کسی طرح کا شبہ نہ ہو پھر بریف کیس میں رقم لے کر تنہا اس سے ملاقات کرنے کوٹھی کے اندر جاؤ۔ اس ایم این اے کے باپ نے کبھی ایک کروڑ روپے ایک ساتھ نہیں دیکھے ہوں گے۔ وہ رب راکھن کی دولت سے اسمبلی میں پہنچا ہے۔ وہ ایک کروڑ سے بھی زیادہ مانگے تو اسی وقت رقم دے کر رب راکھن کے سر کا سودا کرو۔ ہم انتظار کر رہے ہیں۔ موبائل پر رابطہ کرو۔"

اس نے فون بند کیا۔ بڑی بہو ریحانہ نے اپنی بھیگی ہوئی آنکھیں پونچھتے ہوئے کہا۔ "ابا حضور! ہماری جانیں آپ پر قربان لیکن ہم بچوں کی قربانیاں کب تک دیتے رہیں

گے۔ میری آنکھوں کا نور میری بیٹی روبی بے قصور ماری گئی۔ میں سنی کو ہونے والا داماد نہیں بیٹا سمجھتی رہی ہوں۔ اگر وہ واپس نہ آیا تو میرا دم نکل جائے گا۔ میں روبی کے بعد اس کا صدمہ برداشت نہیں کرسکوں گی۔"

سنی کی ماں سلمٰی دوپٹے میں منہ چھپا کر رونے لگی۔ برکت اور رحمت کی آنکھیں بھیگ رہی تھیں لیکن وہ باپ کے سامنے بڑے حوصلے سے بیٹھے اس کے وفاداروں سے رابطہ کر رہے تھے اور انہیں ابا حضور کا پیغام سنا رہے تھے۔

زینے کی بلندی پر ہاجرہ اپنی بیٹی شانی کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی۔ صداقت نے شانی کو سمجھایا تھا کہ وہ ماں کو اپنے باپ کی نئی زندگی کا مژدہ کبھی نہ سنائے۔ ایک تو وہ خوشی کا اظہار کرنے لگے گی۔ دوسری بات یہ کہ اپنے باپ سے زیادہ متاثر رہتی ہے۔ وہ صداقت کی حیات نو کی بات چھپا نہیں سکے گی اس لئے شانی نے ماں کو اپنے باپ کے بارے میں اب تک کچھ نہیں بتایا تھا۔

لیکن ہاجرہ نے بیٹی کو لکھ کر بتا دیا تھا کہ سنی اس کا موبائل فون لے کر اپنی مرضی سے گیا ہے اور یہ کہہ گیا ہے کہ اپنے اغوا ہونے کی جھوٹی خبر پھیلا کر اپنے دادا کو احساس دلائے گا کہ وہ جرائم سے بھرپور زندگی سے باز نہیں آئیں گے تو ان کے بچے ایک ایک کرکے گاڈفادر کے عہدے پر قربان ہوتے رہیں گے۔ ان کی انتقامی کارروائی سے جس طرح روبی واپس نہیں آئی اسی طرح خاندان کا کوئی فرد لوٹ کر نہیں آئے گا۔

پیر عظمت اللہ شاہ نے اوپر انہیں دیکھ کر کہا۔ "بیٹی کے ساتھ وہاں کیوں بیٹھی ہو۔ یہاں آؤ۔"

ہاجرہ نے کہا۔ "گیلری کلاس میں اوپر بیٹھ کر تماشا دیکھا جاتا ہے۔"

بڑی بہو ریحانہ نے صوفے سے اٹھ کر کہا۔ "یہاں ہماری جان پر بنی ہے اور تم اسے تماشا کہہ رہی ہو؟"

ہاجرہ نے کہا۔ "ہاں۔ ہمارے ملک میں جس طرح ایک موضوع پر فلمیں بنا کر تماشائیوں کو بور کیا جاتا ہے وہی کچھ یہاں ہو رہا ہے۔ پہلے میرا سہاگ اجڑا اور اس کوٹھی میں میرے صدمات کی فلم چلتی رہی پھر دوسری فلم ریلیز ہوئی۔ روبی کی لاش آئی۔ وہی

موت کا منظر جو پہلی فلم میں تھا وہ دوسری فلم میں بھی تھا۔ فرق اتنا تھا کہ پہلی موت بیوی پر سکتہ طاری ہوا۔ دوسری موت پر ریحانہ بھابی سکتے کے عالم میں رہ گئیں۔ اب تیسری فلم ریلیز ہونے والی ہے۔ وہی موت کا منظر ہوگا۔ صرف ماتم کرنے والے بدل جائیں گے۔"

سنی کی ماں نے چیختے ہوئے کہا۔ "بند کرو اپنی کالی زبان! تم میرے بیٹے کی موت کی بات کر رہی ہو؟ وہ زندہ ہے..... وہ زندہ ہے۔ وہ زندہ....."

وہ آگے نہ کہہ سکی' پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ ہاجرہ نے پوچھا۔ "کیوں رو رہی ہو بھابی؟ فلمی آنسوؤں کا سلسلہ جاری رہے گا۔ ہم رو رو کر چپ ہو جائیں گے۔ پھر کسی نئے ماتم کا انتظار کریں گے۔ میں نے تو اپنے لئے یہ گیلری ریزرو کرالی ہے۔ کسی دن میری اس گونگی بیٹی کی لاش آئے گی تب بھی میں اسے یہاں سے دیکھوں گی۔ ہم جتنی بلندی سے رونے والوں کو دیکھیں گے اتنا ہی ہمارا دل پتھر ہوتا جائے گا کیونکہ بلندی سے آنسو' آنسو نہیں' چمکتے ہوئے موتی دکھائی دیتے ہیں۔"

پیر عظمت اللہ شاہ نے تڑپ کر کہا۔ "بس کرو ہاجرہ! تم تو بیٹی کی طرح گونگی بن گئی تھیں۔ کسی سے نہیں بولتی تھیں۔ آج کیوں اس طرح بول رہی ہو؟"

"ابا حضور! میں بول رہی ہوں لیکن آپ کی بہوؤں کو خاموشی کا درس دے رہی ہو؟"

"بھابی! سمجھنے کی بات ہے۔ آپ دونوں کی سمجھ میں یہ بات نہیں آئے گی۔ جب عورتیں ہونٹوں پر سرخی لگا کر روتی ہوں تو مردوں کو چمکتے ہوئے موتی کی طرح حسین لگتی ہیں۔"

ریحانہ اور سلمٰی نے چونک کر اپنے ہونٹوں پر ہاتھ رکھ لیا۔ پھر جس دوپٹے سے آنسو پونچھ رہی تھیں اس سے لپ اسٹک کی لالی پونچھنے لگیں۔

اگرچہ انہوں نے سنی گمشدگی کی اطلاع ملنے سے پہلے ہونٹوں پر سرخی لگائی تھی لیکن کیا یہ ضروری تھا؟ ابھی روبی کی ہلاکت کو کتنے دن یا کتنے گھنٹے گزرے تھے؟ اس گھر کے داماد صداقت علی کی موت کو کتنے دن گزرے تھے؟ لیکن اونچی سوسائٹی میں چہرے پر

میک اپ کرنا ایک عادت' ایک بیماری ہے۔ مائیں اور بہنیں اپنے بیٹوں اور بھائیوں کی موت پر سچے دل سے روتی ہیں لیکن جس طرح روتے روتے ایک آدھ گھونٹ پانی پی لیا جاتا ہے اسی طرح تھوڑا سا میک اپ بھی برقرار رکھا جاتا ہے۔

اس خاندان میں سب کو عیش و عشرت اور بیرونی ممالک جاکر لاکھوں ڈالر کی شاپنگ کرنے کی بچپن سے عادت پڑ گئی تھی۔ اس کے لئے کروڑوں ڈالر کمانے والے کی ضرورت تھی لہٰذا وہ..... سب اپنوں کی موت کا ماتم کرتے تھے لیکن یہ نہیں کہتے تھے کہ ان کے بزرگ کو گاڈفادر کا عہدہ چھوڑ کر مسجد کا رخ کرنا چاہیے۔

★==========★==========★

رب راکھن کو تسلیم کرنا پڑا کہ گاڈفادر تمام مجرموں کا باپ ہوتا ہے۔ وہ غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر ایک بیڈ روم میں چائے پی رہا تھا۔ ایسے وقت صابر حسین گھبرایا ہوا آیا پھر آہستگی سے بولا۔ "ہم بری طرح پھنس گئے ہیں۔ گاڈفادر کے سادہ لباس والوں نے میری کوٹھی کو گھیر لیا ہے اور اس کا ایک دست راست نوٹوں سے بھرا ہوا بریف کیس لایا ہے۔ مجھ سے پوچھ رہا ہے کہ میں نوٹ لوں گا یا گولی کھاؤں گا؟"

رب راکھن کے دماغ میں آندھیاں سی چلنے لگیں۔ وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ بڈھا اتنی جلدی اس کا سراغ لگا لے گا۔ یوں پھنسنے کا مطلب یہ تھا کہ اس سے سنی کا مطالبہ کیا جاتا۔ اگر وہ سنی کو پیش نہ کرتا تو اسے گولی مار دی جاتی یا کسی عقوبت خانے میں لے جاکر دن رات اذیتیں دی جاتیں۔ جب تک پوتا اپنے دادا کے پاس نہ پہنچتا تب تک بڑی بے رحمی سے اسے بار بار مارا جاتا اور زندہ بھی رکھا جاتا۔

موت بھی ایسی بے رحم اور سفاک نہیں ہوتی' جیسا وہ..... گاڈفادر تھا۔ رب راکھن لرز رہا تھا اور موبائل فون نکال کر سنی سے رابطہ کر رہا تھا۔ یہ اس کی بدقسمتی تھی کہ رابطہ قائم نہیں ہو رہا تھا۔ پتا نہیں سنی کے موبائل فون میں کسی قسم کا نقص پیدا ہو گیا تھا۔

اس نے کئی کوششیں کیں۔ صابر حسین نے کہا۔ "سائیں! اب کیا ہوگا؟ میں نے آپ کی مہربانیوں سے کامیابیاں حاصل کی ہیں۔ میرا ضمیر گوارا نہیں کرے گا کہ میں آپ

کو دشمنوں کے حوالے کروں۔"

"تم انہیں جتنی دیر تک ٹال سکتے ہو' ٹالتے رہو۔ میں کوئی ترکیب سوچتا ہوں۔"

"وہ لوگ کوٹھی کی تلاشی لینا چاہتے ہیں۔ میں نے کہا ہے کہ اپنے گھر کی عورتوں کا پردہ کرا کے ابھی آتا ہوں۔ اب میں ان سے جا کر کیا کہوں؟"

وہ موبائل فون کو مٹھی میں بھینچ کر لرز رہا تھا۔ خوف اور پریشانی میں دماغ کام نہیں کرتا۔ یہ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کس پہلو سے بچاؤ کا راستہ نکالے۔

صابر حسین کہہ رہا تھا۔ "انہوں نے تمام فون کے کنکشن کاٹ دیئے ہیں اور مجھ سے میرا موبائل فون بھی چھین لیا ہے۔ دو ملازموں کو ایک اسٹور روم میں بند کر دیا ہے۔ سائیں! یہ کیسا ملک ہے؟ کیسی سیاست ہے۔ میں ایک ایم این اے ہوں۔ قانون ساز اسمبلی کا ممبر ہوں اور میں کچھ بھی نہیں ہوں۔ وہ لوگ مجھ سے ایسا سلوک کر رہے ہیں جیسے میں اسمبلی ممبر نہیں' ایک مجرم ہوں۔"

رب راکھن نے پھر ایک بار رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی۔ پھر مایوس ہو کر بولا۔ "چلو۔"

وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ صابر حسین رو پڑا۔ فرش پر گھٹنے ٹیک کر اس کے قدموں سے لپٹ کر بولا۔ "سائیں! میرے کو گولی مار دو پھر جاؤ۔"

اچانک رب راکھن کا ذہن بیدار ہو گیا۔ گاڈ فادر کی دہشت ایسی طاری تھی کہ وہ اپنی سیون ایم ایم رائفل کو بھول گیا تھا۔ وہ محاصرہ کرنے والوں کا تنہا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا لیکن کچھ دیر تک ان کی گرفت میں نہیں آسکتا تھا اور کچھ دیر تک بچاؤ کی کوئی اور صورت پیدا ہو سکتی تھی۔

وہ تیزی سے چلتا ہوا پلنگ کے پاس آیا۔ پلنگ کے نیچے وہ رائفل رکھی ہوئی تھی۔ اس نے رائفل نکالی پھر صابر حسین سے کہا۔ "تم جاؤ اور ان سے کہو۔ میں رائفل لئے دروازے کے پیچھے ہوں۔"

صابر حسین وہاں سے ڈرائنگ روم میں آیا۔ اسے دیکھتے ہی بریف کیس والے نے کہا۔ "تمہارے گھر میں عورتیں نہیں ہیں۔ تم اپنے مہمان سائیں سے باتیں کرنے گئے

تھے۔"

"جی ہاں۔ سائیں اس دروازے کے پیچھے گن لئے کھڑے ہیں۔ آپ کو سمجھنا چاہیے' ایک ایم این اے کی کوٹھی میں فائرنگ اور جوابی فائرنگ ہوتی رہے گی تو یہاں چیونٹوں کے محافظ پہنچ جائیں گے اور پتا نہیں' ہم میں سے کون کون مرے گا۔"

پیر عظمت اللہ شاہ کے دست راست نے ہنستے ہوئے کہا۔ "میں یہاں بیٹھا ہوا ہوں۔ وہ سامنے بریف کیس اور موبائل فون رکھا ہوا ہے۔ اس کے سوا کچھ نہیں ہے' ایک ہتھیار یا ایک چھوٹا سا بلیڈ بھی نہیں ہے۔ سائیں رب راکھن! سن رہے ہو؟ مجھے نشانے پر رکھ کر چلے آؤ۔ یہاں جوابی فائرنگ کے لیے کچھ نہیں ہے۔"

رب راکھن رائفل کا رخ اس کی طرف کیے ہوئے اندر آیا پھر اس نے پوچھا۔ "کیا گاڈ فادر کے آدمیوں نے اس کوٹھی کا محاصرہ نہیں کیا ہے؟"

"کیا ہے لیکن محاصرہ کرنے والے نظر نہیں آئیں گے۔ فون صرف اس کوٹھی کے نہیں' آس پاس کی تمام کوٹھیوں کے خاموش ہیں۔ اس علاقے کی فون لائن میں کچھ خرابی پیدا ہو گئی ہے اور مسٹر ایم این اے! تمہارا موبائل فون یہاں ہمارے درمیان رکھا ہوا ہے اور جن ملازموں کو تم نے اسٹور روم میں بند ہوتے دیکھا تھا' وہ اب یہاں نہیں ہیں۔ مختصر یہ کہ میں ایک ایم این اے کی کوٹھی میں فائرنگ کرنے یا کرانے کی حماقت کرنے نہیں آیا ہوں۔"

رب راکھن اور صابر حسین نے ایک دوسرے کو دیکھا۔ صابر حسین نے پوچھا۔ "تھوڑی دیر پہلے تم نے ایک حملہ آور کی طرح حرکتیں کی تھیں۔ اب اتنی شرافت سے باتیں کر رہے ہو۔ کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ یہاں کیوں آئے ہو؟"

"میرا کام تھا بلی کو تھیلے سے باہر نکالنا..... وہ ایک رائفل کے ساتھ نکل آئی ہے۔ میرا کام ختم ہو چکا ہے۔ یہ یقین ہو گیا ہے کہ رب راکھن کوٹھی سے باہر کسی کی اندھی گولی سے ملاقات کرنے نہیں جائے گا۔"

رب راکھن نے کہا۔ "اب اس کی چال سمجھ میں آرہی ہے۔ یہاں سے میں کسی دوسری جگہ روپوش ہونے کے لئے کہیں نہیں جاسکوں گا لیکن میں بھی کوئی نادان بچہ

نہیں ہوں۔ یہ اچھی طرح جانتا ہوں' جب تک گاڈفادر کو اس کا پوتا نہیں ملے گا تب تک کوئی مجھے گولی نہیں مارے گا۔"

اس نے موبائل فون پر رابطہ کیا پھر کہا۔ "میں عارف بنگش بول رہا ہوں۔ میرے لائن آف ایکشن کے مطابق ایم این اے صاحب کی کوٹھی کے اندر اور باہر ایک بھی گولی نہیں چلی اور رب راکھن مکھن کے بال کی طرح نکل کر آپ کی چنگی میں آگیا ہے۔ اب جوڑ توڑ آپ کے ہاتھ میں ہے۔ کیا آپ اس سے بات کرنا پسند کریں گے؟"

عارف بنگش نے وہ فون رب راکھن کی طرف بڑھایا۔ اس نے اسے لے کر کان سے لگاتے ہوئے کہا۔ "راکھن بول رہا ہوں اور تم کون ہو' یہ بتانے کے لئے ہرگز نہ کہنا کہ ہم بول رہے ہیں۔"

"بے ادب' بدتمیز! اپنی اوقعات میں رہو۔ ہمیں تم سے نہیں آپ سے مخاطب کرو۔"

"فی الوقت ہم دونوں کی اوقعات ایک ہی ہے۔ میرا بچہ تمہارے پاس اور تمہارا بچہ میرے پاس ہے۔ ہم دونوں ایک دوسرے کے بچوں کی پرورش کر رہے ہیں۔ تمہارے پوتے کی بھلائی اس میں ہے کہ میرے بیٹے کے جسم پر ہلکی سی خراش نہ آئے اور یہی ضمانت میں دیتا ہوں کہ تمہارے پوتے کے جسم پر کوئی خراش نہیں آئے گی۔"

"کیا تم عقل سے پیدل ہو۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ حمزہ بیگ نے اپنی زندگی میں سچل کو اغوا کرایا تھا اور اسے کہیں قید رکھا تھا' اس کا گناہ تم ہمارے سر ڈال رہے ہو۔"

"میرے پاس جو چنگی بھر عقل ہے' وہ سمجھا رہی ہے کہ حمزہ بیگ نے اپنی زندگی میں سچل کی واپسی کے لئے پچیس کروڑ کا مطالبہ کیا تھا۔ اس کی ہلاکت کے بعد یہی مطالبہ تم نے کیا ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے تم نے حمزہ بیگ کو قتل کرانے کے بعد میرے بیٹے کو اپنی قید میں رکھا ہے۔"

"وہ ہماری قید میں ہوتا تو ہم اتنی بڑی رقم لے کر اسے تمہارے حوالے کر دیتے۔"

"کیسے کر دیتے؟ دولت تو تمہارے ہاتھ کا میل ہے۔ اصل چیز تمہاری نوسی شانی

تم جانتے ہو' وہ تمہاری قید سے نکلے گا تو ہم باپ بیٹے شانی کی رضامندی سے اسے حاصل کر کے تمہارے خاندان میں گھس آئیں گے۔ ایک ڈائریکٹر جنرل کو داماد بنا کر تم نے میں بہت نقصان اٹھاتے رہے ہو۔ مجھے سمدھی بناؤ گے تو میں گھر کا بھیدی بن کر لنکا ڈھا سکتا ہوں۔"

وہ چند لمحات تک خاموش رہا پھر بولا۔ "ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ ہم اپنی سچائی کا یقین کیسے دلائیں کہ سچل ہماری قید میں نہیں ہے۔"

"گاڈفادر کی زندگی جھوٹ اور فریب کے اصولوں پر گزرتی ہے۔ یہ بات مضحکہ خیز ہے کہ تم اپنی سچائی کا یقین دلا رہے ہو۔ کیا تم میری سچائی کا یقین کرو گے کہ سنی میری قید میں نہیں ہے۔"

"بکواس مت کرو۔ تمہارے جیسا جھوٹا اور مکار صدیوں میں ایک بار پیدا ہوتا ہے۔"

"تمہارے بارے میں بھی میری یہی رائے ہے۔"

"خواہ مخواہ بحث میں وقت ضائع کرنے سے بہتر ہے کہ ہم تمہارے بیٹے کو ڈھونڈ نکالیں اور تمہارے حوالے کر دیں۔ فون ہمارے آدمی کو دو۔"

اس نے عارف بنگش کو فون دیا۔ پیر عظمت اللہ شاہ نے کہا۔ "پتا نہیں اس ذلیل بدمعاش کی کھوپڑی میں یہ بات کیسے سما گئی ہے کہ اس کا بیٹا ہماری قید میں ہے۔ ہم سے غلطی ہوئی' حمزہ بیگ کو قتل کرانے سے پہلے یہ معلوم کر لینا چاہیے تھا کہ اس نے سچل کو کہاں قیدی بنا کر رکھا ہے۔"

عارف بنگش نے کہا۔ "اگر سچل کو اسلام آباد یا آس پاس کے علاقوں میں کہیں قیدی بنایا گیا ہے تو میں آج رات تک اسے ڈھونڈ نکالوں گا۔"

"اسے ہر حال میں تلاش کر کے اس کے بدلے سنی کو حاصل کرنا ہوگا۔ تم کم سے کم وقت میں سچل کو ڈھونڈ کر اپنی قید میں رکھو پھر ہم رب راکھن کو بتائیں گے کہ بدمعاشی کی انتہا کیا ہوتی ہے۔"

"جی جناب عالی! میں دو گھنٹے بعد آپ سے رابطہ کروں گا۔"

اس نے فون بند کر کے رب راکھن سے کہا۔ "تم نے خواہ مخواہ گاڈ فادر سے دشـ
مول لی ہے۔ فی الحال تمہیں یقین نہیں دلایا جاسکتا کہ سچل ہمارے پاس نہیں ہے لیـ
میں اسے صبح ہونے سے پہلے ڈھونڈ لوں گا۔ یہ بات اپنی پیشانی پر لکھ لو کہ سنی بابا کی ا
بھی زخمی ہوگی تو تم باپ بیٹے کتوں کی موت مرو گے اور تمہارے پالتو ڈاکو تمہاری دولـ
اور جائیداد پر قبضہ جمالیں گے۔"

عارف بنگش نے صوفے سے اٹھ کر بریف کیس اٹھایا پھر تیزی سے چلتا ہو
ڈرائنگ روم سے باہر چلا گیا۔ رب راکھن نے رائفل کو ایک صوفے پر پھینکتے ہو
کہا۔ "کتے کی دم سے پٹاخے کی لڑیاں باندھ کر جلتی ہوئی تیلی دکھاؤ تو پٹاخے تڑاتـ
چنگاریاں اڑاتے ہوئے بجتے جاتے ہیں۔ کتا گھوم گھوم کر پٹاخے سے بچنا چاہتا ہے اور کبھ
دوڑتا جاتا ہے اور کبھی گھوم کر چکر کاٹتا ہے۔ اگر یہی حرکت اس کے آگے کی جائے۔ اس
کے گلے میں پٹاخے کی لڑیاں باندھی جائیں تو وہ فوراً کاٹنے کو دوڑے گا۔ وہ بہت بڑا
گاڈ فادر ہے لیکن میں اس کی دم سے پٹاخے کی لڑیوں کی طرح بندھا ہوا ہوں۔ وہ مجھ سے
پیچھا نہیں چھڑا سکے گا۔"

"سائیں! وہ بہت خطرناک ہے۔ آپ ابھی دیکھ چکے ہیں کہ اس کے آدمی موت
کے فرشتوں کی طرح اپنے ٹارگٹ تک پہنچ جاتے ہیں۔ وہ آپ تک پہنچ گئے۔ سچل تک
بھی پہنچ جائیں گے۔"

"بس میں یہی چاہتا ہوں کہ میرا بیٹا مجھے مل جائے۔"

"لیکن سنی کہاں ہے؟ آپ کا اس سے رابطہ نہیں ہو رہا ہے۔"

رب راکھن نے پریشان ہو کر اپنے موبائل فون کو آپریٹ کرتے ہوئے کہا۔ "یہ
بڑا گمبھیر مسئلہ ہے۔ وہ نہ ملا تو ہم باپ بیٹے کو وہ گاڈ فادر قبر تک دوڑائے گا۔"

اس بار رابطہ ہوگیا۔ اس نے ایک دم سے چیخ کر کہا۔ "ہیلو سنی! ہیلو میں رب
راکھن بول رہا ہوں۔ تم سنی ہو نا؟"

"ہاں۔ میں سنی بول رہا ہوں۔ بات کیا ہے؟"

"مجھ سے پوچھ رہے ہو بات کیا ہے! تمہارا دادا میرے پیچھے پڑ گیا ہے۔ تمہیں مجھ

رابطہ کرنا چاہیے تھا۔"

"مجھے کیا معلوم تھا کہ تم ایسے اناڑی ہو اور اتنی جلدی دادا حضور کی گرفت میں
جاؤ گے۔ کیا تم نے مجھ سے رابطہ کیا تھا؟"

"ایک نہیں کئی بار کیا تھا۔ اگر میں چالاکی سے کام نہ لیتا تو دشمن مجھے پکڑ کر کسی
یت خانے میں لے جاتے۔"

"اوہ۔ سوسوری۔ دراصل موبائل کی بیٹری ناکارہ ہوگئی تھی۔ بازار جاکر دوسری
ی لگانے میں جتنا وقت لگا شاید اتنے ہی وقت میں تم نے فون کیا ہوگا۔"

"اگر ایسی گڑبڑ ہوتی رہی تو میں بے موت مارا جاؤں گا۔ تم میرے بیٹے جیسے ہو۔
ایسا نہیں ہوسکتا کہ ہم کہیں ایک ساتھ رہیں؟"

"ایسا ہی بچہ سمجھتے ہو تو ٹافیاں خرید کر لاؤ اور مجھے بہلا پھسلا کر لے جاؤ۔ پتا نہیں
ں نے تمہیں بدمعاش بننے کا لائسنس دلایا ہے۔ اگر تم نے مجھے دھوکا دینے والی باتیں
یں تو فون بند کر دوں گا۔"

"ارے نہیں، میں مرجاؤں گا۔ اسی ایک فون کا سہارا ہے۔ دیکھو شانی تمہاری
نا ہے۔ وہ اور سچل ایک دوسرے کو چاہتے ہیں۔ کم از کم اپنی بہن کی خاطر مجھ سے
بطہ رکھو۔ سچل کو آزاد کراؤ۔ میں تو بوڑھا ہوں آج نہیں تو کل مرنا ہی ہے۔ میں
اری بہن کا ہنستا بستا گھر دیکھنا چاہتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے، مرجاؤ۔ میں اپنی بہن کا گھر بنا دوں گا۔"

"ارے بیٹا! کیسی باتیں کرتے ہو؟ بزرگ گھر بسایا کرتے ہیں۔ خدا کے لئے فون
علاوہ کوئی ایسا رابطہ رکھو کہ جب بھی ضرورت ہو تو مجھ سے ملاقات یا بات ہو جایا
ے۔"

"مجھے وہاں کا پتا بتاؤ، جہاں ابھی ہو۔ اس گھر میں فون ہو تو نمبر بتاؤ۔ میں خود رابطہ
ںں گا۔"

"میں تمہیں ایک کوٹھی کا پتا اور فون نمبر بتا رہا ہوں مگر خدا کی قسم کھاؤ کہ ہر دو
ٹے کے بعد معلوم کرتے رہو گے کہ میں زندہ ہوں یا اللہ کو پیارا ہو چکا ہوں۔"

"تم بندوں کے پیارے نہیں ہو۔ اللہ کو کیسے پیارے ہو جاؤ گے۔ اللہ بھی تمہیں قبول نہیں کرے گا۔ جنت میں تو جا نہیں سکتے اور جہنم والے تمہیں اپنے دروازے آنے نہیں دیں گے۔ پتا نہیں تمہارا کیا بنے گا؟"

"اگر انہوں نے صبح سے پہلے سچل کو ڈھونڈ نکالا اور تبادلے کے لئے تمہارا مطالبہ کیا تو میں تمہیں کہاں سے لاکر گاڈفادر کے سامنے پیش کروں گا۔"

سنی نے اس کا موجودہ پتا اور فون نمبر نوٹ کیا پھر اس سے دو گھنٹے بعد ملاقات کا وعدہ کرکے رابطہ ختم کر دیا۔ صابر حسین نے کہا۔ "سائیں! وہ گاڈفادر آپ کا جانی دشمن ہے اور آپ اس کے پوتے سنی پر بھروسا کررہے ہیں۔ اگر سنی عین وقت پر دھوکا دے گیا تو ہمارے سچل سائیں کی جان خطرے میں پڑ جائے گی۔"

"میں نے مجبور ہوکر ایسا کیا ہے۔ سنی اپنی بہن کی خاطر سچل کو کسی مصیبت میں نہیں ڈالے گا پھر وہ گاڈفادر کسی طرح میرے قابو میں نہیں آرہا تھا۔ اب وہ سنی کو حاصل کرنے کی خاطر سچل کو کہیں سے بھی ڈھونڈ نکالے گا۔"

وہ سر جھکا کر سوچنے لگا۔ اگرچہ سچل کی گمشدگی سے پریشان ہو رہا تھا' اس کے باوجود ایک طرح کا اطمینان تھا کہ بیٹا مجرمانہ ذہن رکھنے والوں کے درمیان ہے۔ پہلے ڈاکوؤں کے اڈے پر تھا۔ وہاں باپ کی محبت بھری کمزوری سے فائدہ اٹھا کر نکل گیا لیکن اب حالات سمجھا رہے ہوں گے کہ مجرموں سے نمٹنے کے لئے' انہیں اینٹ کا جواب پتھر سے دینے کے لئے مجرموں کے تمام ہتھکنڈوں کو سیکھنا ضروری ہے اور وہ بہت کچھ سیکھ رہا ہوگا۔

لیکن بیٹا کہاں ہے اور کیا سیکھ رہا ہے؟ یہ جرائم کی دلدل میں رہنے والا باپ کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔

★==========★==========★

صداقت علی نے سکندر بخت سے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ اس کا ٹرانسفر اسلام آباد کرادے۔ یہ کوئی بڑی بات نہیں تھی۔ وہاں کے سیاستدانوں کے علاوہ ان کے سالوں اور عزیزوں کو ایسے بڑے افسروں کی ضرورت رہتی تھی' جو ان کی جی حضوری کریں اور ان

کی غیر قانونی خواہشات کو قانونی بنا دیا کریں۔

صداقت علی کا موجودہ نام سوغات علی تھا۔ اس کے بارے میں کرپٹ افسران نے جان لیا تھا کہ سوغات علی لالچی اور رشوت خور ہے اس لئے بڑی آسانی سے اس کا تبادلہ اسلام آباد ہوگیا۔

وہ رات کی فلائٹ سے کراچی سے اسلام آباد جارہا تھا۔ وہاں اس نے سنی کو بورڈنگ کارڈ حاصل کرتے ہوئے دیکھا۔ جب وہ کارڈ لے کر چلا گیا تو اس نے کاؤنٹر پر آکر کہا۔ "ابھی مسٹر ثناء اللہ عرف سنی کو جو سیٹ دی ہے' مجھے اس کے ساتھ والی سیٹ دیں۔ مہربانی ہوگی۔"

اسے مطلوبہ سیٹ مل گئی۔ ویٹنگ روم میں کئی مسافر تھے۔ سنی ایک سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا اور کان سے موبائل فون لگائے کسی سے باتیں کررہا تھا۔ صداقت اس کے پیچھے والی سیٹ پر آکر بیٹھ گیا۔ اس وقت سنی فون پر کہہ رہا تھا۔ "مجھے کیا معلوم تھا کہ تم ایسے اناڑی ہو اور اتنی جلدی دادا حضور کی گرفت میں آجاؤ گے۔ کیا تم نے مجھ سے رابطہ کیا تھا؟"

فون پر دوسری طرف سے کیا کہا جارہا تھا' یہ صداقت علی سن نہیں سکتا تھا' اس لئے سمجھ نہ سکا کہ وہ رب راکھن سے باتیں کررہا ہے۔

پرواز سے پہلے وہ جہاز میں آئے اور ایک دوسرے کے شانہ بہ شانہ سیٹوں پر بیٹھ گئے۔ سنی نے اس پر ایک نظر ڈالی لیکن پہچان نہ سکا۔ صداقت کے چہرے پر بڑے عمدگی سے ترشی ہوئی داڑھی تھی۔ داڑھی اور مونچھیں اصلی تھیں۔ کچھ روز پہلے اس نے وگ پہنی تھی لیکن اب بال بڑھالئے تھے۔ آنکھوں پر بھورے رنگ کے لینس لگائے تھے۔ سنی کے انکل صداقت کی نہ تو آنکھیں بھوری تھیں اور نہ ہی ناک کے نتھنے پھیلے ہوئے تھے۔ وہ نتھنے ننھے اسپرنگوں کے ذریعے پھیل گئے تھے۔ دونوں آنکھوں کے نیچے ہلکی سی سیاہی تھی۔ صداقت نے آواز اور لہجے میں بھی تبدیلی کی تھی۔ اس نے سیٹ بیلٹ باندھتے ہوئے پوچھا۔ "کیا اسلام آباد میں رہائش ہے؟"

سنی نے مختصر سا جواب دیا۔ "جی ہاں۔"

"برخوردار! بزرگوں سے جھوٹ نہیں بولتے۔"

سنی نے چونک کر دیکھا پھر ناگواری سے کہا۔ "جب آپ جان گئے ہیں کہ میں جھوٹ بولتا ہوں تو پھر آپ سفر خاموشی سے کریں گے۔"

طیارہ رن وے پر دوڑتے ہوئے فضا میں بلند ہو رہا تھا۔ صداقت نے کہا۔ "رازداری کی باتیں ہوں تو سرعام فون پر نہیں کرنا چاہیے۔"

سنی نے پھر چونک کر اسے دیکھا اور کہا۔ "میں نے کوئی ایسی ویسی بات نہیں کی ہے۔ آپ ہیں کون؟ آپ کو میری کس بات سے رازداری کا شبہ ہو رہا ہے؟"

"پیر عظمت اللہ شاہ سلطانی کو کوئی باس یا جناب عالی کہہ کر خاکساری ظاہر کرے' یا ابا حضور اور دادا حضور کہے' یہ راز فوراً کھل جاتا ہے کہ ایک گاڈفادر کے بارے میں باتیں ہو رہی ہیں۔"

سنی نے سیٹ بیلٹ کھول کر اس کی طرف گھومتے ہوئے پوچھا۔ "کیا میں آپ کے بارے میں کچھ جان سکتا ہوں؟"

صداقت نے کہا۔ "اسلام آباد میں تمہارا کوئی ٹھکانا نہیں ہے۔ وہاں میرے بنگلے میں ساتھ چل کر رہو گے تو میرے متعلق سب کچھ جان لوگے۔"

"آپ کو یہ خوش فہمی کیوں ہے کہ میں آپ کے بنگلے میں جاؤں گا۔"

"اسلام آباد میں گاڈفادر کی بہت بڑی کوٹھی ہے اور آئی بی ڈپارٹمنٹ کی عمارت کے پیچھے میرا بنگلا ہے۔ اب بتاؤ دادا حضور کی کوٹھی میں رہو گے یا میرے بنگلے میں؟"

"اوہ اب سمجھا' آپ کا تعلق انٹیلی جنس ڈپارٹمنٹ سے ہے پھر تو آپ دادا حضور اور ان کے پورے خاندان کو جانتے ہوں گے اور یہ بھی جانتے ہوں گے کہ مجھ کو میری مرضی کے خلاف اپنے ساتھ لے جانے کا نتیجہ کیا ہو گا؟"

"اگر تم اپنے دادا کی کوٹھی میں جاکر رہو گے تو میں تمہاری مرضی کے خلاف کچھ نہیں کروں گا ورنہ یہ سمجھنے پر مجبور ہو جاؤں گا کہ تم گھر والوں کو بتائے بغیر یہ سفر کر رہے ہو۔"

"میں اپنے گھر والوں کو بتاؤں یا نہ بتاؤں' میری مرضی ہے۔ میں کوئی نادان بچہ

نہیں ہوں۔ اپنی مرضی سے کہیں بھی جاسکتا ہوں۔"

"لیکن ایسی صورت میں جب کہ گاڈفادر نے ایک کو پکڑ لیا ہے دوسرے کو بھیس بدل کر گھومنا چاہیے۔ کیا گاڈفادر کے آدمی تمہیں پہچان کر گھر واپس جانے پر مجبور نہیں کریں گے؟"

"اچھا تو جناب میری فون والی گفتگو سن کر اندھیرے میں تیر چلا رہے ہیں۔ جناب کو حقیقت معلوم نہیں ہے کہ میں کیوں گھر سے نکل آیا ہوں اور وہ گاڈفادر کی نظروں میں آجانے والا دوسرا شخص کون ہے؟"

"سچ پوچھو تو میں حقیقت نہیں جانتا ہوں لیکن تمہارے دادا کو ابھی فون کروں گا تو تمام حقائق سامنے آجائیں گے لیکن تم نہیں چاہو گے کہ میں ایسا کروں۔"

"ہاں۔ میں نہیں چاہوں گا۔"

"اور یہ بھی نہیں چاہو گے کہ دادا حضور کے آدمیوں کی نظروں میں آؤ اور اپنے کسی مقصد میں ناکام رہو۔"

"جی ہاں۔ میں سب سے چھپ کر اسلام آباد سے بھی آگے ایسی جگہ چلا جاؤں گا جہاں کوئی مجھے تلاش نہ کرسکے۔"

"ایسی چھپنے کی جگہ میرا بنگلا ہے۔"

سنی نے اسے بے بسی سے دیکھا پھر کہا۔ "آپ درست فرماتے ہیں لیکن میں اسی وقت ساتھ جاؤں گا جب آپ ثابت کریں گے کہ آپ فراڈ نہیں ہیں۔ سچ مچ انٹیلی جنس کے شعبے سے تعلق رکھتے ہیں۔"

صداقت نے اپنا آئیڈینٹی کارڈ نکال کر اسے دکھایا۔ اس پر اس کے موجودہ حلیے کی تصویر کے ساتھ لکھا ہوا تھا کہ وہ انٹیلی جنس ڈپارٹمنٹ میں چیف آفیسر ہے۔

سنی اس آئیڈینٹی کارڈ کو ہاتھوں میں لے کر بڑی سنجیدگی سے دیکھنے لگا پھر اس نے صداقت کو توجہ سے دیکھا۔ صداقت نے پوچھا۔ "کیا بات ہے؟"

وہ ایک سرد آہ بھر کر بولا۔ "آپ انکل صداقت سے مشابہت رکھتے ہیں۔ آپ تو انہیں اچھی طرح جانتے ہوں گے۔ وہ ایک سازش کا شکار ہو کر ہم سے جدا ہو گئے۔"

"میں صداقت مرحوم کی پوری بپتا سننا چاہتا ہوں۔ میں گھر چل کر ان کے متعلق باتیں کروں گا۔ میں بڑی دیر سے ایک بات کہنا چاہتا ہوں' درمیان میں دوسری باتیں آگئیں۔ کیا تھوڑی دیر کے لئے اپنا موبائل فون مجھے دو گے۔"

سنی نے وہ فون اسے دیا۔ وہ اسے ایک ہاتھ میں لے کر دوسرے ہاتھ سے ہولے ہولے سہلانے لگا۔ وہ جانتا تھا کہ وہ فون ہاجرہ کا ہے۔ بڑے دنوں بعد جیسے اپنی شریک حیات کا ہاتھ اس کے ہاتھ میں آیا تھا۔ اس نے فون کو اپنے چہرے سے لگا کر آنکھیں بند کرلیں اور آنکھوں کے پیچھے اس سے کہنے لگا' آہ! میں زندہ ہوں اور تمہارے لئے مرگیا ہوں۔ سب نے مجھ پر فاتحہ پڑھ لی ہے۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ تمہاری آنکھوں میں بیوہ کے آنسو آئیں لیکن افسوس تم بے انتہا محبت کرنے والی وفا شعار بیوی ہونے کے باوجود قابل اعتماد نہیں ہو۔ اگر تمہیں میری نئی زندگی کا علم ہو جائے تو کسی بھی جذباتی لمحے میں باپ کے سینے پر سر رکھ کر میری زندگی اور سلامتی کا راز اگل دو گی۔

سنی اسے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ اس نے پوچھا۔ "آپ اس طرح کیا سوچ رہے ہیں۔ کیا نمبر بھول گئے ہیں؟"

اس نے چونک کر آنکھیں کھولیں پھر کہا۔ "ہاں' جسے فون کرنا چاہتا ہوں' وہ یاد ہے مگر اس کا فون نمبر بھول گیا ہوں۔"

اس نے موبائل فون سنی کو واپس کردیا۔ اسلام آباد کے ائرپورٹ کے باہر اس کے ماتحت اس کے لئے گاڑی لائے تھے۔ وہ سنی کے ساتھ اس میں بیٹھ کر اپنے نئے بنگلے میں گیا۔ سکندر بخت نے اس کے ٹرانسفر کا آرڈر ملتے ہی اس کے بنگلے میں تمام ضروری سامان پہنچا دیا تھا۔ ایک ماتحت نے ایک بڑا سا لفافہ دے کر کہا۔ "یہ ابھی ہمیں دفتر میں ملا ہے۔ کراچی سے اے ڈی جی صاحب نے آپ کے لئے بھیجا ہے۔"

صداقت نے ماتحتوں کو رخصت کردیا۔ ملازم سے صبح آنے کے لئے کہا۔ وہ چلے گئے۔ صداقت لفافہ سنی کی طرف بڑھاتے ہوئے بولا۔ "اسے کھولو۔"

اس بڑے لفافے پر سیل لگی ہوئی تھی تاکہ اسے صداقت کے سوا کوئی نہ کھولے۔ سنی نے سیل توڑ کر لفافے کو کھولا۔ اس کے اندر سے ایک بڑے سائز کی تصویر برآمد

ہوئی۔ تصویر کو دیکھتے ہی سنی چونک گیا۔ وہ اس کی آنٹی ہاجرہ کی تصویر تھی۔

اس نے صداقت کو تصویر دکھاتے ہوئے حیرانی سے کہا۔ "یہ تو میری آنٹی کی تصویر ہے۔"

صداقت نے کہا۔ "کوئی خط بھی ہوگا۔"

سنی نے لفافے میں ہاتھ ڈال کر ایک تہہ کیا ہوا کاغذ نکالا پھر اسے کھول کر صداقت کی طرف بڑھا دیا۔ صداقت نے کہا۔ "پڑھ کر سناؤ۔"

سنی وہ پڑھنے لگا۔ لکھا ہوا تھا۔ "سر! آپ کی خواہش کے مطابق آپ کی شریک حیات کی تصویر انلارج کرکے بھیج رہا ہوں۔"

وہ اس سے آگے نہ پڑھ سکا' شدید حیرانی سے آنکھیں پھاڑ کر صداقت کو دیکھنے لگا۔ صداقت نے کہا۔ "مجھے اچھی طرح دیکھو۔ جب یقین ہو جائے کہ مُردے زندہ ہو سکتے ہیں تو پھر میں زندہ ہوں۔"

وہ تڑپ کر۔ "انکل" کہتا ہوا صداقت سے لپٹ گیا۔ "آپ! آپ زندہ ہیں! ہمارے لئے زندہ ہیں۔ ہمارے سر پر آسمان نہیں رہا تھا انکل! ہمارے سر ننگے ہوگئے تھے انکل! میری روبی ماری گئی۔ آپ کیوں نہیں آئے۔ آپ ہوتے تو دشمنوں کے ہاتھوں سے ہتھیار گر جاتے۔ کمال کی نازو ماری گئی ہے انکل! وہ دشمنوں سے چھپتا پھر رہا ہے۔ ہم سب بکھر گئے ہیں انکل!"

وہ بول رہا تھا اور رو رہا تھا۔ صداقت خاموشی سے اسے تک رہا تھا۔ اسے خوب بولنے کا موقع دے رہا تھا۔ وہ سمجھ رہا تھا کہ سنی کو پورے خاندان میں کوئی ایسا نہیں ملا ہوگا جس سے وہ لپٹ کر اپنے صدمات کا کھل کر اظہار کرتا۔

پھر اسے معلوم ہوا کہ سنی کس طرح جنون میں اپنے دادا کے خلاف زہر اگلتا رہا تھا اور اسے دو دن تک انیکسی میں قید رکھا گیا تھا۔ وہ گھر سے اس لئے نکل آیا ہے کہ ریحانہ کے ذریعے اغوا ہونے کی خبر دادا حضور تک پہنچا کر انہیں ذہنی اندیشوں میں مبتلا رکھے۔ صرف اس کی ہاجرہ آنٹی کو معلوم ہے کہ اسے اغوا نہیں کیا گیا ہے۔

اس نے پوچھا۔ "بیٹے! تمہاری آنٹی کیسی ہیں؟ کیا وہ میرے لئے ماتم کرتی ہیں؟"

"ان کا عجیب انداز ہے انکل! وہ روتی ہیں' نہ ہنستی ہیں۔ انہیں دیکھو تو پتھر کی لگتی ہیں۔ ایسا پتھر جو دادا جان کو لگتا رہتا ہے۔ میں نے محسوس کیا ہے وہ انہیں سب سے زیادہ چاہنے کے باوجود ان سے آنکھیں ملا کر بات نہیں کرتے ہیں۔ اکڑ کر چلتے وقت آنٹی نظر آتی ہیں تو ان کی گردن جھک جاتی ہے۔ وہ اپنی بیوگی کا انتقام بڑے ہی خاموش اور سہمے ہوئے انداز میں لے رہی ہیں۔"

"وہ باپ کو اس قدر چاہتی ہے کہ ان پر انگلی نہیں اٹھا سکتی۔ تم جنون میں انہیں روبی کا قاتل کہتے رہے لیکن وہ زبان سے نہیں کہہ رہی ہے۔ اس کی خاموشی ایک ایسا ہتھیار بن گئی ہے' جس کے حملوں سے ان کی روح گھائل ہوتی رہتی ہے۔"

"یہی بات ہے۔ وہ میری امی اور ریحانہ آنٹی ۔ یہ کئی بار کہہ چکے ہیں کہ ہاجرہ آنٹی کو رلاؤ۔ اسے چیخ چیخ کر بین کرنے مجبور کرو۔ اس کی خاموشی ایک طوفان لگتی ہے لیکن کوئی انہیں بین کرنے پر مجبور نہ کرسکا۔ اب روبی کی ہلاکت کے بعد وہ کبھی کبھی ایک آدھ فقرہ بولتی ہیں جیسے نکیلے پتھر مار رہی ہوں۔ میں نے آنٹی سے مشورہ کرنے کے بعد ہی وہ گھر چھوڑا ہے۔ انہوں نے کہا کہ روبی کے بعد میں بھی اغوا کیا جاؤں گا تو وہ اپنے اندر زلزلے کے جھٹکے محسوس کرتے رہیں گے پھر ایک وقت آئے گا کہ وہ اپنے بچوں کے باپ اور دادا رہیں گے یا صرف گاڈ فادر ہی رہ جائیں گے۔ خدا کو یہی منظور تھا کہ میں آنٹی کے مشورے پر عمل کروں اور آپ تک پہنچ جاؤں۔"

وہ پھر اپنے انکل سے لپٹ گیا پھر کہنے لگا۔ "مجھے یقین ہے کہ آپ روپوش رہ کر ضرور انہیں جھکانے کی کوشش کر رہے ہیں۔"

"ہاں بیٹے۔ ابھی میں نے تین بڑے مجرموں کو لڑایا ہے۔ ان کی آپس کی لڑائی میں حمزہ بیگ مارا گیا۔ اب مجھے دوسرے گاڈفادر کا انتظار ہے جو حمزہ بیگ کی جگہ آئے گا۔ جب تک دنیا قائم ہے' بدی کا سلسلہ جاری رکھنے کے لئے ایک کے بعد دوسرا شیطان آتا رہے گا۔ ہمارا فرض ہے کہ شیطان اور اس کے شیطانی ارادوں کو ختم کر دیں۔ میں چاہتا تو تمہارے دادا بہت پہلے ہی اس دنیا سے اٹھ جاتے لیکن تمہاری ہاجرہ آنٹی کے لئے انہیں زندہ چھوڑ رکھا ہے۔ ویسے انہیں بڑے سے بڑا نقصان پہنچا کر انہیں کمزور بناتا رہتا ہوں۔

اب ایک آخری بہت بڑا جھٹکا دینے کا موقع مل جائے تو وہ ایسے ٹوٹ کر رہ جائیں گے کہ زندہ رہ کر بار بار مرنے کی خواہش کرتے رہیں گے۔"

"انکل آپ آنٹی کو بہت چاہتے ہیں پھر ان سے کیوں چھپ رہے ہیں؟"

"مجبوری ہے۔ باپ کی محبت بچپن سے ہاجرہ کے حواس پر چھائی ہوئی ہے۔ شادی کے بعد یہ محبت تقسیم ہوگئی۔ اس نے مجھے بیوی کا تمام پیار دیا مگر اعتبار نہیں دیا۔ ایک بیوی کی حیثیت سے اس کی محبت اور وفاداری میں کوئی شبہ نہیں ہے لیکن جب آزمائش کی گھڑی آتی ہے' وہ باپ کی طرف جھک جاتی ہے۔ اگر اسے معلوم ہو جائے کہ میں زندہ ہوں تو شاید وہ میری رازدار بن کر اپنے باپ سے میری نئی زندگی کی بات چھپائے گی لیکن دل میں جو باپ سے شکایت چھپی رہتی ہے اسے بھول کر باپ کو معاف کر دے گی اور باپ بہت جہاندیدہ ہے۔ بیٹی کے مزاج کی تبدیلی کو سمجھ کر اس سے ایسی ایسی باتیں بنائے گا اور اتنی چالبازی سے پھسلائے گا کہ وہ باپ کو میری زندگی کی خوشخبری سنا دے گی۔"

"آپ ہم سے بہتر آنٹی کو سمجھتے ہیں مگر انہیں خاموشی سے سوگ مناتے دیکھ کر دل دکھتا ہے۔"

"میرا بھی دل دکھتا ہے۔ جی چاہتا ہے اسے ابھی بلا لوں' اس کے سامنے چلا جاؤں لیکن فرائض کی ادائیگی کے وقت جذبات کو کچلنا پڑتا ہے۔ اپنے پیاروں اور عزیزوں کی محبت کو دل میں دبانا پڑتا ہے۔ یہ تم دیکھ رہے ہو کہ میں تمہاری آنٹی کو نہیں بلا سکتا اس لئے یہ تصویر منگوالی ہے۔"

وہ ہاجرہ کی تصویر کو اٹھا کر بڑی محبت اور سنجیدگی سے دیکھنے لگا پھر اس نے سنی سے کہا۔ "یہ اچھا ہوا کہ تمہارے دادا کے کسی آدمی نے تمہیں دیکھا نہیں ہے۔ گھر سے نکلنے کے بعد تمہیں اپنا حلیہ تبدیل کرنا چاہیے تھا۔ بہرحال میں کچھ کروں گا۔ ہم انٹیلی جنس والوں کی دنیا اور ہم سراغرسانوں کے کردار فرضی لگتے ہیں لیکن کرپشن جہاں ہوتا ہے وہاں ہم ایسی ہی حکمت عملی سے کام لیتے ہیں جو دوسرں کو محض جاسوسی کہانی لگتی ہے۔ اچھا اب ذرا رب راکھن کے بارے میں سناؤ؟"

سنی اسے بتانے لگا کہ سچل کو حاصل کرنے کے لئے رب راکھن نے یہ قبول کرلیا

ہے کہ اس نے منی کو اغوا کیا ہے۔ اب اس کے دادا اور ارباب راکھن کے دارم
گئی ہے۔

صداقت علی سن رہا تھا اور مسکرا رہا تھا۔ [illegible]

★ ═══════ ★ ═══════ ★

[illegible]

... خان اعظم خان امریکن انٹیلی جنس کے اس شعبے سے تعلق رکھتا تھا جو بیرونی ممالک میں جاسوسی کے فرائض انجام دیتے ہیں۔ وہ پشتو کے علاوہ اردو' فارسی' عربی اور انگریزی روانی سے بولتا تھا اس لئے اٹھائیس برس پہلے اس نے ایک جونیئر افسر کی حیثیت سے دو برس تک بھارت میں اور تین برس تک پاکستان میں جاسوسی کی۔ ان ممالک کے اہم سیاسی راز اور سیاسی شخصیات کی کمزوریاں وہ اپنے ہیڈ کوارٹر پہنچایا کرتا تھا۔ اس نے ایران میں بھی کئی برس گزارے لیکن شہنشاہ ایران کے زوال کے ساتھ ہی وہ ایران سے فرار ہوگیا۔ وہ ایسے تمام ممالک میں اپنی بہترین کارکردگی کا مظاہرہ کرتا رہا' جہاں کی زبانوں اور تہذیب و ثقافت سے اچھی طرح واقف تھا۔

پھر ایک ایسا وقت آیا' جب اسرائیل کی تنظیم موساد نے اسے بھاری معاوضے پر خرید لیا۔ خود کو بیچنے کی ایک اہم وجہ یہ بھی تھی کہ ایک یہودی حسینہ کا جادو اس پر چل گیا تھا۔ شادی کے بعد اس نے عرب ممالک میں رہائش اختیار کی۔ وہاں کے مختلف ملکوں میں رہ کر یہودیوں کے منصوبوں کے مطابق کام کرتا رہا۔ اس سلسلے میں اس کی حسین بیوی اس کی بہترین معاون ثابت ہوتی رہی۔

شادی کے دوسرے سال ایک خوبصورت بیٹی پیدا ہوئی۔ اس کا نام حمیرا رکھا گیا۔ خان اعظم خان نے اپنی بیوی سلینا سے وعدہ لیا تھا کہ جب تک وہ اسے ایک بچے کا باپ نہیں بنائے گی تب تک موساد کے لئے کام نہیں کرے گی۔ صرف گھریلو زندگی گزارے گی۔ اس طرح جو اولاد ہوگی وہ صرف خان اعظم خان کی ہوگی۔ ایک بیٹی کو جنم دینے کے بعد سلینا پھر اعظم کے ساتھ موساد کے لئے کام کرنے لگی۔ سلینا کو بعض اوقات غیر ملکی

سفیروں اور اہم سیاسی شخصیات کے ساتھ بڑا رنگین و سنگین وقت گزارنا پڑتا تھا۔ جس کے نتیجے میں اعظم ان اہم شخصیات کی جڑوں میں گھس کر بڑے خفیہ اور اہم راز چرا کر لے آتا تھا۔

وہ ہر معاملے میں بے غیرت تھا۔ صرف بیٹی کے معاملے میں غیرت مند تھا۔ وہ جیسے جیسے جوان ہو رہی تھی سلینا سے اس کے اختلافات بڑھتے جا رہے تھے۔ بیٹی اپنی ماں کے مقابلے میں بے انتہا حسین تھی۔ وہ کہتی تھی کہ اگر حمیرا کو موساد کے ٹریننگ سینٹر میں داخل کر دیا جائے تو وہ بڑے بڑے ممالک کے سیاستدانوں کی کھوپڑیاں الٹ دے گی۔

خان اعظم خان ایسی باتیں سن کر طیش میں آجاتا تھا۔ ابتدا میں اس نے سلینا کو گالیاں دیں پھر اس کی پٹائی کی۔ اس کے بعد موساد میں رپورٹ کی کہ اگر اس کی بیٹی حمیرا کو اس کی ماں سلینا اپنی راہ پر چلائے گی تو وہ موساد کو چھوڑ کر کسی دوسری تنظیم میں چلا جائے گا۔

خان اعظم خان اپنے کارناموں اور چالبازیوں کے باعث اس قدر معروف تھا کہ بڑے بڑے ممالک کی خفیہ سیاسی تنظیمیں اس کی خدمات حاصل کرنا چاہتی تھیں۔ موساد کے بڑے عہدیداروں نے فیصلہ سنایا کہ سلینا نے اعظم جیسے سینئر سراغرساں کو یہودیوں اور موساد سے بدظن کرنے کی حماقت کی ہے اس لئے خان اعظم خان اسے طلاق دے کر اپنے لئے کوئی دوسری معاون حسینہ رکھ سکتا ہے۔

سلینا اس کی زندگی سے نکل گئی۔ اس کی جگہ دوسری حسینہ ایک اسلامی نام طاہرہ رکھ کر اس کے ساتھ کام کرنے لگی۔ خان اعظم خان کی کئی ممالک میں کوٹھیاں' کاریں اور بھاری بینک بیلنس تھا اور یہ سب کچھ حمیرا کے نام سے تھا۔ اسلام آباد میں وہ کروڑوں کی جائیداد کی مالک تھی۔ باپ نے اسے آٹھ برس کی عمر سے بہترین گورنس اور قابل اعتماد ملازمین کے ساتھ پاکستان میں چھوڑ دیا تھا تاکہ وہ سلینا سے دور رہا کرے اور پاکستانی تہذیب کے مطابق اپنی زندگی گزارے۔

اگرچہ پاکستان اور اسرائیل کے درمیان اب تک سفارتی تعلقات قائم نہیں ہوئے ہیں اس کے باوجود چور دروازوں سے یہودی نواز مسلمان پاکستان سے اسرائیل تک بڑا

اثر و رسوخ رکھتے ہیں۔ اسی طرح یہودی بھی مسلمان بن کر دوسرے ممالک کے راستے آتے جاتے رہتے ہیں۔

خان اعظم خان بنیادی طور پر پاکستانی تھا اس لئے اس نے اپنی بیٹی کی پرورش پاکستانی ماحول میں کی تھی۔ ابھی وہ اڑتالیس برس کا تھا اور اس نے سوچ رکھا تھا کہ مزید چھ سات برس کام کرنے کے بعد پاکستان میں بیٹی کے ساتھ مستقل رہائش اختیار کرے گا۔

پچھلے کئی برسوں سے اسرائیلی موساد اور بھارتی "را" کا.....گٹھ جوڑ ہے۔ دونوں تنظیمیں کئی ممالک اور خصوصاً پاکستان میں ایک دوسرے کے تعاون سے کام کرتی ہیں۔ بدلتے ہوئے سیاسی اور جغرافیائی حالات نے پاکستان کو ان کے لئے بہت اہم بنا دیا تھا اس لئے پاکستان میں ان کا ایک مشترکہ گاڈ فادر رہتا تھا' جو دونوں تنظیموں کے لئے کام کرتا تھا۔ اس کے ایک اشارے پر موساد اور "را" کے ایجنٹ جان پر کھیل جاتے تھے۔

وہ گاڈ فادر حمزہ بیگ خاصا تجربہ کار ہونے کے باوجود گاڈفادر پیر عظمت اللہ شاہ سلطانی کے مقابلے میں زیادہ عرصے ٹھہر نہ سکا اور قتل کر دیا گیا۔ پیر عظمت اللہ شاہ کے بڑے بڑے کارناموں کی ایک طویل فہرست تھی پھر یہ رعب اور دبدبہ تھا کہ اس کی پشت پر امریکا بہادر ہے۔ وہ گاڈ فادر جب چاہے پاکستانی سیاست کی بساط الٹ سکتا ہے۔ اس کے سامنے بڑی بڑی کرسیوں کے پائے لرزنے لگتے تھے۔

"موساد" اور "را" کے بڑے عہدیداروں نے فیصلہ کیا کہ پیر عظمت اللہ شاہ جیسے پہاڑ کو خان اعظم خان ہی ریزہ ریزہ کر سکتا ہے لہٰذا سب نے متفقہ رائے سے خان اعظم کو حمزہ بیگ کی جگہ گاڈفادر بنا دیا۔

حمزہ بیگ کے قتل کے دوسرے ہی دن اسے گاڈفادر کا عہدہ مل گیا تھا لیکن اس نے دونوں تنظیموں سے کہا تھا کہ وہ فی الوقت اہم کارکنوں کو بھی نئے گاڈفادر کے بارے میں کچھ نہ بتائیں۔ پہلے وہ بڑی رازداری سے پیر عظمت اللہ شاہ کی خوبیوں اور خامیوں کو سمجھے گا پھر اس کے لئے زبردست چیلنج بن جائے گا۔

اس نے اسلام آباد چھوڑ کر کچھ روز کراچی میں قیام کیا۔ اپنی جوان بیٹی حمیرا کو بھی ساتھ لے گیا۔ وہ پچھلے دس برسوں میں صرف دو بار کراچی آئی تھی۔ اسے سمندر بہت

اچھا لگتا تھا۔ وہ موٹر بوٹ وغیرہ میں بیٹھ کر بہت خوش ہوتی تھی۔ اٹھارہ برس کی عمر میں ایک معصوم بچی کی طرح تھی' کوئی خواہش پوری ہو جائے تو وہ بہت خوش ہوتی تھی۔ خان اعظم خان نے اس کی پرورش کے لئے گورنس کے علاوہ ایسے تعلیم یافتہ اور قابل احترام اساتذہ رکھے تھے' جنہوں نے اسے بہترین تعلیم اور تربیت کے ساتھ شرم و حیا اور اچھے برے کی تمیز سکھائی تھی۔ وہ خطرات سے کھیلنے والے باپ کی بیٹی تھی لہٰذا ہر معاملے میں محتاط رہتی تھی۔ مخالف حالات میں نہ کبھی گھبراتی تھی اور نہ بدحواس ہوتی تھی۔

وہ بیٹی کو ہنستے کھیلتے دیکھ کر بہت خوش ہوتا تھا۔ اپنی جوانی سے بڑھاپے تک ایک بہت ہی طویل جدوجہد کے دوران اسے بے انتہا دولت حاصل ہوئی تھی لیکن قدرت نے جیسی بیٹی دی تھی' اس کے سامنے دنیا کی تمام دولت ہیچ تھی۔ اسے دیکھ کر بارہ برسوں کی تھکن بھول جاتا تھا۔

وہ باپ جو فکر' پریشانی' خوف اور خطرات کچھ نہیں سمجھتا تھا اب بیٹی کے لئے فکر مند ہو گیا تھا۔ سوچتا تھا اس کے لئے لاکھوں رشتے آئیں گے اور پاکستان پہنچتے ہی بیٹی کے لئے کئی پیغامات آ چکے تھے لیکن ایسی حسین معصوم بیٹی کو شریک حیات بنانے والا کیسا ہو گا؟ وہ راتوں کو سوتے سوتے چونک کر اٹھ بیٹھتا تھا اور کہتا تھا۔ "داماد جیسا بھی ہو' میرے جیسا نہ ہو۔"

آدمی آئینے کے سامنے بھی اپنا عیب نہیں دیکھتا۔ دیکھتا بھی ہے تو خود کو عیبی نہیں سمجھتا۔ اگر وہ بدمعاش ہے تو جوان بیٹی کو دیکھ کر دل ہی دل میں دعائیں مانگتا ہے اور ایک سیدھے سادے شریف داماد کی آرزو کرتا ہے۔

وہ ساری عمر بڑے بڑے ممالک کے سیاستدانوں اور مجرموں سے لڑتا آیا تھا۔ اب زندگی کے جو چند سال باقی تھے اس میں بیٹی کے لئے ایسی جدوجہد کرنی تھی جس کے نتیجے میں اسے جو جیون ساتھی ملے' وہ حمیرا کو دل سے چاہے' اس کی دولت نہ چاہے اور ایک صاف ستھری زندگی اس کے ساتھ گزارتا رہے۔

بڑی احمقانہ خواہش تھی۔ ببول کے بیج بو کر گلاب اگانا چاہتا تھا۔ وہ تین دن کے بعد اسلام آباد واپس آ گیا۔ شام کو ٹیلی فون کی گھنٹی بجی۔ اس نے ریسیور اٹھایا۔ دوسری

طرف سے "را" کے ایجنٹ نے کوڈ ورڈز ادا کئے پھر کہا۔ "پانچ بزدلوں نے آپ کو یاد کیا ہے! آج رات آٹھ بجے مرگلہ کالج میں۔"

اس نے "آل رائٹ" کہہ کر ریسیور رکھ دیا پھر حمیرا کو بلا کر کہا۔ "بیٹی! اپنا ضروری سامان لے کر اپنی کوٹھی میں چلی جاؤ۔ آئندہ چند دن کے سلسلے میں لوگ آیا کریں گے۔ تمہیں یہاں نہیں رہنا چاہیے۔"

وہ ایک گھنٹے بعد دو مسلح گارڈز کے ساتھ چلی گئی۔ خان اعظم خان نے موبائل فون اٹھا کر کہا۔ "میں ہوں کے۔ اے۔ کے۔"

"یس باس! ہم تمام کالے یہاں موجود ہیں۔ صرف دو کالے بے بی کی کوٹھی کی نگرانی کر رہے ہیں اور ایک کالا بے بی کی کار کے پیچھے ہے۔"

"مرگلہ کالج کو اندر باہر سے اچھی طرح چیک کرو۔ میں ایک گھنٹے بعد وہاں پہنچنے والا ہوں۔"

"رائٹ باس! ہم وہاں جا رہے ہیں۔" کے۔ اے۔ کے یعنی خان اعظم خان نے فون بند کر دیا۔ اس کے طریقہ کار کے مطابق الیکٹرانک آلات کے ذریعے مشکوک مقامات کی چیکنگ کی جاتی تھی۔ کالج کے یا کسی کمرے کے باہر بھی وہ ننھے آلات رکھے جاتے تو اندر چھپائے ہوئے ہتھیار اور ٹائم بم وغیرہ کی نشاندہی ہو جاتی تھی پھر خان اعظم خان کی آمد سے پہلے اس کا سیاہ فام باڈی گارڈ دروازے پر موجود رہتا تھا اور اندر جانے والوں سے مصافحہ کرتا تھا۔ اس کی جیب میں رکھا ہوا آلہ خاموش رہتا تھا لیکن جس کے پاس کوئی ہتھیار ہوتا تو وہ آلہ سگنل دینے لگتا تھا۔

مرگلہ کالج میں ایسی کوئی بات نہیں ہوئی۔ دو اسرائیلی اور تین بھارتی ایجنٹ اندر آ کر ایک میز کے اطراف بیٹھ گئے۔ پھر خان اعظم خان ایک کرسی پر بیٹھا تو اس کے پیچھے سیاہ فام باڈی گارڈ آ کر کھڑا ہو گیا۔

ایک نے کہا۔ "مسٹر خان! آپ جب سے اسلام آباد آئے ہیں یہ ہماری دوسری میٹنگ ہے۔ آپ نے پہلی میٹنگ میں کہا تھا کہ آئندہ کسی اجلاس میں کسی کے پاس کوئی ہتھیار نہ رہے۔ ہم سب نہتے ہیں لیکن آپ کا باڈی گارڈ مسلح ہے۔"

"آپ حضرات پلاننگ کرتے ہیں۔ پلاننگ پر تفصیلی بحث کرتے ہیں پھر اس پلان پر عمل کرنے کی ذمے داری سونپ کر چلے جاتے ہیں۔ یعنی آپ نقشے بناتے ہیں یا باتیں کرتے ہیں لیکن میں خطرات سے کھیلتا ہوں۔ مجھ سے ملاقات کے دوران آپ کے پاس ہتھیار ضروری نہیں ہیں۔ میرے پاس ضروری ہیں۔ اگر کسی کو اعتراض ہو تو یہاں سے چلا جائے اور سب ہی کو اعتراض ہو تو میں چلا جاؤں گا۔"

دوسرے نے کہا۔ "ٹھیک ہے' آپ کو ہتھیار رکھنا چاہیے لیکن خفیہ اجلاس میں باڈی گارڈ کو موجود نہیں رہنا چاہیے۔ آپ چاہتے تو خود ایک ہتھیار لے کر یہاں آسکتے تھے۔"

"ہتھیار ایک بوجھ ہے' جسے میں صرف ضرورت کے وقت اٹھاتا ہوں اور یہ باڈی گارڈ میرا سایہ ہے۔ میں سائے کو جسم سے الگ نہیں کرسکتا۔"

"ہم سب مرتبے میں ایک دوسرے کم نہیں ہیں لیکن آپ کی گفتگو کا انداز ایسا ہے جیسے ہم کمتر ہوں۔"

"جب مجھ پر اعتراض کیا جاتا ہے تو میری گفتگو کا انداز یہی ہوتا ہے۔ آپ نے جس مقصد کے لیے طلب کیا ہے' صرف اس پر گفتگو کریں۔"

"کیا گفتگو کی جائے؟ آپ نے کہا تھا' دو چار دن کے لئے کراچی جارہے ہیں۔ وہاں رہ کر پیر عظمت اللہ شاہ کی خوبیوں اور خامیوں کو معلوم کریں گے۔ اب اگر ہم کہیں گے کہ آپ تین دن تک اپنی بیٹی کو کراچی اور سمندر کی سیر کراتے رہے تو آپ فرمائیں گے کہ ہم فرائض کے دوران آپ کی کوتاہیوں کی شکایت کررہے ہیں۔"

خان اعظم خان نے اس بولنے والے کی طرف انگلی اٹھا کر کہا۔ "تمہارا نام آتما رام ہے۔ کھڑے ہو جاؤ۔"

آتما رام نے غصے سے کہا۔ "کیا؟ کیا آپ جانتے ہیں "را" میں میرا عہدہ کیا ہے؟ یہ نہ بھولیں کہ ہم نے آپ کو گاڈ فادر بنایا ہے۔"

"میں دوسری بار کہہ رہا ہوں' کھڑے ہو جاؤ۔ تیسری بار یہ تمہیں گولی مار دے گا۔"

سیاہ فام باڈی گارڈ نے اپنی گن سیدھی کی۔ آتما رام فوراً اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ باقی

افراد بھی سہم کر گن کو تکنے لگے۔ خان اعظم نے کہا۔ "یہ شریفوں کی محفل نہیں' ہم جیسے جرائم پیشہ افراد کا اجلاس ہے۔ یہاں تم نے میری بیٹی کا ذکر کرنے کی جرأت کیسے کی؟"

آتما رام نے ہکلا کر کہا۔ "مم.........میں تو آپ کے فرائض کی بات کر رہا تھا۔"

"مجھ سے صرف میرے فرائض کی بات پوچھی جاتی کہ میں نے پیر عظمت اللہ شاہ کی خوبیاں اور خامیاں اپنے مقاصد کے لئے معلوم کی ہیں یا نہیں؟ آتما رام! تم نے پہلی بار ایسی جگہ میری بیٹی کا ذکر کیا ہے اس لئے تمہیں موت کی سزا نہیں دوں گا۔ آج صرف اتنی ہی سزا ہے کہ اجلاس جاری رہنے تک اسی طرح کھڑے رہو۔"

پھر اس نے دوسروں سے کہا۔ "کوئی اس کی سفارش نہ کرے اور یہ ذہن نشین کرلے کہ کسی نے مجھے گاڈ فادر نہیں بنایا ہے۔ میں نے اپنی مرضی سے گاڈ فادر کی ذمے داریاں قبول کی ہیں۔ آپ سب مجھ سے کمتر نہیں ہیں۔ ہم سب برابر ہیں لیکن اجلاس میں کسی پر اعتراض کرنے سے پہلے' اسے فرائض سے غفلت کا الزام دینے سے پہلے ثبوت پیش کرنا چاہیے۔"

موساد کے ایک ایجنٹ نے کہا۔ "مسٹر خان! میں نے اور آتما رام نے آپ کے پیچھے کراچی تک اپنے جاسوس بھیجے تھے۔ وہ پیر عظمت اللہ شاہ کا علاقہ ہے۔ اس کے آدمیوں نے ہمارے تین جاسوس مار دیے۔ چوتھے نے آکر رپورٹ دی کہ آپ کام نہیں تفریح کررہے ہیں۔"

خان اعظم خان نے کہا۔ "جب آپ حضرات یہاں سے جائیں گے تو چوتھے جاسوس کی ہلاکت کی بھی خبر مل جائے گی۔ کراچی میں میرے ہی اشارے پر آپ کے تینوں جاسوس ہلاک کیے گئے۔ میں یہ ہرگز برداشت نہیں کرسکتا کہ آپ لوگ مجھ سے کام کا حساب لینے سے پہلے اپنے کتے میرے پیچھے لگائیں۔ یہ میری وارننگ ہے۔ آئندہ کتے چھوڑنے والے مارے جائیں گے۔"

"ٹھیک ہے۔ ہم آپ کے مزاج سے واقف ہو گئے ہیں۔ آپ کام کی رپورٹ پیش کریں۔"

"آپ حضرات نے مجھے یہاں تک بتایا تھا کہ گاڈ فادر کی پوتی ماری گئی اور پوتا نیم پاگل ہوگیا۔ اسے ٹیکسی میں باندھ کر رکھا گیا تھا پھر اس گاڈ فادر نے اپنی ہلاک ہونے والی پوتی کا انتقام لیا اور حمزہ بیگ کو قتل کرادیا۔ اس کے بعد آپ حضرات کچھ جانتے ہوں تو بتائیں ورنہ میں رپورٹ پیش کروں گا۔"

ایک نے کہا۔ "ہمیں آگے کا علم نہیں ہے۔ آپ رپورٹ پیش کریں۔"

خان اعظم خان نے کہا۔ "اگر آپ حضرات رب راکھن کو اہمیت دیتے تو بہت کچھ معلوم کرلیتے۔ یہ کوئی نہیں جانتا کہ اس کا بیٹا سچل نواز کہاں ہے۔ رب راکھن بضد ہے کہ اس کا بیٹا پہلے حمزہ بیگ کی قید میں تھا۔ اب پیر عظمت اللہ شاہ نے اسے کہیں قید کر رکھا ہے اور اس سے پچیس کروڑ روپے کا مطالبہ کر رہا ہے لیکن رب راکھن نے جوابی کارروائی کی ہے۔ اس نے گاڈ فادر کے پوتے سنی کو اغوا کرکے کہیں چھپا دیا ہے۔"

"کیا دونوں نے سچل اور سنی کا تبادلہ کیا ہے؟"

"نہیں۔ دراصل پیر عظمت اللہ شاہ نے سچل کو کہیں قید نہیں کیا ہے۔ وہ نہیں جانتا کہ سچل کہاں ہے؟ اس کے تیز طرار بندے اسے ڈھونڈ رہے ہیں۔ آج کل پیر عظمت اللہ شاہ اپنی گھریلو الجھنوں اور رشتوں کی محبت میں پھنسا ہوا ہے۔ جب تک وہ سچل کو ڈھونڈ کر رب راکھن کے حوالے نہیں کرتے گا۔ تب تک اسے پوتا نہیں ملے گا۔"

"یہ رپورٹ کہاں تک درست ہے اور آپ نے کراچی میں تین دن تک تفریح کرتے ہوئے اتنی ساری معلومات کہاں سے حاصل کی ہیں؟"

"آپ سب کے پاس ذہانت ہے لیکن ہماری ذہانت میں چالاکی اور چالبازی ہوتی ہے' جو ہمیں سراغرساں' سیکرٹ ایجنٹ اور...... گاڈ فادر بنا دیتی ہے۔ جو چھوٹی چھوٹی غیر ضروری باتیں ہوتی ہیں انہیں ہم یاد رکھتے ہیں۔ موجودہ معاملات میں رب راکھن کے حلقے سے الیکشن میں جیتنے والا صابر حسین غیر ضروری لگتا ہے لیکن میں نے اسے اہمیت دی۔ اسے الیکشن میں کامیاب کرانے والے ڈاکو تھے۔ میری عقل نے سمجھایا کہ رب راکھن' سنی کو اغوا کرنے کے بعد ڈاکوؤں کے اڈے میں اسے چھپا سکتا ہے پھر حقیقت

معلوم کرنے کے لئے میرے کالے صابر حسین کے پاس پہنچ گئے۔ وہاں پتا چلا کہ رب راکھن نے پیر عظمت اللہ شاہ کے خوف سے صابر حسین کے ہاں پناہ لی ہے۔ اس نے گن پوائنٹ پر بتایا کہ اس نے سنی کو اغوا نہیں کیا ہے۔ وہ خود اغوا کا ڈراما کھیل رہا ہے۔ وہاں تھوڑی دیر بعد سنی کا فون آیا اور اس نے رب راکھن سے جو باتیں کیں ان سے پھر ایک نیا انکشاف ہوا۔"

وہ سب بڑی توجہ سے رپورٹ سن رہے تھے۔ خان اعظم نے کہا۔ "میرے کالوں نے فون کے بڑے اسپیکر سے خود سنی کی یہ بات سنی ہے کہ اس کی طرح سچل کو بھی کسی نے اغوا نہیں کیا ہے۔ وہ اور سنی آزاد ہیں اور چاہتے ہیں کہ اپنی اولاد کو تباہ کرنے والے وہ دونوں بزرگ آپس میں لڑتے رہیں۔"

ایک بھارتی ایجنٹ نے کہا۔ "اگرچہ ہماری دلچسپیاں مخالف...... گاڈ فادر کی سیاسی سرگرمیوں سے ہیں لیکن اس کے اور رب راکھن کے ذاتی اور گھریلو معاملات بھی بڑے دلچسپ ہیں۔"

دوسرے نے کہا۔ "مزے کی بات یہ ہے کہ ایسے مکار اور شاطر بزرگوں کو یہ دو جوان لڑکے بیوقوف بنا رہے ہیں۔"

خان اعظم خان نے کہا۔ "بیوقوف بننے اور بنانے کی کوئی عمر نہیں ہوتی۔ ویسے ہوتا یہ ہے کہ بزرگ حضرات اپنی عمر اور تجربات کے سامنے جوانوں کو نادان سمجھتے ہیں پھر انہیں نادان سمجھنے کے نتیجے میں خود احمق بنتے رہتے ہیں۔"

"بہرحال ہماری دلچسپی سیاست سے ہے۔ جب سے حمزہ بیگ کی بیٹی اور پیر عظمت اللہ شاہ کی پوتی ماری گئی ہیں تب سے سیاسی معاملات کھٹائی میں پڑے ہیں۔ ہمیں پاکستانی سیاست سے کوئی خاطر خواہ فائدہ نہیں پہنچ رہا ہے۔"

"وہی دو گاڈ فادر تھے' جنہوں نے موجودہ حکومت کو مالی بحران میں مبتلا کیا تھا۔ کراچی جیسے شہر کو کرچی کرچی کر دیا تھا۔ بھاری قرض لینے والے صاحبان اختیار کے ذریعے ملکی خزانہ خالی کرا دیا تھا۔ معلوم ہوتا ہے' کوئی تیسری خفیہ طاقت ہے جو ہمارے اور مخالف گاڈ فادر کو سیاست سے ہٹا کر ان کے ذاتی اور گھریلو معاملات میں الجھاتی رہی ہے۔"

خان اعظم خان نے کہا۔ "یہی بات درست لگتی ہے۔ حمزہ بیگ کے قتل کے بعد پیر عظمت اللہ شاہ کو اطمینان سے سیاست کی طرف آنا چاہیے تھا لیکن کسی تیسرے خفیہ ہاتھ نے سچل اور سنی کے ذریعے ہمارے مخالف گاڈفادر کو الجھا دیا ہے۔ اب میں نے گاڈفادر بن کر ان کے اندر کی بہت سی باتیں معلوم کی ہیں۔ میں بہت کچھ کر سکتا ہوں لیکن عملی قدم اٹھانے سے پہلے یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ وہ خفیہ تیسرا ہاتھ کس کا ہے؟"

ایک بھارتی ایجنٹ نے ناگواری سے کہا۔ "پہلے وہ تیسرا ظاہری ہاتھ ڈائریکٹر جنرل صداقت علی کا تھا۔ رب راکھن نے بڑی شاطرانہ چال سے اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اگر کوئی خفیہ طور سے ہمارے منصوبوں کو ناکام بنا رہا ہے تو لازمی ہے کہ مسٹر خان کوئی ایسی چال چلیں کہ وہ خفیہ ہاتھ ہماری نظروں میں آجائے۔"

"کوئی لالچ کے بغیر کچھ نہیں کرتا۔ دیکھنا یہ ہے کہ وہ کس لالچ اور مقصد سے ایسا کر رہا ہے؟"

"جب صداقت علی زندہ تھا تو کسی لالچ کے بغیر دونوں گاڈفادرز کی ناک میں دم کیے رہتا تھا۔ اس کا مقصد یہی تھا کہ اس ملک سے کرپشن کا خاتمہ کر دے۔ ایسا ہی کوئی سر پھرا پھر آگیا ہے۔"

"صداقت علی ایک محب وطن ڈائریکٹر جنرل تھا۔ کیا اس موجودہ تیسرے پُراسرار شخص کا تعلق بھی پولیس یا انٹیلی جنس والوں سے ہے؟"

"ہو سکتا ہے۔ ہر شعبہ زندگی میں اچھے اور برے ہوتے ہیں۔ پولیس اور انٹیلی جنس ڈپارٹمنٹ میں بھی ایک صداقت کے بعد دوسرے کئی صداقت پیدا ہو سکتے ہیں۔ ہمارے جو زر خرید پولیس والے ہیں ان سے معلوم کیا جا سکتا ہے کہ قانون کے محافظوں میں کون کون ناقابل خرید ہے' ایسے کتنے ہیں جن کے سروں میں اپنے وطن سے کرپشن کو ختم کرنے کا سودا سمایا ہوا ہے۔"

خان اعظم خان ان کی باتوں کے دوران سوچ میں گم تھا۔ ایک اسرائیلی ایجنٹ نے پوچھا۔ "مسٹر خان! آپ کہیں دور پہنچے ہوئے ہیں؟"

وہ چونک کر بولا۔ "جو تیسرا خفیہ شخص ہے' میں اس کے طریقۂ واردات پر غور کر

رہا تھا۔ آپ حضرات یہ تسلیم کریں گے کہ ہم خواہ کیسے ہی مجرم ہوں اور کتنے ہی سنگدل ہوں' ہمارے سینے میں دل ہی ہوتا ہے' پتھر نہیں ہوتا۔ ہم بظاہر پتھر بن کر رہنے والے اپنی ماؤں' بہنوں' بیویوں اور ان سے ہونے والی اولاد سے محبت کرتے ہیں۔ ہمارے پتھر مارنے والے ہاتھ اپنے بچوں اور بچوں کے بچوں کو پھول کی طرح اٹھا کر چومتے ہیں۔ کیا آپ میں سے کوئی ہے' جو اپنے بچوں سے پیار نہ کرتا ہو؟"

ایک نے کہا۔ "بچے تو ہمارا دل ہیں' ہماری جان ہیں۔"

دوسرے نے کہا۔ "ہم بچوں کی بڑی سے بڑی ضرورتیں پوری کرنے کے لئے' انہیں دنیا کے ہر بڑے شہر میں شاپنگ کرانے کے لیے اور ہر ملک میں ان کے بینک اکاؤنٹ جاری رکھنے کے لیے جرائم سے بھرپور زندگی گزارتے ہیں۔"

خان اعظم خان نے کہا۔ "وہ تیسرا روپوش رہنے والا شخص ہماری ایسی ہی کمزوریوں سے کھیل رہا ہے۔ اس نے دونوں گاڈفادرز کو آپ کے سیاسی مقاصد سے ہٹانے کے لئے حمزہ بیگ کی بیوی اور بیٹی کو قتل کرایا۔ پیر عظمت اللہ کی پوتی کو ہلاک کرانے کے بعد سنی کے ذہن میں یہ بات نقش کی کہ خود کو اغوا کرائے اور اپنے دادا گاڈفادر کو خون کے رشتوں میں جکڑ کر رکھے۔ یہی حرکت رب راکھن کا بیٹا سچل کر رہا ہے اور قابل غور بات یہ ہے کہ سچل اور سنی کے ارادے ایک ہیں۔ وہ آپس میں دوست ہیں جبکہ ان کے بزرگ ایک دوسرے کے جانی دشمن ہیں۔"

ایک نے کہا۔ "بات سمجھ میں آگئی۔ وہ تیسرا پُراسرار شخص اس ملک کے گاڈفادرز اور ڈاکوؤں کی پرورش کرنے والے کو براہ راست نہیں چھیڑتا ہے۔ بالواسطہ ان کی اولاد کو شطرنج کے مہروں کی طرح چلتا ہے اور ان مہروں کی چالوں سے ان تین بڑے مجرموں پر ردعمل ہوتا ہے اور وہ ہمارے مقاصد سے ہٹ کر اپنے ذاتی اور گھریلو معاملات میں الجھتے رہتے ہیں۔"

ایک بھارتی ایجنٹ نے کہا۔ "جو ہو چکا ہے' اس پر مٹی ڈالیں۔ اگر وہ مخالف گاڈفادر اپنے فرائض سے ہٹ کر سچل اور سنی کے معاملات میں الجھ رہا ہے تو اس میں ہمارا فائدہ ہے' آپ نئے گاڈفادر کی حیثیت سے اپنا کام شروع کر چکے ہیں۔"

"نہیں۔ ابھی میں نے کام شروع نہیں کیا ہے۔ پہلے میں مخالفین کی اچھی طرح اسٹڈی کر رہا ہوں۔ تیسرے پُراسرار شخص کے طریقۂ کار کو بھی کسی حد تک سمجھ رہا ہوں۔ میں جب تک کام شروع نہ کروں' آپ میرا ذکر گاڈفادر کی حیثیت سے کسی کے سامنے نہ کریں۔"

"مخالف گاڈفادر اپنے ذاتی معاملات میں الجھا ہوا ہے۔ یہ اس کے خلاف چالیں چلنے کا بہترین موقع ہے۔ ویسے آپ کب تک کام شروع کریں گے؟"

"میں چوبیس گھنٹوں تک شکار کھیلوں گا۔ اس کے بعد کام شروع کروں گا۔"

سب نے ایک دوسرے کو دیکھا پھر ایک نے کہا۔ "مسٹر خان! آپ چار دن تک تفریح کرنے کے بعد کراچی سے آئے ہیں۔ اب آپ شکار کھیلنے میں وقت ضائع کریں گے جبکہ آپ کو مخالف گاڈفادر کی ذاتی پریشانیوں سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔"

خان اعظم خان نے اس کی طرف انگلی اٹھا کر کہا۔ "تمہارا نام جیکی ہوپ مین ہے' کھڑے ہو جاؤ۔"

وہ کھڑا ہو گیا پھر ناگواری سے بولا۔ "یہ.....یہ آپ میری انسلٹ کر رہے ہیں۔"

"یو شٹ اپ نان سنس۔ میں نے تھوڑی دیر پہلے کراچی میں رہنے اور کام کرنے کی مکمل رپورٹ پیش کی اور تم کہہ رہے ہو کہ میں چار دن تک تفریح کرتا رہا۔ اگر میں شکار کھیلنے کی بات کر رہا ہوں تو کیا شکار صرف جانوروں کو کیا جاتا ہے؟ دشمنوں کو نہیں کیا جاتا؟"

اس نے باڈی گارڈ سے موبائل فون لے کر اسے آپریٹ کیا پھر اسے کان سے لگا کر کہا۔ "کے 'اے' کے اسپیکنگ۔"

دوسری طرف سے کچھ کہا گیا۔ اس کے جواب میں اس نے کہا۔ "میں نے اسلام آباد پہنچتے ہی آپ کو مکمل رپورٹ دی تھی۔ اگلی رپورٹ کل صبح دوں گا۔ اس وقت موساد کے تین اور "را" کے دو بڑے میرے سامنے ہیں۔ ان کا فرض ہے کہ مجھ سے ہر معاملے میں تعاون کریں لیکن یہ مجھے اپنی چابی کے ذریعے چلنے والا کھلونا سمجھ کر احمقانہ

گفتگو کر رہے ہیں۔ مجھ سے میرے کام کا حساب ایسے مانگ رہے ہیں جیسے میں ان کا زر خرید غلام ہوں۔"

اس نے دوسری طرف کی باتیں سنیں پھر کہا۔ "یہاں پانچ میں سے مجھے دو پر اعتراض ہے۔ آتما رام اور جیکی ہوپ مین کو میرے مشیروں کی ٹیم سے آؤٹ کیا جائے۔ جب دوستوں میں اختلافات پیدا ہو جاتے ہیں تو پھر دوست بھی دشمن بن جاتے ہیں۔ مجھے آتما اور جیکی پر بھروسا نہیں ہے۔ پلیز انہیں پاکستان میں نہ رہنے دیں۔ اگر مجھے کسی سلسلے میں ناکامی ہوگی اور مجھے ان دونوں پر شبہ ہوگا تو میرے کالے انہیں گولی مار دیں گے۔"

اس نے تھوڑی دیر دوسری طرف کی باتیں سنیں پھر فون بند کرتے ہوئے کہا۔ "اجلاس برخاست کیا جائے۔ آئندہ کیا ہونا چاہیے' اس سلسلے میں آپ لوگوں کو ہیڈ کوارٹر سے احکامات ملیں گے۔"

وہ اٹھ کر وہاں سے جانے لگا۔ اس کا باڈی گارڈ پیچھے جا رہا تھا۔ آتما رام اور جیکی ہوپ مین اسے کھا جانے والی نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ جب وہ نظروں سے اوجھل ہو گیا اور کامیج کا دروازہ بند ہو گیا تو آتما رام نے کہا۔ "میں کوئی معمولی شخص نہیں ہوں۔ پاکستان میں "را" کا سیکنڈ فیلڈ افسر ہوں۔ اگر یہ خان یہاں گاڈ فادر رہے گا تو ہمارے اور موساد کے درمیان اختلافات پیدا ہوں گے۔ اس ملک میں ہماری جڑیں اتنی مضبوط ہیں کہ ہم یہاں اپنے ایک علیٰحدہ منتخب گاڈفادر کی ٹیم بنا سکتے ہیں۔ وہ گاڈ فادر ہمارے منصوبوں کے مطابق عمل کیا کرے گا۔"

موساد کے ایک ایجنٹ نے کہا۔ "مسٹر آتما! گاڈفادر صرف منصوبے معلوم کرتا ہے پھر اپنے طریقہ کار کے مطابق عمل کرتا ہے۔ جو آپ کے احکامات پر عمل کرے گا وہ گاڈفادر نہیں آپ کا ماتحت ہوگا۔ گاڈفادر کیا ہوتے ہیں' اس کا اندازہ آپ کو پیر عظمت اللہ شاہ کے برسوں کے کارناموں کا حساب کرنے سے ہوگا۔"

موساد کے دوسرے ایجنٹ نے کہا۔ "جہاں ہماری عقل کام کرنے سے معذور ہو جاتی ہے' وہاں گاڈفادر کی ذہانت اپنا کام دکھانا شروع کرتی ہے۔ ہماری موساد کے بڑوں نے خوب سوچ سمجھ کر گاڈفادر کے لیے مسٹر خان کا انتخاب کیا ہے۔ وہ مخالف گاڈفادر کو ریٹائر

ہونے یا خودکشی کرنے پر مجبور کردے گا۔"

آتما رام نے کہا۔ "ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ تمہارا یہ گاڈ فادر ہی خودکشی پر مجبور ہو جائے۔ یہ بہت ذہین ہے لیکن طیش میں آکر اپنی کمزوری بیان کر دیتا ہے اور یہ بتا گیا ہے کہ بیٹی اس کی کمزوری ہے۔"

وہ اتنا کہہ کر ہنستا ہوا۔ "را" کے ایک ساتھی کا ہاتھ پکڑ کر اسے کھینچتا ہوا وہاں سے چلا گیا۔ کاٹیج میں موساد کے تین ایجنٹ رہ گئے۔ جیکی ہوپ مین نے کہا۔ "مسٹر خان نے میری بھی بڑی انسلٹ کی ہے لیکن میں نے برداشت کیا ہے کیونکہ مجھے غلطی کا احساس ہوگیا ہے پھر یہ کہ مسٹر خان نے موساد کے لیے بڑے بڑے کارنامے انجام دیے ہیں۔ ان کے لیے میرے دل میں کوئی میل نہیں ہے لیکن آ۔ ۔ دونوں نے آتما رام کا انداز دیکھا ہے۔ وہ اپنے "را" کے ساتھی کو ایسے کھینچ کر لے گیا ہے جیسے ہم سے علیحدگی اختیار کر رہا ہو۔"

موساد کے دوسرے ایجنٹ نے کہا۔ "اس کی باتوں میں طنز بھی تھا۔ کوئی تیسرا پُراسرار شخص گاڈفادرز کے فیملی ممبرز کو اپنے مہرے بناتا ہے اور ہمارے گاڈ فادر خان کی بھی ایک جوان بیٹی ہے۔ یہ بات آتما رام چیلنج کے ساتھ کہہ کر گیا ہے۔"

ایک نے موبائل فون پر رابطہ کیا پھر کہا۔ "سر! میں اینڈرسن بول رہا ہوں۔ مسٹر خان نے آپ سے جو کچھ کہا' وہ درست ہے۔ ہمارا ساتھی جیکی ہوپ مین اپنی غلطی تسلیم کر رہا ہے لیکن آتما رام کا انداز بڑا جارحانہ ہے۔ وہ کہہ رہا تھا کہ "را" کے لیے وہ ایک علیحدہ گاڈفادر کا انتخاب کر سکتا ہے۔ وہ ہمارے خان کے خلاف بڑے چیلنج کے انداز میں یہاں سے گیا ہے۔"

اس نے دوسری طرف کی کچھ باتیں سنیں پھر فون بند کرکے وہاں سے اٹھ گیا۔ وہ کاٹیج ایک رات کے لئے کرائے پر لیا گیا تھا۔ ان کے جانے کے بعد چوکیدار نے اسے لاک کر دیا۔ پہلے وہاں سے خان اعظم خان گیا تھا۔ اس کے بعد آتما رام اپنے ساتھی کے ساتھ گیا تھا لیکن وہ بعد میں جانے والا اپنی گاڑی میں آگے جا رہا تھا اور خان اعظم خان اپنی گاڑی اس کے پیچھے بہت فاصلے پر رہ کر ڈرائیو کر رہا تھا۔ وہ تقریباً پچیس برس سے گھاٹ

گھاٹ کا پانی پیتا رہا تھا۔ اس نے آتما رام کے تیور کو اچھی طرح سمجھ لیا تھا۔ وہ بھارت کے باہر دوسرے کسی ملک میں "را" کا دوسرا بڑا افسر ہوا کرتا تھا۔ اتنا بڑا افسر موساد کے ایجنٹوں کی موجودگی میں اجلاس کے دوران ایک ملازم کی طرح کھڑا رہا تھا اور اجلاس کے اختتام تک اس کے اندر کس طرح نئے گاڈ فادر کے لیے انتقام کی آگ بھڑکتی رہی ہوگی' یہ خان اعظم خان اچھی طرح سمجھ چکا تھا۔

اسلام آباد پہنچ کر اس کا اندازہ درست ثابت ہوا۔ انٹیلی جنس ڈپارٹمنٹ کی عمارت کے پیچھے چھوٹے چھوٹے بنگلوز تھے۔ ان میں سے ایک بنگلے میں صداقت علی کا قیام تھا۔ آتما رام کی کار اس بنگلے کے سامنے رک گئی۔ ڈرائیور نے کار سے اتر کر دروازے کے پاس آکر کال بیل کا بٹن دبایا۔ صداقت نے اندر سے آنے والے کے متعلق معلوم کیا پھر باہر آکر کار کی کھڑکی پر جھک کر کہا۔ "آتما رام جی! نمستے۔ اتنی رات کو آنے کا کشٹ (زحمت) کیا ہے۔ خیریت تو ہے؟"

"خیریت ہے۔ میرے ساتھ چلو۔ اکیلے میں بات کرنا چاہتا ہوں۔"

"میرے بنگلے میں کوئی نہیں ہے۔ آپ یہاں رازداری سے باتیں کرسکیں گے۔"

وہ کار سے نکلتے ہوئے بولا۔ "پھر تو ٹھیک ہے۔ رات زیادہ ہوگئی ہے۔ میں کہیں دور جانا نہیں چاہتا تھا۔"

وہ باتیں کرتا ہوا بنگلے کے اندر آیا۔ ڈرائیور باہر کار میں بیٹھا رہا۔ آتما رام نے صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "ہمارے لیے کام کرنے والے افسروں کو ابھی تک یہ معلوم نہیں ہے کہ حمزہ بیگ کی جگہ ایک نیا گاڈفادر اپنا چارج سنبھال رہا ہے۔ یہ راز میں تمہیں بتا رہا ہوں۔ سکندر بخت نے مجھ سے کہا تھا کہ کسی ذاتی اہم معاملے میں مجھے صرف تم پر بھروسہ کرنا چاہیے۔"

وہ انکساری سے بولا۔ "سکندر صاحب میرے سینئر ہیں۔ میں نے ان کے بڑے پیچیدہ مسائل سلجھائے ہیں۔ آپ مجھ پر بھروسا کرکے آئے ہیں۔ آپ کو مایوسی نہیں ہوگی۔"

صداقت دوسرے صوفے پر بیٹھ گیا۔ آتما رام نے اس کی طرف جھک کر دھیمی

آواز میں کہا۔ ”اس کا نام خان اعظم خان ہے۔ موساد کا بہت پرانا اور تجربہ کار ایجنٹ ہے لیکن ہم ”را“ والوں کی اس سے نہیں بنے گی‘ آج اس نے میری بڑی انسلٹ کی ہے۔ میں خون کے گھونٹ پی کر رہ گیا۔ وہ بہت تیز طرار اور خطرناک ہے۔ پتا نہیں اس کے کتنے خفیہ وفادار اور جان نثار ہیں۔ وہ انہیں کالے کہتا ہے۔ وہ اپنے خان کے کسی بھی مخالف کے لیے کالی موت بن جاتے ہیں۔“

صداقت نے کہا۔ ”یہ سب مخالفین پر دہشت طاری کرنے والی باتیں ہیں۔ یہ بتائیں‘ اس نے اب تک کیا کیا ہے؟“

”اس نے یہ معلوم کیا ہے کہ پیر عظمت اللہ شاہ آج کل سیاست سے ہٹ کر اپنے ذاتی مسائل میں الجھا ہوا ہے۔ اس کا پوتا سنی اپنے دادا پر یہ ظاہر کر رہا ہے کہ اسے رب راکھن نے اغوا کیا ہے اور رب راکھن اس کے دادا کو الزام دے رہا ہے کہ اس نے اس کے بیٹے کو اغوا کیا ہے لیکن کسی نے کسی کو اغوا نہیں کیا ہے۔“

صداقت نے انجان بن کر حیرانی سے پوچھا۔ ”کسی نے اغوا نہیں کیا ہے؟ پھر چِل اور سنی کہاں ہیں؟“

”یہ کوئی نہیں جانتا لیکن ایک رات خان اعظم خان کے کالے ایک ایم این اے صابر حسین کی کوٹھی میں پہنچ گئے۔ وہاں انہوں نے رب راکھن کو دیکھا۔ سنی کہیں سے فون پر اس سے باتیں کر رہا تھا اور اسے کہہ رہا تھا کہ اسے اور سچل کو کسی نے اغوا نہیں کیا ہے‘ وہ دونوں آزاد ہیں۔“

”پھر تو وہ خان‘ سنی اور سچل کو ضرور ڈھونڈ نکالے گا۔“

”وہ کہہ رہا تھا کہ آئندہ چوبیس گھنٹے تک شکار کھیلے گا۔“

”پھر تو صاف ظاہر ہے وہ سچل اور سنی تک پہنچنے کی کوشش کر رہا ہو گا۔“

”ہوسکتا ہے لیکن وہ ایک تیسرے پُراسرار شخص کو اہمیت دے رہا ہے۔“

”یہ تیسرا پُراسرار شخص کون ہے؟“

”خان یہی معلوم کرنا چاہتا ہے۔ وہ یقین سے کہتا ہے کہ دونوں گاڈ فادر اور رب راکھن کو کوئی پُراسرار شخص لڑا رہا ہے۔ اس لڑائی میں حمزہ بیگ مارا گیا ہے۔ اب ایک گاڈ

فادر اور رب راکھن اپنے پوتے اور بیٹے کے معاملے میں الجھے ہوئے ہیں جس کے نتیجے میں یہاں کا سیاسی بحران اور افراتفری بڑی حد تک کم ہوگئی ہے۔ ایسا کوئی محب وطن اور فرض شناس پولیس یا انٹیلی جنس کا افسر ہی کر سکتا تھا۔“

صداقت نے کہا۔ ”ایسا تو ایک ہی فرض شناس ڈائریکٹر جنرل تھا جسے رب راکھن کے ڈاکوؤں نے ہلاک کر دیا‘ کیا اب کوئی اور پیدا ہوگیا ہے؟“

”صرف شیطان پیدا نہیں ہوتے‘ فرشتے بھی پیدا ہوتے ہیں اور زندگی کے ہر شعبے میں پیدا ہوتے ہیں۔ خان نے اپنی ذہانت سے اس پُراسرار شخص کے اس طریقہ کار کو اہمیت دی ہے کہ وہ نامعلوم شخص رب راکھن اور گاڈفادرز کے فیملی ممبرز کو مہرے کے طور پر استعمال کرتا ہے جس کے نتیجے میں وہ تمام سنگدل مجرم بھی سیاست سے ہٹ کر اپنے گھریلو مسائل میں الجھ جاتے ہیں۔“

”یہ نیا گاڈفادر بڑی ذہانت سے حالات اور واقعات کا تجزیہ کرتا ہے۔ اب آپ بتائیں کہ آپ کیا چاہتے ہیں؟“

”خان اعظم خان کی ایک بیٹی ہے۔ اس کا نام حمیرا ہے۔ وہ بیٹی کے لیے ایسا غیرت مند ہے کہ ہم جیسے کسی بھی مجرم کی زبان سے اس کا ذکر سننا گوارا نہیں کرتا ہے۔ جب وہ خان ایک گاڈفادر کی حیثیت سے جرائم کی دنیا میں ظاہر ہو گا تو وہ پُراسرار شخص اس کی بیٹی حمیرا کو بھی مہرہ بنائے گا۔“

”ایسا ممکن ہے۔ جب اس پُراسرار شخص کا طریقہ کار یہی ہے کہ مجرم بزرگوں کو ان کے بچوں کے ذریعے ان کے جرائم کا احساس دلاتا ہے تو وہ پھر حمیرا کو بھی مہرہ بنا کر گاڈفادر خان کو کانٹوں کے بستر پر پہنچا دے گا۔“

”لیکن میں اتنا انتظار نہیں کر سکتا۔ ایک تو وہ خود کو چوبیس گھنٹے بعد ظاہر کرے گا۔ دوسرے یہ اندیشہ ہے کہ وہ اس پُراسرار شخص کو شکار کرلے گا۔ میں چاہتا ہوں جتنی جلدی ہوسکے‘ اس کی بیٹی کو اغوا کرلیا جائے۔ بیٹی اغوا ہوگی تو وہ غیرت سے مر جائے گا۔ گاڈفادر کی حیثیت سے منظرعام پر نہیں آئے گا پھر ہم موساد والوں کو مجبور کریں گے کہ اب یہاں ”را“ والوں کے انتخاب کے مطابق گاڈفادر آئے گا۔“

"کیا آپ مطمئن ہیں کہ یہاں تک کسی نے آپ کا تعاقب نہیں کیا ہے؟"

"میں مطمئن ہوں' آپ اپنے طور پر اطمینان کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں۔"

"آپ یہاں تشریف رکھیں۔ میں چھت پر جاکر چھپ کر دیکھوں گا۔ بائی دی وے' آپ اپنے دشمن خان کا رہائشی پتا اور فون نمبر جانتے ہوں گے۔"

اس نے خان اعظم خان کی کوٹھی کا پتا اور دو فون نمبرز لکھوائے۔ وہ خان کے موبائل فون کا نمبر نہیں جانتا تھا۔ صداقت نے کہا۔ "وہ غیرت مند اپنی بیٹی کو اپنے ساتھ اس کوٹھی میں نہیں رکھتا ہوگا۔ کیا اس کے دوسرے اڈے معلوم ہیں؟"

"پہلے میں نے اہمیت نہیں دی تھی لیکن! کل صبح تک اس کی دوسری رہائش گاہوں کا پتا معلوم کرلوں گا۔"

صداقت وہاں سے اٹھ کر اپنے بیڈ روم میں آیا پھر اپنا موبائل فون لے کر چھت پر آگیا۔ وہاں سے چھپ کر چاروں طرف دیکھنے لگا۔ گلی میں صرف آتما رام کی گاڑی نظر آئی لیکن دور مین روڈ پر ایک کار اسٹریٹ لائٹ سے دور کھڑی ہوئی تھی۔

اس نے موبائل سے رابطہ کرکے دھیمی آواز میں کہا۔ "ہیلو مراد! میں مردہ بول رہا ہوں۔"

"یس سر! زندہ حاضر ہے۔"

"تمہارے کوارٹر کے سامنے مین روڈ پر ایک گاڑی کھڑی ہے۔ تم بتا سکتے ہو' وہ کب سے وہاں ہے؟"

"تقریباً چالیس منٹ ہوئے ہیں۔ پندرہ منٹ پہلے ایک شخص کار سے نکل کر ٹہلتا ہوا آپ کی گلی کی طرف گیا تھا پھر واپس آکر کار میں بیٹھ گیا۔ جب وہ اسٹریٹ لائٹ کے سامنے سے گزرا تو معلوم ہوا' وہ ایک سیاہ فام ہے۔"

سیاہ فام کے ذکر پر صداقت کو یاد آیا کہ وہ اپنے خفیہ اور پُراسرار جان نثاروں کو کالے کہتا ہے۔ اس نے مراد سے کہا۔ "اس کار میں جو شخص بیٹھا ہے وہ نہایت ہی چالاک اور خطرناک ہے۔ فوراً تیار ہو جاؤ۔ تم اس کار کا تعاقب ایسے کرو کہ اسے شبہ نہ ہو۔ وہ جہاں جائے وہاں سے اس کی واپسی کا انتظار کرو۔ ہوسکتا ہے' وہ دو رہائش گاہوں

میں جائے۔ اپنے ساتھی راشد کو فون کرو تاکہ وہ دوسری رہائش گاہ کی نگرانی کرے۔ نہیں متعلقہ دفتر جاکر یہ معلوم کرنا ہے کہ خان اعظم خان کے نام پر جو موبائل فون ہے اس کا نمبر کیا ہے؟"

وہ فون بند کرکے چھت سے اتر کر بیڈ روم میں آیا۔ وہاں فون رکھ کر ڈرائنگ روم میں پہنچا پھر آتما رام سے بولا۔ "آپ بہت چالاک اور محتاط ہیں۔ کسی نے یہاں تک آپ کا تعاقب نہیں کیا ہے۔ اب آپ کی طرح میں بھی مطمئن ہوں۔"

"تو پھر آپ میرا کام کررہے ہیں؟"

"آپ جب بھی اس کی دوسری رہائش گاہوں کا پتا بتائیں گے' میں اس کی بیٹی تک پہنچ جاؤں گا۔ آپ جہاں کہیں گے' میرے آدمی اسے وہاں پہنچا دیں گے۔ اگر آپ اس کی دوسری رہائش گاہوں کا پتا معلوم نہیں کرسکیں گے تو پھر میں سراغ لگاؤں گا کہ اس نے بیٹی کو کہاں چھپا کر رکھا ہے لیکن سراغ لگانے میں کئی دن لگ سکتے ہیں۔"

"میں تو جلد سے جلد "را" کا گاڈ فادر لانا چاہتا ہوں۔ اگر مجبوراً دیر ہوگی تو صبر کرنا ہوگا لیکن دیر ہو تب بھی اس کی بیٹی کو اغوا کرکے اسے غیرت سے مرجانے پر مجبور کرنا ہوگا۔" آتما رام نے اٹھ کر کہا۔ "آپ کو اس کام کا منہ مانگا معاوضہ ملے گا۔ میں ابھی جاکر اس کے بارے میں مزید معلومات حاصل کروں گا۔"

صداقت نے بنگلے سے باہر نکلتے ہوئے کہا۔ "میں آپ کو چائے پانی کے لیے بھی نہ پوچھ سکا' ہمارے درمیان ایسی باتیں ہو رہی تھیں کہ میزبانی کا موقع ہی نہ ملا۔"

"کوئی بات نہیں پھر سہی۔"

وہ کار میں بیٹھ کر چلا گیا۔ صداقت مسکراتا ہوا بنگلے اندر گیا۔ وہ خان اعظم خان کو اچھی طرح جانتا تھا۔ اس نے اسکاٹ لینڈ یارڈ کی ریکارڈ لائبریری میں اس کی فائل دیکھی تھی۔ اس کی پوری ہسٹری شیٹ پڑھی تھی اور مختلف زاویوں سے اتاری ہوئی اس کی تصاویر بھی دیکھی تھیں۔ وہ چند ایسے عالمی شہرت رکھنے والے سیکرٹ ایجنٹوں میں سے تھا جو کسی غیر ملک میں سراغ رسانی کرتے ہوئے کبھی گرفت میں نہیں آئے۔ خان اعظم خان..... حتی الامکان کوشش کرتا تھا کہ اپنے خلاف کوئی ثبوت نہ چھوڑے اور اگر

کبھی ثبوت رہ جاتا اور پھنسنے کا اندیشہ ہوتا تو وہ اس ملک کی سرحد سے نکل آتا تھا۔

تقریباً دو گھنٹے کے بعد مراد نے فون پر کہا۔ "سر! وہ کار ایک کوٹھی میں گئی تھی۔ آدھے گھنٹے بعد ایک جوان لڑکی چند باڈی گارڈز کے ساتھ ایک پجیرو میں بیٹھ کر کہیں گئی ہے۔ راشد اس کے تعاقب میں گیا ہے۔ میں اس کار کے تعاقب میں ہوں جس میں ایک معمر شخص سیاہ باڈی گارڈ کے ساتھ بیٹھا ہوا ہے۔"

صداقت نے کہا۔ "اگر وہ کوٹھی نمبر دو سو دو میں جائے تو وہاں نہ ٹھہرنا۔ مجھے اس کے موبائل فون نمبر کی ضرورت ہے۔"

وہ فون بند کر کے انتظار کرنے لگا۔ بیس منٹ کے بعد فون پر راشد نے کہا۔ "سر! زندہ بول رہا ہے۔"

اس نے کہا۔ "مُردہ سن رہا ہے۔"

راشد نے کہا۔ "وہ پجیرو پنڈی پوائنٹ کے رہائشی علاقے میں گئی پھر کوٹھی نمبر C-25 کے احاطے میں چلی گئی۔ کیا مجھے انتظار کرنا چاہیے؟"

"تم اب جا کر آرام کرو۔"

صداقت نے اپنا موبائل فون بند کیا۔ اس کے بنگلے کے فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ اس نے ریسیور اٹھا کر کہا۔ "ہیلو' سوغات علی اسپیکنگ۔"

دوسری طرف سے آواز آئی۔ "جب میں فون نمبر معلوم کر سکتا ہوں تو پھر نام بھی پوشیدہ نہیں ہے۔ میں تمہارے جیسے افسروں کی تلاش میں رہتا ہوں' جن سے بہ آسانی لین دین ہو سکے۔"

"کیسا لین دین' تم کون ہو؟"

"وہی ہوں' جس کا ذکر آتما رام نے تم سے کیا ہے۔"

"اوہ' خان اعظم خان! بھئی مانتا ہوں اپنے پیشے میں ماہر ہو۔ میں نے آتما رام سے پوچھا تھا' کیا وہ محتاط رہ کر یہاں آیا ہے؟ کسی نے تعاقب نہیں کیا ہے مگر کمال ہو گیا! تم نے میرا نام اور فون نمبر بھی معلوم کر لیا۔"

"میرا خیال ہے کام کی بات ہو جائے۔ میں نہیں جانتا اس نے تمہیں کتنی رقم

دینے کا وعدہ کیا ہے۔ جتنی بھی رقم ہے' اسے چار سے ضرب کر لو پھر مجھے رقم بتاؤ' ایک گھنٹے کے اندر میرا کالا آ کر پوری رقم ادا کرے گا۔"

"یہ کالا کیا چیز ہے؟"

"میرا جو وفادار کالے کام کی کالی رقم ادا کرتا ہے اسے میں کالا کہتا ہوں۔ ہاں تو تم نے چار سے ضرب دیا؟ کتنی رقم ہوئی؟"

"شاید تم یقین نہ کرو' جو کام وہ مجھ سے لینا چاہتا تھا' اسے میرے ضمیر نے گوارا نہیں کیا۔ میں نے انکار کر دیا۔"

"تعجب ہے۔ مجرموں اور کرپٹ افسروں کا بھی ضمیر ہوتا ہے؟"

"سب کا نہ ہوتا ہو' مگر میری ایک جوان بیٹی ہے۔ میں نے آتما رام سے کہا' اگر میں بھی خان اعظم خان کی بیٹی تک پہنچوں گا تو سب سے پہلے اس کے سر پر آنچل رکھوں گا پھر ایک باپ بن کر اس کی پیشانی کو بوسہ دوں گا۔"

دوسری طرف تھوڑی دیر تک خاموشی رہی۔ صداقت نے کہا۔ "یہ ضروری نہیں ہے کہ تم میرے پدرانہ جذبات سے متاثر ہو جاؤ اور مجھے ایک باضمیر انسان سمجھو۔ مسٹر خان! ہم دن رات بے شمار جرائم کے مرتکب ہوتے رہتے ہیں لیکن اپنے بچوں کے لئے غیرت مند..........اور ضمیر والے کہلاتے رہتے ہیں۔ جب میں کبھی رات کو اٹھ کر اپنی بیٹی کے کمرے میں جاتا ہوں اور نیند کی حالت میں اس کی معصومیت دیکھتا ہوں تو وہ سونے والی بچی میرے اندر چیختی ہے اور پوچھتی ہے' ابو! آپ ہماری معصوم سی دنیا کو حرام کی کمائی سے خوب صورت کیوں بنانا چاہتے ہیں؟ آپ یہ کیوں نہیں سمجھتے کہ جو بھی آپ کا داماد بننے آئے گا' وہ حرام کے راستے سے دلہا بن کر آئے گا.........."

اس کی بات ادھوری رہ گئی۔ خان اعظم خان نے چیخ کر کہا۔ "یو شٹ اپ' چپ ہو جاؤ۔ میں کہتا ہوں چپ ہو جاؤ۔ تم چپ کیوں نہیں ہوتے۔ کیوں میرے کانوں میں گونج رہے ہو۔ نہیں آئے گی میری بیٹی کے لیے بارات' کرپشن کے راستے نہیں آئے گی۔ میرے ضمیر کو نوچنے والے چپ ہو جاؤ.........."

صداقت نے آہستگی سے ریسیور رکھ دیا۔ وہ اچھی طرح سمجھتا تھا کہ تمام مجرموں کو

صرف ہتھیاروں سے نہیں مارا جاتا۔ اگر ان میں سے کسی میں ایک ذرے کے برابر شرم اور غیرت رہ گئی ہو تو اس کے تمام جرائم کو ایک چٹکی ایمان سے ختم کیا جا سکتا ہے۔

★==========★==========★

حمیرا صبح چار بجے بیدار ہونے کی عادی تھی۔ خواہ کتنی ہی شدید سردی ہو' وہ بستر سے اٹھتے ہی غسل کرتی تھی پھر فجر کی نماز ادا کرتی تھی۔ اس کے بعد جوگنگ کا لباس پہن کر چھ مسلح گارڈز کی نگرانی میں کوٹھی سے باہر جاتی تھی۔ اسے یہ نہیں معلوم ہوتا تھا کہ نگرانی ہو رہی ہے۔ وہ تمام گارڈز جانتے تھے کہ بے بی کن راستوں سے جوگنگ کرتی ہوئی واپس کوٹھی کے لان میں آئے گی۔ وہ ان راستوں کے مختلف حصوں میں چھپ کر رہتے تھے۔ جب وہ خیریت سے پہنچ جاتی تو گارڈز بھی ان راستوں سے چلے آتے تھے۔

پچھلی رات باپ نے سمجھایا تھا۔ "بیٹے! میں نے پاکستان آکر مستقل رہائش اختیار کی ہے۔ تم میری یہاں موجودگی سے بہت خوش ہو لیکن میری موجودگی کا ایک نقصان یہ ہے کہ میرے دشمن مجھے کمزور بنانے کے لیے تمہیں کسی مصیبت میں مبتلا کر سکتے ہیں۔"

"پاپا! یہ کیسی زندگی ہے۔ میں کسی بہت بڑی ریاست کی شہزادی کی طرح عیش و آرام سے رہتی ہوں۔ مجھے دنیا کی تمام نعمتیں میسر ہیں لیکن سب کچھ ہونے کے باوجود ماں باپ کے سائے سے محروم رہتی ہوں۔ اب آپ پھر کسی مصروفیت کا ذکر کر کے مجھ سے دور جانے آئے ہیں۔"

"نہیں۔ پاپا کی جان! میں اسی شہر میں رہوں گا لیکن ہماری رہائش الگ ہوگی۔ حالات کا تقاضا ہے کہ تم اسی وقت یہ جگہ چھوڑ کر پنڈی پوائنٹ والی کوٹھی میں چلی جاؤ۔ دشمن نہیں جان سکتے کہ وہ کوٹھی تمہاری جائداد میں شامل ہے۔ اسے میں نے تمہاری مرحوم دادی کے نام سے خریدا تھا۔"

وہ باپ کے سینے پر سر رکھ کر بولی۔ "آپ صاف کیوں نہیں کہتے کہ ہم ایک شہر میں رہ کر بھی ایک دوسرے کی صورت نہیں دیکھیں گے۔"

"تمہارے موبائل فون کا نمبر صرف میں جانتا ہوں۔ جہاں تم رہو گی وہاں اور کوئی فون نہیں کرے گا۔ ہم اس موبائل فون کے ذریعے خوب باتیں کیا کریں گے۔"

"صرف باتیں کریں گے۔ مجھے سر رکھنے کے لیے آپ کا یہ سینہ نہیں ملے گا۔ آپ کا ہاتھ میرا سر نہیں سہلائے گا۔ پاپا! آپ یہ سب کچھ چھوڑ کیوں نہیں دیتے؟ دشمنوں سے کہہ دیں کہ آپ بیٹی کے ساتھ رہنے کے لیے آئندہ کسی سے دشمنی نہیں کریں گے۔ دشمنوں سے محبت کی جائے تو کیا وہ پھر بھی دشمن رہتے ہیں؟"

"میں کسی گلی کا بدمعاش ہوتا اور شرافت کے راستے پر چل نکلتا' پانچوں وقت مسجد جانا شروع کر دیتا تو محلے والے خوش ہو جاتے۔ خدا کا شکر ادا کرتے کہ ایک بدمعاش کی بدمعاشی سے نجات مل گئی ہے لیکن میری بدقسمتی یہ ہے کہ میں عالمی شہرت کا حامل ہوں۔ بڑے بڑے ممالک اور بڑی خطرناک تنظیموں کے بہت سے اہم راز جانتا ہوں۔ وہ کبھی یقین نہیں کریں گے کہ شیطان بوڑھا ہو کر سادھو بن گیا ہے۔ میں ایک عام سا مسلمان ہو کر پنج وقتہ پڑھتا ہوا مسجد کی طرف جاؤں گا تو مجھے گولیوں سے چھلنی کر دیا جائے گا تاکہ ان سب کے تمام راز میرے ساتھ قبر میں دفن ہو جائیں۔"

اس نے باپ کے منہ پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ "آپ موت اور قبر کی باتیں نہ کریں۔ آپ ہمیشہ میرے ساتھ نہیں رہتے ہیں لیکن کبھی کبھی مجھے آپ کی آغوش مل جاتی ہے۔ میں ہر نماز میں آپ کی لمبی عمر کی دعائیں مانگتی ہوں۔ آپ جیسا مناسب سمجھتے ہیں ویسی ہی زندگی گزاریں لیکن میرے لیے زندہ سلامت رہیں۔"

"میری جان تو تمہارے اندر ہے۔ مجھ سے وعدہ کرو۔ پنڈی پوائنٹ والی کوٹھی میں رہو گی تو دو چار ہفتے جوگنگ کے لیے یا شاپنگ وغیرہ کے لیے باہر نہیں جاؤ گی۔ کوٹھی کے لان میں بھی نہیں آؤ گی۔ میری کوشش ہوگی کہ جلد سے جلد ایک دشمن کی عبرتناک موت کے ذریعے تمام دشمنوں کو دہشت زدہ کر دوں کہ خان اعظم خان کی بیٹی کا نام زبان پر لانے والا کیسی لرزہ خیز موت مرتا ہے۔ وعدہ کرو بیٹی! جب تک میں فون کے ذریعے تمہیں آزادی سے گھومنے پھرنے کی اجازت نہ دوں' تم کوٹھی سے باہر نہیں جاؤ گی۔"

اس نے وعدہ کیا پھر اسی رات مسلح گارڈز کی حفاظت میں پنڈی پوائنٹ والی کوٹھی میں منتقل ہو گئی۔ وہاں بھی اسے آرام پہنچانے اور خدمت کرنے والوں کی کمی نہیں تھی لیکن ان میں کوئی اپنا نہیں تھا۔ اس نے جب سے ہوش سنبھالا تھا تب سے پڑھتی لکھتی اور اپنی

گورنس کے ذریعے بہترین تربیت حاصل کرتی رہی تھی۔ ایسے ٹیچرز بھی تھے جو اسے دینی تعلیمات کے علاوہ دنیاوی حالات سے بھی باخبر رکھتے تھے۔ وہ دل بہلانے کے لیے ٹی وی پر دنیا کے تمام چینلز دیکھتی تھی۔ اس کے باوجود وہ خود کو اندر سے خالی خالی محسوس کرتی تھی۔

یہ فطری خواہش ہوتی ہے کہ اپنا کوئی چاہنے والا ہو۔ باپ اپنا تھا مگر دور دور تھا۔ دل چاہتا تھا کہ کوئی ایسا ہو' جو اپنا سارا وقت اور ساری توجہ اسے دے اور اسے اپنی کل کائنات سمجھ کر دن رات اس کا ساتھ دے۔ ایسا تو کوئی محبوب ہوتا ہے یا کوئی جیون ساتھی ہوتا ہے مگر ایسا کوئی متاثر کرنے اور اسے چاہنے والا ابھی اس کی زندگی میں نہیں آیا تھا۔

رات کے تین بجے وہ ٹی وی کے سامنے بیٹھی ایک انگریزی فلم دیکھ رہی تھی۔ ایسے وقت موبائل فون پر اشارہ موصول ہوا۔ اس نے فوراً اسے آن کیا پھر کہا۔ "ہیلو پاپا! میں بول رہی ہوں۔"

اس موبائل فون کا نمبر اس کے باپ کے سوا کوئی نہیں جانتا تھا اس لیے کوڈ ورڈز ادا کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ دوسری طرف سے فون پر باپ کی کراہتی ہوئی آواز سنائی دی۔ آواز صاف نہیں تھی۔ سائیں سائیں کی آواز کے ساتھ ہلکی ہلکی سی سیٹیاں یوں سنائی دے رہی تھیں جیسے ادھر کے فون میں کچھ خرابی پیدا ہو گئی ہو۔

وہ کراہتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ "بیٹی! میں.......... میں زخمی ہو گیا ہوں۔ ایک کالے کی کوٹھی میں ہوں' تم اپنے کالے ون کو فون دو۔ میں اس سے کہتا ہوں' وہ تمہیں میرے پاس پہنچا دے گا۔"

حمیرا کالے ون کو پکارتی ہوئی بیڈ روم سے باہر آئی۔ اس کا خاص باڈی گارڈ کالا ون کہلاتا تھا اور خان اعظم خان کا باڈی گارڈ کالا ٹو کہلایا کرتا تھا۔ کالے ون نے حمیرا سے فون لے کر سنا پھر دوسرے سیکیورٹی گارڈز سے کہا۔ "میں بے بی کو لے جا رہا ہوں۔ مجھ سے میرے موبائل پر رابطہ رکھو۔"

سیکیورٹی افسر نے پوچھا۔ "کیا تم تنہا جاؤ گے؟"

"ہاں۔ ہمارا آقا جہاں ہے' وہاں صرف بے بی کا باڈی گارڈ ہی جا سکتا ہے۔ وہ جگہ ہر ایک کے علم میں لائی نہیں جا سکتی۔"

حمیرا کا ذاتی فون آن تھا۔ سیکیورٹی افسر نے فون پر خان اعظم خان کا حکم سنا پھر حمیرا کو تنہا باڈی گارڈ کے ساتھ جانے کی اجازت دے دی۔

وہ باڈی گارڈ کے ساتھ ایک کار میں بیٹھ کر روانہ ہوئی۔ تھوڑی دیر بعد پھر فون پر اشارہ موصول ہوا۔ اس نے آن کر کے کہا۔ "یس پاپا! میں حمیرا بول رہی ہوں۔"

دوسری طرف کا فون پہلے کی طرح خراب تھا۔ وہ کراہتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ "بیٹی پریشان نہ ہونا۔ گولی زخمی کرتی ہوئی گزر گئی ہے اس لیے ڈاکٹر کو کالے ٹو کی کوٹھی میں بلایا ہے۔ یہ کوٹھی مری روڈ کی پہلی پولیس چوکی کے دائیں طرف والی سڑک پر ہے۔ میں واردات کی جگہ گاڑی چھوڑ کر آیا ہوں۔ اس گاڑی میں دوسرے سامان کے ساتھ میری چھوٹی ڈائری ہے جس میں تمہارا موبائل فون نمبر لکھا ہوا ہے۔ تم یہاں پہنچنے تک اپنے فون کی بیٹری نکال دو تا کہ کوئی دشمن تمہیں مخاطب نہ کرے۔"

"پاپا! میں یہاں سے چل پڑی ہوں۔ جلد ہی پہنچنے والی ہوں۔ آپ کی بیٹی بس آ رہی ہے.........."

اس نے فون بند کر کے اس کی بیٹری نکال دی۔ باڈی گارڈ کالا ون بڑی تیز رفتاری سے ڈرائیو کر رہا تھا۔ وہ پون گھنٹے میں باڈی گارڈ کالا ٹو کی کوٹھی کے سامنے پہنچے۔ دو مسلح گارڈز نے بڑا سا آہنی گیٹ کھول دیا۔ کار احاطے کے اندر گزرتی ہوئی پورچ میں آ کر رک گئی۔ ایک ملازم نے آ کر پچھلا دروازہ کھولا۔ حمیرا تیزی سے باہر آئی۔ ایک ملازمہ نے کہا۔ "بے بی! میرا ساتھ میں آؤ۔ تمہارا پاپا ویٹ کرتا ہے۔"

وہ ملازمہ کے ساتھ کوٹھی کا بیرونی دروازہ کھول کر اندر گئی۔ باڈی گارڈ کالا ون نے سیکیورٹی افسر سے پوچھا۔ "کار کہاں کھڑی کی جائے؟"

سیکیورٹی افسر نے کہا۔ "کار کو ہم ٹھکانے لگا دیں گے۔ پہلے تم ٹھکانے لگ جاؤ۔"

اس سے پہلے کہ وہ بات کو سمجھتا' ایک گارڈ نے سائلنسر لگے ہوئے ریوالور سے فائر کیا۔ گولی کالے ون کے سر میں لگی۔ دوسرا فائر ہوا۔ گولی اس کے سینے کے پار ہو گئی پھر

تیسری گولی چلی۔ ہلاک کرنے والے نہیں چاہتے تھے کہ وہ کسی طرح زندہ رہ جائے۔ کالا ون بڑا جیدار تھا لیکن اس پر اچانک حملہ ہوا تھا اور اسے گولیوں سے چھلنی کر دیا گیا تھا۔ وہ بے چارہ بے جان ہو کر زمین پر گر پڑا۔

سیکیورٹی افسر نے کہا۔ "اسی کار کی ڈکی میں لاش ڈالو۔ اپنے ساتھ دوسری گاڑی بھی لے جاؤ۔ یہاں سے سو ڈیڑھ سو کلومیٹر دور لے جا کر اس گاڑی کو گہری کھائی میں پھینک دو۔"

دوسرے گارڈز اس کے حکم کی تعمیل کرنے لگے۔ کالے ون کی لاش کو پلاسٹک کے بڑے تھیلے میں لپیٹ کر ڈکی میں چھپا دیا گیا۔ اس کار کو ایک گارڈ نے ڈرائیو کیا۔ دوسرے دو گارڈز اس کے پیچھے اپنی ایک گاڑی لے گئے۔ اس کوٹھی کے اندر جانے والی حمیرا اب تنہا بے یار و مددگار رہ گئی تھی۔

اس کوٹھی کا ڈرائنگ روم بہت وسیع و عریض اور نہایت قیمتی سامان سے آراستہ تھا۔ حمیرا ایک ملازمہ کے ساتھ چلتی ہوئی تیزی سے ڈرائنگ روم میں رک گئی۔ ایک بڑی سی ٹی وی اسکرین پر نیم برہنہ حسینائیں پاپ میوزک پر ڈانس کر رہی تھیں۔ میوزک کی آواز اور عورتوں کے قہقہے بلند تھے۔ اس نے حیرانی سے سوچا' پاپا کو گولی لگی ہے اور یہاں ہنسنے' ناچنے اور گانے کا شور بلند ہے' کالا کہاں ہے؟"

اس نے پلٹ کر دیکھا۔ وہ نظر نہیں آیا۔ اس نے ملازمہ سے پوچھا۔ "میرا گارڈ کہاں ہے؟"

ملازمہ نے اپنی پیشانی سے سینے تک صلیب کا نشان بناتے ہوئے کہا۔ "گاڈ بلیس ہم۔ ہی از نو مور۔"

وہ چیخ کر بولی۔ "نہیں' کیا بکواس کر رہی ہو؟"

وہ دوڑتی ہوئی دروازے کے پاس گئی۔ اسے کھولنا چاہا۔ وہ باہر سے بند تھا۔ وہ دروازے پر گھونسے مارنے لگی پھر اس نے پلٹ کر بلند آواز میں پوچھا۔ "پاپا! میں یہاں آئی ہوں۔ کیا آپ یہاں ہیں پاپا! پلیز جواب دیں۔ آپ میری آواز سن رہے ہیں؟"

پاپ میوزک' رقص اور قہقہوں کی آوازیں اور تیز ہو گئی تھیں۔ وہ چیخ کر بولی۔

"بند کرو یہ ٹی وی' بند کرو۔"

اس نے سینٹر ٹیبل سے ایک بڑی ایش ٹرے کو اٹھا کر ٹی وی کو نشانہ بنایا۔ اسکرین کا شیشہ چکنا چور ہو گیا۔ ایک دم سے خاموشی چھا گئی۔

اس نے ملازمہ سے پوچھا۔ "میرے پاپا کہاں ہیں؟"

اسے ایک مرد کی آواز سنائی دی۔ اس نے پلٹ کر دیکھا۔ ایک بوڑھا عمدہ سوٹ پہنے ڈرائنگ روم کے بڑے سے محرابی دروازے کے پاس کھڑا ہوا تھا اور کہہ رہا تھا۔ "تم نے اتنا بڑا ٹی وی توڑ ڈالا کوئی بات نہیں' یہاں کی ہر چیز تمہاری ہے۔ جسے چاہو' توڑو۔ دوسری آجائے گی۔ ڈھائی کروڑ روپے کی اس کوٹھی میں سب سے مہنگی اور نایاب تم ہو۔ تمہیں نہیں ٹوٹنا چاہیے۔"

"میرے پاپا کہاں ہیں؟"

"میں یقین سے نہیں کہہ سکتا۔ وہ بڑا شاطر ہے۔ اسے کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ شاید اپنی کوٹھی کے بیڈ روم میں آرام سے سو رہا ہو گا۔"

وہ ایک قدم پیچھے ہٹ کر بولی۔ "تم لوگ کون ہو؟"

"تمہارے اپنے ہیں۔ تمہارے سگے ہیں۔ ہمارا تمہارا خون کا رشتہ ہے۔ یقین نہ ہو تو اپنی آنکھوں سے دیکھ لو۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی ایک حسین عورت بڑے نازوانداز سے چلتی ہوئی ڈرائنگ روم میں آئی۔ اس کی جوانی' بڑھاپے میں داخل ہو چکی تھی۔ اس کے باوجود آرائشی حسن کے باعث قدرے جوان اور پُرکشش لگ رہی تھی۔

حمیرا نے اسے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر حیرانی سے دیکھا۔ اس کے پاس ماں کی جوانی کی تصویریں تھیں۔ تب سے اب تک سلینا میں کافی تبدیلی آگئی تھی اس کے باوجود اس نے ماں کو پہچان لیا۔

سلینا نے کہا۔ "حیرانی سے سوچ رہی ہو کہ میں کون ہوں؟ تمہیں حیران ہونا اور سوچنا چاہیے۔ کیونکہ تمہارے خود غرض باپ نے کبھی میرا نام تمہیں نہیں بتایا ہو گا۔ کبھی تمہیں کوئی تصویر نہیں دکھائی ہو گی اور کبھی یہ نہیں بتایا ہو گا کہ میں تمہاری....."

حمیرا نے ہاتھ اٹھا کر اسے آگے کہنے سے روک دیا پھر کہا۔ "اپنی زبان سے نہ کہو کہ تم میری ماں ہو۔ اگر بیٹی کو اغوا کرانے والی ماں ہوتی ہے تو میں اس رشتے پر تھوکتی ہوں۔"

سلینا نے طنزیہ ہنسی کے ساتھ کہا۔ "خون پاکستانی اور پٹھانی ہے اس لیے گرمی تو ہوگی۔ اگر باپ نے ذہانت سے کام لینے والی تعلیم دلائی ہے تو سوچو کہ حق دار کو اس کا حق نہیں ملتا ہے تو وہ چور راستوں سے اپنا حق حاصل کرتا ہے۔ میں نے بھی یہی کیا ہے۔"

"میڈم! میرے پاپا کہتے ہیں' جسے دل و جان سے چاہو' اس سے کوئی بات نہ چھپاؤ۔ خواہ وہ بات کتنی ہی زہریلی ہو۔ اگر بات چھپائی جائے گی اور وہ بعد میں کھلے گی تو بات چھپانے والے کی شخصیت زیرو ہو جائے گی اس لیے پاپا نے ایک ڈائری میں اپنے اور تمہارے کردار کے بارے میں' ایک سیکرٹ ایجنٹ حسینہ کی بے حیائی اور ایک سیکرٹ ایجنٹ کی بے غیرتی کے متعلق بہت کچھ لکھا ہے۔"

"پھر تو تمہیں ماں کے علاوہ باپ سے بھی نفرت کرنا چاہیے۔"

"میں نے کہا ہے کہ بات چھپانے والے کی شخصیت زیرو ہو جاتی ہے اور میرے پاپا نے کوئی بات نہیں چھپائی۔ ایک ڈائری اس لیے لکھ دی کہ میں شعور حاصل کرنے کے دوران اسے پڑھتی رہوں' حقائق سمجھتی رہوں اور یہ فیصلہ کرسکوں کہ کون میرے لیے مخلص ہے اور کون خود غرض!"

"اچھا ہوا کہ سیکرٹ ایجنٹ ماں باپ کی بے حیائی اور بے غیرتی تم سے چھپی ہوئی نہیں ہے۔ اب تم خود ہی عقل سے سوچو کہ جسے تم باپ کہتی ہو' اس کے باپ ہونے کا ثبوت کیا ہے؟ میں نے تمہیں جنم دیا ہے اور جنم دینے والی ماں یہ حقیقت جانتی ہے کہ تمہارا باپ ایکس' وائی اور زیڈ میں سے کون ہے؟"

"میڈم! تمہیں بولتے ہوئے شرم نہیں آرہی ہے مگر مجھے سنتے ہوئے شرم آرہی ہے۔"

"بعد میں شرماتی رہنا پہلے اپنے باپ کے بارے میں تصدیق کرلو۔"

"انسان اپنی غیرت سے پہچانا جاتا ہے۔ انہوں نے تمہیں اس عرصے تک سیکرٹ

سروس سے نکال کر گھریلو عورت بنائے رکھا جب تک کہ میں پیدا نہ ہوئی۔ پھر میری پیدائش کے دن تک انہوں نے دن رات تمہیں اپنی نگرانی میں رکھا۔ یہ میرے لیے کتنا بڑا اعزاز ہے کہ میرے پاپا نے تمہاری بے حیا سوسائٹی میں رہ کر بھی مجھے ناجائز ہونے کے طعنوں سے بچالیا ہے۔"

"کیا تم سمجھ سکتی ہو کہ تمہارے باپ نے ڈائری میں کتنا سچ اور کتنا جھوٹ لکھا ہوگا؟"

"میں پھر کہتی ہوں کہ انسان اپنی غیرت سے پہچانا جاتا ہے۔ میرے پاپا کی غیرت نے مجھے اس وطن' اس مشرقی ماحول میں پہنچایا۔ میں بیٹی ہوں اور تم ماں کہلانا چاہتی ہو مگر کتنا فرق ہے۔ ابھی ان لمحات میں بیٹی پورے لباس میں ہے اور تم نے مختصر سا لباس پہن رکھا ہے۔ مان لو کہ تم ماں نہیں' ایک ماڈل ہو۔"

وہ ایک صوفے پر بیٹھتے ہوئے بولی۔ "خان نے تمہارے اندر زہر بھر دیا ہے لیکن میں زہر مہرہ لائی ہوں۔ تمہارے اندر سے سارا زہر نکال دوں گی۔"

"ہم نے ایک دوسرے سے بہت کچھ کہہ دیا۔ اب یہ دروازہ کھولو اور مجھے جانے دو۔"

"دروازہ کھلے گا' تب بھی نہیں جاسکو گی۔ احاطے میں خونخوار کتے ٹہل رہے ہیں۔ دن کو خونخوار مرد ہوتے ہیں۔ تمہارا پرس' موبائل فون' تمہاری گاڑی اور تمہارا باڈی گارڈ یہاں سے سیکڑوں میل دور کسی گہرائی میں پہنچ چکے ہوں گے۔ یعنی تمہارے واپس جانے اور اپنے باپ سے رابطہ کرنے کے تمام راستے بند کر دیے گئے ہیں۔"

"کیا تم ایسا کرکے ایک بیٹی کو حاصل کرسکو گی؟"

"میں نے تل ابیب کی عدالت میں یہ مقدمہ جیت لیا ہے کہ میری بیٹی سرزمین اسرائیل میں پیدا ہوئی تھی۔ بیٹی کو میرے پاس رہنا چاہیے۔ یہودی ماں کی بیٹی بھی یہودی ہے۔ اگر مسلمان باپ دعویٰ کرے تو اسے اسرائیل میں رہائش اختیار کرنی ہوگی۔ میں تم سے قانونی بحث نہیں کروں گی اور پاکستان میں تمہارے باپ سے قانونی جنگ نہیں لڑوں گی کیونکہ ہمارے ملکوں کے درمیان سفارتی تعلقات نہیں ہیں۔ یہاں یہودیوں کا داخلہ

ممنوع ہے۔ میں تمہیں بڑی رازداری سے اسرائیل لے جاؤں گی۔ وہاں دیکھوں گی کہ تمہارا باپ اسرائیلی سیکرٹ ایجنٹ کی حیثیت سے آئے گا یا باپ بن کر پاکستانی بیٹی کو واپس لے جانے کی جرأت دکھائے گا۔"

"یہاں واپس آنے لانے والی بات بعد میں کرو۔ پہلے مجھے یہاں سے لے جانے کی جتنی تدابیر تمہارے دماغ میں ہیں' ان میں سے کسی تدبیر پر عمل کب کرو گی۔ اس وقت رات کے تین بج کر چالیس منٹ ہو چکے ہیں۔ تمہارے پاس صرف بیس منٹ ہیں۔ ٹھیک چار بجے پاپا بیدار ہوتے ہی مجھے فون پر پیار کرتے ہیں۔ اگر انہیں پیار نہ ملا تو تمہیں چھپنے کے لیے یہاں صرف قبر ہی ملے گی۔ جتنی جلدی ہو سکے' چلی جاؤ۔"

"ہمیں یہاں سے جانے کی جلدی نہیں ہے۔ افغانستان اور تاجکستان کے بارڈر پار کرانے والے جتنے دلال ہیں ان کی جیبیں ہم گرم کر چکے ہیں۔ ہماری ایک کال پر ایک ہیلی کاپٹر یہاں پہنچ جائے گا۔"

"تمہیں یہاں سے جانے کی جلدی نہیں ہے۔ یہ اچھی بات ہے۔ اب میں بھی یہاں سے جانے کی جلدی نہیں کروں گی۔"

وہ سلینا کے سامنے ایک صوفے پر بیٹھ گئی۔ وہ بیٹی کو بڑی محبت اور بڑے فخر سے دیکھ کر بولی۔ "تم نے میرے حسن و شباب کو بری طرح مات دی ہے۔ مجھے یقین نہیں آرہا ہے کہ میں نے اتنی حسین چیز پیدا کی ہے۔"

"تمہیں دس برس کے بعد یہ خیال کیوں آیا کہ پاپا مجھے تم سے دور لے گئے ہیں۔ اس وقت تم نے عدالت سے اپنے حق میں فیصلہ کیوں نہیں لیا' مجھے کیوں پاپا کے ساتھ جانے دیا؟"

"یہ سیاسی باتیں ہیں۔ موساد کے سربراہ کا حکم تھا کہ تمہارے پاپا کو ناراض نہ کیا جائے۔ ہم خان اعظم خان کو سپر پاور امریکہ کے انٹیلی جنس ڈپارٹمنٹ سے توڑ کر لائے تھے۔ اسے خوش کرنے کے لیے میں نے اس کی خواہش کے مطابق کچھ عرصہ سوسائٹی سے کٹ کر گزارا پھر تمہارے پیدا ہونے تک میں نے خان کے سوا کسی دوسرے مرد کی صورت نہیں دیکھی۔"

پھر وہ ہنستے ہوئے بولی۔ "عجیب غیرت مند ہے تمہارا باپ۔ وہ میرے لیے اپنی بیوی کے لیے غیرت مند کبھی نہیں رہا۔"

وہ پیچھے کھڑے ہوئے معمر شخص کی طرف چٹکی بجا کر بولی۔ "ایک لارج پیگ بنا دو۔ اس کے بغیر رات کو جاگنے کی عادت نہیں ہے۔"

"ڈائری میں لکھا ہے' شادی سے پہلے بھی تم سنگل یا لارج پیگ کے بغیر زندگی نہیں گزارتی تھیں۔ اسی طرح تم نے پاپا کو ٹریپ کیا۔ پاپا نے تمہیں ہر حال میں قبول کیا۔ انہوں نے صاف طور سے ڈائری میں لکھا ہے کہ وہ بہت بڑے بے غیرت تھے لیکن جب تم سے شادی کی بات کی تو....."

وہ ایک انگلی انکار میں ہلا کر بولی۔ "میں شادی نہیں کرنا چاہتی تھی لیکن موساد کے بڑوں نے حکم دیا کہ خان کو ہر پہلو سے جکڑ کر رکھو۔ وہ میرے مزاج کے خلاف بھی کوئی بات کہے تو میں اسے مان لیا کروں۔ اسی لیے میں نے اس کی ہر بات مان لی۔ ایک کنیز کی طرح تمہاری پیدائش تک اس کے تمام احکامات کی تعمیل کرتی رہی۔"

"یہ کتنی اچھی بات ہوتی کہ تم اسی طرح صرف میرے پاپا کی شریک حیات بن کر زندگی گزارتیں۔ آج میں فخر سے تمہیں ماں کہتی' میڈم نہ کہتی۔"

"ہمارے ٹریننگ سینٹر میں بچپن سے یہ بات مختلف حوالوں سے سمجھائی جاتی ہے کہ ہم وطن کی خاطر جاسوسی کرتے ہوئے اپنی آبرو لٹائیں گے تو فاحشہ نہیں کہلائیں گے۔ اس کے برعکس ہمیں بہترین کارکردگی پر ترقی ملتی ہے۔ ہمیں بڑی بڑی سیاسی اور سماجی تقریبات میں مدعو کیا جاتا ہے۔"

وہ معمر شخص ایک ٹرے میں لارج پیگ کا خوب صورت سا ہلکے نازک سے شیشے کا ساغر لے آیا۔ سلینا نے اس نازک سے جام کو بڑی نزاکت سے اٹھایا۔ معمر شخص چلا گیا۔ وہ دو گھونٹ پی کر اسے سینٹر ٹیبل پر رکھ کر بولی۔ "جب بے غیرت بن گئے تو پھر بن گئے لیکن خان نے کہا' اگر میں بیٹا پیدا کرتی تو پتا نہیں اس کے کیا احساسات ہوتے لیکن بیٹی کو گود میں لے کر شرم آتی ہے۔ اس نے پوچھا' کیا میں ایک بیٹی کی خاطر ایک ہی شوہر کی گھریلو بیوی اور اپنی بچی کی عزت دار ماں بن کر نہیں رہ سکتی؟"

اس نے پھر ایک گھونٹ پیا پھر کہا۔ "میں اسرائیلی آرمی کی ملٹری انٹیلی جنس میں فرسٹ لائن کی سراغ رساں تھی۔ کسی بھی مخالف ملک کا سیاست داں یا ملٹری افسر میرے حسن اور میری اداؤں کے جال سے نکل نہیں پاتا تھا۔ میں نے خان کے سمجھانے کے باوجود اپنے ملک کے لیے چند کارنامے انجام دیے۔ اس طرح ہمارے درمیان اختلافات پیدا ہوئے۔ موساد کے بڑے چاہتے تھے کہ میں کارنامے انجام دیتی رہوں اور وہ خان جیسے کامیاب اور خطرناک ایجنٹ کو بھی چھوڑنا نہیں چاہتے تھے اس لیے موساد کے بڑوں نے ایک خفیہ میٹنگ میں سمجھایا کہ میں خان سے طلاق لے لوں اور اس کے حق میں بیٹی سے دست بردار ہو جاؤں۔ میں تمہیں چھوڑنا نہیں چاہتی تھی۔ موساد کے بڑوں نے پھر مجھے سمجھایا کہ وہ بھی تمہیں چھوڑنا نہیں چاہتے۔ بچپن ہی سے تمہارے چہرے کے نقوش پیش گوئی کر رہے تھے کہ جوانی میں مجھ سے بھی حسین اور پُرکشش نظر آؤ گی۔ چند ماہ کی ٹریننگ کے بعد موساد کے لیے اپنے ماں باپ سے بھی زیادہ بڑے کارنامے انجام دیتی رہو گی۔"

اس نے دو گھونٹ پیے پھر کہا۔ "ہم نے جو توقع کی تھی تم اس سے بھی زیادہ حسین اور قیامت خیز ہو۔ اب صرف ایک ماں کو ہی نہیں' تمہارے وطنِ عزیز اسرائیل اور موساد تنظیم کو تمہاری ضرورت ہے۔"

"میں تھوکتی ہوں تمہاری ضرورت پر۔"

"ہماری تنظیم کا کمال یہ ہے کہ تھوک کر چاٹنا سکھا دیتی ہے۔"

"میرے پاپا نے برسوں خدمت کی۔ موساد کی خاطر امریکن انٹیلی جنس ڈپارٹمنٹ کو چھوڑ دیا۔ اس کا صلہ یہ دے رہی ہو کہ بیٹی کو باپ سے چھین کر لے جا رہی ہو؟"

"میں اسرائیلی عدلیہ کے فیصلے کے مطابق اپنا حق لے جا رہی ہوں۔ رہ گئی یہ بات کہ تمہارے باپ نے بڑی خدمات انجام دیں تو مفت نہیں دیں۔ اسے دولت ملتی رہی۔ ہر بڑے ملک کے ہر بڑے شہر میں تمہارے نام سے جائیداد ہے اور بے حساب بینک بیلنس ہے۔ اس نے جان نثاری دکھائی۔ ہم یہودیوں نے اس کا بھرپور معاوضہ دیا۔ اگر وہ سمجھتا ہے کہ کوئی کمی رہ گئی ہے تو وہ کمی بھی پوری کر دی جائے گی لیکن وہ بھی ہماری کمی پوری

کرے۔ اگر موساد کا سچا خادم ہے تو جس بیٹی نے اسرائیل کی زمین پر یہودی ماں کی کوکھ سے جنم لیا ہے' اسے اسرائیل جانے سے نہ روکے۔"

اس نے نازک سے جام کو اٹھایا۔ اسے ہونٹوں سے لگا کر خالی کر دیا پھر اسے پیچھے کی طرف اچھال کر پھینک دیا۔ وہ نازک سے شیشے کا بنا ہوا تھا' فرش پر گرتے ہی ہلکی سی آواز کے ساتھ چکنا چُور ہو گیا۔

★==========★==========★

خان اعظم خان نے آنکھ کھلتے ہی انگڑائی لی۔ انگڑائی لیتے وقت روز صبح چار بجے اس کا ہاتھ اپنے موبائل فون پر جاتا تھا پھر وہ اسے اٹھا کر آن کر کے بیٹی کا موبائل نمبر ملایا کرتا تھا پھر جیسے ہی رابطہ قائم ہوتا' وہ فون کو چوم لیتا تھا۔ دوسری طرف بیٹی چومتی تھی پھر دونوں مسکرا کر صبح بخیر کہتے تھے۔

اس صبح بار بار نمبر ملانے کے باوجود بیٹی سے رابطہ نہیں ہوا۔ اس نے باڈی گارڈ کالا ون کے نمبر ملائے وہاں سے بھی مایوسی ہوئی پھر اس نے پنڈی پوائنٹ کی کوٹھی کے سیکیورٹی افسر سے پوچھا۔ اس نے کہا۔ "باس! کل رات تقریباً تین بجے آپ نے فون کیا تھا۔ آپ زخمی ہوگئے تھے۔ آپ نے بے بی کو بلایا۔ وہ کالا ون کے ساتھ چلی گئی۔ سر! آپ کا زخم کیسا ہے؟"

وہ دہاڑ کر بولا۔ "شٹ اپ یو نان سنس! کس فون پر میرے زخمی ہونے کی اطلاع ملی تھی؟"

"آپ نے بے بی کے پرسنل موبائل فون پر اطلاع دی تھی۔"

"یہ ناممکن ہے۔ بے بی کا فون نمبر صرف میں جانتا ہوں اور میں زخمی نہیں ہوں' نہ ہی میں نے کل رات فون کیا تھا۔"

"سر! یہ کیا ہوگیا؟ کس نے فراڈ کیا ہے۔ بے بی کا پرسنل فون نمبر معلوم کرنے والا کوئی بااختیار اور اثر ورسوخ والا ہوگا۔"

خان اعظم خان فون بند کر کے سوچنے لگا۔ پچھلی رات آتما رام نے انٹیلی جنس کے چیف سوغات علی سے ملاقات کی تھی۔ آتما رام چاہتا تھا کہ حمیرا کو اغوا کیا جائے اور

سوغات نے خان سے کہا تھا کہ وہ بیٹی کے معاملے میں باضمیر ہے اور حمیرا کو بیٹی سمجھتا ہے۔

خان نے سوچا' کیا سوغات علی پر بھروسا کیا جائے کہ اس نے حمیرا کو اغوا نہیں کیا ہوگا یا اس نے بگلا بھگت بن کر خود کو بیٹی کے معاملے میں ضمیر والا کہہ کر دھوکا دیا ہے اور اسے اغوا کرلیا ہے۔

وہ دانت پیس کر بڑبڑایا۔ "چیف آف انٹیلی جنس سوغات علی! تیری اور آتما رام کے جسم کی بوٹیاں گدھ نوچ کر کھائیں گے۔"

وہ پہلے سوغات (صداقت) کو فون کرنا چاہتا تھا۔ اسی وقت اس کے موبائل فون پر اشارہ موصول ہوا۔ وہ خوش ہوگیا کیونکہ اس فون کا نمبر صرف بیٹی جانتی تھی' اس نے اسے آن کر کے چوما۔ دوسری طرف سے موساد کے اعلیٰ عہدے دار نے پوچھا۔ "مسٹر خان! یہ ابھی تمہارے فون پر آواز کیسی تھی؟ کیا تم کسی کو چوم رہے تھے؟"

"یہ فون صرف میری بیٹی کے لئے ہے۔ رابطہ ہوتے ہی میں اسے چومتا ہوں۔ تمہیں اس فون کا نمبر کیسے معلوم ہوا؟"

"اتنے بوڑھے تجربہ کار سراغ رساں ہوکر ایسا سوال کر رہے ہو۔ کیا ہم جیسے بارسوخ عہدے داروں کے لیے یہ کوئی مشکل کام ہے؟"

"کل رات تم نے ہی میری بیٹی کو فون کیا تھا؟"

"مسٹر فوکر نے کیا تھا۔ تم جانتے ہو وہ آوازیں بدل کر بولنے کا ماہر ہے اور آج کل سلینا کا ماتحت ہے۔"

وہ پوری آواز سے دہاڑتے ہوئے بولا۔ "میری بیٹی کہاں ہے؟"

"چیخنے سے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ سہولت سے بات کرو۔ بیٹی اپنی ماں کے پاس ہے۔"

"تم موساد کے ایک ذمے دار شخص ہوکر یہ کہہ رہے ہو کہ تمہارے سیکرٹ ایجنٹ کی بیٹی کو اس کی سیکرٹ ایجنٹ ماں نے دھوکے سے حاصل کرلیا ہے اور موساد والے سلینا کی کمینگی کے خلاف ایکشن نہیں لے رہے ہیں؟"

"میں نے ابھی کہا ہے' سہولت سے میری بات سنو اور اپنی بات کرو۔ تم جانتے ہو

کہ موساد میں سلینا سے زیادہ تمہاری اہمیت ہے۔ آج سے دس برس پہلے ہم نے سلینا کے خلاف فیصلہ سنا کر بیٹی کو تمہارے حوالے کر دیا تھا لیکن اس نے اسرائیلی عدالت سے بیٹی کا مقدمہ جیت لیا۔ عدالت کا فیصلہ ہے کہ حمیرا کو ایک یہودی ماں نے اسرائیل میں جنم دیا تھا۔ اس لیے بیٹی ماں کے پاس رہے گی۔"

"ماں بد چلن ہو تو بیٹی اپنے باپ کے پاس رہتی ہے۔"

"غیر ممالک میں سیکرٹ ایجنٹ کے فرائض انجام دینے والی عورتیں کئی ممالک میں سرکاری طور پر قابل عزت ہوتی ہیں پھر سلینا کو بد چلن کہو گے تو تم بھی اس کی بد چلنی میں برابر کے شریک رہے ہو لہٰذا تم سلینا کے کردار پر کیچڑ نہ اچھالو۔"

"کیا میں سمجھ لوں کہ موساد والے بھی سلینا کی حمایت کر رہے ہیں اور اس طرح میری بیٹی کو ماں کے حوالے کر رہے ہیں' جس نے دس برس تک کبھی اپنی بیٹی کی خیریت تک معلوم نہیں کی۔"

"ہم اسرائیلی عدالت کے فیصلے کے خلاف کیا کر سکتے ہیں اور تم ہم سے کیا توقع رکھتے ہو؟"

"میں صرف اپنی بیٹی اپنی تحویل میں چاہتا ہوں۔"

"تم ہماری ملکی عدالت کے فیصلے کے خلاف بول رہے ہو۔"

"تو پھر سنو۔ یہ پاکستان ہے۔ یہاں تمہاری اسرائیلی عدالت نہیں ہے۔ اگر ایک گھنٹے کے اندر میری بیٹی مجھے نہ ملی تو میں یہاں مذہب اور نام بدلنے والے ایک ایک یہودی کو بے نقاب کر دوں گا اور سلینا میری بیٹی کو لے کر پاکستان کا بارڈر پار کرنا چاہے گی تو اپنی زندگی کے بارڈر کے پار چلی جائے گی۔"

"یہ تو ہم پہلے ہی جانتے تھے کہ تم کیسے کیسے چیلنج کرو گے۔ ہزاروں چیلنج کے جواب میں صرف ایک وارننگ ہے۔ ہمارے کسی بھی یہودی کو نقصان پہنچا تو تمہیں بیٹی کبھی زندہ نہیں ملے گی۔"

اس نے غراتے ہوئے کہا۔ "تو یہ ہے موساد کے ساتھ وفاداری کا انجام۔ تمہارے ہاں انسانیت اور انصاف نام کی کوئی چیز نہیں ہے۔"

"ہم خود کو زندہ اور سربلند رکھنے کے لیے وقت کے ساتھ بدلتے ہیں۔ تم بوڑھے چکے ہو اور یہ کہہ چکے ہو کہ پاکستان میں دو چار برس گاڈ فادر کے فرائض انجام دینے بعد ریٹائر ہو جاؤ گے اور بیٹی کے ساتھ پاکستان میں رہو گے۔ تمہارے بوڑھے سینے ہمارے بہت سے راز دفن ہیں۔ ہمارا نیک مشورہ ہے کہ بیٹی کے ساتھ تم بھی رائیل آکر اپنی طبعی عمر گزارو۔ پاکستان میں رہو گے تو ہم تمہیں وہاں اپنے رازوں کا نہیں رہنے دیں گے۔ کسی وقت بھی کہیں سے ایک اندھی گولی آئے گی اور تم عمر سے پہلے دنیا چھوڑ دو گے۔"

"اتنی لمبی باتوں سے خان نہیں مرے گا۔ صرف ایک بات خان نے جو کہہ دی وہ کی لکیر ہے۔ ایک گھنٹے کے اندر مجھے میری بیٹی مل جائے۔"

"بوڑھے خان! ایک گھنٹے کے اندر بیٹی نہ ملی تو سمجھ لینا کہ تمہارے اور سلینا کے ے خان کی جگہ موساد کو حمیرا کا جوان خون مل رہا ہے اور وہ سیکرٹ ایجنٹ کی تربیت ل کر رہی ہے۔"

وہ غصے میں پھٹ پڑا۔ گالیاں اور دھمکیاں دینے لگا لیکن دوسری طرف سے فون کر دیا گیا تھا۔ اس نے اپنے موبائل فون کو دیوار پر دے مارا۔ اپنے بیڈ روم کے سامان اٹھا اٹھا کر پھینکنے اور توڑنے لگا۔ اس کے تین کالے دوڑتے ہوئے آئے پھر دروازے ل کر اپنے آقا کو سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے۔ انہوں نے پہلے کبھی اپنے آقا کو اس جنونی انداز میں نہیں دیکھا تھا۔ ان میں اتنا حوصلہ نہیں تھا کہ اسے چیزوں کو توڑنے ڑنے سے روکتے پھر بھی ایک نے ذرا جرأت سے کام لیتے ہوئے کہا۔ "آقا! صبر' ..... حوصلہ..... صبر..... تحمل....."

فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ خان اعظم خان رک گیا۔ گھور کے فون کو دیکھنے لگا۔ غصہ رہا تھا اس ٹیلی فون کو ٹھوکر مار دے۔ عقل نے کہا' شاید بیٹی کا سراغ مل جائے۔ اس ریسیور اٹھا کر گرجتے ہوئے پوچھا۔ "کون ہے؟"

"میں ہوں' تمہاری بیٹی تک تمہیں پہنچانے والا۔"

"کیا تم جانتے ہو' وہ کہاں ہے؟"

"ابھی نہیں جانتا مگر وہ جہاں بھی ہوگی' ہم پہنچ جائیں گے۔"

"تم کون ہو؟"

"تیسرا پُراسرار ہاتھ!"

"تم آخر ہو کون؟ تمہیں میری بیٹی کے اغوا کا علم کیسے ہوا؟"

"تم غصے اور جنون میں ہو۔ ذہانت سے سمجھ نہیں سکو گے۔ مختصر سی بات یہ ہے کہ میں بہت وسیع ذرائع کا مالک ہوں۔ میں نے ابھی فون پر ہونے والی گفتگو سنی ہے۔ بیٹی کا معاملہ ہے۔ وقت برباد نہ کرو۔ میں نے افغانستان' ایران' تاجکستان اور ہندوستان کی سرحدوں پر اپنے آدمیوں کو الرٹ کر دیا ہے۔ خواہ کتنے ہی چالاک مجرم ہوں' وہ سرحد پار کرتے وقت میری گرفت میں آجائیں گے۔ اب میں جو کہتا ہوں اس پر فوراً عمل کرو۔ انشاء اللہ ہم چند گھنٹوں کے بعد سلینا اور حمیرا تک پہنچ جائیں گے۔"

خان اعظم خان ریسیور کان سے لگا کر توجہ سے صداقت علی کی باتیں سننے لگا پھر حیرانی سے بولا۔ "مائی گاڈ! ایسی زبردست چال! تم کون ہو؟"

"تم یقین نہیں کرو گے۔ اپنی بیٹی حاصل کرلو گے تب یقین کرو گے کہ ایک مُردہ ہوں' قبر سے بول رہا ہوں۔"

دوسری طرف سے فون بند کر دیا گیا۔

غصہ جنون کی حد تک آئے تو ہیجان میں مبتلا کر دیتا ہے۔ انسان کو کوئی کام کی بات سوچنے کے قابل نہیں رہنے دیتا۔ خان اعظم خان بڑا باکمال تھا۔ انتہائی غصے کی حالت میں بھی خود پر قابو رکھتا تھا اور یوں اپنے بدترین حالات سے نمٹ لیا کرتا تھا۔ دشمن اسے ذہنی مریض بنانے میں ناکام رہا کرتے تھے۔

لیکن اپنی بیٹی حمیرا کے لیے اس کی محبت اور غیرت بے حد و حساب تھی۔ اس کے اغوا ہوتے پر اسے زندگی میں پہلی بار ایسا غصہ آرہا تھا جسے برداشت نہیں کر پا رہا تھا۔ وہ شاید غصے میں پاگل ہو جاتا ایسے ہی وقت صداقت علی نے اسے فون پر کہا کہ وہ اسے اس کی بیٹی تک پہنچا سکتا ہے۔

صداقت علی کے دو مختلف روپ تھے۔ یہ مشہور تھا کہ وہ مرچکا ہے اس لیے اس کا

روپ انٹیلی جنس کے چیف افسر سوغات علی کا تھا۔ دوسرا روپ قیاس آرائی پر مبنی تھا کوئی تیسرا ہاتھ ہے' جو دو گاڈ فادرز اور ڈاکوؤں کی سرپرستی کرنے والے رب راکھن کو دوسرے سے لڑاتا آرہا ہے۔ اس لڑائی کے نتیجے میں ایک گاڈ فادر مرچکا ہے۔

بہرحال خان اعظم خان اپنی معلومات کے حوالے سے صداقت علی کو مردہ سمجھ رہا اور اسی صداقت علی کو تیسرا پُراسرار ہاتھ کہتا تھا۔

جب صداقت علی نے خان اعظم خان کو اس کی بیٹی حمیرا کی واپسی کا یقین دلایا تو اس نے پوچھا۔ "تم کون ہو؟"

"تیسرا پُراسرار ہاتھ!"

"تم آخر ہو کون؟ تمہیں میری بیٹی کے اغوا کا علم کیسے ہوا؟"

"تم غصے اور جنون میں ہو۔ ذہانت سے سمجھ نہیں سکو گے۔ مختصر سی بات یہ ہے کہ میں بہت وسیع ذرائع کا مالک ہوں۔ میں نے ابھی فون پر ہونے والی گفتگو سنی ہے۔ بیٹی کا معاملہ ہے۔ وقت برباد نہ کرو۔ میں نے افغانستان' ایران' تاجکستان اور ہندوستان کی سرحدوں پر اپنے آدمیوں کو الرٹ کر دیا ہے۔ خواہ کتنے ہی چالاک مجرم ہوں' وہ سرحد پار کرتے وقت میری گرفت میں آجائیں گے۔ اب میں جو کہتا ہوں اس پر فوراً عمل کرو۔ انشاء اللہ ہم چند گھنٹوں کے بعد سلینا اور حمیرا تک پہنچ جائیں گے۔

"میرے سوالات کے جواب دو۔ فون پر تمہاری ہونے والی گفتگو سے اندازہ ہوا کہ تم موساد کے کسی بڑے افسر سے باتیں کر رہے تھے۔ مجھے بتاؤ' وہ کون ہے؟ اور اسلام آباد میں کس حیثیت سے رہتا ہے۔"

"وہ امریکی سفارت خانے کا کارکن ہے۔ اسے اتنے اختیارات حاصل ہیں کہ وہ امریکہ سے آنے والوں کو پاکستان میں حسب منشاء قیام کی اجازت دے سکتا ہے اور اس کے لیے پاکستان کی وزارت داخلہ سے سفارش کر سکتا ہے۔ اسی نے سلینا کو یہاں بلایا تھا۔"

"تو پھر وہ سلینا سے فون پر بات کرتا ہوگا۔ اس کا نام کیا ہے؟"

"کرسٹوفر ہے۔"

"اس کے تمام فون نمبرز مجھے نوٹ کراؤ۔"

خان اعظم خان نے دو ٹیلی فون اور ایک موبائل فون کے نمبر نوٹ کرائے پھر کہا۔ "تم نے ابھی کہا تھا کہ میں غصہ برداشت کرکے بڑی سہولت سے بیٹی کو واپس لاسکتا ہوں۔ مجھے بتاؤ' کیسے لاسکتا ہوں؟"

"اپنے دماغ پر زور دو۔ ذرا غور کرو۔ وہ آدھی رات کے بعد اغوا کی گئی ہے۔ ایسے وقت اسلام آباد اور اس کے مضافاتی علاقوں میں اکثر فوجی گاڑیاں گشت کرتی رہتی ہیں۔ ایسے وقت اغوا کرنے والے حمیرا کو کسی مضافاتی بستی میں لے گئے ہوں گے۔ یعنی تمہاری بیٹی تم سے زیادہ دور نہیں ہے۔"

وہ قائل ہوکر بولا۔ "بے شک' میری بیٹی اس شہر کے قریب ہے۔ اوہ خدایا! وہ کہاں ہوگی؟"

"تمہارے جیسا ذہین سیکرٹ ایجنٹ ابھی تک سوچنے کے قابل نہیں ہوسکا۔ تمہارے دماغ میں اب تک غصے کا اثر ہے۔ ورنہ آسان سی بات ہے۔ تم بیٹی کی حفاظت کے لیے صرف مسلح کالے نہیں رکھتے ہو' خونخوار کتے بھی رکھتے ہو۔ کیا وہ کتے اپنی مالکہ حمیرا کی بو نہیں پہچانتے ہیں؟"

خان خوشی سے اچھل پڑا۔ "برے وو مسٹر! مسٹر تم نے اپنا نام نہیں بتایا مگر بہت کام کی بات یاد دلائی ہے۔ رات کو حمیرا کے بنگلے کے احاطے میں دو خونخوار کتے کھلے چھوڑ دیے جاتے ہیں۔ میں ان کتوں کو اپنی گاڑی میں مضافاتی بستیوں کی طرف لے جاؤں تو کتے حمیرا کی بو پاتے رہیں گے۔ میں سمجھ گیا۔ میں ابھی جارہا ہوں۔"

"ذرا ایک منٹ۔ تم نے اس یہودی کرسٹوفر کے تین فون نمبرز دیے ہیں۔ ان میں سے ایک نمبر آب پارہ کا ہے۔ اس کا مطلب ہے کرسٹوفر خاص اسلام آباد کے علاوہ آب پارہ میں بھی رہتا ہے یا وہاں اس نے کوئی بنگلہ خرید رکھا ہے۔ تم پہلے وہاں جاؤ۔ کتے راہنمائی کریں گے کہ حمیرا کس بنگلے میں ہے لیکن پندرہ منٹ بعد نکلو۔ میں تم سے پہلے آب پارہ میں موجود رہنا چاہتا ہوں۔"

"واقعی! تم نے بڑی سہولت سے بیٹی کو حاصل کرنے کی راہ دکھائی ہے۔ شدید غصے

کے باعث اتنی آسان سی تدبیر میرے ذہن میں نہیں آرہی تھی' مائی گاڈ! ایسی زبردست چال! تم کون ہو؟"

"تم یقین نہیں کرو گے۔ اپنی بیٹی حاصل کرلو گے' تب یقین کرو گے کہ ایک مردہ ہوں' قبر سے بول رہا ہوں۔"

دوسری طرف سے فون بند کر دیا گیا۔ وہ دونوں اپنے اپنے ماتحتوں کے ساتھ اسی بنگلے میں پہنچنے والے تھے' جہاں سیلینا نے حمیرا کو نظر بند رکھا تھا۔ کسی دشمن کی طرح حمیرا کو قید نہیں کیا تھا۔ آخر بیٹی تھی اور آئندہ موساد تنظیم کے لیے بڑے کارنامے انجام دینے والی تھی۔

وہ ماں بیٹی ڈرائنگ روم میں ایک دوسرے کے مقابل صوفوں پر بیٹھی ہوئی تھیں۔ وہ بیٹی سے بولی۔ "کہاں ہے تمہارا باپ؟ تم کہہ رہی تھیں' وہ صبح چار بجے اٹھتے ہی فون پر تمہیں چومتا ہے۔ اگر آج تم اسے فون پر نہیں ملوگی تو وہ یہاں میری شہ رگ تک پہنچ جائے گا۔"

"تم میرے پاپا کی صلاحیتوں کو بھول رہی ہو اس لیے ایسی باتیں کر رہی ہو۔ مجھے ان پر اعتماد ہے اس لیے آرام سے بیٹھی ہوئی ہوں۔"

"آئندہ میرے ساتھ رہوگی تو میری صلاحیتوں پر بھی ایمان لے آؤ گی۔"

"میں آخری سانس تک تمہارے ساتھ رہنے سے انکار کرتی رہوں گی۔"

وہ جھنجلا کر بولی۔ "کیا ہے تمہارا باپ؟ ایک دلال جو موساد میں کام کرنے والی حسیناؤں کو بڑے ممالک کے اکابرین کی آغوش میں بھیجا کرتا تھا۔ اس نے تمہاری ماں سے کبھی نہیں پوچھا کہ وہ راتیں کہاں گزارتی ہے۔"

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر بولی۔ "تمہیں تو اپنے حسن و شباب کی نمائش کا شوق تھا۔ میرے پاپا تو کیا دنیا کا کوئی مرد تمہیں شرافت کی زندگی گزارنے پر مجبور نہیں کرسکتا تھا۔ تم پیدائشی بدچلن ہو۔"

"یو شٹ اپ۔" اس نے صوفے سے اٹھ کر حمیرا کے رخسار پر ایک طمانچہ مارا۔

حمیرا نے اسے دھکا دے کر کہا۔ "تم مجھے مارنے کا حق نہیں رکھتی ہو۔"

وہ دھکا کھا کر صوفے کے کنارے سے ٹکراتی ہوئی فرش پر اوندھے منہ گر پڑی۔ کچھ دیر پہلے اس نے ایک پیگ پی کر شیشے کے جام کو ادھر پھینکا تھا۔ شیشے کے ٹکڑے بکھرے ہوئے تھے۔ اس کا چہرہ ان ٹکڑوں پر پڑا۔ اس کے حلق سے چیخ نکل گئی۔ وہ تکلیف سے کراہتی ہوئی فوراً اٹھ کر کھڑی ہوئی۔ سامنے ہی ایک قد آدم آئینہ تھا۔ اس میں نظر آیا کہ شیشے کے کئی ٹکڑے چہرے پر جگہ جگہ چبھے ہوئے تھے۔

وہ ایک دم سے لرز گئی۔ وہ اب تک بڑے ممالک کے اکابرین کی کھوپڑیوں میں اپنے حسن و شباب کے جھنڈے گاڑتی آئی تھی۔ اپنے سراپا حسن پر ایک نقطے کے برابر دھبا برداشت نہیں کر سکتی تھی۔ وہ چیخیں مارتی ہوئی آئینے کے قریب آئی اور چہرے پر چبھی ہوئی ایک ایک کرچی نکالنے لگی۔ اس کی حرکتوں سے یوں لگ رہا تھا کہ چہرے پر ذرا بھی نقص پیدا ہو گا تو وہ صدمے سے مر جائے گی۔

اس کی چیخیں سن کر ایک معمر شخص دو مسلح گارڈز کے ساتھ آگیا تھا۔ وہ غصے سے بولی۔ "فرسٹ ایڈ باکس لاؤ' ڈاکٹر کو بلاؤ۔"

کانچ کے چھوٹے چھوٹے ریزے چہرے کی ملائم جلد سے نکالتے وقت تکلیف ہو رہی تھی لیکن اس تکلیف سے زیادہ یہ خیال تکلیف پہنچا رہا تھا کہ شاید چہرے کے وہ زخم نہیں بھریں گے۔ اگر بھر گئے تو داغ رہ جائیں گے۔

وہ معمر شخص فرسٹ ایڈ بکس لے آیا۔ سیلینا اس میں سے درد کم کرنے اور زخم بھرنے' مندمل کرنے کی گولیاں اور کیپسول نکال کر کھانے لگی۔ زخموں پر مرہم لگانے لگی۔

حمیرا صوفے پر بیٹھ گئی۔ اسے ناگواری سے دیکھ کر بولی۔ "چہرے کے زخم بھر تو جاتے ہیں مگر داغ ہمیشہ کے لیے رہ جاتے ہیں۔"

"یو شٹ اپ! میرا حسن میری زندگی ہے۔ میرا اوڑھنا بچھونا ہے۔ اس کے بغیر میں زندہ رہنے کا تصور بھی نہیں کر سکتی۔ اگر میرے چہرے پر ذرا سا بھی داغ رہے گا تو میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گی۔"

"میں تمہیں ماں نہیں کہتی۔ اس کے باوجود میں نے تھپڑ کے جواب میں تھپڑ

نہیں مارا۔ صرف ذرا سا دھکا دیا۔ آئندہ جب بھی آئینہ دیکھو گی' اس دھکے کو یاد کرو گی۔"

باہر سے گیٹ کے دربان نے انٹر کام پر اطلاع دی۔ "ڈاکٹر آچکا ہے۔ احاطے سے کتوں کو ہٹانا ہو گا۔"

معمر شخص نے کتوں کے ٹرینر کو بلا کر کہا۔ "تمام کتوں کو پنجرے میں لے جاؤ۔ ڈاکٹر آرہا ہے۔ اس کے واپس جانے کے بعد کتوں کو پھر باہر لے آنا۔"

وہ چلا گیا۔ باہر کتوں کے بھونکنے کے آوازیں آتی رہیں۔ پھر خاموشی چھا گئی۔ باہر سے ایک ملازم نے دروازہ کھول کر ڈاکٹر کو اندر آنے کے لیے کہا۔ سیلینا نے اپنا منہ دوسری طرف پھیر لیا۔ وہ میک اپ کے بغیر کبھی کسی کے سامنے نہیں آتی تھی۔ ملازموں کو بھی اس کے سامنے آنے کی اجازت نہ تھی لیکن علاج کے لیے ڈاکٹر کو چہرہ دکھانا ضروری تھا۔ وہ زخموں کا معائنہ کرتے ہوئے بولا۔ "ایک آدھ زخم گہرا ہے۔ کانچ اندر تک گھس گئی تھی۔"

سیلینا نے پوچھا۔ "زخم جلدی بھر جائیں گے نا؟"

"ہاں بھرنا چاہیے لیکن جو زخم گہرا ہے اس میں کانچ کے ریزے ہو سکتے ہیں۔ زخم بھر نہیں سکتا' بڑھ سکتا ہے۔ آپ کسی بڑے سرجن سے رجوع کر سکتی ہیں۔"

اس نے زخم صاف کر کے مرہم پٹی کی۔ اس وقت کتوں کے بھونکنے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ معمر شخص نے کہا۔ "میں نے کہا تھا کہ ڈاکٹر کے واپس جانے کے بعد کتوں کو پنجرے سے نکالا جائے لیکن....."

بات پوری ہونے سے پہلے کتے بھونکتے ہوئے ڈرائنگ روم میں داخل ہوئے پھر دوڑتے ہوئے حمیرا کے پاس آکر اسے سونگھنے لگے۔ اس کے زانو پر سر رکھنے لگے۔ ایک کتا اس کے قدموں میں بیٹھ گیا۔ اس کے پیر کو چاٹنے لگا۔ حمیرا خوشی سے کھل گئی تھی۔ اس نے کہا۔ "میڈم! ان بے زبانوں کی آمد بتا رہی ہے کہ میرے پاپا موت کا فرشتہ بن کر پہنچ گئے ہیں۔"

یہ سنتے ہی معمر شخص وہاں سے بھاگتا ہوا بنگلے کے اندرونی حصے کی طرف جانے لگا۔

حمیرا کے اشارے پر کتوں نے مسلح گارڈز پر چھلانگ لگائی۔ ان کے ہاتھوں سے ہتھیار گرا دیے۔ پھر تیز دانتوں سے انہیں بھنبھوڑنے لگے۔ وہ بھاگنا چاہتے تھے لیکن انہیں بھاگنے کا موقع نہیں مل رہا تھا۔

سیلینا نے دروازے پر خان اعظم خان کو دیکھا تو جیسے اس کا خون خشک ہوگیا۔ حمیرا دوڑتی ہوئی آکر باپ کے سینے پر سر رکھ کر رونے لگی۔ باپ نے اسے تھپکتے ہوئے کہا۔ "آنسو پونچھ لو۔ یہاں سے اسلام آباد تک جتنے یہودی ہیں' وہ خون کے آنسو روئیں گے اور یہ جو تمہیں یہودیوں کی جائیداد بنانے آئی ہے' ایک خارش زدہ کتیا کی طرح تڑپ تڑپ کر مرے گی۔"

"نو پاپا! اس کی سزا یہ ہے کہ یہ بدصورت بن کر زندگی گزارے۔ اسے قدرتی طور پر ابھی سزا ملی ہے۔ شیشے کی کرچیاں اس کے چہرے کو زخمی کر چکی ہیں۔ میں دعا کروں گی کہ اس کے زخم کبھی نہ بھریں۔ یہ ہمیشہ بدصورت نظر آتی رہے۔"

"بیٹی! تم دعا کرو۔ میں دوا کرتا ہوں۔ یہ لو ڈاکٹر!"

خان اعظم خان نے جیب سے ایک ڈبیا نکال کر ڈاکٹر کی طرف اچھالی۔ وہ ڈبیا فرش پر گری۔ ڈاکٹر نے اسے اٹھا کر پوچھا۔ "اس میں کیا ہے؟"

خان نے اپنی مونچھوں پر تاؤ دیتے ہوئے کہا۔ "یہ ہم پٹھانوں کے شغل کی چیز ہے' نسوار ہے۔"

ڈاکٹر نے کہا۔ "یہ.....یہ تو زخموں کو ناسور بنا دے گا۔"

خان نے ڈاکٹر کو گن پوائنٹ پر رکھ کر کہا۔ "ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر زخموں پر لگا دو ورنہ تمہارے جسم پر گولیوں کے زخم ہی زخم ہوں گے۔"

ڈاکٹر سہم کر ڈبیا لے کر سلینا کی طرف بڑھنے لگا۔ وہ۔ "نہیں' نہیں۔" کہہ کر بھاگنا چاہتی تھی۔ خان کے کالوں نے اسے پکڑ لیا۔ سر کو ایسے جکڑ لیا کہ وہ ہلنے کے قابل نہ رہی۔ ڈاکٹر ایک ایک چٹکی لے کر اس کے ایک ایک زخم پر نسوار چھڑکنے اور رگڑنے لگا۔ وہ تکلیف اور جلن سے چیخنے لگی۔

اس بھاگنے والے معمر شخص کو دو کالے مارتے مارتے واپس لے آئے تھے۔ خان

اعظم خان نے کالوں سے کہا۔ "یہاں کے کسی انسان اور حیوان کو نہ چھوڑو۔ صرف یہ یہودی دلالہ زندہ رہے گی۔"

خان نے یہ بھی حکم دیا کہ اس کے کالے صبح تک بنگلے میں رہیں گے اور ایک ایک گھنٹے کے وقفے سے اس کے چہرے کے زخموں کو ناسور بناتے رہیں گے۔ پھر اسے اسلام آباد کے کسی شاپنگ سینٹر کے سامنے پھینک کر چلے آئیں گے۔

وہ انہیں حکم دے کر بیٹی کو ساتھ لے کر باہر آیا۔ ایک کالے نے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا۔ باپ بیٹی وہاں بیٹھ گئے۔ جب کار اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھ گئی تو موبائل فون پر اشارہ موصول ہوا۔ خان نے اسے آن کر کے کہا۔ "خان اسپیکنگ۔"

دوسری طرف سے آواز آئی۔ "ایک مُردہ ہوں۔ اپنی قبر سے بول رہا ہوں۔"

"مائی گاڈ! تم نے کمال کر دیا۔ اس وقت میری بیٹی میرے ساتھ ہے۔ میں بڑے سے بڑے پیچیدہ اور خطرناک معاملات میں کبھی کسی کا محتاج نہیں رہا۔ آج پہلی بار میں نے تمہارا محتاج بن کر کامیابی حاصل کی ہے۔"

"مومن بنو' صرف اللہ کے محتاج رہو۔ میں نے تو صرف تعاون کیا ہے۔ تمہاری طرح میں بھی جوان بیٹی کا باپ ہوں۔ باتیں پھر ہوں گی۔ تمام یہودیوں کے نام' پتے اور فون نمبرز بتاؤ۔"

خان بتانے لگا۔ صداقت علی وہ پتے اور فون نمبرز نوٹ کرنے کے بعد بولا۔ "مجھے امید ہے' میں نے جو مشورہ دیا تھا' اس پر عمل کرو گے۔ صبح تک بیٹی کے ساتھ ایسی جگہ رہو کہ موساد کے اعلیٰ افسر کرسٹوفر کو تمہاری کامیابی کا علم نہ ہو۔"

"میں سمجھ رہا ہوں۔ میری کامیابی کا علم ہوتے ہی وہ تمام یہودیوں کے ساتھ روپوش ہو جائے گا لیکن منہ چھپانا ایک پٹھان کی فطرت کے خلاف ہے۔ میں حمیرا کو محفوظ پناہ گاہ میں پہنچا کر کرسٹوفر کی گردن دبوچنے ضرور جاؤں گا۔ وعدہ کرتا ہوں' تمہارا کام نہیں بگاڑوں گا۔ کسی یہودی کو چھپنے کا موقع نہیں دوں گا۔"

انہوں نے اپنے اپنے فون بند کر دیے۔ پھر اپنے طور پر مصروف ہوگئے۔ خان اعظم خان نے چھ کالوں کی نگرانی میں حمیرا کو ایک پناہ گاہ میں چھوڑا پھر اپنی کوٹھی میں آکر

کرسٹوفر کے علاوہ دوسرے یہودیوں سے تعلق رکھنے والے اہم کاغذات کی فوٹو کاپیاں لیں۔ ان کاغذات سے ان سب کا یہودی ہونا ثابت ہوتا تھا۔ اس نے ایک کالے سے کہا۔ "انٹیلی جنس کے چیف سوغات علی (صداقت علی) کے پاس جاؤ اور یہ تمام کاغذات اس کے حوالے کردو۔ اس سے کہہ دینا یہ کاغذات میں نے اسے بھیجے ہیں۔"

اس کے بعد وہ اپنے چار عدد کالوں کے ساتھ اس علاقے میں آیا جہاں امریکی سفارت خانے سے تعلق رکھنے والے رہائش پذیر تھے۔ کرسٹوفر کو یہ خوش فہمی تھی کہ بیٹی کے اغوا ہونے کے بعد خان دباؤ میں رہے گا۔ بیٹی کی سلامتی کی خاطر کسی یہودی کا راز فاش نہیں کرسکے گا۔ وہ تو برسوں سے امریکی حکومت کو دھوکا دے رہا تھا۔ امریکہ میں کتنے ہی اعلیٰ عہدوں پر کام کرنے کے بعد امریکی سفارت کار بن کر پاکستان میں موساد کے لیے سہولتیں فراہم کر رہا تھا۔

اسے پورا یقین تھا کہ اس کی اصلیت کبھی ظاہر نہیں ہوگی۔ وہ اپنے ساتھ زیادہ سیکیورٹی گارڈز رکھ کر کسی کو شبہ کرنے کا موقع نہیں دینا چاہتا تھا اس لیے اس کے بنگلے میں ایک ہی نائٹ چوکیدار تھا۔ کالوں نے اسے قابو میں کرکے اچھی طرح باندھ کر ایک طرف ڈال دیا۔ باہر سے فون کے تار کاٹ دیے۔ اس کے بعد ایک کالے نے بڑی مہارت سے بیرونی دروازے کے لاک کو کھولا۔ خان اس کے ساتھ بنگلے کے مختلف حصوں سے گزر کر بیڈ روم کے دروازے پر آیا۔ کالے نے اس مقفل دروازے پر اپنی مہارت آزمائی۔ پھر دروازہ کھول کر ایک طرف کھڑا ہوگیا۔

موساد کے اعلیٰ افسر کو کامیابی کا نشہ تھا۔ اس کے ساتھ شراب کے نشے نے اسے مدہوش کر دیا تھا۔ وہ قالین پر چاروں شانے پر چت پڑا ہوا خراٹے لے رہا تھا۔ خان اس کے سر کے بالوں کو مٹھی میں جکڑ کر قالین پر گھسیٹنے لگا۔ تکلیف سے وہ کسمسانے لگا۔ مدہوشی میں غوں غاں کی آوازیں منہ سے نکلنے لگیں۔ خان نے اسے گھسیٹتے ہوئے باتھ روم میں لاکر شاور کے نیچے فرش پر چھوڑ کر پوری طرح شاور کو کھول دیا۔

پانی میں بھیگتے ہی وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ مگر اب بھی نشہ تھا۔ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کہاں ہے اور پانی میں کیوں بھیگ رہا ہے۔ واش بیسن کے پاس کھڑا ہوا خان دھندلا سا

دکھائی دے رہا تھا۔ اس نے اس کے منہ پر ایک ٹھوکر ماری۔ وہ الٹ کر پھر شاور کے نیچے گر کر بھیگنے لگا۔

اس کے حلق سے کراہیں نکل رہی تھیں۔ پاؤں کی ٹھوکر نے اس کے سامنے کے دانت ہلا دیے تھے۔ وہ پھر اٹھ بیٹھا۔ اس بار صاف طور پر خان اعظم خان کو دیکھتے ہی باقی نشہ ہرن ہونے لگا۔ وہ حیرانی اور خوف سے بولا۔ "تت..... تم؟"

"ہوش میں آچکے ہو۔ چلو کمرے میں آجاؤ۔"

خان کمرے میں آکر ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ وہ ڈگمگاتے ہوئے دیوار کا سہارا لیتے ہوئے کمرے میں آیا۔ خان نے کہا۔ "پوری طرح ہوش میں آجاؤ۔ ورنہ کتے کی طرح لات جوتے کھاتے رہو گے۔"

وہ ایک کرسی پر بیٹھنا چاہتا تھا' خان نے اٹھ کر لات ماری' کرسی دور جا گری۔ اس نے کہا۔ "تم کھڑے رہو گے اور کھڑے ہی کھڑے موت کی سزا پاؤ گے۔"

وہ ایک الماری سے ٹیک لگا کر بولا۔ "پچھتاؤ گے' جو سلوک میرے ساتھ کرو گے' اس سے برا سلوک تمہاری بیٹی کے ساتھ کیا جائے گا۔"

خان نے اس کے منہ پر گھونسا مارا۔ پھر لگاتار لاتیں گھونسے مارتا چلا گیا۔ وہ فرش پر گر کر چلاتے چلاتے تھک گیا۔ بری طرح ہانپنے لگا۔

خان نے کہا۔ "میں کسی بھی غلط آدمی کی زبان پر اپنی بیٹی کا نام نہیں آنے دیتا۔ تو نے اسے اغوا کرانے کی جرأت کیسے کی؟"

وہ ہانپتے ہوئے بولا۔ "خان! دماغ سے گرمی نکال دے۔ کیا تو اپنی بیٹی کی سلامتی نہیں چاہتا ہے۔"

خان نے اپنے موبائل فون پر ایک کالے سے رابطہ کیا پھر پوچھا۔ "کیا سلینا بولنے کے قابل ہے؟"

"جی ہاں آقا! یہ ابھی بول سکتی ہے۔"

"اسے فون دو اور کہو کرسٹوفر بات کر رہا ہے۔"

خان نے اپنا موبائل کرسٹوفر کو دیا۔ اس نے فون لے کر کان سے لگایا۔ سلینا کہہ

رہی تھی۔ "ہیلو۔ ہیلو کرسٹوفر' فار گاڈ سیک' مجھے ان ظالموں سے بچاؤ۔ یہ خان کے کارے ہیں۔ میرے زخموں پر نسوار چھڑک رہے ہیں۔ خان اپنی بیٹی کو واپس لے گیا ہے۔ ہیلو۔ ہیلو کیا تم سن رہے ہو....."

کرسٹوفر نے کان سے فون ہٹا کر سہمی ہوئی نظروں سے خان اعظم خان کو دیکھا۔ اس نے اپنا موبائل فون اس سے چھین کر کہا۔ "میں نے وارننگ دی تھی کہ ایک گھنٹے کے اندر مجھے بیٹی نہ ملی تو میں یہاں مذہب اور نام بدل کر رہنے والے ایک ایک یہودی کو بے نقاب کردوں گا۔ اور اب یہی ہوگا۔"

"خان! واقعی تم کبھی کسی سے زیر نہیں ہوتے لیکن یہ جانتے ہو کہ ہمارے کتنے لمبے ہاتھ ہیں۔ ہمیں یہاں بے نقاب کرکے بھی تم ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکو گے۔ ہر ملک کی طرح یہاں بھی کچھ بکنے والے لوگ ہیں۔ وہ ہمیں مکھن کے بال کی طرح نکال کر پاکستان کے باہر پہنچادیں گے۔"

خان ریوالور نکال کر اس میں سائیلنسر لگانے لگا۔ کرسٹوفر نے تھوک نگل کر پوچھا۔ "یہ کیا ہے؟"

"یہ خان کی عدالت کا فیصلہ ہے' تمہارے جیسے وسیع ذرائع رکھنے والے کو اپنے بچاؤ کا موقع نہ دیا جائے۔"

"تم بہت بڑی غلطی کر رہے ہو۔ تم مجھے مارو گے لیکن میں یہاں ایک امریکی عیسائی ہوں۔ یہودی نہیں ہوں۔ پاکستان اور امریکہ کے سفارتی تعلقات خراب ہو جائیں گے۔"

خان نے کہا۔ "موساد کے ٹاپ سیکرٹ ریکارڈ روم میں ہم سب کی پوری ہسٹری ہے۔ میں نے کمپیوٹر ڈسک کے ذریعے تمہاری اور کئی اہم یہودیوں کی ہسٹری شیٹ تصاویر کے ساتھ چرائی تھی۔ ان سب کی فوٹو اسٹیٹ کاپیاں انٹیلی جنس کے چیف سوغات علی کے پاس پہنچ گئی ہیں۔ تمہاری موت کے بعد تمہاری اصلیت ظاہر ہو جائے گی۔ چلو کھڑے ہو جاؤ۔"

وہ زندگی کی بھیک مانگنے لگا۔ "برادر! کوئی سودا کرو۔ بولو' مجھے زندہ چھوڑنے کی کیا قیمت لوگے؟ نقدی کے علاوہ اور دوسرے مطالبات بھی منوا سکتے ہو۔"

"نہ میں نقدی لوں گا اور نہ میرا کوئی مطالبہ ہے۔ میں تمہیں قتل کرنے کے ارادے سے نہیں آیا ہوں۔ میں چاہتا ہوں' زندہ رہ کر میرے خلاف بیان دو تاکہ موساد والوں کو یقین ہو جائے کہ خان جس ملک کی زمین پر بیٹی کے ساتھ رہتا ہے' وہاں ایک بھی یہودی قدم نہیں رکھے گا۔ چلو فوراً کھڑے ہو جاؤ۔"

وہ اٹھ کھڑا ہوگیا۔ خان نے فوراً ہی نشانہ لے کر اس کے ایک گھٹنے میں گولی ماری۔ وہ حلق کے بل چیختا ہوا فرش پر گر پڑا۔ خان نے کہا۔ "تم زندہ رہو گے۔ مگر کبھی اپنے پیروں پر کھڑے نہیں ہوسکو گے۔"

اس نے دوسری گولی دوسرے گھٹنے پر ماری۔ وہ چیخیں مارتے ہوئے تڑپنے لگا۔ دونوں گھٹنوں کی ہڈیاں ٹوٹ گئی تھیں۔ تکلیف کی شدت سے بے ہوشی طاری ہو رہی تھی۔ اس نے تڑپتے ہوئے فرش پر سے سر اٹھا کر دیکھا۔ کمرے میں کوئی نہیں تھا۔ خان اعظم خان جاچکا تھا۔

★=========★=========★

گاڈفادر پیر عظمت اللہ شاہ سلطانی اسلام آباد میں تھا۔ وہ رب راکھن کو دن میں تارے دکھانے آیا تھا۔ اس کے ساتھ شانی بھی چلی آئی تھی۔ پیر شاہ سلطانی نہیں چاہتا تھا کہ اس کی کوئی بھی اولاد اس کے ساتھ کوٹھی سے باہر آئے۔ اس کے خاندان کا ہر فرد دشمنوں کے گن پوائنٹ پر تھا۔ کسی وقت بھی کہیں سے کوئی گولی آکر گھر کے کسی جوان بچے کو ہلاک کر سکتی تھی۔

پیر شاہ سلطانی نے نواسی کو تحریر کے ذریعے سمجھایا تھا کہ وہ اسلام آباد ساتھ نہ چلے لیکن اس نے تحریری جواب دیا۔ "اگر میں اپنے نانا جان کے سائے میں محفوظ نہ رہ سکی تو پھر کہیں بھی حفاظت اور سلامتی کی ضمانت نہیں ملے گی۔"

وہ ضد کرکے ساتھ چلی آئی۔ اسے معلوم تھا کہ اس کے والد صداقت علی اس شہر میں ہیں۔ وہ اے ڈی جی سکندر کے ذریعے اپنے ڈیڈی سے مل سکتی تھی۔

پیر عظمت اللہ شاہ نے وہاں پہنچ کر رب راکھن کو طلب کیا۔ وہ ایک گھنٹے بعد ملاقات کرنے آیا۔ اس نے سلام کرتے ہوئے کہا۔

"آپ کا حکم سنتے ہی حاضر ہوگیا ہوں۔ اس اعتماد کے ساتھ کہ آپ مجھے کسی طرح نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔ کیونکہ....."

"کیونکہ ہمارا پوتا سنی تمہاری قید میں ہے اور تمہارا بیٹا سچل ہماری قید میں بیمار پڑا ہے۔"

وہ چونک کر بولا۔ "کیا؟ میرا بیٹا بیمار ہے؟ آپ نے کہا تھا کہ وہ آپ کی قید میں نہیں ہے۔"

"نہیں تھا۔ اب ہے۔ ہمارے آدمیوں نے اسے ڈھونڈ نکالا ہے۔ جب اسے ہمارے ٹارچر سیل میں لایا گیا تو وہ بہت بیمار تھا۔ اب بھی ہے۔ ایک ڈاکٹر اس کا علاج کر رہا ہے۔"

"آپ کی مہربانی ہوگی۔ مجھ سے میرے بیٹے کی بات کرادیں۔ روبرو نہ سہی فون پر ہی میں اس کی خیریت معلوم کروں گا۔"

"پہلے تم فون پر سنی کی آواز سنواؤ۔ میں بھی اپنے پوتے کی خیریت معلوم کرنا چاہتا ہوں۔"

"آپ کا پوتا بیمار نہیں ہے۔ وہ کل صبح آپ کے پاس پہنچ جائے گا۔"

"تو پھر صبح تک صبر کرو۔ سچل بھی صبح تک تمہارے پاس پہنچ جائے گا۔ نہیں۔ وہ پہنچایا نہیں جائے گا۔ تم اسے لینے یہاں آؤ گے اور اپنے ساتھ سنی کو لاؤ گے۔ بولو کس وقت اسے لاؤ گے؟"

"آپ برا نہ مانیں۔ میں اس معاملے میں آپ پر بھروسا نہیں کروں گا۔ دونوں جوانوں کا تبادلہ اس طرح ہو کہ ہم ایک دوسرے کو دھوکا نہ دے سکیں۔"

"تم کس طرح تبادلہ چاہتے ہو؟"

"سچل اور سنی ایک دوسرے سے موبائل فون کے ذریعے باتیں کریں گے اور آپس میں یہ طے کریں گے کہ جس وقت سنی آپ کے پاس پہنچے گا' سچل بھی ٹھیک اسی وقت میرے پاس آجائے گا۔ یعنی ہم سچل اور سنی کے مقررہ وقت کے مطابق انہیں قید سے آزاد کریں گے اور ہم میں سے کوئی ان کے پیچھے نہیں جائے گا۔"

"اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ تم میرے پوتے کو یہاں آنے کے لیے اپنی قید سے رہا کرو گے؟"

"اس کے لیے کچھ تو بھروسا کرنا ہوگا۔"

"ابھی تم نے کہا تھا کہ مجھ پر بھروسا نہیں کرو گے پھر مجھ سے کیوں توقع کرتے ہو؟"

ایک سیکیورٹی افسر نے آکر کہا۔ "جناب عالی! کام ہوگیا۔"

پیر شاہ سلطانی نے افسر سے کہا۔ "تمہاری بات رب راکھن کی سمجھ میں نہیں آئے گی۔ یوں خبر سناؤ کہ کام تمام ہوگیا۔"

رب راکھن نے پریشان ہو کر پوچھا۔ "کون سا کام تمام ہوگیا؟ کس کا کام تمام ہوگیا؟"

"تمہارے چار ڈاکو' جو بڑی کامیابی سے نقب لگاتے ہیں' وہ ابھی اس کوٹھی میں گھسنے کی حماقتیں کر رہے تھے۔ ان میں سے تین مارے گئے۔ اب تم جلدی سے اگل دو کہ تمہارے ارادے کیا تھے؟"

"آپ مجھے بے بنیاد الزام دے رہے ہیں۔ میرے ڈاکو جنگل چھوڑ کر شہروں میں ڈاکے ڈالنے نہیں آتے ہیں۔"

دو سیکیورٹی گارڈز ایک شخص کو پکڑ کر لائے۔ پھر اسے پیر شاہ سلطانی کے قدموں کے پاس قالین پر گرا دیا۔ شاہ نے کہا۔ "ابھی ہم نے کہا تھا کہ چار میں سے تین مارے گئے ہیں۔ یہ چوتھا ہے۔"

وہ چوتھا بری طرح زخمی تھا۔ اس کی خوب پٹائی گئی تھی۔ وہ رب راکھن کے سامنے ہاتھ جوڑ کر بولا۔ "سائیں! ہم چاروں نے آپ سے کہا تھا' ہم شہر میں واردات نہیں کرسکیں گے لیکن آپ نے مجبور کر دیا۔ ہمیں یہ بھی نہیں بتایا کہ یہ پیر صاحب کی کوٹھی ہے اور ہم جسے اٹھا کر لے جائیں گے' وہ پیر صاحب کی کوئی اپنی ہوگی۔"

پیر صاحب نے کہا۔ "کتے کو لات مارو۔"

سیکیورٹی افسر نے رب راکھن کے سر کے بال مٹھی میں جکڑ لیے۔ اسے کھینچ کر

صوفے سے نیچے گرایا۔ پھر بھاری بھرکم جوتوں سے ٹھوکریں مارنے لگا۔ پیر شاہ سلطانی نے کہا۔ "تم اتنے بڑے مجرم بن گئے ہو کہ پہلے ہمارے پوتے کو اغوا کرایا اور اب نواسی کو بھی اغوا کرانے والے تھے۔"

وہ مار کھاتا جارہا تھا اور کہتا جارہا تھا۔ "پیر صاحب! مجھے معاف کردیں۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے سنی کو اغوا نہیں کیا ہے۔ میں ابھی اس کا موبائل فون نمبر بتاتا ہوں۔ آپ خود اس سے پوچھ لیں۔"

پیر شاہ صاحب نے سیکیورٹی افسر کو ہاتھ کے اشارے سے روکا پھر رب راکھن سے کہا۔ "ہمیں سنی مل جائے گا تو ہم تمہیں معاف کردیں گے۔ اس کا فون نمبر بتاؤ۔"

اس نے نمبرز بتائے۔ پیر ساہ سلطانی نے غصے سے گرج کر کہا۔ "تیری موت آگئی ہے۔ مجھے دھوکا دے رہا ہے۔ یہ میری بیٹی ہاجرہ کا موبائل نمبر ہے۔"

"میں اپنے بیٹے سچل کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ سنی صاحب کے پاس یہی موبائل فون ہے۔ آپ رابطہ کرکے دیکھ لیں۔"

پیر شاہ سلطانی نے سوچتی ہوئی نظروں سے اسے دیکھا۔ پھر نمبر ڈائل کیے۔ رابطہ ہونے پر دوسری طرف سے سنی کی آواز سنائی دی۔ "ہیلو۔ کون ہے؟"

پیر شاہ سلطانی چند لمحوں تک چپ رہا۔ پھر بڑے صدمے سے بولا۔ "دادا کی جان! ہم سے کب تک ناراض رہو گے؟"

ادھر سنی کو چپ لگ گئی۔ دادا نے کہا۔ "ہمیں دنیا کی کوئی طاقت توڑ نہیں سکتی اور نہ کبھی توڑ سکے گی لیکن اس عمر میں اولاد کی مخالفت اور ناراضگی ہمیں توڑ پھوڑ کر رکھ دے گی۔ اپنے بچوں کے بغیر ہمارا ذہن کچھ سوچنے سمجھنے کے قابل نہیں رہے گا۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ کوئی بھی معمولی سا دشمن سر راہ ہمیں گولی ماردے گا اور ہم ایک معمولی آدمی کی طرح لوگوں کے سامنے تڑپ تڑپ کر مرجائیں گے۔"

"پلیز دادا جان! ایسی باتیں نہ کریں۔ خدا ہمارے سروں پر آپ کا سایہ ہمیشہ سلامت رکھے۔"

"تو پھر آجاؤ۔ ہمیں زندہ رکھنے کے لیے آجاؤ۔"

"میں آتا جاتا رہوں گا لیکن اس خاندان میں نہیں رہوں گا' جس کے آپ سربراہ ہیں۔ میں آپ سے محبت بھی کرتا رہوں گا اور مخالفت بھی کرتا رہوں گا۔"

"دونوں ہی صورتوں میں تم میرے سامنے رہا کرو گے۔ میرے ذہنی سکون کے لیے اتنا ہی کافی ہے۔ آجاؤ بیٹے!"

"صبح حاضر ہو جاؤں گا۔ کیا رب راکھن آپ کے پاس ہے؟ اسی نے آپ کو پھوپی کا یہ موبائل نمبر بتایا ہوگا؟"

"ہاں یہ کم بخت تمہاری بہن شانی کو بھی اغوا کرنا چاہتا تھا۔ میں تمہاری بازیابی کی خوشی میں اسے زندہ چھوڑ دوں گا لیکن سزا ضرور دوں گا۔"

"پلیز دادا جان! اسے ایسی کوئی سزا نہ دیں' جس سے ہم توہین محسوس کریں۔ وہ جیسا بھی ہے ہمارے سچل کا باپ ہے اور سچل ہماری شانی کی محبت ہے۔"

"ایسی باتیں نہ کرو۔ سچل سے ہماری رشتے داری کبھی نہیں ہوگی۔"

"ہوگی۔ ہمارے پھوپا صداقت علی سچل کو داماد بنانے کا فیصلہ کرچکے ہیں۔"

"اس نے فیصلہ کیا تھا۔ وہ وقت گزر چکا ہے اور اسے صداقت علی کے ساتھ مرحوم بھی کہا کرو۔"

"جو سچے اور مومن ہوتے ہیں' وہ ہماری جھوٹ دیکھنے والے آنکھوں کے سامنے مرتے ہیں لیکن ہماری لاعلمی میں زندہ رہتے ہیں۔ انکل صداقت جرائم کے خلاف جنگ کرتے رہے۔ وہ جنگ ہم نے جاری رکھی ہے اور ان کا پیغام محبت' شانی اور سچل کی شادی سے آگے بڑھے گا اور نسل در نسل پھیلتا رہے گا۔"

سنی! ختم کرو یہ بحث۔ ہمارا موڈ خراب نہ کرو۔ تمہاری خاطر میں اس کم بخت کو چھوڑ رہا ہوں۔ تم صبح ہوتے ہی چلے آؤ۔"

پیر شاہ نے فون بند کرکے رب راکھن کو گھورتے ہوئے کہا۔ "تو قسمت کا دھنی ہے۔ آج موت کی سزا سے بچ گیا لیکن زندہ رہ کر سزا پاتا رہے گا۔"

"کیا آپ میری سزا میرے بیٹے کو دیں گے؟"

"صاف اور سچی بات یہ ہے کہ تمہارا بیٹا ہماری قید میں نہیں ہے۔ ہم نے سنی کو

حاصل کرنے کے لیے جھوٹ کہا تھا۔ ویسے ایک بات سمجھ میں آرہی ہے کہ مقتول حمزہ بیگ نے تمہارے بیٹے کو اغوا نہیں کیا تھا۔ یہ ہمارے بچے اغوا کیے جانے کا ڈراما کر رہے ہیں اور ہمیں ذہنی اذیتوں میں مبتلا کر رہے ہیں۔ سنی کی طرح تمہارا بیٹا بھی یہی کر رہا ہے۔"

"میں آپ سے التجا کرتا ہوں جس طرح آپ مجھے موت کی سزا نہیں دے رہے ہیں اسی طرح کوئی اور سزا بھی نہ دیں۔ اس خادم کو ایک بار آزمائیں۔ میں ہمیشہ آپ کا تابعدار رہوں گا۔"

"تم نہ چاہتے ہوئے بھی تابعدار بن کر رہو گے' جب تمہارا بینک بیلنس صفر ہو جائے گا اور تمہاری زمینوں پر جب دوسروں کا قبضہ ہو جائے گا۔"

رب راکھن نے بے یقینی سے دیکھا لیکن یقین بھی تھا کہ وہ پیر ناممکن کو ممکن بنا سکتا ہے۔ اس کی زمینوں کے کاغذات پکے اور پرانے تھے۔ اس کے باوجود وہ پیر اپنے تعویز گنڈوں سے یعنی ہتھکنڈوں سے زمین چھین سکتا تھا۔ اسی طرح عیاری سے اس کا بینک بیلنس صفر کر سکتا تھا۔

وہ سلام کر کے چلا گیا۔ پیر شاہ سلطانی سر جھکا کر سوچنے لگا۔ سنی باغیانہ انداز اختیار کر رہا ہے لیکن اپنے بزرگ سے گستاخی نہیں کر رہا ہے۔ وہ سچل کا دوست ہے۔ وہ جانتا ہوگا کہ سچل بھی کہاں روپوش ہے؟ وہ بھی روپوش رہ کر اپنے باپ رب راکھن کو ذہنی اذیتیں پہنچا رہا ہے۔

اس نے سوچا۔ "اگر ہمارے تابعدار جاسوس سنی کا تعاقب کرتے رہیں گے تو پتا چل جائے گا کہ وہ چوری چھپے سچل سے ملتا ہے یا نہیں؟ یہ ٹھیک ہے۔ کل سنی آئے گا پھر ہم سے ملاقات کر کے واپس جائے گا تو ہمارے آدمی بڑی رازداری سے اس کا تعاقب کریں گے۔"

اسے جس رات کی صبح کا انتظار تھا' وہ رات نہیں گزر رہی تھی۔ کئی جگہ کئی وارداتیں ہو رہی تھیں۔ پیر عظمت اللہ شاہ سلطانی کا جو دست راست عارف بنگش اسلام آباد میں تھا' رات کے تین بجے اس نے فون پر رابطہ کیا۔ حالانکہ پیر شاہ سلطانی رات کو

ن بند کر کے سو جانے کا عادی تھا لیکن اس رات جاگ رہا تھا۔ وہ سنی کو حاصل کرنے کے لاوہ نئے گاڈفادر خان اعظم خان کو کوئی بہت بڑا نقصان پہنچا کر اسے احساس کمتری میں مبتلا رنا چاہتا تھا۔ عارف بنگش نے کہا۔ "جناب عالی! خان آج رات اپنے ذاتی دشمنوں سے نقام لینے میں مصروف ہے۔"

"اس کے ذاتی دشمن کون ہیں؟ اور کتنے ہیں؟"

"دشمنوں کی تعداد رفتہ رفتہ معلوم ہوگی۔ ویسے یہ معلوم ہوا ہے کہ اس نے امریکی سفارت کار..... کے دونوں گھٹنوں پر گولی مار کر اسے اپاہج بنا دیا ہے۔ انٹیلی نس کے چیف سوغات علی نے پولیس کے اعلیٰ افسر کو بتایا ہے کہ وہ اپاہج ہونے والا امریکی عیسائی نہیں بلکہ یہودی ہے' جو امریکہ کے ساتھ حکومت پاکستان کو بھی دھوکا دیتا رہا ہے۔ سوغات علی نے اس کے خلاف موساد کے اہم خفیہ کاغذات پیش کیے ہیں۔"

"ایسے اہم خفیہ کاغذات سوغات علی نے کہاں سے حاصل کیے ہیں؟"

"ہمارے ایک پالتو جونیئر افسر نے بتایا ہے کہ خان اعظم خان چیف افسر سوغات علی پر بھروسا کرتا ہے۔ خان نے ہی وہ کاغذات سوغات علی کو دیے ہیں۔"

"اس کا مطلب ہے' خان موساد والوں کے خلاف ہو گیا ہے۔"

"کچھ ایسا ہی ہے۔ تین مختلف مقامات پر تین لاشیں پائی گئی ہیں۔ سوغات نے ان اہم خفیہ کاغذات کے ذریعے ان تینوں کو بھی یہودی ثابت کیا ہے۔ ان کے کاغذات کے ساتھ ان تینوں کی تصاویر منسلک تھیں۔"

"پھر تو یقینی بات ہے۔ خان اب موساد کا ایجنٹ نہیں رہے گا اور مقتول حمزہ بیگ کی جگہ اسے گاڈفادر کا عہدہ نہیں دیا جائے گا۔"

"یہی بات ہے جناب عالی! موساد اور را سے تعلق رکھنے والے کسی گاڈفادر کے بغیر بکھرے ہوئے ہیں۔ جن یہودیوں کے خلاف ثبوت مل چکے ہیں' وہ مارے جا رہے ہیں۔ آپ اجازت دیں تو ہم ایسے وقت ان کے اہم آدمیوں کو توڑ لیں۔"

"ہوں' دو چار اہم آدمی ہماری طرف آئیں گے تو موساد اور را کی اہم دستاویزات بھی چرا کر لائیں گے۔ اس کام میں دیر نہ کرو۔ کامیابی ہو تو دوبارہ فون کر کے ہمیں نیند

سے جگا سکتے ہو۔"

پیر شاہ سلطانی نے فون بند کر دیا۔ عارف بنگش نے دوسرے نمبر ڈائل کیے۔ رابطہ ہونے پر دوسری طرف فون کی گھنٹی بجنے لگی تھی۔ بڑی دیر تک بجتے رہنے کے بعد ریسیور اٹھایا گیا پھر ایک نیند بھری آواز نے پوچھا۔ "کیا مصیبت ہے؟ کون ہے؟"

"آتما رام! تین یہودی قتل کر دیے گئے ہیں۔ ان کے سربراہ کرسٹوفر کے دونوں گھٹنوں کی ہڈیاں توڑ کر اسے اپاہج بنا دیا گیا ہے۔ خان اعظم خان پاگل ہو رہا ہے۔ موساد کے بعد را کے اہم افسران کے ساتھ بھی یہی سلوک کر سکتا ہے۔ تمہاری خان سے کوئی دشمنی تو نہیں ہے؟"

"نن..... نہیں۔ ہاں..... ہاں۔ وہ ایسا ہے کہ آج رات وہ اچانک میرے خلاف ہو گیا تھا۔ اس نے میری انسلٹ بھی کی تھی مگر تم..... تم کون ہو؟"

عارف بنگش تیز رفتاری سے کار ڈرائیو کرتا ہوا ہوٹل شیرٹن کی طرف جا رہا تھا۔ آتما رام اسی ہوٹل سے فون پر بول رہا تھا۔ عارف بنگش نے کہا۔ "مزید گفتگو کرنا فون پر مناسب نہ ہو گا۔ مجھے کمرے میں بلاؤ یا ہوٹل کے لاؤنج..... میں آ جاؤ۔ میں دس منٹ بعد وہاں پہنچ رہا ہوں۔"

"میں تم سے وہیں..... ملاقات کروں گا۔"

آتما رام ریسیور کو کریڈل پر پٹخ کر پریشانی سے ٹہلنے لگا۔ اس کی بیوی نے پوچھا۔ "کوئی پریشانی ہے؟"

وہ غصے میں بولا۔ "سب سے بڑی پریشانی تم ہو۔ میں نے سمجھایا تھا کہ میرے ساتھ پاکستان نہ آؤ۔ میں خطرات سے کھیلتا رہتا ہوں مگر تم اپنے ساتھ جوان بیٹے کو لے آئیں۔ وہ ادھر بازو والے کمرے میں ہے۔ پھر بیٹی اور داماد کو بھی ہنی مون کے لیے لے آئے ہیں۔ وہ ادھر بازو والے کمرے میں ہیں۔ جو دشمن یہ معلوم کر سکتے ہیں کہ میں کس ہوٹل کے کس کمرے میں ہوں انہیں میرے بیٹے، بیٹی اور داماد کے بارے میں بھی بہت کچھ معلوم ہو گا۔"

اس نے ریسیور اٹھا کر ایک نمبر ڈائل کر کے کاؤنٹر پر کہا۔ "میرا ایک مہمان ملاقات

کے لیے آ رہا ہے۔ اسے نیچے لاؤنج میں بیٹھنے کے لیے کہہ دیں، تھینکس۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ بیوی نے کہا۔ "آپ بھول گئے ہیں، آپ نے کہا تھا کہ پاکستان میں آپ کے قدم مضبوطی سے جمے ہوئے ہیں۔ یہاں کے حکمرانوں کے چمچے آپ کے اشاروں پر ناچتے ہیں۔ آپ کی باتوں سے میں نے سمجھا کوئی خطرہ نہیں ہے اس لیے بچوں کے ساتھ آئی ہوں۔ ہماری بیٹی شادی سے پہلے اور شادی کے بعد وہ مندر سپنے میں دیکھتی رہی ہے جو سوات کی پہاڑیوں میں ہے۔ وہ اس مندر میں جا کر پوجا کرنے کا دل سے ارادہ کر چکی تھی اس لیے میں بیٹی اور داماد کو بھی لے آئی۔"

وہ نمبر ڈائل کر رہا تھا پھر کان سے ریسیور لگا کر بولا۔ "میں ہوں آتما رام، اپنے صاحب کو میرا نام بتاؤ۔ وہ نیند سے جاگنے پر ناراض نہیں ہوں گے۔"

وہ ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھ کر بیوی سے بولا۔ "زیادہ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ جاؤ بیٹے اور بیٹی داماد کو جگا دو۔ میں کسی پر آنچ نہیں آنے دوں گا پھر بھی محتاط رہنا چاہیے۔"

وہ کمرے سے باہر چلی گئی۔ آتما رام نے کہا۔ "ہاں جی، توقیر احمد صاحب! میں آپ کا ہم نوالہ و ہم پیالہ آتما رام بول رہا ہوں۔"

"آتما رام جی! آپ کا ہر کام دن کی روشنی میں ہو جاتا ہے پھر رات کے آخری پہر نیند خراب کرنے کی وجہ کیا ہے؟"

"ایک اجنبی شخص ہوٹل کے لاؤنج..... میں مجھ سے ملنے آ رہا ہے۔ میں نہیں جانتا، وہ دوست ہے یا دشمن لیکن اس کے ذریعے معلوم ہوا ہے کہ خان اعظم خان تین یہودیوں کو قتل کر چکا ہے اور ان کے سربراہ کے گھٹنے توڑ دیے ہیں۔ وہ پاگل خان میرا بھی دشمن ہے۔ مجھے بھی گولی مار سکتا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہاں آنے والا اجنبی خان کا ہی آدمی ہو۔"

"ہونے دیں آتما رام جی! جب تک ہم آپ کی پشت پر ہیں، کوئی را کے افسران کو تو کیا، معمولی ایجنٹوں کو بھی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ میں ابھی پولیس اور انتظامیہ کو الرٹ کرتا ہوں۔ آدھے گھنٹے کے اندر وہ آپ کی حفاظت کے لیے وہاں پہنچ جائیں گے۔"

"آپ واقعی ہم سے دوستی کا حق ادا کرتے رہتے ہیں۔"

"لیکن آپ ہمارے لیے کچھ زیادہ نہیں کرتے ہیں۔"

"آپ حکم کریں۔ آپ کے لندن کے بینک اکاؤنٹ میں پہلے سے زیادہ رقم جمع کرادی جائے گی۔"

"وہ تو آپ کریں گے لیکن مادھوری ڈکشٹ کی فلمیں دیکھ دیکھ کر پاگل ہو رہا ہوں۔ سمجھ گئے نا؟"

"یہ کون سی بڑی بات ہے توقیر احمد جی! آپ سرکاری دورے پر پاکستان سے باہر جس ملک میں جائیں گے' وہاں آپ کی مادھوری پہنچادی جائے گی۔"

"جیو آتما رام جی! ہوٹل میں آرام سے رہو۔ حفاظتی انتظامات ہو رہے ہیں۔"

فون بند ہوگیا۔ اس نے پھر دوسرے نمبر پر رابطہ کیا پھر کہا۔ "جے جگدیش! را کے فیلڈ افسران کے ساتھ جگہ بدل دو۔ ہوسکتا ہے' مجھ پر مصیبت آئے اور مجھے ٹارچر کیا جائے۔ ایسی حالت میں' میں تم لوگوں کے نام اور پتے بتا سکتا ہوں۔ بہتر ہے کہ مجھے تم لوگوں کی نئی رہائش گاہوں کے پتے معلوم نہ ہوں۔ تین گھنٹے بعد موبائل پر رابطہ کرنا۔ اگر میں زندہ رہا تو اپنے حالات بتاؤں گا۔"

اس نے فون بند کرکے پلٹ کر دیکھا۔ اس کی بیوی' بیٹی' بیٹا اور داماد کھڑے ہوئے تھے۔ بیٹی کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ وہ دوڑتی ہوئی آکر باپ کے سینے سے لگ کر بولی۔ "ابھی آپ فون پر کہہ رہے تھے کہ زندہ رہے تو اپنے حالات کسی کو بتائیں گے۔ نہیں ڈیڈی! میں آپ کو کمرے سے باہر نہیں جانے دوں گی۔"

وہ بیٹی کو تھپک کر بولا۔ "گیتا! دھیرج رکھو۔ مجھ پر بھروسا کرو۔ میں موم کا بنا ہوا نہیں ہوں۔ میرے نیچے جانے سے پہلے میری حفاظت کرنے والے وہاں پہنچ چکے ہوں گے۔"

وہ روتے ہوئے بولی۔ "بھگوان آپ کو میری بھی عمر دے۔ یہ کون لوگ ہیں ڈیڈی؟ میں بھارت سے کسی پیر شاہ سلطانی اور خان اعظم خان کا نام سنتی آرہی ہوں۔ یہ کیسے درندے ہیں؟ کیا ان لوگوں کے جوان بیٹے اور بیٹیاں نہیں ہیں؟ کیا ان کے جوان

بچے ہماری طرح خوف زدہ نہیں ہوتے ہوں گے؟"

ایک نوجوان نے کہا۔ "دیدی! جہاں خوف ہوگا' وہاں خوف کھانے والے بھی ہوں گے۔ خوف مسلمان اور ہندو نہیں ہوتا اور خوف پاکستانی اور بھارتی نہیں ہوتا۔ پیر شاہ سلطانی' خان اعظم خان اور ہمارے ڈیڈی جیسے ایجنٹ خوف کو ایک ملک کی سرحد سے دوسرے ملکوں تک پہنچاتے رہتے ہیں۔"

آتما رام نے ڈانٹ کر کہا۔ "جے راج! تم ہمیشہ ایسی ہی بکواس کرتے ہو۔ میں سمجھ گیا ہوں' میرے بعد تمہیں "را" میں چپراسی کی بھی جگہ نہیں ملے گی۔ جے کشن سے سیکھو۔ یہ ہمارا داماد ہے لیکن تم سے زیادہ ہماری عزت کرتا ہے۔"

"آپ دیدی کے پتا جی ہیں اس لیے جیجا جی آپ کی عزت کرتے ہیں لیکن آپ کی طرح جرائم کی دنیا میں نہیں رہتے ہیں۔ کیا آپ کبھی نہیں سوچتے کہ آپ اپنی موت سے پہلے ہمیں دشمنوں کے ٹارچر سیل میں مرتے دیکھیں گے اور اپنے بوڑھے کاندھوں پر جوان بچوں کی ارتھی اٹھائیں گے؟"

جے کشن اپنے سالے جے راج کو پکڑ کر کمرے سے لے جاتے ہوئے بولا۔ "چلو یہاں سے۔ ڈیڈی پہلے ہی پریشان ہیں۔ انہیں اور پریشان نہ کرو۔"

وہ دونوں کمرے سے باہر دوسرے کمرے میں چلے گئے۔ آتما رام چند لمحوں تک سوچتا رہا پھر بیٹی کے سر پر ہاتھ رکھ کر کمرے سے باہر آکر لفٹ کی طرف جانے لگا۔

ایک لفٹ نیچے سے اوپر آرہی تھی۔ جب وہ رکی اور دروازہ کھلا تو اس میں سے نئی باہر آیا۔ اس نے آتما رام کو دیکھ کر کہا۔ "پلیز' ایک منٹ۔ ابھی لفٹ میں نہ جائیں۔ کیا آپ آتما رام ہیں؟"

پھر اس نے جیب سے تصویر نکال کر دیکھتے ہوئے کہا۔ "ہاں' یہ آپ ہی کی تصویر ہے۔"

"یہ میری تصویر ہے۔ تم کون ہو؟"

"میں چیف آف انٹیلی جنس جناب سوغات علی کا ماتحت ہوں۔ آپ سر کو فون کریں۔ وہ میرے بارے میں تصدیق کریں گے۔"

آتما رام نے اپنے موبائل کو آن کیا۔ سوغات علی کے موبائل پر رابطہ کیا پھر پوچھا۔ "کون مسٹر سوغات علی؟"

"جی آتما رام جی! میں نے آواز سے آپ کو پہچان لیا ہے۔ آپ نے مجھے جو کام دیا تھا' وہ میں کر چکا ہوں۔ اس کے بڑے بھیانک نتائج سامنے آئے ہیں۔ میرا ایک ماتحت آپ کے پاس آرہا ہے۔ اس کا نام ثناء اللہ عرف سنی ہے۔ وہ آپ کو میرے کام کی پوری تفصیل سنائے گا۔"

آتما رام نے پوچھا۔ "تمہارا نام کیا ہے؟"

"ثناء اللہ عرف سنی۔"

وہ فون پر بولا۔ "ٹھیک ہے۔ آپ کا ماتحت میرے سامنے ہے۔ میں اس سے باتیں کرنے کے بعد آپ سے رابطہ کروں گا۔"

اس نے موبائل فون کو آف کرکے کہا۔ "میرے ساتھ آؤ۔ کمرے میں چل کر جلدی جلدی بتاؤ۔ میں نے خان کی بیٹی حمیرا کو اغوا کرانے کے لیے کہا تھا۔ کیا اسے اغوا کیا گیا ہے؟"

"جی ہاں' اسے اغوا کرکے اس کی یہودی ماں کے پاس پہنچایا گیا تھا۔ اس طرح خان اور یہودیوں میں ٹھن گئی ہے۔ اس نے تین یہودی مار دیے ہیں اور ایک کو اپاہج بنا دیا ہے۔"

"یہ سوغات علی نے بڑی اچھی چال چلی۔ حمیرا کے اغوا کا الزام یہودیوں کے سر ڈال دیا۔ اب حمیرا کہاں ہے؟"

"خان اسے واپس لے گیا ہے۔"

وہ کمرے میں پہنچے۔ وہاں اس کی بیوی اور بیٹی گیتا تھیں۔ آتما رام نے کہا۔ "یہ ٹھیک نہیں ہوا۔ خان کو اس کی بیٹی واپس نہ ملتی اور اس کی عزت کی دھجیاں اُڑ جاتیں تو میرا کلیجا ٹھنڈا ہو جاتا۔"

سنی نے گیتا کی طرف دیکھ کر پوچھا۔ "یہ کون ہے؟"

"میری بیٹی ہے۔ تم کام کی باتیں کرو۔"

"کیسے کروں؟ ایک جوان بیٹی کی موجودگی میں تم خان کی بیٹی کی بے عزتی کا تماشا ے کی بات کر رہے ہو۔ تمہیں شرم نہیں آرہی ہے۔ کیوں بہن! تمہیں شرم آرہی ؟"

گیتا نے دونوں ہاتھوں سے منہ چھپالیا پھر پلٹ کر اپنی ماں کے سینے میں منہ چھپانے ۔ آتما رام نے باتوں کے دوران خیال نہیں کیا تھا کہ کمرے میں بیوی اور بیٹی موجود ۔ اس نے جھینپ کر سنی سے کہا۔ "یہ تم کیا بکواس کر رہے ہو۔ خبردار! میری بیٹی سے نہ کرنا۔"

اس نے ریسیور اٹھا کر ہوٹل کی کاؤنٹر گرل سے کہا۔ "میں روم نمبر سیون زیرو ن سے بول رہا ہوں........... لاؤنج میں بیل بوائے کو بھیجو۔ بیل بوائے کے کارڈ پر و۔ آتما رام کے گیسٹ کا فون ہے۔"

آتما رام ریسیور کان سے لگائے کھڑا تھا۔ سنی نے گھڑی دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "صبح چار بجے کون گیسٹ آیا ہے؟"

"پتا نہیں کون ہے۔ تم سے پہلے اس نے مجھے اطلاع دی تھی کہ خان پاگل ہوگیا اور یہودیوں کو قتل کرتا پھر رہا ہے۔ وہ مجھے بھی قتل کرنے یہاں آسکتا ہے۔"

"تم اس گیسٹ کو نہیں جانتے ہو۔ بہتر ہے کہ مجھے فون پر بات کرنے دو۔"

آتما رام نے اسے ریسیور دیا۔ اس نے اسے کان سے لگایا۔ دوسری طرف سے چھا گیا۔ "ہیلو! آپ آتما رام ہیں؟"

"میرے آتما رام نہ ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ تم بتاؤ' کیا چاہتے ہو؟ اور کون ہو؟"

"یہ میں صرف آتما رام کو بتاؤں گا۔ میں اس کا ہمدرد ہوں۔ دشمن نہیں ہوں۔"

"دشمن اکثر ہمدرد بن کر آتا ہے۔ تمہارا تعلق پیر شاہ سلطانی، یا خان اعظم خان سے ہے۔ اگر پیر شاہ صاحب سے ہے تو جاکر کہو۔ یہاں آتما رام کی جو بیٹی ہے' وہ ان کی نواسی ثانی کی طرح ہے۔ ثانی اپنے نانا کے کردار سے شرمندہ ہے اور ابھی میں نے آتما رام کی ٹی کو بھی باپ کی حرکت پر شرمندہ دیکھا ہے۔ اگر تم خان کے آدمی ہو تو اس سے کہو۔

جس بیٹی کی وہ عزت بچا کر لایا ہے ایسی ہی ایک بیٹی یہاں ہے اور اپنی عزت اور اپنی جان کی سلامتی چاہتی ہے۔ بازار کے دلال عورتوں کی صرف عزت کا سودا کرتے ہیں۔ تم لوگ کیسے دلال ہو کہ جوان بیٹیوں کو اغوا کر کے ان کی عزت بھی اتارتے ہو' ان کی جان بھی لیتے ہو اور یوں اپنی جوان نسل کے منہ پر کالک ملتے جاتے ہو۔ جاؤ یہاں سے چلے جاؤ ورنہ میں نیچے آ کر گولی مار دوں گا۔"

دوسری طرف سے سرگوشی جیسی دھیمی آواز سنائی دی۔ "سنی بابا! میں نے آپ کو پہچان لیا ہے۔ میرا نام عارف بنگش ہے۔ آپ غصہ نہ کریں۔ آرام سے گھر جائیں۔"

"کیا مجھے واپس جانے کا مشورہ دے رہے ہو؟"

"معافی چاہتا ہوں' آپ کی موجودگی سے آپ کے دادا حضور کو نقصان پہنچے گا۔ یہ آتما رام ہمارے لیے بہت اہم ہے۔"

"مجھے آتما رام سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ یہاں میری ایک جوان بہن اور دو جوان بھائی ہیں۔ ہمارے خاندان کے جوانوں کی طرح آتما رام کے جوان بچے بھی پریشان ہیں۔ جس طرح کہیں سے بھی آنے والی گولیاں مجھ کو' شانی کو اور سچل کو ہلاک کر سکتی ہیں' اسی طرح میرے آس پاس کھڑے ہوئے ان جوانوں کو بھی موت کے گھاٹ اتار سکتی ہیں۔ یہ ہمارے بزرگ موت کا کیسا کھیل کھیل رہے ہیں' خود تو محفوظ رہتے ہیں اور ہم جوانوں کو بے موت مارتے رہتے ہیں۔ میں آخری بار کہتا ہوں' چلے جاؤ۔"

"سنی بابا! یہ تو سوچیں کہ وہ سب ہندو ہیں' "را" کے ایجنٹ ہیں۔"

"را" کا ایجنٹ صرف آتما رام ہے۔ اس کے تمام بچے پیر شاہ سلطانی کے تمام بچوں کی طرح بے قصور ہیں۔ اب اگر تم نہ گئے تو پیر شاہ سلطانی سے کہہ دینا کہ صبح ان کا نواسا انہیں نہیں ملے گا۔"

"ٹھیک ہے' سنی بابا! میں جا رہا ہوں۔ آپ صبح جناب عالی سے ضرور ملاقات کریں۔"

فون بند ہو گیا۔ سنی نے ریسیور رکھ کر دیکھا۔ آتما رام کی بیٹی گیتا' داماد جے کشن اور بیٹا جے راج اسے محبت اور عقیدت سے دیکھ رہے تھے۔ جے راج نے آگے بڑھ کر

سنی سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ "آپ ہمارے دل کی باتیں کہہ رہے تھے۔ آپ اور ہم بڑے نامی گرامی بزرگوں کی اولاد ہیں لیکن ان کی مجرمانہ طرز زندگی کے باعث ہم کتوں کی موت مارے جاتے ہیں۔ ہمیں اس سلسلے کو روکنا ہو گا۔ بے شک ہم دولت چاہتے ہیں لیکن ایسی دولت نہیں چاہتے جو آپ کی بہن شانی اور میری دیدی گیتا کے سہاگ کو لہو میں ڈبو دے۔"

"موت کو کوئی ٹال نہیں سکتا پھر بھی میں کوشش کروں گا کہ تم سب یہاں سے بخیریت بھارت جا سکو۔"

گیتا نے سنی سے کہا۔ "بھائی! میں جو سپنا لے کر یہاں آئی ہوں' اسے پورا کیے بغیر بھارت نہیں جاؤں گی۔"

"تمہارا سپنا کیا ہے؟"

"میں شادی سے پہلے اور شادی کے بعد بھی ایک مندر میں سری کرشن بھگوان کو دیکھتی رہی ہوں۔ وہ مندر بہت پرانا ہے اور ویران ہے۔ بہت عرصے تک کھوج لگانے کے بعد پتا چلا کہ وہ سوات کی پہاڑیوں میں ہے۔ میں اسی جذبہ سے آئی ہوں کہ سوات کی ان پہاڑیوں میں جاؤں گی اس مندر کو صاف ستھرا کروں گی۔ اس بھگوان کی مورتی کو دودھ سے نہلاؤں گی اور چالیس دنوں اور چالیس راتوں تک وہاں پوجا کرتی رہوں گی۔"

"میں نے تمہیں بہن کہا ہے۔ تمہارا یہ سپنا میں پورا کروں گا لیکن کسی ملک دشمن کے ساتھ رہو گی تو موت کہیں سے بھی چلی آئے گی۔ میں بھی تمہیں نہیں بچا سکوں گا۔ تم کبھی مندر تک نہیں پہنچ سکو گی۔"

"آپ کوئی ایسی تدبیر کریں کہ میں اس مندر میں پوجا کے چالیس دن پورے کر لوں۔ اس کے بعد موت آئے تو کوئی بات نہیں۔"

سنی نے آتما رام سے کہا۔ "دیکھو کیسا تضاد ہے۔ تم "را" کے ایجنٹ ہو۔ اپنی چالبازیوں سے ہمارے وطن کو کھوکھلا کرنے آئے ہو لیکن تمہاری جوان اولاد اپنے دھرم سے اور نیک جذبے سے یہاں آئی ہے۔ محبت کا اصول کہتا ہے کہ سپنوں کا مندر پاکستان میں ہے تو اپنی بہن کو ضرور اس مندر میں لے جاؤ اور ملک کا قانون کہتا ہے کوئی پاکستان کا

دشمن یہاں موجود ہے تو اسے کتے کی موت مارو اور آتما رام! تمہارا یہی انجام ہوگا۔"

آتما رام کی بیوی نے دونوں ہاتھ جوڑ کر کہا۔ "بیٹے! میرا سہاگ اجاڑنے کی بات نہ کرو۔ تم گیتا کو بہن کہہ رہے ہو۔ کیا بہن کے باپ کو قتل کرو گے؟"

"میں نے کبھی کسی کو قتل نہیں کیا ہے اور نہ کروں گا۔ میرے وطن کا یہ دشمن ہمارے قانون کے محافظوں کی نظروں میں ہے۔ یہ چھپنا چاہے تو چھپنے کی کوشش کرلے۔ لاکھوں' کروڑوں روپے کی رشوت دینا چاہے تو دے کر آزمالے۔ ہمارے قانون کے اکثر محافظ ایسے ایماندار اور فرض شناس ہیں کہ کسی قیمت پر بھی اپنا ضمیر نہیں بیچتے ہیں۔"

وہ آتما رام سے بولی۔ "ہم ابھی اس ہوٹل سے جائیں گے اور کسی بھی فلائٹ سے پاکستان چھوڑیں دیں گے۔"

گیتا نے کہا۔ "ماں جی! میں اپنا سپنا پورا کیے بغیر نہیں جاؤں گی۔"

"نہ جاؤ۔ میں تمہارے پتا جی کو یہاں سے لے جاؤں گی۔"

آتما رام نے بیوی سے کہا۔ "تم خواہ مخواہ گھبرا رہی ہو۔ تم "را" کی طاقت کو نہیں جانتی ہو۔ ہم نے پاکستان میں اپنے لیے فولادی قلعہ بنایا ہے۔ اس کمرے سے باہر جاکر دیکھو۔ میرے لیے ایسے حفاظتی انتظامات کیے جاچکے ہیں جیسے کسی ملک کے سربراہ کے لیے کیے جاتے ہیں۔"

سنی نے فون کے ذریعے اپنے انکل صداقت علی سے رابطہ کیا پھر کہا۔ "یہاں میری ایک بھارتی بہن اور دو بھائی ہیں۔ ان کے لیے مرگلہ کا ریسٹ ہاؤس ریزرو کرادیں۔ یہ آتما رام سے الگ رہیں گے۔ آتما رام کو اس بات پر ناز ہے کہ یہاں کے چند بڑے لوگ اس کی جان ومال کی حفاظت کرتے ہیں۔ ایسے وقت یہ بھول جاتا ہے کہ صرف ایک خان اعظم خان ہی "را" کے بڑوں کو ایسے قتل کرے گا جیسے پچھلی رات یہودیوں کو کر چکا ہے۔"

صداقت علی نے کہا۔ "میں ابھی ریسٹ ہاؤس ریزرو کراتا ہوں۔ ان کے کھانے پینے کے لیے بھی ہندو باورچی کا انتظام کردوں گا۔ صبح ہو چکی ہے' تمہیں تھوڑی دیر سونا چاہیے پھر اپنے دادا سے ملنے بھی جانا ہے۔"

"جی ہاں۔ میں ابھی آرہا ہوں۔"

اس نے ریسیور رکھ کر جے کشن سے کہا۔ "میں نے تمہاری دھرم پتنی کو بہن کہا ہے اور یہ جے راج میرا بھائی ہے۔ میں نے تم سب کے لیے حفاظتی اور رہائشی انتظامات کیے ہیں۔ اپنی ماں جی کے ساتھ وہاں جاکر رہو لیکن آتما رام کے ساتھ رہنا ہے تو پھر میرے حفاظتی انتظامات کام نہیں آئیں گے۔"

آتما رام کی بیوی نے کہا۔ "میں اپنے پتی کے ساتھ رہوں گی۔ ہمیں صرف بچوں کی سلامتی چاہیے۔ یہ تینوں ہم سے دور رہیں گے۔ گیتا اپنے پتی اور بھائی کے ساتھ سوات جائے گی اور اس مندر میں پوجا کے چالیس دن پورے کرے گی۔"

گیتا نے ایک خوبصورت سی منگنی ساڑھی پہنی ہوئی تھی۔ اس نے سنی کے سامنے آکر اپنے ساڑھی کے آنچل کو ایک ربن کی صورت میں پھاڑا پھر اسے سنی کی کلائی میں باندھتے ہوئے بولی۔ "یہ رکھشا بندھن ہے۔ اپنے حفاظت کرنے والے بھائی کو یہ راکھی باندھی جاتی ہے۔ آپ نے مجھے بہن کہا ہے۔ میں بہن بھائی کے رشتے کو اس مقدس بندھن میں باندھ رہی ہوں۔"

سنی نے اس کے سر پار ہاتھ رکھ کر کہا۔ "میں نے سنا ہے' راکھی باندھنے والی بہنوں کو کچھ دیا جاتا ہے۔ مجھے بھی دینا چاہیے۔"

وہ بہن کو کچھ رقم دینے کے لیے اپنی جیبیں ٹٹولنے لگا پھر اس نے ایک جیب میں ہاتھ ڈالا اور جب اسے نکالا تو اس کے ہاتھ میں ایک اٹھنی تھی۔ اٹھنی کو دیکھتے ہی سب ہنسنے لگے۔ گیتا نے اٹھنی لے کر کہا۔ "کیوں ہنس رہے ہو۔ یہ میرے بھائی جان نے دی ہے اور یہ میرے لیے دنیا کی سب سے قیمتی اٹھنی ہے۔"

سنی نے اپنی ایک جیب کو تھپکتے ہوئے کہا۔ "میرے پاس کافی رقم ہے لیکن میں گیتا کو ایسا تحفہ دے رہا ہوں' جو ہمیشہ رہے۔ جس طرح یہ راکھی کا بندھن کبھی نہیں ٹوٹے گا اسی طرح یہ اٹھنی گیتا سے کبھی جدا نہیں ہوگی۔"

اس نے اٹھنی لے کر سب کو دکھاتے ہوئے کہا۔ "یہ دیکھو اس پر چاند ستارہ بنا ہوا ہے۔ گیتا سونے کی چین میں اس اٹھنی کو لاکٹ بناکر پہنے گی تو پاکستان بھائی کا یہ چاند ستارہ

ہمیشہ اس کے سینے پر دھڑکتا رہے گا۔"

اس نے شفقت سے گیتا کے سر پر ہاتھ رکھا پھر ان سے رخصت ہو کر کمرے کے دروازے پر آیا۔ وہاں سے پلٹ کر بولا۔ "انٹیلی جنس کا کوئی افسر تم تینوں کو ریسٹ ہاؤس پہنچانے یہاں آئے گا۔ جب تک وہ کوڈ ورڈز ادا نہ کرے' اس پر بھروسا نہ کرنا۔ آنے والا کوڈ ورڈز کے طور کہے گا۔ "اللہ رکھے' راکھی' چاند ستارے کو۔"

یہ کہہ کر وہ اس کمرے سے باہر چلا گیا۔

★==========★==========★

شانی بظاہر اپنی کار میں تنہا تھی لیکن اس کے آگے پیچھے مسلح گارڈز کی دو گاڑیاں تھیں۔ گاڈ فادر اور خفیہ ایجنسیوں کے درمیان اتنی دشمنی بڑھ چکی تھی کہ اب کسی بھی دشمن کا کوئی بچہ محفوظ نہیں تھا۔ کسی کی بھی سلامتی یقینی نہیں تھی۔ کسی کی بھی بیٹی اغوا کی جاسکتی تھی۔ کسی کی بھی عزت اور جان و مال کو گاڈفادر یا خفیہ ایجنسیاں بچا نہیں سکتی تھیں۔

اس لیے پیر شاہ سلطانی نے اپنی نواسی کے اطراف اپنی ذاتی فوج لگا دی تھی۔ اس کے باوجود فکر اور پریشانی ذہن پر مسلط رہتی تھی۔ چونکہ وہ خود شاطر تھا اس لیے مخالفین کی شاطرانہ چالوں سے اولاد کے لیے سہما رہتا تھا۔ سیکیورٹی افسر کو تاکید کی گئی تھی کہ کہیں رکاوٹ یا پریشانی ہو تو فوراً فون کے ذریعے گاڈفادر کو اطلاع دی جائے۔

ایک شاپنگ سینٹر کے سامنے شانی کی کار رک گئی۔ آگے پیچھے والی دو گاڑیوں سے مسلح گارڈز اتر کر شاپنگ سینٹر کو چاروں طرف سے گھیرنے لگے۔ دو گارڈز شانی کے ساتھ اس سینٹر کے اندر جانا چاہتے تھے۔ شانی نے انہیں اشارے سے کہا۔ "سینٹر کے باہر رہو۔ میرے ساتھ دکانوں میں نہ آؤ۔"

وہ سب شاپنگ سینٹر کے اندر مختلف کوریڈور کے ہر موڑ پر کھڑے ہو گئے۔ شانی ایک بہت بڑے جنرل سٹور میں آئی۔ وہ مختلف کاؤنٹرز سے گزرتی ہوئی اسٹور کے پچھلے حصے میں گئی۔ اس سٹور کی تین مختلف سمتوں میں تین دروازے تھے۔ شانی نے تیسرے دروازے پر آکر دیکھا۔ اس کے گاڈ فادر نانا کا ایک گارڈ زخمی اور بے ہوش پڑا ہوا تھا۔ وہ

تیزی سے چلتی ہوئی باہر آئی۔ سڑک کے کنارے ایک کار کھڑی ہوئی تھی۔ اس کا پچھلا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ وہ دوڑتی ہوئی آکر پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ دروازے کو بند کر دیا پھر وہ کار تیزی سے ایک طرف چل پڑی۔

صداقت علی نے صبح شانی کے ذاتی موبائل فون پر رابطہ کیا تھا باپ بیٹی کے درمیان جس طرح فون پر اشاراتی گفتگو ہوتی تھی اسی طرح باپ نے اس سے کہا تھا۔ سچل ایک دن کی چھٹی لے کر اسلام آباد آیا ہے۔ وہ دن کے ساڑھے گیارہ بجے شاپنگ سینٹر کے سب سے بڑے جنرل اسٹور میں چلی آئے اس کے پچھلے تیسرے دروازے کے باہر اسے ایک کار کا دروازہ کھلا ملے گا۔ وہ بے خوف و خطر اس کار میں بیٹھ جائے۔

اس نے بیٹھتے ہی پچھلی سیٹ پر سچل کو دیکھا تو خوشی سے لپٹ گئی۔ وہ جدائی کے دنوں کی تنہائی اور بے چینی کی روداد زبان سے بیان نہیں کر سکتی اس لیے گلے لگ کر جذبوں کو بیان کر رہی تھی اور تہذیبی حد میں رہ کر ایسا کر رہی تھی کیونکہ ڈرائیور موجود تھا۔ اگرچہ پیچھے نہیں دیکھ رہا تھا۔ ایک مجسمے کی طرح بیٹھا ہوا' سامنے دیکھتا ہوا کار ڈرائیو کر رہا تھا۔

وہ گونگے اشاروں سے کہنے لگی۔ "میں کراچی سے اسلام آباد یہ سوچ کر آئی تھی کہ یہاں اپنے ڈیڈی سے ملوں گی پھر ان کے ذریعے تم سے ملاقات کروں گی۔"

سچل نے بھی اشاروں کی زبان میں کہا۔ "میں تم سے زیادہ دیوانہ ہوں۔ تمہارے آنے سے پہلے میں تم سے ملنے آگیا۔"

"کیا تم جانتے تھے' میں اسلام آباد میں ہوں؟"

"یہ نہیں جانتا تھا' میں تمہارے ڈیڈی سے ملنے آیا تھا' تم مل گئیں۔"

"ٹریننگ سینٹر میں آرام سے تو ہو؟"

"پولیس کی ٹریننگ بہت سخت ہوتی ہے۔ صرف کھاتے پیتے اور سوتے وقت آرام ملتا ہے۔"

شانی نے کھڑکی کے باہر دیکھ کر پوچھا۔ "ہم کہاں جا رہے ہیں؟"

"تمہارے ڈیڈی نے کہا کہ ہم سارا دن گھوم پھر کر..... گزاریں پھر رات

ہونے سے پہلے تم اسلام آباد اپنے ڈیڈی کے پاس جاؤ گی۔"

اس نے سچل کا ہاتھ یوں تھام لیا جیسے اسے چھوڑنا' اس سے جدا ہونا نہیں چاہتی ہو۔ سچل نے اسے تھپک کر کہا۔ "ہم یوں ہی ملتے اور بچھڑتے رہیں گے۔ ایک بہترین مستقبل کے لیے ہمیں بہت سی آزمائشوں سے گزرنا ہوگا۔"

کوئی نہیں جانتا کہ کب آزمائش کی کوئی گھڑی آجاتی ہے۔ وہ بھی نہیں جانتے تھے اور وہ گھڑی آن پہنچی۔ ایک بڑی سی ایمبولینس نے آکر راستہ روکا۔ شانی اور سچل کی کار رک گئی۔ ان کے دائیں بائیں اور دو گاڑیاں رک گئی تھیں۔ سچل شانی سے موبائل لے کر اسے آن کرنا چاہتا تھا لیکن گاڑی سے چھلانگیں لگا کر آنے والوں نے انہیں ڈرائیور سمیت گن پوائنٹ پر رکھ لیا۔ سچل سے موبائل چھین لیا پھر کار کا دروازہ کھول کر کہا۔ "چلو' اس سامنے والی ایمبولینس میں بیٹھ جاؤ۔"

سچل نے پوچھا۔ "کون ہو تم لوگ؟ جانتے ہو کہ ہم کون ہیں؟"

ایک نے کہا۔ "یہ گونگی میرے نشانے پر ہے اور میرا ہاتھ کانپ رہا ہے۔ اس سے پہلے کہ گولی چل جائے' فوراً باہر نکلو اور ایمبولینس میں بیٹھ جاؤ۔"

وہ مجبور ہو کر شانی کے ساتھ کار سے باہر آیا پھر ایمبولینس کے پچھلے حصے میں چلا گیا۔ انہیں اغوا کرنے والوں نے پچھلے حصے کا دروازہ بند کیا پھر ان کے ڈرائیور کو گولی مار دی۔ اس کے بعد وہ قافلہ راستہ بدل کر ایک نئی خفیہ منزل کی طرف جانے لگا۔

شانی اور سچل ایمبولینس کے پیچھے آرام دہ سیٹوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ حصہ چاروں طرف سے بند تھا مگر ائرکنڈیشنڈ تھا۔ شانی گہری سوچ میں تھی۔ وہ اسکاٹ لینڈ یارڈ کی تربیت یافتہ تھی۔ یہ سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی کہ کون انہیں اغوا کرنے کی جرأت کر سکتا ہے؟

اس نے سچل سے اشارے میں کہا۔ "پچھلے روز تمہارے بابا سائیں نے ڈاکوؤں کے ذریعے مجھے اغوا کرانے کی کوشش کی اور ناکام ہو کر میرے نانا کے ہاتھوں ذلیل ہوتے رہے۔"

سچل نے اشارے سے کہا۔ "ابھی میں بابا سائیں کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ وہ

ایسی حرکتیں کر سکتے ہیں۔"

"میں بابا سائیں کو الزام نہیں دے رہی ہوں۔ وہ بہت شکست خوردہ ہو کر اسلام آباد سے گئے ہیں پھر ان کے پاس ایسے شہری بدمعاش نہیں ہیں' جو اتنی دلیری سے دن دہاڑے گن پوائنٹ پر اغوا کر سکیں۔ "موساد" اور "را" والے میرے نانا کے دشمن ہیں۔ وہ ہمیں لے جا رہے ہیں۔"

ایمبولینس میں ان کے اور ڈرائیور کے درمیان دیوار تھی اس میں ایک چھوٹی سی کھڑکی تھی جو اس وقت بند تھی۔ ایک اسپیکر وہاں لگا ہوا تھا۔ اس اسپیکر سے آواز آئی۔ "سچل ہم تمہاری اور گونگی کی جان کے دشمن نہیں ہیں۔ ہم اس سفر کی آخری منزل پر پہنچ کر تم دونوں کو رہا کر سکتے ہیں لیکن رہائی کی یہ شرط ہے کہ تم ڈاکوؤں کی قید سے فرار ہونے کے بعد اب تک کی تمام روداد سنا دو۔ روداد سچی ہوگی اور اس میں ذرا بھی جھوٹ شامل نہیں ہوگا تو تم دونوں کو فوراً رہا کر دیا جائے گا۔"

سچل وہ باتیں سن رہا تھا اور گونگے اشاروں سے شانی کو بھی بتاتا جا رہا تھا۔ شانی نے کہا۔ "یہ اغوا کرنے والے تمہاری ذات میں دلچسپی لے رہے ہیں۔ وہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ تم کہاں تھے اور اب تک کیا کرتے رہے ہو؟ ان باتوں سے تمہارے بابا سائیں کو دلچسپی ہوگی۔"

اسپیکر سے آواز آئی۔ "تم خاموش کیوں ہو؟ کیا تمہیں آسانی سے ملنے والی رہائی منظور نہیں ہے؟"

"منظور ہے لیکن بابا سائیں سے کہو' ایسی باتیں وہ مجھ سے تنہائی میں بھی پوچھ سکتے ہیں۔ میں کچھ کہنے سے پہلے اور بہت کچھ کہنا چاہتا ہوں لیکن ان کے رُوبرو کہوں گا۔"

"ہم تمہارے بابا سائیں کو نہیں جانتے ہیں۔ تم سے جو پوچھا جا رہا ہے اس کا جواب دو ورنہ زندگی کی آخری سانس تک ہماری قید سے رہائی ناممکن ہوگی۔"

"میں انتظار کروں گا کہ یہ سفر کہاں ختم ہوگا اور ہمیں کہاں پہنچایا جائے گا۔ میں اس سے رُوبرو گفتگو کروں گا' جس کے اشارے پر تم ہمیں لے جا رہے ہو۔"

اسپیکر خاموش رہا۔ اگلی سیٹ پر بیٹھا ہوا شخص موبائل فون پر رابطہ کرنے لگا۔

پیر شاہ سلطانی اپنے بیڈ روم میں بیٹھا ہوا حقے کا کش لگا رہا تھا۔ اسے پچھلی شام پتا چلا تھا کہ وہ اپنی نواسی شانی سے بہت بے خبر رہتا ہے۔ اسلام آباد والی کوٹھی کی نئی ملازمہ نے پیر شاہ سلطانی سے کہا تھا۔ "حضور! ایک بات پوچھنا چاہتی ہوں' آپ کی نواسی بول نہیں سکتیں اور سن نہیں سکتیں پھر وہ ٹیلی فون اپنے پرس میں کیوں رکھتی ہیں؟"

اس نے چونک کر پوچھا۔ "کیا کہہ رہی ہو؟ بھلا شانی اپنے پاس فون کیوں رکھے گی؟"

"اسی بات پر میں حیران ہوں۔ میں ان کے بیڈ روم کی صفائی کر رہی تھی۔ تب میں نے دیکھا' وہ پرس سے فون نکال کر باتھ روم میں اسے لے گئی تھیں۔"

ناناگہری تشویش میں مبتلا ہوگیا کہ نواسی اپنے پاس موبائل فون کیوں رکھتی ہے؟ اگر بہت پہلے سے رکھتی ہے تو اب تک یہ بات اس سے چھپی ہوئی کیوں تھی؟ کیا گھر کے تمام افراد اس کے پرس کے اندر رکھے ہوئے موبائل فون سے بے خبر رہتے ہیں؟

اس نے ملازمہ کو ایک ہزار کا نوٹ دیا پھر کہا۔ "گھر کا کام دوسرے ملازمین سنبھالیں گے' تم دن رات شانی کے بیڈ روم کے قریب رہو اور دیکھو کہ وہ کس وقت کس کا فون ریسیو کرتی ہے۔ جب وہ بول نہیں سکتی ہے تو کس طرح بولتی ہے۔ سن نہیں سکتی ہے تو دوسری طرف کی باتیں کیسے سنتی ہے؟"

ملازمہ چلی گئی۔ اس نے سیٹلائٹ فون کی ایجنسی کے ایک انچارج سے فون پر رابطہ کیا پھر کہا۔ "ہم بول رہے ہیں۔"

دوسری طرف سے آواز آئی۔ "جی حضور! آپ نے یاد فرمایا ہے۔ میری تو پریشانی دور ہوگئی۔ دو ہفتے بعد میری بیٹی کی شادی ہے۔"

"پریشانی دور ہوگئی۔ اپنے گھر فون کردو' کوئی پچاس ہزار روپے دینے آرہا ہے۔ وہ رقم رکھ لی جائے۔"

وہ خوش ہو کر بولا۔ "آپ ہمیشہ ہمارے سروں پر سلامت رہیں۔ آپ مانگنے سے پہلے دے دیتے ہیں۔ حضور! مجھے خدمت کا موقع دیں۔"

"ہماری ایک ہی نواسی ہے' گونگی اور بہری ہے۔"

"جی حضور! میں جانتا ہوں۔"

"آج ہمیں پتا چلا ہے کہ وہ اپنے پاس ایک موبائل فون چھپا کر رکھتی ہے۔ ہم اپنی حیرانی دور کرنا چاہتے ہیں کہ وہ کس طرح فون کو استعمال کرتی ہے۔"

"کیا آپ اس کا فون نمبر بتائیں گے؟"

"ہم نمبر نہیں جانتے اور نواسی سے کچھ پوچھنا نہیں چاہتے۔ اس نے وہ فون کراچی یا اسلام آباد کی سیٹلائٹ ایجنسی سے حاصل کیا ہوگا۔ ہوسکتا ہے' اس کے مقتول باپ صداقت علی نے اپنی زندگی میں اسے دلایا ہو۔ تم انکوائری کرو۔ اس سلسلے میں جو بھی معلومات ہوں' مجھے جلد سے جلد بتاؤ۔ ہم تمہارے فون کا انتظار کرتے رہیں گے۔"

آدھے گھنٹے بعد اس انچارج نے فون پر کہا۔ "حضور! صداقت علی کی ہلاکت کے بعد بھی ان کا موبائل فون برقرار ہے اور اس کی رقم ایجنسی میں باقاعدہ ادا کی جارہی ہے۔"

"رقم کون ادا کر رہا ہے۔"

"یہ تو اس وقت معلوم ہوگا' جب اس موبائل فون کے اگلے بل کی ادائیگی کے لیے کوئی آئے گا۔"

"ہمارے لیے یہ معلومات قیمتی ہے کہ مقتول باپ کا فون بیٹی کے پاس ہے۔ کار دھماکے میں صداقت علی کے چیتھڑے اڑ گئے تھے۔ اس کے ساتھ موبائل فون بھی نابود ہو جاتا لیکن بندہ مرگیا' فون سلامت ہے۔ بڑی دلچسپ واردات ہوئی اور ہم بے خبر رہے۔ بہرحال ہماری نواسی کے موبائل نمبر پر آنے والی کالیں ریکارڈ کرو۔ ہم تمہاری بیٹی کے لیے زیورات کے سیٹ بھیج رہے ہیں۔"

وہ خوشی کے مارے قصیدے پڑھنے لگا۔ پیر شاہ سلطانی نے فون بند کر دیا۔ اس کے دماغ میں یہ ہتھوڑا لگ رہا تھا کہ صداقت علی سلامت علی ہے کیونکہ اس کا فون سلامت ہے۔ گونگی بیٹی کو باپ کی موت پر صرف ایک آدھ دن اداس دیکھا تھا۔ اداس ہونے اور ماتم کرنے میں فرق ہوتا ہے پھر وہ ایسے مطمئن رہنے لگی تھی جیسے کوئی صدمہ نہ گزرا ہو۔

صبح سات بجے ملازمہ نے آکر کہا۔ "حضور! میں بیڈ ٹی دینے کے لیے گئی تھی۔

اندر سے دروازہ بند تھا۔ میں نے باہر سے کھڑکی کا پردہ ہٹا کر دیکھا۔ بی بی جی فون کو کان سے لگا کر کچھ سنتی جارہی تھیں اور آں آں کرتی جارہی تھیں۔"

"ہوں' وہ بول نہیں پارہی تھی۔ تعجب ہے کہ کیسے سن رہی تھی؟ ٹھیک ہے۔ تم جاؤ۔"

وہ چلی گئی۔ فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ پیر شاہ سلطانی ریسیور اٹھا کر کہا۔ "ہم بول رہے ہیں۔"

"حضور ابھی کچھ دیر پہلے آپ کی نواسی نے ایک فون کال اٹینڈ کی تھی لیکن وہ کال ناقابل فہم تھی۔ کوئی فون کرنے والا ایسے اپنی انگلیاں فون کے ماؤتھ پیس پر بجا رہا تھا جیسے دستک دے رہا ہو۔ وہ صوتی اشاروں سے کچھ بول رہا تھا۔ آپ کی نواسی جواباً آں آں کہتی جارہی تھی۔"

"وہ سن نہیں سکتی ہے پھر وہ صوتی اشاروں کو کیسے سن لیتی ہے؟"

"حضور! اس فون کال کو سن کر میں یقین سے کہتا ہوں کہ اپ کی نواسی مکمل طور پر قوت سماعت سے محروم نہیں ہ۔ اس حد تک سماعت کی حامل ہیں کہ آواز کی لہروں کو اور وائبریشن (تھرتھراہٹ) کو سن لیتی ہیں۔"

اس نے فون بند کر دیا۔ اس کے دماغ میں جو باتیں لگ رہی تھیں' وہ اسکاٹ لینڈیارڈ اور سگنل کوڈز سے تعلق رکھتی تھیں۔ نانا یہ نہیں جانتا تھا کہ نواسی اسکاٹ لینڈیارڈ کی تربیت یافتہ ہے لیکن صداقت اور اسکاٹ لینڈیارڈ کے تعلق کو سمجھتا تھا۔ یہ خیال آرہا تھا کہ صداقت نے اپنی بیٹی کو صوتی اشارے سمجھنے کی ٹریننگ دی ہوگی۔ اگر آج وہ اشارے فون پر موصول ہو رہے تھے تو کون وہ اشارے دے رہا تھا؟

کیا صداقت علی؟

یہ کیسے کرشمے تھے کہ دھماکے سے صداقت علی کے چیتھڑے اڑ گئے تھے مگر اس کا موبائل فون سلامت تھا۔ وہ مرچکا تھا مگر اس کے صوتی اشارے فون پر زندہ تھے۔

پیر شاہ سلطانی اندر سے دہل رہا تھا۔ کیا وہ داماد بن کر کلیجا چبانے والا زندہ ہے؟ کیا سنی اور اور سچل اسی کے سائے میں پناہ لے رہے ہیں؟

مجرم اس لیے جرم کرتے ہیں کہ انہیں یوم حساب کا' قیامت کے دن کا یقین نہیں ہوتا۔ پیر عظمت اللہ شاہ سلطانی کو پہلی بار پتا چل رہا تھا کہ قیامت کیسے آتی ہے۔ اگرچہ ابھی صداقت علی کی زندگی کا کوئی ٹھوس ثبوت نہیں ملا تھا۔ قیامت کے آنے کا بھی یقین نہیں ہوتا مگر اندیشہ ہوتا ہے اور اس کے آنے کے ایسے آثار پیدا ہوتے ہیں جو سمجھ میں آتے ہوئے بھی سمجھ میں نہیں آنا چاہتے۔

اس نے سیکیورٹی افسر کو بلا کر کہا۔ شانی بی بی! کہیں باہر جاسکتی ہیں۔ تم بی بی جی کے مسلح گارڈز کے ساتھ رہو گے۔ اپنی ٹیم کے علاوہ گارڈز کی ایک دوسری ٹیم بناؤ۔ وہ دوسری ٹیم تم سب کی نگرانی کرے گی۔ اگر شانی بی بی سے باہر کوئی ملاقات کرے تو اس ملاقات کرنے والے پر کڑی نظر رکھو۔ اگر بی بی جی کو اغوا کیا جائے تو اغوا ہونے دو۔ اگر اغوا کرنے والا کوئی جانا پہچانا شخص ہو تو اسے اسلام آباد سے باہر گھیر کر بی بی جی کے ساتھ قیدی بنالو اور انہیں یہ معلوم نہ ہونے دو کہ اغوا کی واردات ہمارے اشارے پر ہو رہی ہے۔"

"جی جناب! میں ابھی جاکر دوسری ٹیم تیار کرتا ہوں۔"

"جاؤ۔ ہم ہدایات دیتے رہیں گے کہ آئندہ دوسری ٹیم کو کیا کرتے رہنا ہے۔"

سیکیورٹی افسر چلا گیا۔ نانا کے اندازے کے مطابق دن کے دس بجے شانی نے شاپنگ کے لیے جانے کا ارادہ کیا۔ نانا نے اسے سیکیورٹی گارڈز کے ساتھ جانے کی اجازت دے دی۔ شانی اس بات سے بے خبر تھی کہ اس کے اطراف رہنے والے گارڈز کے علاوہ کوئی دوسری ٹیم بھی اس کی نگرانی کر رہی ہے۔

جب وہ سچل کے ساتھ کار میں جانے لگی اور دوسری ٹیم کے لیڈر نے اس کے نانا کو اطلاع دی کہ وہ سچل کے ساتھ جارہی ہے تو حکم دیا گیا کہ سچل کو رہا کرنے کی شرط پر کہا جائے کہ وہ ڈاکوؤں کی قید سے فرار ہونے کے بعد سے اب تک کی روداد سنائے۔

پیر شاہ سلطانی اس کی روداد سن کر معلوم کرنا چاہتا تھا کہ سچل اب تک کس کی سرپرستی میں سلامتی کے دن گزار رہا تھا۔

دوسری ٹیم کے لیڈر نے بتایا کہ سچل کو اپنے باپ پر شبہ ہے۔ وہ سمجھ رہا ہے کہ

اس کا باپ رب راکھن اسے اور شانی کو اغوا کر رہا ہے۔

پیر شاہ سلطانی نے کہا۔ "بیٹے کو یہی سمجھنے دو۔ گاڑی اسلام آباد کی طرف یوں موڑو کہ شانی اور سچل کو اسلام آباد واپسی کا علم نہ ہو۔ ہماری دوسری کوٹھی شانی نے پہلے نہیں دیکھی ہے۔ دونوں کی آنکھوں پر پٹیاں باندھ کر انہیں کوٹھی کے اندر پہنچاؤ۔ باہر سے دروازے لاک کردو اور کھڑکیوں پر کیلیں ٹھونک دو تاکہ وہ باہر نہ دیکھ سکیں۔"

اس نے یہ احکامات دے کر رب راکھن سے رابطہ کیا۔ "ہم بول رہے ہیں۔ اگر تم اسلام آباد میں ہو تو تمہارے لیے خوش خبری ہے۔ تمہارا بیٹا مل گیا ہے۔"

وہ خوش ہو کر بولا۔ "میرا بیٹا مل گیا؟ کیا سچ مچ مل گیا ہے؟"

"ہمارے پاس چلے آؤ۔ یقین آجائے گا۔"

"آپ کے پاس آؤں؟ نہیں نہیں' شاید آپ کا ارادہ بدل گیا ہے۔ آپ شاید مجھے زندہ نہیں چھوڑنا چاہتے۔"

"کیا ہم اتنے احمق ہیں کہ اپنے گھر بلا کر تمہیں مار ڈالیں گے۔ ابھی تم جہاں ہو' وہاں تک ہمارے کسی بھی نشانہ باز کی گولی پہنچ سکتی ہے۔ اس وقت اسلام آباد میں ظہر کی اذان ہو رہی ہے۔ آواز تمہارے ریسیور کے ذریعے سنائی دے رہی ہے اور یہ ثابت ہو رہا ہے کہ تم اسلام آباد میں ہو۔ کیا اب اس شہر سے باہر جاسکتے ہو؟"

"میں..... میں کہیں نہیں جاؤں گا۔ میں ابھی حاضر ہو رہا ہوں۔"

★==========★==========★

انہیں اغوا کرنے والے تین مسلح افراد ایمبولینس کے پچھلے حصے میں آگئے اور ان کی آنکھوں پر پٹی باندھنے لگے۔ سچل نے کہا۔ "اس کا مطلب ہے جہاں ہمیں لے جارہے ہو' وہ جگہ ہماری جانی پہچانی ہے۔"

"نہیں' وہ جگہ تمہارے لیے انجانی ہے لیکن دیکھنے کے بعد اس جگہ کو یاد رکھو گے اور کبھی موقع ملنے پر اپنے لوگوں کو وہاں تک بلا سکتے ہو۔"

ان کی آنکھوں پر پٹیاں باندھ دی گئیں۔ انہیں عارضی طور پر اندھا کر دیا گیا۔ وہ دونوں یہ نہ دیکھ سکے کہ ایمبولینس ایک لمبا چکر کاٹ کر اسلام آباد واپس آچکی ہے اور

انہیں پیر شاہ سلطانی کی ایک کوٹھی میں پہنچا دیا گیا ہے۔ وہاں کی تمام کھڑکیوں اور دروازوں پر کیلیں ٹھونک دی گئی تھیں۔ انہیں اندر سے کھولا نہیں جاسکتا تھا۔ صرف ایک دروازہ گارڈز کی آمدورفت کے لیے کھلا رکھا گیا تھا۔ کوٹھی ائرکنڈیشنڈ تھی اس لیے گھٹن کا احساس نہیں ہو رہا تھا۔ شانی سے اس کا موبائل فون چھین لیا گیا تاکہ وہ کسی سے رابطہ نہ کرسکیں۔

رب راکھن نے پیر شاہ سلطانی کے سامنے حاضر ہو کر کہا۔ "میں تو ہر طرح سے نقصان اٹھا رہا ہوں۔ اب میری جان جائے یا رہے' آپ کے سامنے جان ہتھیلی پر لے آیا ہوں۔"

پیر شاہ سلطانی نے کہا۔ "جب ہم کسی کو گراتے ہیں تو اسے سنبھالتے بھی ہیں۔ تمہارا بیٹا ہمارے قابو میں آگیا ہے لیکن یہ راز نہیں کھل رہا ہے کہ وہ اب تک کہاں چھپا ہوا تھا؟ اور وہ ہم سب سے کیوں چھپا ہوا تھا؟ وہ کس کی پناہ میں رہتا تھا؟"

"مجھے اس سے ملا دیں۔ میں اس سے معلوم کروں گا۔"

"کوئی گہرا راز ہے۔ وہ آسانی سے نہیں اگلے گا۔"

"آپ کیسے اگلوانا چاہتے ہیں؟"

"وہ ہماری نواسی شانی کے ساتھ ہے۔ وہ دونوں یہ سمجھ رہے ہیں کہ تم نے انہیں اغوا کرکے ایک مکان میں قید کیا ہے۔ تم اپنے بیٹے سے فون پر بات کرو۔ اس سے کہو کہ تم نے ہی ان دونوں کو قیدی بنا کر رکھا ہے۔ اگر وہ اپنے روپوش رہنے کے متعلق تمام حقائق بیان کرے گا تو تم شانی سے اس کی شادی کرکے قید سے آزاد کردو گے۔"

"ٹھیک ہے۔ میں اس سے یہی کہوں گا لیکن یہ بات میں اس کے سامنے جاکر بھی کرسکتا ہوں۔"

"ہم جو راز معلوم کرنا چاہتے ہیں' جب تک وہ معلوم نہیں ہوگا' تمہارا بیٹا نہ تمہیں ملے گا اور نہ ہی تم اسے دور سے بھی دیکھ سکو گے۔"

اس نے ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرتے ہوئے کہا۔ "تم باپ بیٹے کی گفتگو ہم خاموشی سے سنتے رہیں گے اور ضروری سوالات کاغذ پر لکھ کر تمہیں دیتے رہیں گے۔"

رابطہ ہوگیا۔ اس نے کہا۔ "ہم بول رہے ہیں۔ یہ موبائل سچل کو دو۔ اس سے کہو' اس کے سائیں بابا کا فون ہے۔"

پیر شاہ سلطانی نے رب راکھن کو ریسیور دے کر فون کے بڑے اسپیکر کو آن کر دیا۔ تھوڑی دیر بعد سچل کی آواز آئی۔ "ہیلو! کیا آپ بابا سائیں ہیں؟"

"ہاں بیٹے! میں ہوں تمہارا بدنصیب باپ۔ تم اس شہر میں تھے اور میں ڈھونڈ ڈھونڈ کر پاگل ہو رہا تھا۔"

"اتنے پاگل ہوگئے تھے کہ بیٹے اور ہونے والی بہو کو سیدھی طرح گھر لے جانے کی بجائے اغوا کرلیا۔"

"تم باپ کے ساتھ کب سیدھی طرح رہے؟ ابھی اغوا نہ کراتا تو تم پھر روپوش ہو جاتے۔"

"آپ مجھے اور شانی کو قیدی بنا کر کیا حاصل کریں گے؟"

"میں ابھی رہا کر دوں گا۔ صرف یہ سچ سچ بتا دو کہ اتنے دن تک کہاں روپوش رہے؟"

"میں یہ بتانا ضروری نہیں سمجھتا۔"

پیر شاہ سلطانی کاغذ پر لکھنے لگا۔ رب راکھن نے اس تحریر کے مطابق کہا۔ "تم بہت کچھ چھپانا چاہتے ہو۔ اتنا تو میری سمجھ میں آگیا ہے کہ روپوشی کے دوران تمہارا اور شانی کا مستقل رابطہ رہا ہے۔ آج بھی تم نے بلایا اور وہ تمہارے پاس دوڑی چلی آئی۔"

"اگر شانی کے ساتھ مستقل رابطہ رہتا تو یہ دیوانہ وار آج نہ آتی۔ ایک طویل عرصے کے بعد ہمیں ملنے کا موقع ملا تھا لیکن آپ راستے کا پتھر بن رہے ہیں۔"

"میں تم دونوں کی زندگی میں پھول کھلانا چاہتا ہوں۔ کہو تو آج ہی تم دونوں کی شادی کردوں لیکن پہلے باپ کو اپنا سمجھو اپنا راز دار سمجھو اور بتاؤ کہ تم اتنے دن کہاں رہے؟"

"اگر میں نہ بتاؤں تو آپ ہمیں قیدی بنا کر رکھیں گے؟"

"میں کیا کروں گا' یہ نہ پوچھو۔ تم میرے بیٹے ہو' تمہیں نقصان نہیں پہنچاؤں گا

شانی میری کوئی نہیں ہے۔ اسے تمہاری زندگی سے ہمیشہ کے لیے دور کردوں گا۔"

"بابا سائیں! آپ کی اطلاع کے لیے عرض ہے میں پولیس ٹریننگ سینٹر سے آیا ں۔ ٹریننگ مکمل ہونے کے بعد ایک افسر بن کر آپ جیسوں کو ہتھکڑیاں پہناؤں گا۔ کل م ٹریننگ سینٹر سے نکلنے سے پہلے میں یہ رپورٹ لکھ کر آیا ہوں کہ میری واپسی نہ ہوئی میری گمشدگی کے ذمے دار میرے بابا سائیں اور پیر عظمت اللہ شاہ سلطانی ہوں گے۔ آپ دونوں ماضی میں کئی بار مجھے نقصان پہنچانے کی کوششیں کر چکے ہیں۔ آئندہ اگر میری بھی موت نہ ہوئی تو میری ہلاکت کی ذمے داری رب راکھن اور پیر عظمت اللہ شاہ سلطانی پر ہوگی۔"

پیر شاہ سلطانی نے فون بند کر دیا۔ رب راکھن نے پوچھا۔ "بات کسی نتیجے پر نہیں پہنچی اور آپ نے فون بند کر دیا؟"

اس نے ریسیور لے کر دوسرے نمبر ڈائل کیے۔ رابطہ ہونے پر کہا۔ "ہم بول رہے ہیں۔ آپ ایک اعلیٰ سرکاری عہدے دار ہیں۔ ہم یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں' پولیس ٹریننگ سینٹر میں کیا ایروں غیروں کی بھرتی ہو جاتی ہے یا بھرتی ہونے کے لیے ٹھوس اسناد اور کیریکٹر سرٹیفکیٹ وغیرہ لازمی ہوتے ہیں؟"

"ضروری اسناد اور کیریکٹر سرٹیفکیٹس لازمی ہیں۔"

"آپ کے سینٹر میں سچل نواز ولد رب راکھن ٹریننگ حاصل کر رہا ہے۔ اس کا باپ رب راکھن حکومت کی بلیک لسٹ میں ہے پھر بیٹا اتنے اہم سرکاری شعبے میں کیسے داخل ہوگیا ہے؟"

"اگر کوئی ایسا بندہ ہے تو میں انکوائری کروں گا۔"

"کروں گا نہیں' ابھی اور اسی وقت کریں۔ ہمیں معلوم ہونا چاہیے کہ کس بڑے افسر نے سچل کے عمدہ کیریکٹر کی ضمانت دی ہے اور سچل اس سینٹر میں کس تاریخ کو داخل ہوا ہے؟"

"جناب عالی! میں ضرور یہ سب کچھ معلوم کروں گا۔ ابھی ایک نہایت ضروری کام میں....."

"یوشٹ اپ۔ میں تمہارے ضروری کام کے ساتھ تمہیں اس عہدے سے گرا کر چپراسی بنادوں گا۔ یو فول! تم مجھے ضروری کام سمجھا رہے ہو؟ اگر ایک گھنٹے کے اندر مجھے مطلوبہ معلومات حاصل نہ ہوئیں تو اوپر والے تمہاری چھٹی کر دیں گے۔"

وہ ریسیور کو کریڈل پر پٹخ کر بڑبڑانے لگا۔ "مائی گاڈ! جو ہم سوچ رہے ہیں' وہی کچھ ہوتا نظر آرہا ہے۔ خدا نہ کرے کہ وہ زندہ ہو۔"

"آپ کس کی بات کر رہے ہیں؟"

اس نے گھور کر رب راکھن کو دیکھا پھر پوچھا۔ "تم نے اپنی آنکھوں سے صداقت علی کی لاش دیکھی تھی؟"

"کیسے دیکھتا حضور؟ اس کی تو ہڈیوں کا سرمہ بن گیا تھا۔"

"تم نے مجھ سے اس کی ہلاکت کے لیے پچاس لاکھ روپے لیے۔ تمہارے پاس کیا ثبوت ہے کہ دھماکے سے جس کے جسم کے چیتھڑے اڑ گئے تھے' وہ جسم صداقت علی کا تھا؟"

"حضور! وہ صداقت علی کی سرکاری گاڑی تھی۔ اس گاڑی میں اس کے سوا کوئی نہیں تھا۔"

"کیا ڈاکوؤں سے کاؤنٹر فائرنگ کے وقت وہ گاڑی میں بیٹھا ہوا تھا؟"

"یہ میں نہیں جانتا۔ میں وہاں نہیں تھا۔ جو ڈاکوؤں نے بیان دیا وہی آپ سے کہہ رہا ہوں۔ اس کے علاوہ پولیس تفتیش کے بعد صداقت علی کی موت کی تصدیق ہوگئی ہے۔"

وہ پریشانی سے سوچنے لگا۔ ایک اندیشہ اسے اندر سے نوچ رہا تھا۔ فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ اس نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگایا۔ جس اعلیٰ عہدے دار کو دھمکی دی گئی تھی اس نے آدھے گھنٹے کے اندر ہی معلومات حاصل کر کے کہا۔ "جناب عالی! سچل نواز پچھلے ماہ کی دس تاریخ کو ٹریننگ سینٹر میں داخل ہوا تھا۔ انٹیلی جنس کے سابقہ ڈائریکٹر جنرل نے سچل کے لیے کیریکٹر سرٹیفکیٹ لکھ کر دیا تھا۔"

پیر شاہ سلطانی نے کہا۔ "تم جانتے ہو' پچھلے ماہ کی تین تاریخ کو صداقت علی ہلاک

کیا گیا تھا پھر سچل دس تاریخ کو اس کا لکھا ہوا سرٹیفکیٹ کہاں سے لے آیا؟"

"یہ میں نہیں جانتا۔ میرے سامنے سچل کی فائل ہے اور ڈائریکٹر جنرل کا لکھا ہوا کیریکٹر سرٹیفکیٹ بھی' اس سرٹیفکیٹ پر سات تاریخ لکھی ہوئی ہے۔ یعنی صداقت علی کی ہلاکت کے چار دن بعد کی یہ تاریخ ہے۔"

"کیا اتنے اہم شعبے کے افسران ایسے غافل اور بے پروا ہیں کہ کسی نے صداقت علی کے ہلاک ہونے کی تاریخ اور کیریکٹر سرٹیفکیٹ کی تاریخ پر توجہ نہیں دی۔ تمام متعلقہ افسران کو لائن حاضر کرو اور پوچھو کیا ہلاکت کے چار دن بعد صداقت علی کی روح نے سچل کو وہ سرٹیفکیٹ دیا تھا۔"

وہ ریسیور کو کریڈل پر پٹخ کر غصے سے دہاڑتے ہوئے بولا۔ "الو کے پٹھے' تُو نے پچاس لاکھ روپے لیے تھے مگر تیرا باپ زندہ ہے۔"

وہ اچھل کر پیچھے چلا گیا۔ فرش پر بیٹھ کر بولا۔ "مائی باپ! یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ مُردے کبھی زندہ نہیں ہوتے اور اگر وہ ہلاک نہیں ہوا تھا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ان ڈاکوؤں نے مجھ سے جھوٹ کہا تھا۔ مجھے دھوکا دیا تھا۔ خدا کے لیے آپ یہ سمجھیں کہ آپ کی طرح مجھ سے بھی دھوکا ہوا ہے۔"

وہ غصے سے اِدھر اُدھر ٹہل رہا تھا اور کہہ رہا تھا۔ "وہ پچھلے ماہ کی تین تاریخ سے مردہ بن کر ہم پر مسلط ہے۔ پتا نہیں اس نے ہماری غفلت سے فائدہ اٹھا کر ہمارے خلاف کیسے کیسے ثبوت حاصل کیے ہوں گے۔"

"حضور! اس کے جمع کیے ہوئے۔ ثبوت فائلوں ہی میں رہ جائیں گے۔"

"یہ ہم بھی جانتے ہیں کہ وہ قانون کا سہارا لے کر ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا لیکن ہم یہ سمجھنے سے قاصر ہیں کہ وہ ہماری غفلت کے دوران ہمیں اندر سے کتنا کھوکھلا کر چکا ہے۔ ہم نے اپنے طور پر تمہارے ذریعے اسے راستے سے ہمیشہ کے لیے ہٹانا چاہا تھا۔ پتا نہیں وہ ہمیں اس دنیا سے ہٹانے کے لیے کیا کرنے والا ہے؟"

وہ ٹہل رہا تھا اور بڑبڑا رہا تھا پھر سنی کو دیکھ کر رک گیا۔ اس نے سلام کرتے ہوئے کہا۔ "میں وعدے کے مطابق حاضر ہوں لیکن آپ کچھ پریشان نظر آرہے ہیں۔"

"دشمن پریشان کریں تو ہم کبھی اثر نہیں لیتے لیکن تم لوگوں کے پریشان کرنے سے ہمارا سکون برباد ہو جاتا ہے۔ تم نے گھر سے نکل کر اغوا کیے جانے کا تاثر دیا۔ جتنا پریشان کرنا تھا' کرتے رہے۔ اب شانی دن کے گیارہ بجے سے غائب ہے۔ شاپنگ کے لیے گئی تھی۔ بہ ظاہر تو یہی معلوم ہو رہا تھا کہ اسے اغوا کیا گیا ہے لیکن ہم اس کے بیڈ روم میں گئے اور بستر پر رکھی ہوئی ڈائری کو پڑھا تو ایسا انکشاف ہوا' جس کے متعلق ہم کبھی سوچ بھی نہیں سکتے تھے۔"

"کیسا انکشاف دادا حضور!"

"یہی کہ تم سب مل کر ہمیں دھوکا دیتے رہے ہو۔ اس کی ڈائری میں پچھلے ماہ کی سات تاریخ کے صفحے پر لکھا ہے کہ اس نے اپنے باپ صداقت علی سے ملاقات کی ہے جب کہ صداقت علی چار دن پہلے ہلاک ہو چکا تھا۔ یہ بھی لکھا ہے کہ صداقت علی نے اسی تاریخ کو سچل کے لیے ایک کریکٹر سرٹیفکیٹ اور سفارشی لیٹر لکھا تھا۔ اس طرح پولیس ٹریننگ سینٹر میں سچل کا داخلہ ہونے والا ہے۔"

سنی حیرانی سے سن رہا تھا اور سوچ رہا تھا' کیا شانی نے ڈائری میں اتنا بڑا راز لکھا ہے؟ کیا وہ ایسی غیر ذمے دار ہو سکتی ہے؟

پیر شاہ سلطانی نے کہا۔ "ہمیں ڈائری پڑھ کر یقین نہیں آیا۔ ہم نے ایک اعلیٰ عہدے دار کو فون کر کے معلومات حاصل کیں۔ اس ٹریننگ سینٹر میں سچل کی جو فائل ہے اس میں صداقت علی کا تحریر کردہ سرٹیفکیٹ اور ایک خط موجود ہے۔ یقین نہ ہو تو ہم اس عہدے دار کا نمبر بتا رہے ہیں۔ ابھی اسے فون کرو۔ وہ بتائے گا کہ صداقت علی کے جو تحریر کردہ کاغذات ہیں' ان پر پچھلے ماہ کی سات تاریخ لکھی ہوئی ہے۔ اٹھاؤ ریسیور' نمبر ڈائل کرو۔ ہمارا منہ کیا دیکھ رہے ہو؟ اگر اب بھی اپنے دادا سے جھوٹ بولنے اور دھوکا دینے کی کوئی نئی ترکیب سوچ رہے ہو تو آرام سے بیٹھ کر سوچتے رہو۔ ہم تو اس بڑھاپے میں خالی ہاتھ ہو گئے۔ جب اولاد کی اولاد اپنی نہ رہے تو بوڑھوں کی عمر بھر کی محبتیں اور رفاقتیں مرجاتی ہیں۔"

وہ بھاری قدموں سے چلتا ہوا ٹیلی فون کے پاس آیا پھر ریسیور اٹھا کر اس نے دادا

کے بتائے ہوئے نمبر ڈائل کیے۔ رابطہ ہونے پر بولا۔ "میں عظمت اللہ شاہ سلطانی کا پوتا ثناء اللہ بول رہا ہوں۔ کیا سچل نواز کا کیریکٹر سرٹیفکیٹ مرحوم صداقت علی نے لکھا تھا؟ اور کیا اس پر پچھلے ماہ کی سات تاریخ درج ہے؟"

"جی ہاں۔ میں یہ معلومات آپ کے دادا جان تک پہنچا چکا ہوں۔"

اس نے ریسیور رکھ کر کہا۔ "ٹھیک ہے دادا حضور! میرے انکل کو اللہ تعالیٰ اس وقت تک سلامت رکھے' جب تک کہ کرپشن نابود نہ ہو جائے۔ میں اعتراف کرتا ہوں کہ ہم نے ملک اور قوم کی سلامتی کے لیے آپ سے بہت کچھ چھپایا ہے۔ ہمیں یہ سوچ کر شرم آتی ہے کہ ملک و قوم کی بھلائی کے سلسلے میں جو باتیں ہیں' وہ ہم اپنے دادا حضور سے چھپاتے ہیں۔"

"اپنی عمر سے زیادہ نہ بولو۔ صداقت علی سے ہماری بات کراؤ۔"

"آپ کے اور انکل کے معاملات میں ہم بچے ہیں۔ ہمیں آپ لوگوں سے محبت کرنا چاہیے اور دور دور رہنا چاہیے۔ میں بات نہیں کرا سکوں گا۔ وہ بہتر جانتے ہیں کہ آپ سے رابطہ کرنے کا کون سا صحیح اور مناسب وقت ہو گا۔"

وہ گھور کر دیکھنے لگا۔ سنی نے کہا۔ "آج مجھ سے مل کر آپ کو خوشی نہیں ہو گی۔ مجھے جانا چاہیے۔"

"ہم آج رات کی فلائٹ سے کراچی جائیں گے۔ تم بھی ہمارے ساتھ چلو گے اور اس وقت تک شاید شانی بھی آجائے گی۔"

"آپ کا حکم ہے' میں رات آٹھ بجے آجاؤں گا۔ چلو رب راکھن!"

"وہ نہیں جائے گا۔ تم جاؤ۔"

"دادا حضور! اسے میرے ساتھ جانے دیں۔"

"تم اسے اپنے ساتھ کیوں لے جانا چاہتے ہو؟ اس سے کیا لینا دینا ہے؟"

"آپ اپنے بچوں کی ذرا سی بات نہیں مانتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ ہم آپ کے اعتماد پر پورا اتریں۔ یہ میرے ساتھ جائیگا تو کیا آپ کے کسی منصوبے میں گڑبڑ ہو جائے گی؟"

"یہی سمجھو اور جاؤ۔"

سنی نے اپنا موبائل فون جیب سے نکال کر صداقت علی سے رابطہ کیا پھر کہا۔ "میں دادا حضور کے پاس ہوں۔ جو ستارہ بادلوں میں چھپ گیا تھا' اس پر سے بادل ہٹ گئے ہیں۔ ستارہ پوری آب و تاب سے نظر آنے لگا ہے۔"

پیر شاہ سلطانی نے گرج کر کہا۔ "ہمیں نادان سمجھتے ہو؟ وہ ستارہ صداقت علی ہے' جو موت کے بادلوں میں چھپ گیا تھا۔ اب ظاہر ہو گیا ہے۔ تم ابھی فون پر صداقت علی کو بتا رہے ہو کہ اس کی فراڈ موت کا راز کھل گیا ہے۔"

"میرے دادا حضور اپنے مرحوم داماد سے باتیں کرنے کے لیے بے چین ہیں۔ اگر آپ کی ملاقات مرحوم سے ہو تو آپ میرے دادا حضور سے ضرور بات کرا دیں۔"

صداقت نے پوچھا۔ "اور کچھ؟"

"جی ہاں۔ یہاں ایک قربانی کا بکرا ہے۔ میرا انداز ہے کہ میرے یہاں سے جانے کے بعد اس بکرے کو ذبح کر دیا جائے گا۔"

"ابھی ایک پولیس پارٹی پہنچے گی اور اس بکرے کو صحیح سلامت لے آئے گی۔"

پیر شاہ سلطانی نے پھر گرج کر کہا۔ "بند کرو اپنی بکواس اور اس قربانی کے بکرے کو اپنے ساتھ لے جاؤ۔"

سنی نے فون پر کہا۔ "سنا آپ نے؟ بکرا میرے حوالے کیا جا رہا ہے۔ اب آپ زحمت نہ کریں اور ہاں شانی دن کے گیارہ بجے شاپنگ کے لیے گئی تھی۔ اب تک واپس نہیں آئی۔"

"ہاں۔ مجھے بھی تشویش ہے۔ میں نے شانی کے موبائل پر کئی بار رابطہ کرنا چاہا لیکن فون خاموش ہے۔ معلوم ہوتا ہے اس کی بیٹری نکال لی گئی ہے۔ میرا خیال ہے شانی کے ساتھ سچل کو اغوا کرنے والوں نے سچل اور ٹریننگ سینٹر کے بارے میں بہت کچھ معلوم کیا ہو گا۔ چوں کہ یہ حقائق تمہارے دادا نے معلوم کیے ہیں اس لیے یقین سے کہتا ہوں کہ انہوں نے ہی شانی اور سچل کو قیدی بنا لیا ہے۔ اب انہیں یرغمال بنا کر وہ کوئی الجھی ہوئی چال چل سکیں گے۔ بہرحال تم بکرے کو لے آؤ۔"

اس کی باتوں کے دوران پیر شاہ سلطانی نے رب راکھن کو ڈرائنگ روم کے ایک

گوشے میں بلایا پھر کہا۔ "قسمت کے دھنی ہو۔ سنی کے ساتھ جاؤ مگر یاد رکھو اگر شانی اور سچل کے سلسلے میں اسے کچھ بتاؤ گے تو سچل تمہیں زندہ نہیں ملے گا۔"

وہ سر جھکا کر سنی کے پاس آیا پھر اس کے ساتھ کوٹھی کے باہر آ کر اس کی کار میں بیٹھ گیا۔ سنی نے کار اسٹارٹ کر کے اسے ڈرائیو کرتے ہوئے پوچھا۔ "تمہیں اپنا یہ نیا خطاب پسند آیا' قربانی کا بکرا؟"

وہ بولا۔ "سنی بابا! میں آپ کا یہ احسان کبھی نہیں بھولوں گا۔ آپ نے میری حالت سے اندازہ لگا لیا تھا کہ آپ کے دادا کے سامنے میری شامت آ گئی ہے۔"

"ہاں۔ میرے وہاں پہنچنے سے پہلے تمہیں بہت ڈانٹ پھٹکار پڑی ہو گی۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے تمہیں اور سزا ملنے والی ہے۔"

"بس کیا بتاؤں' میرے نصیب خراب ہیں۔"

"جس کی چال خراب ہو' اس کے نصیب ہمیشہ خراب ہوتے ہیں۔"

"میں کسی کی برائی نہیں چاہتا' پھر بھی میرا برا چاہنے والے میرا بیٹا مجھ سے چھین لیتے ہیں۔"

"کس نے تمہارا بیٹا چھین لیا ہے؟"

"میں کیا بتاؤں؟ پہلے ایک نے چھینا تھا' اب دوسرے نے چھین لیا ہے۔ آئندہ اور کون اسے چھین کر لے جائے گا' میں کیا بتاؤں؟"

"تم باتیں بنا رہے ہو۔ صحیح جواب دو۔"

"میں..... میں بھلا کیوں باتیں بناؤں گا؟ آپ کی مہربانی ہے آپ مجھے وہاں سے لے آئے۔ اب گاڑی روک دیں۔ میں یہاں اتر جاؤں گا۔"

"یہاں اتر کر کیا کرو گے؟ جہاں کہو' میں وہاں پہنچا دوں گا۔"

"نہیں' یہیں ٹھیک ہے۔ آپ کی مہربانی ہو گی۔ گاڑی روک دیں۔"

سنی نے گاڑی روک کر کہا۔ "تم خوف زدہ ہو۔ میرے ساتھ رہنے میں خطرہ محسوس کر رہے ہو جب کہ میرے ساتھ محفوظ رہو گے۔"

"میں دراصل آپ کے دادا جان کو ناراض نہیں کرنا چاہتا۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ

میں آپ کے ساتھ جاؤں۔ یہی بہت ہے کہ آپ کے ساتھ یہاں تک آگیا۔"

وہ دروازہ کھول کر باہر آیا پھر اسے بند کرتے ہوئے بولا۔ "آپ کا بہت بہت شکریہ۔ پتا نہیں کیوں' ان لمحات میں دل کہہ رہا ہے کہ شانی اور آپ میرے بیٹے کو مجھ سے بھی زیادہ چاہتے ہیں۔ میں اسے غلط راستوں پر چلانا چاہتا تھا۔ آپ سب اسے قانون کا ایک بڑا محافظ بنا رہے ہیں۔"

"ہم تو بہت کچھ کر رہے ہیں۔ تم کچھ نہ کرو۔ صرف توبہ کرلو۔"

وہ جواب میں کچھ کہنا چاہتا تھا۔ ایسے ہی وقت آس پاس سے تیزی کے ساتھ گزرتی ہوئی گاڑیوں سے تڑاتڑ فائرنگ ہونے لگی۔ رب راکھن کی ایک چیخ کے ساتھ دھماکا سنائی دیا۔ کار کے ایک پہیے پر گولی مار کر اسے بے کار کر دیا گیا تاکہ سنی ان کا تعاقب نہ کرسکے۔ دوسری گزرنے والی گاڑیاں سڑک کے کناروں کو پار کر کے دوسری طرف گھوم گئی تھیں۔ کسی گاڑی والے میں جرأت نہیں تھی کہ وہ مسلح دہشت گردوں کا تعاقب کرتا۔

سنی باہر نکل کر برسٹ ہونے والے پہیے کو دیکھتا ہوا دوسری طرف آیا پھر رب راکھن کی لہو میں لتھڑی ہوئی لاش دیکھ کر ٹھٹک گیا۔ اسے دیکھ کر نہ صدمہ ہوا' نہ خوشی ہوئی۔ ایسے وقت مرنے والے کے اعمال یاد آتے ہیں۔ یہ یاد آیا کہ اس کے انکل صداقت علی کو ہلاک کرنے کی سازش کرنے والوں میں یہ بھی شامل تھا۔

تین سازشی تھے۔ پہلا حمزہ بیگ اپنے انجام کو پہنچا۔ دوسرا رب راکھن اسی طرح حرام موت مارا گیا اور تیسرا پیر عظمت اللہ شاہ سلطانی تھا' جس کے بارے میں خطرناک دشمن بھی یہ کہتے تھے کہ وہ مرنے کے لیے اس دنیا میں نہیں آیا ہے جب کہ ہر ذی روح کو فنا ہونا ہے۔ پتا نہیں پیر عظمت اللہ شاہ کا انجام کیا ہونے والا تھا۔

★==========★==========★

پچھلی رات کئی قتل ہوئے تھے اور ریکارڈ پیپرز سے ثابت ہوا تھا کہ وہ تمام قتل ہونے والے ایسے یہودی تھے' جن کا تعلق موساد سے تھا۔ ان میں مرکزی کردار ادا کرنے والا کرسٹوفر تھا' جسے خان اعظم خان نے اپاہج بنا دیا تھا۔ کرسٹوفر شاید پاکستان میں اپنے

وسیع ذرائع سے بچ نکلتا لیکن وہ امریکی عیسائی بن کر امریکہ کو بھی دھوکا دے رہا تھا لہٰذا اس پر مقدمہ چلانے کے لیے اسے گرفتار کرلیا گیا۔

پچھلی رات کی تمام وارداتوں کو پریس والوں سے چھپانے کی پوری پوری کوششیں کی گئیں۔ ایسے وقت یہ سوچا گیا کہ اخبارات کے ذریعے عوام کو معلوم ہوگا تو وہ پاکستان کے دارالسلطنت میں یہودیوں کی سرگرمیوں پر چیخ پڑیں گے۔ پولیس اور انتظامیہ کو الزام دیں گے۔ ملک دشمن عناصر کی سرگرمیوں پر ایک آدھ بار پردہ ڈالا جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ بشرطیکہ کہ پس پردہ دشمن عناصر کو ختم کیا جائے لیکن خاتمہ نہیں ہوتا۔ قیام پاکستان کے پہلے دن سے اب تک ملک دشمن سرگرمیاں بڑھتی جارہی ہیں۔

آتما رام کو جان کے لالے پڑے ہوئے تھے۔ بیٹا' بیٹی داماد تو سنی کے تعاون اور محبت سے محفوظ ہوگئے تھے لیکن خان اعظم خان اسے ڈھونڈ رہا تھا۔ اس نے "را" کے دو افسران کو روپوش ہونے سے پہلے ہلاک کیا تھا۔ اب آتما رام کی باری تھی اور وہ ایک بہت بڑے سرکاری عہدے دار کی کوٹھی میں چھپا ہوا تھا۔ یہ وہی عہدے دار تھا' جس کے خوابوں میں مادھوری ڈکشٹ آیا کرتی تھی اور آتما رام نے وعدہ کیا تھا کہ آئندہ بیرونی ملک کے دورے کے دوران کسی بھی ملک میں اس کی مادھوری اسے مل جائے گی۔

"موساد" اور "را" والے خان اعظم خان کو کسی طرح گھیرنا اور ہلاک کردینا چاہتے تھے۔ یہ بات سمجھ میں آگئی تھی کہ جب تک وہ اسلام آباد میں رہے گا' تب تک نہ کوئی دوسرا گاڈفادر وہاں کام کرسکے گا اور نہ ہی منظم طریقوں سے وہ اپنی مجرمانہ سرگرمیاں جاری رکھ سکیں گے۔

خان اعظم خان کی کئی کوٹھیاں دشمنوں کی نظروں میں تھیں لیکن اس کی خفیہ رہائش گاہ کا علم کسی کو نہیں تھا۔ اس کی بیٹی حمیرا سب کی نظروں میں تھی مگر اب کسی میں اتنی جرأت نہیں تھی کہ کوئی حمیرا کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی دیکھتا۔ اسے اغوا کرنے کا انجام کیا ہوتا ہے' یہ پچھلی رات سے صبح تک یہودیوں اور ہندوؤں کی لاشیں بتا رہی تھیں۔

آتما رام نے خان کے ایک موبائل پر رابطہ کیا پھر کہا۔ "تم کچھ زیادہ ہی انتقامی کارروائی کر چکے ہو۔ اب تمہیں۔ "را" کا ایک بندہ بھی نہیں ملے گا۔ سب روپوش ہو

چکے ہیں۔ میرا مشورہ ہے' غصہ تھوک دو۔ کچھ ہم نے اور موساد والوں نے تمہیں غصہ دلایا' کچھ تمہارے دماغ میں گرمی ہے۔ اب صلح صفائی ہو جائے تو تمہیں دونوں ایجنسیوں کا مشترکہ گاڈفادر بنادیا جائے گا۔"

"یہ پیشکش سامنے آکر کرو۔ گاڈ فادر کا عہدہ ایسا تو نہیں ہے کہ تم فون پر آفر کرو گے اور میں فون پر قبول کروں گا۔"

"میں پاکستان سے جارہا ہوں۔ "را" کے دوسرے افسران تم سے ملاقات کریں گے۔ موساد والے بھی گاڈ فادر کے لیے تمہیں ووٹ دیں گے۔"

"اور یہ سارے ووٹر اور افسران دراصل معمولی کارندے ہوں گے۔ "را" اور موساد کے بڑے افسران بن کر آئیں گے اور مجھے گھیر کر ختم کردیں گے۔ کیا اس پٹھان کو "خردماغ" سمجھتے ہو؟"

"تم اپنے رویے سے خود کو خردماغ ثابت کررہے ہو۔ ذرا عقل سے سوچو۔ ہم میں سے کوئی تمہیں نظر نہیں آئے گا مگر تم ہم جیسے روپوش رہنے والوں کی نظروں میں ہو اور تمہاری بیٹی بھی....."

"اے کتے!" وہ بات کاٹ کر بولا۔ "تیری بیٹی' داماد اور بیٹا مرگلہ ریسٹ ہاؤس میں ہیں۔ میں تیرے پورے خاندان کو نابود کرسکتا ہوں لیکن میں ان بے قصور بچوں کو ہاتھ نہیں لگاؤں گا۔ میرا انتظار کر' ابھی میں نیند پوری کرنے جارہا ہوں بیدار ہونے کے بعد سیدھا تیرے پاس پہنچوں گا۔"

اس نے فون بند کردیا۔ اپنی جگہ سے اٹھ کر دروازے کو اندر سے بند کیا۔ کھڑکی کے پردے برابر کیے پھر بستر پر آگیا۔ فون پر پھر اشارہ موصول ہوا۔ اس نے آن کیا۔ دوسری طرف سے موساد کا ایک افسر بول رہا تھا۔ خان نے کہا۔ "میں فون کی بیٹری نکال رہا ہوں' تین گھنٹے تک آرام سے سوتا رہوں گا۔ اس کے بعد کسی وقت بھی تمہارے پاس پہنچ جاؤں گا۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا۔ "خان! مجھ تک کبھی خواب میں بھی نہیں پہنچ سکو گے۔ میں ایسی جگہ ہوں' جہاں صرف ہوا کا گزر ہوتا ہے۔"

"بھول رہے ہو۔ موت ہر جگہ پہنچ جاتی ہے اور سانس روکنے کے لیے ہوا کا راستہ روک دیتی ہے۔"

اس نے موبائل فون بند کرکے بیٹری اس میں سے نکال دی پھر واکی ٹاکی پر ایک کالے سے کہا۔ "میں سو رہا ہوں۔ تین گھنٹے بعد واکی کی ذریعے مجھے جگادو۔"

وہ بستر پر آرام سے لیٹ گیا۔ اس نے جوانی سے بڑھاپے کی موجودہ عمر تک سیکرٹ ایجنٹ کی حیثیت سے زندگی گزاری تھی۔ اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھتا تھا کہ جب بھی خفیہ ایجنسی والوں پر افتاد آپڑی ہے تو وہ سرکاری افسروں' اعلیٰ عہدے داروں یا بیورو کریٹ کی پرائیوٹ کوٹھیوں میں' انیکسیوں میں اور دور افتادہ کاٹیجوں میں روپوش ہو جاتے ہیں۔ اپنے ہی ملک کے نام نہاد بڑے انہیں اپنی آستینوں میں چھپا لیتے ہیں۔

خان اسی لیے اطمینان سے سوگیا کہ جب چاہے گا اپنے مطلوبہ دشمنوں کی شہ رگ تک پہنچ جائے گا۔

تین گھنٹے بعد واکی ٹاکی..... کی آواز نے اسے جگا دیا۔ اس نے آلے..... کو کان سے لگا کر کہا۔ "ٹھیک ہے۔ میں جاگ رہا ہوں۔ کوئی خاص بات؟"

"چیف آف انٹیلی جنس سوغات علی آپ سے ملاقات کرنے آرہے ہیں۔ انہوں نے ابھی فون پر کہا ہے' وہ پندرہ منٹ میں یہاں پہنچ جائیں گے۔"

"وہ آئیں تو ان کی خاطر تواضع کرو۔ میں تیار ہو کر آرہا ہوں اور کچھ؟"

"اور کئی طرح کے کیڑوں مکوڑوں کے فون آتے رہے۔ تمام فون ٹیپ کیے گئے ہیں۔"

وہ آلے..... کو آف کرکے باتھ روم میں چلا گیا۔ آدھے گھنٹے بعد فریش ہو کر ڈرائنگ روم میں آیا۔ صداقت علی چائے پی رہا تھا۔ دونوں نے بڑی گرم جوشی سے مصافحہ کیا۔ خان نے کہا۔ "آپ کا بہت بہت شکریہ۔ میں نے موساد کے ایجنٹوں کے خلاف جتنے ثبوت آپ کے پاس بھیجے تھے' آپ نے انہیں اوپر والوں تک پہنچا دیا۔ اس طرح وہ یہودی بے نقاب ہوگئے۔"

"مجھے شکریہ ادا کرنا چاہیے۔ آپ نے قانون کے خلاف زندگی گزارتے رہنے کے

باوجود قانون کی مدد کی ہے۔ یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ "موساد" اور "را" والوں سے آپ کے اختلافات پیدا ہوگئے ہیں اسی لیے آپ ہم سے تعاون کر رہے ہیں۔ اختلافات ختم ہو جائیں گے یا آپ کے تمام دشمن ہلاک ہو جائیں گے تو آپ کا تعاون ہم سے ختم ہو جائے گا اور آپ پھر کسی خفیہ ایجنسی کے بہت بڑے عہدے دار بن جائیں گے۔"

"میں نے موساد والوں سے ایسا زبردست دھوکا کھایا ہے کہ اب اپنی مجرمانہ زندگی پر شرم آرہی ہے۔ میں نے جن یہودیوں کی خدمت کرتے ہوئے جوانی گزار دی' وہی میری بیٹی کو مجھ سے چھین کر اسے اسرائیل لے جانا چاہتے تھے۔ پوری موساد ایجنسی میری مطلقہ یہودی بیوی کی حمایت کر رہی تھی اور میری مخالفت۔ اب میں ان دشمن عناصر کو یہاں قدم جمانے نہیں دوں گا۔ ایک ایک کو جہنم میں پہنچاتا رہوں گا تو باقی دہشت کے مارے یہ ملک چھوڑ جائیں گے۔"

"ایسا نہیں ہوتا مسٹر خان! یہ دنیا شیطانوں سے کبھی خالی نہیں ہوتی۔ آپ مجرموں کو ختم نہیں کر سکتے البتہ کم کر سکتے ہیں اور یہ کام ہم جیسے قانون کے محافظوں کا ہے۔ آپ قانون کے محافظ نہیں ہیں اور آپ محب وطن نہیں ہیں۔ "موساد" اور "را" سے تعلق رکھنے والے آپ کے ذاتی معاملات میں دشمن ہیں۔ آپ انہیں ملک کے دشمن نہیں' اپنے دشمن سمجھ کر ختم کرنا چاہتے ہیں۔"

"میں محب وطن ہوں۔ مسلمان ہوں۔ پاکستانی ہوں۔"

"آپ کب پاکستانی بن گئے؟ آپ تو ملک دشمن عناصر کے گاڈ فادر بن کر آئے تھے۔ جب ان دشمنوں سے دھوکا ہوا تب آپ کو غصہ آیا۔ آپ انہیں ہلاک کر رہے ہیں' کیا وطن کے دشمن سمجھ کر ایسا کر رہے ہیں؟"

"بے شک۔"

"تو پھر آپ بھی وطن کے دشمن تھے۔ ان لمحات میں آپ پاکستانی شہری نہیں ہیں۔ پاکستانی شہریت کے جو کاغذات آپ کے پاس ہیں' وہ جعلی ہیں۔ آپ نے پاکستان آنے سے پہلے کئی اسلامی ممالک میں یہودیوں کے مفاد کے لیے کام کیا ہے۔ اگر آپ مجرمانہ زندگی سے توبہ کر چکے ہیں اور سچے دل سے پاکستانی بن کر رہنا چاہتے ہیں تو پہلے خود کو قانون کے

والے کریں۔ جب یہاں کی عدالت آپ کے حق میں فیصلہ دے گی تو آپ ایک پُر امن پاکستانی شہری تسلیم کر لیے جائیں گے۔"

خان نے طنزیہ انداز میں کہا۔ "قانون اور عدالت کی بات نہ کریں۔ یہاں اسی کے حق میں فیصلہ ہوتا ہے' جس کی حمایت بیورو کریسی کرتی ہے۔ یا امریکہ کرتا ہے اور امریکہ مجھے پہلی فرصت میں پھانسی پر چڑھائے گا کیونکہ میں امریکی انٹیلی جنس بیورو کی خدمات چھوڑ کر موساد ایجنسی میں چلا آیا تھا۔ آپ اگر یہ سوچ کر آئے ہیں کہ قانونی کارروائی کے لیے میں خود کو گرفتاری کے لیے پیش کروں گا تو آپ اس وقت تک فرض شناسی بھول جائیں' جب تک کہ میری چھت کے نیچے ہیں۔ یہاں سے جاکر آپ میرے خلاف جو چاہیں کریں۔ میں آزاد فضاؤں میں سانس لینے والا خان اعظم خان ہوں اور خان اعظم خان رہوں گا۔"

صداقت علی نے صوفے سے اٹھ کر کہا۔ "تو پھر مجھے اس چھت کے نیچے سے جانا چاہیے۔ آئندہ ہماری ملاقات پولیس اور مجرم کی حیثیت سے ہوگی۔"

خان نے صوفے پر سے ایک فائل اٹھا کر کہا۔ "اس فائل میں "موساد" اور "را" کے چند اہم افراد کی ہسٹری شیٹ اور تصاویر ہیں۔ یہ افراد اسی شہر میں آپ کو زندہ یا مُردہ ملتے رہیں گے۔"

"آپ زندہ اور مُردہ کی وضاحت کریں؟"

"اگر آپ ان افراد تک پہلے پہنچیں گے تو یہ آپ کو زندہ ملیں گے۔ اگر میں پہلے پہنچوں گا تو ان کی لاشیں مختلف تھانوں میں پہنچتی رہیں گی۔"

"پھر تو آپ ہی پہنچیں گے کیونکہ میں ان کی خفیہ پناہ گاہوں سے واقف نہیں ہوں۔ بہرحال اس تعاون کا شکریہ کہ آپ پھر خفیہ ایجنٹوں کے خلاف یہ دستاویزی ثبوت دے رہے ہیں۔"

صداقت علی اس کے ساتھ گفتگو کرتا ہوا کوٹھی کے باہر آیا پھر اس سے مصافحہ کرکے اپنی کار میں وہاں سے چلا آیا۔ کچھ دور آنے کے بعد اس نے گاڑی ایک طرف روکی پھر فون کے ذریعے مخاطب کیا۔ "ہیلو مسٹر خان!"

خان نے دوسری طرف سے کہا۔ "اسلام علیکم میرے محسن! آپ نے میرے ساتھ اتنی بڑی نیکی کی اور غائب ہوگئے۔ کہاں رہ گئے تھے؟"

"میں اپنے ایک مسئلے میں الجھ کر رہ گیا ہوں۔"

"مجھے بتائیں۔ اگر جان دینے کا مسئلہ ہے تو میں جان دوں گا۔"

"جان جانے کی بات نہیں ہے۔ میری غیرت کا مسئلہ ہے۔ میری جوان بیٹی اغوا کی گئی ہے۔"

وہ اچھل کر کھڑا ہوگیا۔ "اوہ خدایا! یہ میں کیا سن رہا ہوں؟ وہ کب اور کہاں سے اغوا ہوئی ہے۔ مجھے جلدی بتائیں آپ کس پر شبہ کرتے ہیں؟"

"گاڈ فادر پیر عظمت اللہ شاہ سلطانی پر شبہ ہے۔"

"میں اس خنزیر کے بچے کو آج زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ میں ابھی تھوڑی دیر بعد آپ کو فون کروں گا۔"

اس نے صداقت علی سے رابطہ ختم کیا پھر پیر شاہ سلطانی سے رابطہ کیا۔ ادھر سے آواز آئی۔ "ہم بول رہے ہیں۔"

"آج تم ہمیشہ کے لیے بولنا بھول جاؤ گے۔ بوڑھے بے غیرت! اس عمر میں ایک شریف آدمی کی بیٹی کو اغوا کرتے ہو؟ کہاں ہے وہ شریف زادی؟ اگر تم نے اس کے باپ کے پاس اسے نہ پہنچایا تو تم جہاں بھی رہو گے میں موت بن کر پہنچ جاؤں گا۔"

"کیا تم پاگل خانے سے آئے ہو؟ کون ہو تم؟ اور کس کی بیٹی کے اغوا کا الزام ہمیں دے رہے ہو؟"

"ہے ایک شریف آدمی' بے چارے نے میرے لیے نیکی کی تھی۔ اس کے لیے برائی ہوگئی۔ میں کہتا ہوں۔ اگر....."

"تم کہتے رہو مگر یہ تو بتاؤ وہ شریف آدمی اور شریف زادی کون ہے؟"

"وہ شریف آدمی۔ وہ فرشتہ۔ وہ....."

خان کو یاد آیا کہ وہ اپنے محسن کا نام نہیں جانتا ہے۔ اس محسن نے اسے اتنا ہی کہا تھا کہ اسے تیسرا ہاتھ سمجھ لیا جائے یا پھر وہ ایسا مُردہ ہے' جو اپنی قبر سے بول رہا ہے۔

اس نے پیر شاہ سلطانی سے رابطہ ختم کیا اور صداقت علی سے رابطہ قائم کیا پھر کہا۔ "میرے اجنبی مہربان! میں خواہ مخواہ پیر شاہ سے بات کرکے شرمندہ ہوگیا۔ وہ پوچھ رہا ہے کہ اس نے کس کی بیٹی کو اغوا کیا ہے؟ آپ نے مجھے اپنا نام نہیں بتایا ہے۔ مجھے اپنا اور بیٹی کا نام بتائیں۔ میں آج کا سورج ڈوبنے سے پہلے آپ کی بیٹی کو لے آؤں گا۔"

صداقت علی نے کہا۔ "پیر عظمت اللہ شاہ سلطانی آپ کو ٹال رہا ہے۔ بیٹی کسی کی بھی ہو' اسے اعتراف کرنا چاہیے کہ اس نے اغوا کیا ہے۔ بہرحال آپ کہہ سکتے ہیں کہ اس نے اپنے داماد کی بیٹی کو اغوا کیا ہے۔"

"داماد کی بیٹی؟ اچھا ہاں اس کا ایک داماد تھا جو بم کے دھماکے میں ہلاک ہوگیا تھا۔ اوہ خدایا! یہ کیسی بے غیرتی ہے۔ اس نے اپنے داماد کی بیٹی کو یعنی اپنی نواسی کو اغوا کیا ہے۔ میں ابھی حقیقت معلوم کرتا ہوں۔"

اس نے صداقت علی سے رابطہ ختم کیا پھر پیر شاہ سلطانی سے رابطہ کرتے وقت خیال آیا کہ اس کے محسن نے پہلے کہا تھا کہ اس کی (محسن کی بیٹی) اغوا کی گئی ہے۔ اب کہتا ہے' مرحوم صداقت علی کی بیٹی کو اغوا کیا گیا ہے۔ اس سے پوچھنا چاہیے کہ اس نے دو طرح کی باتیں کیوں کی ہیں؟ اس نے ایسا سوچتے ہوئے رابطہ کیا پھر کہا "پیر شاہ! تم بہت ہی بدبخت اور کمینے ہو۔ تم نے اپنے داماد کی بیٹی کو یعنی اپنی بیٹی کی بیٹی یعنی کہ اپنی ہی نواسی کو اغوا کیا ہے۔ تمہیں شرم سے ڈوب مرنا چاہیے۔"

پیر شاہ سلطانی نے کہا۔ "تم آدمی کی طرح بولتے ہو مگر گدھے کی عقل سے سوچتے سمجھتے ہو۔ کیا اتنی سی بات تمہاری سمجھ میں نہیں آتی کہ ایک نانا اپنی نواسی کو اپنے گھر لاتا ہے تو اسے اغوا کرنا نہیں کہتے۔ اگر تم اپنی بیٹی کو اس کی سسرال سے اپنے گھر لاؤ گے تو کیا وہ اغوا کا عمل کہلائے گا۔"

"ہوں' یہ بات میں بھول گیا تھا۔ کیا تمہاری نواسی اپنی مرضی سے تمہارے پاس آئی ہے؟"

"بے شک' ابھی تو اس کی شادی نہیں ہوئی۔ مرضی اس کی نہیں' ہم جیسے بزرگوں کی چلے گی۔ آئندہ ہم اس وقت تک تمہاری کسی بات کا جواب نہیں دیں گے' جب تک

تم اپنا تعارف نہیں کراؤ گے۔"

"میں ہوں تمہارے انڈر ورلڈ کا بخار' خان اعظم خان' مجھے "موساد" اور "را" والے گاڈ فادر بنانا چاہتے تھے۔ میں نے اس عہدے کو ٹھکرا دیا۔ اب میں تنہا رہ گیا ہوں' اس کے باوجود تمہارے جیسے پہاڑ کو ریزہ ریزہ کر سکتا ہوں۔"

"ریزہ ریزہ کیوں کرو گے؟ تم مخالف گاڈ فادر نہیں ہو۔ ہماری آپس میں دشمنی نہیں ہے۔"

"دشمنی ہے۔ تم نے اپنے داماد کی بیٹی....."

اسے یاد آیا کہ نواسی کو اغوا نہیں کیا جاتا۔ اس نے جھنجلا کر کہا۔ "لیکن وہ پریشان ہے۔ کہتا ہے کہ تم نے اغوا کیا ہے۔"

"ایسا کون کہتا ہے؟ اس کا کوئی نام پتا ضرور ہو گا۔"

"وہ..... وہ میرا محسن ہے۔ ایک فرشتہ ہے اور فرشتے کبھی جھوٹ نہیں بولتے۔"

"کیا اس فرشتے کا نام صداقت علی ہے؟"

"کیسی بات کرتے ہو؟ کیا تم نہیں جانتے کہ تمہارا داماد اب اس دنیا میں نہیں ہے۔"

"اسے انسانی کرشمہ سمجھ لو کہ وہ خود ہی مُردہ بنا اب خود ہی دوبارہ زندہ ہو گیا ہے۔"

خان اس بات پر چونک گیا۔ پچھلی رات صداقت علی نے اس سے کہا تھا۔ "میں مُردہ ہوں اور اپنی قبر سے بول رہا ہوں۔"

اس نے پیر شاہ سلطانی سے پوچھا۔ "کیا تمہارا داماد صداقت علی زندہ ہے؟"

"زندہ ہے۔ میرا خیال ہے' اسی نے ہمارے خلاف تمہیں بھڑکایا ہے کہ ہم نے اس کی بیٹی کو اغوا کیا ہے۔ جاؤ اور اس فرشتے کا نام پوچھو۔ اگر وہ صداقت علی ہو تو اس سے کہو' ہمارا سامنا کرے پھر اپنی بیٹی کو جب چاہے' لے جائے۔"

"اس نے تمہارے خلاف مجھے بھڑکایا نہیں ہے۔ میری آنکھیں کھول دی ہیں۔

اس نے ثابت کیا ہے کہ وہ جان و مال اور عزتوں کا محافظ ہے۔ اس نے میری اغوا کی ہوئی بیٹی تک مجھے پہنچایا۔ وہ تمہارے جرائم کے ہر راستے میں پتھر کی دیوار بنتا رہا۔ تم ایسے پتھروں کو توڑ دینے کے عادی ہو۔ تم نے یقیناً اس کو مار ڈالنے کی کوشش کی ہو گی لیکن وہ زندہ ہے۔"

"اگر ہم نے داماد کو مارنا چاہا تھا تو ہمارے خلاف ثبوت لاؤ ورنہ جھوٹا الزام نہ دو۔"

"پہاڑ جیسے مجرموں پر بے شمار الزامات ہوتے ہیں مگر ان میں سے کوئی بھی الزام سچ ثابت ہونے کے مرحلے تک نہیں پہنچتا اور اگر الزام ثابت ہو بھی جائے تو اسے سزا سنانے سے پہلے ہی انصاف کرنے والے جج کا تبادلہ کر دیا جاتا ہے۔ پھر دوسرے جج کے آنے تک تمام ٹھوس ثبوت گواہوں کے ساتھ غائب کر دیے جاتے ہیں۔"

"اتنی باتوں سے تمہیں کیا حاصل ہو رہا ہے؟"

"میں اپنے محسن کے کسی کام آنا چاہتا تھا اور یہ موقع مجھے مل رہا ہے۔ اگر اسے قتل کرنے کی سازش میں تم شریک رہے ہو تو اپنی سانسیں گنتے رہو۔ میں تمہیں حرام موت مارنے والا ہوں۔"

"تم سے پہلے کتنے ہی بھونکنے والے آئے اور بھونکنے والی موت مارے گئے۔ تم بھی ہمارے ہاتھوں سے مرنے کے لیے پاکستان آئے ہو۔"

فون بند کر دیا گیا۔ صداقت علی اپنے اس بنگلے میں آیا جہاں ہاجرہ کے ساتھ ازدواجی زندگی گزارتا رہا تھا۔ وہ بنگلا اس نے ہاجرہ کے لیے تعمیر کرایا تھا لیکن وہ اپنی زندگی کا زیادہ حصہ اپنے باپ کے گھر میں گزارتی رہی تھی۔

صداقت علی نے بنگلے کے سامنے پہنچ کر اپنی آنکھوں سے آئی لینس الگ کر دیے۔ سر سے وگ اتار دی۔ جتنے چھوٹے چھوٹے ریڈی میڈ میک اپ کے سامان کے ذریعے چہرے پر تبدیلی آئی تھی' وہ سب اپنے چہرے سے الگ کر دیے۔ چہرے پر صرف داڑھی اور مونچھیں رہ گئیں' جو اصلی تھیں۔

بنگلے کے گیٹ کا دربان' مالی اور دوسرے ملازمین اسے دیکھتے ہی خوشی سے رونے

لگے۔ ہاتھ اٹھا اٹھا کر اس کی مزید سلامتی کی دعائیں مانگنے لگے۔ اس نے بنگلے کے اندر آکر دیکھا۔ ملازموں نے اسے اندر اور باہر سے صاف ستھرا رکھا تھا۔ ڈرائنگ روم میں ہاجرہ کی ایک بڑی سی تصویر لگی ہوئی تھی۔ وہ بڑی چاہت سے اسے دیکھنے لگا۔ موبائل فون پر اشارہ موصول ہوا۔ اس نے اسے آن کیا۔ دوسری طرف سے خان اعظم خان نے کہا۔

"آپ نے ایک دوست سے زیادہ دوستی نباہی لیکن اپنی اصلیت چھپاتے رہے۔ آپ انٹیلی جنس کے ڈائریکٹر جنرل ہیں۔ روپوش رہنے میں آپ کی مصلحت ہو گی لیکن خدا کے لیے مجھ سے اب اپنا اصلی نام اور اصلی شخصیت نہ چھپائیں۔"

"مسٹر خان! میں ابھی اس بنگلے میں ہوں' جہاں پیر عظمت اللہ شاہ سلطانی کی صاحب زادی کو دلہن بنا کر لایا تھا۔ تب سے اب تک جیسے صدیاں گزر گئی ہیں۔ بڑے بڑے طوفانوں سے گزرتا آیا ہوں۔ سب سے بڑا طوفان میرا سسر ہے۔ کئی بار سوچا کہ جرائم سے بھرے ہوئے اس انڈر ورلڈ کے گاڈ فادر کو چپ چاپ گولی ماردوں کیونکہ یہ طے ہے کہ ایسے گاڈ فادر کو دنیا کی کسی عدالت سے سزا نہیں ملتی ہے۔ ایسے نہ ٹوٹنے والے مجرموں کو خاموشی سے توڑ دیا جاتا ہے لیکن میں اب تک قانون ہاتھ میں لینے سے کتراتا رہا۔ کئی بار پیر شاہ کو قانونی شکنجے میں لایا لیکن اس کا کچھ نہیں بگڑا۔"

"دوست! اب اس کا بگڑے گا۔ میں اسے زندگی سے بگاڑ دوں گا۔ کیا یہ درست نہیں ہے کہ اسی نے آپ کو قتل کرانے کی سازش کی تھی؟"

"سازش کرنے والے تین تھے۔ دو حرام موت مرگئے۔ تیسرا میرا سسر رہ گیا ہے۔ میرے دل نے گوارا نہیں کیا کہ اسے خاموشی سے موت کی نیند سلا دوں لیکن اس نے رازداری سے مجھے مار ڈالنے کی پوری کوشش کی تھی۔"

"ڈی جی صاحب! آپ کا مجھ پر احسان ہے۔ آپ اپنی شریک حیات کو چاہتے ہیں۔ اس کے باپ کو اپنے ہاتھوں سے سزائے موت نہیں دینا چاہتے۔ کوئی بات نہیں' میں اس کا کام تمام کردوں گا۔"

"میں قانون کی بالادستی قائم رکھتا ہوں۔ تمہیں کسی کو قتل کرنے کی اجازت نہیں دوں گا پھر یہ کہ تم خود بدنام زمانہ مجرم ہو۔ کسی دوسرے مجرم کو سزا دینے سے پہلے اپنے

لیے سزا تجویز کرو۔ کوئی مجرم اپنا محاسبہ نہیں کرتا لیکن تم ایک باپ بن کر تنہائی میں سوچو' جس بیٹی کی پرورش بے انتہا لاڈ پیار سے کی ہے اس کا انجام تمہارے بعد کیا ہو گا؟"

"میں زیادہ سے زیادہ اس کے لیے تحفظ فراہم کر کے اس دنیا سے جاؤں گا۔"

"پچھلی رات کو نہ بھولو۔ وہ تمہاری زندگی میں غیر محفوظ رہی۔ کیوں اس خوش فہمی میں رہتے ہو کہ تمہارے بعد تمہارے جرائم کے اثرات تمہاری اولاد پر نہیں پڑیں گے۔ تمہارے جو بدترین دشمن ہیں وہ تمہاری اولاد کے لیے عذاب جان نہیں بنیں گے۔ کیا تم قبر سے اٹھ کر اس کی حفاظت کے لیے آؤ گے؟"

"جناب! ہمارے جیسے مجرموں کو ساری دنیا سے نفرت اور گھر والوں سے محبت ملتی ہے اس لیے ہم اپنی اولاد سے شدید محبت کرتے ہیں۔ اکثر یہ سوچتے رہتے ہیں کہ ہمارے بعد ہماری جان سے زیادہ عزیز اولاد کا کیا بنے گا؟ ہمیں کوئی راستہ سجھائی نہیں دیتا تو ہم بیٹوں کو مجرم بنا دیتے ہیں تاکہ وہ مجرمانہ ہتھکنڈوں سے اپنا بچاؤ کرتے رہیں اور بیٹیوں کی شادیاں کر دیتے ہیں تاکہ ان کے شوہران کے محافظ بن جائیں۔"

"اس کے باوجود بیٹیوں کے سہاگ اجڑ جاتے ہیں اور بیٹے طبعی عمر گزارنے سے پہلے مارے جاتے ہیں۔ مسٹر خان! خود فریبی سے نکلو۔ حمیرا بہت پیاری سی بیٹی ہے۔ پھول کی طرح نازک ہے۔ اس پھول کو خزاں سے تم نہیں بچا سکتے۔ میں بچا سکتا ہوں۔"

"کیسے برادر! اوہ سوری ڈی جی صاحب! آپ کیسے بچا سکتے ہیں؟"

"مجھے ڈی جی صاحب نہیں' برادر کہو۔ اگر مجھ سے رشتے داری کرنا چاہو تو مجھے اپنا سمدھی بنالو۔ میں تمہاری بیٹی کو اپنی بہو بنانا چاہتا ہوں۔"

وہ خوش ہو کر بولا۔ "میری بیٹی قانون کے مضبوط قلعے میں رہے گی' اس سے بڑی کوئی بات نہیں ہو سکتی لیکن آپ کا تو کوئی بیٹا نہیں ہے۔"

"میرا ایک سعادت مند بھتیجا ہے۔ اس کا نام ثناء اللہ عرف سنی ہے۔ وہ میرے نقش قدم پر چلنے والا اور قانون کا احترام کرنے والا شہری ہے۔ امید ہے تم اسے داماد بنانا پسند کرو گے۔"

"آپ کی پسند میری پسند ہے۔ میں چاہتا ہوں' حمیرا اور سنی ایک بار ایک دوسرے

کو دیکھ لیں اور پسند کرلیں۔ زندگی انہیں گزارنا ہے۔ ان کی رضامندی لازمی ہوگی۔"

"بے شک یہ ضروری ہے۔ آج شام پانچ بجے سنی آپ کے پاس آئے گا۔"

"اسے حمیرا کی کوٹھی میں بھیج دیں۔ مجھے تو وہ ہر حال میں اس لیے پسند ہوگا کہ آپ کا بھتیجا ہے۔ خدا کی قسم برادر! آپ نے میرے سر سے پہاڑ اتار دیا ہے۔"

"اگر وہ ایک دوسرے کو پسند کرلیں گے تو میں تمہاری بیٹی کے جہیز میں ایسی چیز مانگوں گا جو آج تک کسی نے نہیں مانگی ہے؟"

"میری جان حاضر ہے۔ برادر! بتائیں آپ کیا چاہتے ہیں؟"

"جب سنی سے حمیرا کا نکاح پڑھا دیا جائے گا اور وہ میری بہو بن کر میری پناہ میں آجائے گی تو تم میرے ہاتھوں سے ہتھکڑی پہن لوگے۔"

وہ ذرا دیر چپ رہا پھر بولا۔ "برادر! جب بیٹی عزت آبرو سے دلہن بن کر رخصت ہو جائے گی' باپ کی آخری خواہش پوری ہو جائے گی اور بیٹی اپنی طبعی عمر تک مسرور اور محفوظ رہے گی تو یہ باپ ہنستے ہنستے سولی پر چڑھ جائے گا۔"

"میری پوری کوشش ہوگی کہ تمہیں سزا نہ ہو۔ تم نے پاکستان کی زمین پر کوئی جرم نہیں کیا ہے۔ ملک دشمن عناصر کو جہنم میں پہنچایا ہے۔ تمہارے ساتھ انصاف ہوگا۔ خدانہ خواستہ انصاف نہ ہوا تو سزا ملنے سے پہلے ہی میں تمہیں اسکاٹ لینڈ یارڈ پہنچادوں گا لیکن پہلے قانون کے تقاضے پورے کریں گے۔"

★==========★==========★

صداقت علی تھوڑی دیر تک گفتگو کرتا رہا پھر اس نے رابطہ ختم کردیا۔ سر اٹھا کر دیوار پر لگی ہوئی ہاجرہ کی تصویر کو دیکھتا رہا۔ اب وہ اس سے رابطہ کر سکتا تھا۔ اس کی آواز سن سکتا تھا۔ اس نے موبائل فون کو دیکھا مگر اسے آن کرنے سے پہلے دروازے پر آہٹ سنائی دی۔ اس نے سر گھما کر دیکھا۔ سنی دروازے پر کھڑا ہوا تھا۔

وہ ڈرائنگ روم میں آکر سلام کرتے ہوئے بولا۔ "آپ ایک عرصے کے بعد اس بنگلے میں آئے ہیں۔"

وہ سامنے آکر ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔ صداقت علی نے کہا۔ "تمہارے دادا حضور

کو میرے بارے میں معلوم ہو چکا ہے۔ یوں بھی روپوش رہنا اب ضروری نہیں ہے۔ ان کی غفلت اور بے خبری کے دوران میں بہت کچھ حاصل کر چکا ہوں۔ ان کے خلاف ثبوت اور گواہ بے شمار ہیں لیکن سمجھ رہا ہوں کہ نتیجہ صفر رہے گا۔ تمہارے دادا حضور کا کچھ نہیں بگڑے گا۔ پھر بھی میں نے اپنے فرائض پورے کیے ہیں۔"

"انکل! آپ شانی اور سچل کے بارے میں پریشان نہیں ہیں۔"

"پریشانی کی کیا بات ہے؟ وہ بچے نہیں ہیں' شام تک آجائیں گے۔"

"یہ آپ کہہ رہے ہیں؟ جب ان کے اغوا ہونے کی خبر ملی تو آپ پریشان ہوگئے تھے اور اب کہہ رہے ہیں کہ وہ شام تک آجائیں گے۔ ویسے میں بتادوں' وہ آچکے ہیں۔ شانی دادا جان کے پاس ہے اور سچل آپ سے ملنے سرکاری بنگلے میں گیا تھا۔ آپ سے ملاقات نہ ہو سکی۔"

"کیا تم ابھی سچل کے ساتھ تھے؟"

"جی ہاں لیکن شانی اور سچل یہ کہتے ہیں کہ انہیں رب راکھن نے اغوا کیا جب کہ خود رب راکھن کی جان کے لالے پڑے ہوئے تھے۔ میں دادا حضور سے اس کی جان چھڑا کر لایا تھا۔ پھر بھی وہ جان سے گیا۔ ان حالات سے صاف سمجھ میں آتا ہے کہ باپ نے بیٹے کو اغوا نہیں کیا تھا۔"

"سنی! جس نے اغوا کیا تھا اس نے دونوں کو رہا کردیا۔ وہ دیکھنا چاہتا ہے کہ دونوں رہائی پاکر کہاں جائیں گے۔ شانی تو اپنے نانا کے پاس گئی ہے۔ سچل کہاں ہے؟"

"وہ میرے ساتھ آیا ہے۔ باہر گارڈن میں رک گیا تھا۔"

"ہوں..... پولیس کی ابتدائی ٹریننگ اس کے کام آرہی ہے۔ وہ وہی کر رہا ہے' جو میں سوچ رہا ہوں۔ انہیں رہا کرنے والے اس کے تعاقب میں یہاں تک آئیں گے۔ بلکہ آچکے ہوں گے۔ ان کے لیے یہ جاننا ضروری ہے کہ میں اس بنگلے میں رہتا ہوں یا نہیں؟ ان کے منصوبے کے مطابق سچل یہاں میرے پاس چلا آیا ہے۔"

سچل بھی اندر آگیا اور سلام کیا۔ پھر ایک پرچی دیتے ہوئے بولا۔ "یہ اس کار کا نمبر ہے جو میرے تعاقب میں آئی تھی۔ آپ اس کار کے مالک کا نام معلوم کروالیں۔"

صداقت علی نے فون پر سکندر کو اس کار کا نمبر بتایا۔ اسے ضروری ہدایات دیں۔ پھر سچل اور سنی سے کہا۔ "پورے پاکستان میں صرف ایک ہی شخص کو یہ فکر ہے کہ میں دوبارہ زندہ ہو کر اپنے بنگلے میں آگیا ہوں یا ابھی تک کسی خفیہ رہائش گاہ میں ہوں۔"

"اور وہ شخص ہیں دادا حضور۔"

"ہاں شانی اور سچل کے اغوا ہونے کے بعد میں اسی لیے مطمئن تھا کہ تمہارے دادا ان دونوں کو نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ سچل کے یہاں آنے سے انہیں میری رہائش کا علم ہوگیا ہے اور وہ یہ بھی سمجھتے ہیں کہ انہوں نے سچل کو نقصان پہنچایا تو میں یہ نقصان برداشت نہیں کروں گا۔ ابھی وہ میری مرضی کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھائیں گے۔"

"انکل! آپ سے ایک بات منوانا چاہتا ہوں۔ کیا آپ مانیں گے؟"

"ایسا کیوں کہہ رہے ہو؟ میں تمہاری ہر بات مانتا ہوں۔"

"مجھے ناز ہے کہ آپ مجھے شانی کی طرح چاہتے ہیں اور آج میری بات ضرور مانیں گے۔"

"بات کیا ہے؟"

"آپ اور سنی میرے بابا سائیں کی آخری رسومات میں شریک نہ ہوں۔"

"یہ کیا بات ہوئی؟ تم ایسا کیوں چاہتے ہو؟"

"وہ آپ کے قاتل تھے۔"

"مگر میں تو زندہ ہوں۔"

"ہمارے سروں پر ہمیشہ آپ کا سایہ سلامت رہے۔ انہوں نے تو قتل کرنے کی پوری کوشش کی تھی۔ اگر میرا کوئی بھائی یا کوئی عزیز ہوتا تو میں بھی ان کی میت لے کر گوٹھ نہ جاتا اور ان کی آخری رسومات کے وقت موجود نہ رہتا۔ میری ماں کی موت ان کی ہی وجہ سے ہوئی تھی۔ یہ میں کبھی بھول نہیں سکوں گا۔"

"بیٹے! کسی کی موت کے بعد اس کی خامیوں کا ذکر نہیں کرنا چاہیے۔"

"اگر صرف خوبیوں کا ذکر کرنا چاہیے تو آپ بابا سائیں کی کوئی ایک خوبی بتادیں؟"

"ان میں خوبی نہ سہی مگر قدرت کو منظور تھا کہ ان کا خون تمہاری رگوں میں

گردش کرتا رہے۔ اس خون کا حق ادا کرو۔"

"میں اسے حق نہیں کہتا۔ اسے قرض سمجھتا ہوں اور قرض ادا کرنے کے لیے ان کی میت ان کے گوٹھ والی حویلی میں پہنچانے جارہا ہوں۔"

صداقت علی نے کہا۔ "تمہارے باپ نے بڑی دولت کمائی لیکن آخری وقت کے لیے اپنے بیٹے کا کاندھا بھی حاصل نہیں کیا۔ تم اس کی میت ایسے لے جارہے ہو جیسے کسی متعفن شے کو کہیں دور پھینکنے جارہے ہو۔ ہمارے ملک میں موت کے گھاٹ اترنے والے پچانوے فیصد مجرموں کے بیوی اور بچے ایسے ہی کرب میں مبتلا رہتے ہیں جیسے کہ تم مبتلا ہو۔"

"میری تو خوش قسمتی ہے کہ آپ کے سائے میں آگیا ہوں۔ جنہیں قانونی تحفظ نہیں ملتا ان مجرموں کی دولت بیوی بچوں کے کام نہیں آتی۔ وہ حکومت کی تحویل میں چلی جاتی ہے یا پھر زندہ رہ جانے والے دشمن' مقتول مجرموں کے عزیزوں کے لیے عذاب جان بنے رہتے ہیں۔"

"تم ایک دن ٹریننگ سینٹر سے ایک کامیاب افسر بن کر آؤ گے۔ پھر پتا نہیں کیسے کیسے مجرموں سے ٹکراؤ گے۔ میری طرح تمہاری بھی یہی کوشش ہونی چاہیے کہ مجرموں کو کبھی زبان سے نصیحت نہ کرو۔ جس طرح مار پیٹ اور تشدد ان پر اثر نہیں کرتا' اسی طرح نصیحتیں بھی بے اثر ہوا کرتی ہیں۔ ان پر اثر کرنے والا ایک ہی جذباتی تعلق ہوتا ہے اور وہ تعلق اپنی اولاد سے اور اولاد کی اولاد سے ہوتا ہے۔ خدا نے ہر انسان میں کوئی نہ کوئی کمزوری رکھی ہے۔ مجرموں کی کمزوریاں ان کے بیٹے اور بیٹیاں ہوتی ہیں۔ تمہارے بابا سائیں کی لاش اسپتال سے کب ملے گی؟"

سچل نے اٹھ کر کہا۔ "پوسٹ مارٹم ہو چکا ہوگا۔ میں جارہا ہوں۔ ان کی آخری رسومات ادا کرکے کل شام تک واپس آجاؤں گا۔"

صداقت نے اس کے ساتھ بنگلے کے باہر آتے ہوئے کہا۔ "تم نے ٹھیک کہا' مجھے اور سنی کو ان کی آخری رسومات میں شریک نہیں ہونا چاہیے۔ اس بار میرے سسر صاحب موقع سے فائدہ اٹھانے اور مجھے ٹھکانے لگانے کی بھرپور کوششیں کرسکتے ہیں۔"

موبائل فون پر اشارہ موصول ہوا۔ صداقت نے اسے آن کرکے کہا۔ "ہیلو!"

سکندر کی آواز آئی۔ "سر! اس کار کا مالک یار محمد ہے اور آپ جانتے ہیں' یار محمد آپ کے سسر کا سیکیورٹی افسر ہے۔"

"تھینک یو۔ میں پھر رابطہ کروں گا۔"

اس نے فون بند کرکے سچل اور سنی سے کہا۔ "جس کار میں تم دونوں کا یہاں تک تعاقب کیا گیا تھا' وہ کار میرے سسر صاحب کے سیکیورٹی افسر کی تھی۔ وہ حضرت میری زندگی کی خبر پاکر بوکھلا گئے ہیں۔ ابھی میں نے انٹیلی جنس کے شعبے میں خود کو ظاہر نہیں کیا ہے۔ اس گاڈفادر کی یہی کوشش ہوگی کہ مجھے ظاہر ہونے سے پہلے پھر ایک بار ہلاک کرے۔"

"آپ خطرات میں گھرے ہوئے ہیں انکل! آپ کو اپنی حفاظت کے لیے کچھ غیر معمولی انتظامات کرنے چاہئیں۔"

اس نے سچل کا شانہ تھپک کر کہا۔ "غیر معمولی انتظام صرف خدا کی طرف سے ہوتا ہے جیسے پچھلی بار میری موت کا مکمل سامان کیا گیا تھا لیکن موت سے پہلے قدرت میری زندگی کا سامان کر چکی تھی۔ تم بے فکری سے جاؤ۔ میں اپنے طور پر جو کر سکتا ہوں' وہ کر رہا ہوں۔ باقی میں نے خدا پر چھوڑ دیا ہے۔"

اس نے پیار محبت سے سچل کو رخصت کر دیا۔ ڈرائیور اسے سرکاری گاڑی میں لے گیا۔ صداقت نے سنی کے ساتھ ڈرائنگ روم میں آکر کہا۔ "ابھی میں سچل سے کہہ رہا تھا۔ مجرموں کا جذباتی لگاؤ صرف ان کی اپنی اولاد کے ساتھ ہوتا ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہم قانونی محافظ ہو کر مجرموں کی سزا ان کی بیویوں اور بچوں کو دیں اور انہیں قانون کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کریں۔ جبر و تشدد مجرموں پر ہو..... یا ان کے لواحقین پر ان سے مثبت نتائج حاصل نہیں ہوتے۔ اس کے برعکس وہ راہ راست پر آنے کی بجائے' ضدی اور باغی ہوتے چلے جاتے ہیں۔"

سنی نے کہا۔ "آپ کا طریقہ کار بہت اچھا ہے۔ اگر سچل کو باپ کی محبت نہ ملتی اور اس پر رب راکھن کا دباؤ بڑھتا جاتا تو وہ ضد اور جنون میں باپ ہی کے راستے پر چلا

لیکن آپ تنہا کتنے مجرموں کی اولادوں کو تباہی سے بچا سکیں گی؟"

"خدا نے جتنی توفیق دی ہے' اتنی نیکی تو کر سکتے ہیں۔ اگر قانون کے تمام محافظ ایک ہی نیکی کریں تو نیکیوں کا یہ دریا سمندر بن سکتا ہے۔ میرے ساتھ تم بھی اس کار میں شریک ہو سکتے ہو۔"

"میں تو آپ کے ایک ایک نقش قدم پر چل رہا ہوں اور کوئی فرض ادا کرنا ہو تو حکم کریں۔"

"بیٹے! روبی تمہاری آخری محبت تو ہو سکتی ہے مگر وہ آخری لڑکی نہیں تھی۔ اس کے بعد بھی تمہاری زندگی میں کسی کو آنا چاہیے۔"

"یہ آپ مختلف موضوع پر آگئے ہیں۔"

"موضوع مختلف ہے مگر موضوع سے اختلاف نہیں ہونا چاہیے۔ شادی کرنا' گھر بسانا' اپنی دنیا کو ایک اچھی نسل کا تحفہ دینا' تمہارا فرض ہے۔"

"یہ فرض ادا کرنے کو ابھی عمر پڑی ہے۔"

"لیکن کسی سے نیکی کرنے کی خاطر فرض ادا کرنا پڑے تو پھر بھی ٹالنے کی کوشش کرو گے؟"

"میں آپ کی بات نہیں ٹال رہا ہوں۔ مگر آپ کس سے نیکی کرنے کو کہہ رہے ہیں؟"

"خان اعظم خان کی بیٹی حمیرا بہت اچھی ہے۔ تعلیم یافتہ ہے۔ مشرقی تہذیب کے سانچے میں بچپن سے اس کی تربیت کی گئی ہے۔ پچھلی رات باپ کے جرائم کا سایہ اس پر پڑا۔ اس کی یہودی ماں اسے اغوا کرکے اسرائیل لے جانا چاہتی تھی۔ اپنی طرح اسے ایک بے ضمیر ایجنٹ بنانا چاہتی تھی۔ خان نے میرے تعاون سے بیٹی کو واپس حاصل کر لیا ہے۔ خان متفکر ہے کہ اس کے بعد اس کی بیٹی پر ایسے کئی مجرمانہ حملے ہو سکتے ہیں۔"

"میں سمجھ گیا۔ جس طرح آپ سچل کو داماد بنانے والے ہیں اسی طرح حمیرا کو بہو بنانا چاہتے ہیں۔"

"ہاں۔ مگر تمہاری اور حمیرا کی رضامندی ضروری ہے۔ پہلے تم دونوں ایک

دوسرے کو پسند کرو گے تو بات آگے بڑھے گی۔ کیا اس سے ملنا چاہو گے؟"

"یہ ایسی نیکی ہے' جس کے ذریعے ہم دوسروں کو درس دے سکتے ہیں کہ مجرموں کی اولاد مجرم نہیں ہوتی۔ ہم ان کی اولاد پر تشدد کرکے نہیں' انہیں گلے لگا کر بہت سے مجرموں کو راہ راست پر لاسکتے ہیں۔ آپ بہت اچھے ہیں انکل! میں حمیرا کو دیکھے بغیر اپنا سکتا ہوں لیکن اس سے ملوں گا تاکہ وہ مجھے پسند کرسکے۔"

صداقت نے ایک کوٹھی کا پتا اور فون نمبر لکھ کر دیا پھر کہا۔ "وہ بزرگ بہت خوش نصیب ہوتے ہیں' جن کے بچے تمہاری طرح سعادت مند ہوتے ہیں۔ جاؤ میں نے پانچ بجے تم دونوں کی ملاقات کا اہتمام کیا ہے۔"

سنی وہاں سے اٹھ کر بیڈ روم کی طرف چلا گیا۔ صداقت اس کوٹھی میں اس لیے بھی آیا تھا کہ وہاں اطمینان سے بیٹھ کر اپنی ہاجرہ سے فون پر گفتگو کرے گا۔ مصروفیات اور الجھنیں اتنی تھیں کہ اپنی آرزوؤں کے لیے وقت نکالنا مشکل ہو جاتا تھا۔ اس نے ڈرائنگ روم میں رکھے ہوئے فون کا ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کیے۔ رابطہ ہونے پر پیر عظمت اللہ شاہ سلطان سلطانی کے بیٹے برکت اللہ شاہ کی آواز سنائی دی۔ اس نے کہا۔ "ہیلو؟"

"میں تمہاری ہمشیرہ ہاجرہ سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

"آپ؟" برکت اللہ نے خوش ہوکر کہا۔ "صداقت بھائی! ابا حضور نے آپی کو بتا دیا ہے کہ آپ خدا کے فضل سے زندہ ہیں۔ آپی یہ سنتے ہی پہلی فلائٹ سے اسلام آباد آگئی ہیں۔ کیا وہاں اب تک نہیں پہنچی ہیں۔"

"وہ کب روانہ ہوئی تھی؟"

"تین گھنٹے گزر چکے ہیں۔ انہیں وہاں پہنچ جانا چاہیے۔"

"ہاجرہ نے اپنا موبائل سنی کو دیا ہے۔ ورنہ میں اس سے رابطہ کرتا۔"

"آپی کے پاس میرا موبائل ہے۔ آپ نمبر نوٹ کریں۔"

اس نے نمبر نوٹ کرائے پھر کہا۔ "صداقت بھائی! آپ کی جھوٹی موت کی خبر سن کر ہم پر بجلی گر.....پڑی تھی۔"

"ایسا ہوتا ہے۔ اب تمہارے ابا حضور پر بجلی گر رہی ہے۔"

"آپ ہم باپ بیٹوں کو ہمیشہ غلط سمجھتے آئے ہیں۔"

"میں مجرمانہ زندگی گزارنے والوں کو غلط سمجھتا رہتا ہوں۔ اسی لیے اعلیٰ عہدے پر ہوں۔ کیا تم نے ایسے جوان بچوں کو دیکھا ہے جن کے مجرم باپ موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے ہوں؟"

"اس سوال کا مطلب کیا ہے؟"

"تم دونوں بھائی اپنی بیویوں اور بیٹے کے ساتھ شاپنگ کرنے لندن اور پیرس جاتے رہے ہو۔"

"بے شک جاتے ہیں۔ ابا حضور کی دولت دنیا کے ہر بڑے ملک کے ہر بڑے شہر میں ہے' یہ آپ اچھی طرح جانتے ہیں۔"

"جانتا ہوں اس لیے سمجھا رہا ہوں' ابھی چند دنوں تک باپ کو تنہا چھوڑ کر شاپنگ کے لیے نہ جانا۔"

"کیوں نہ جائیں؟ آپ کہنا کیا چاہتے ہیں؟"

"میری بات تمہاری سمجھ میں نہیں آئے گی۔ ریسیور ریحانہ بھابی کو دو۔"

"ریحانہ سے کیا کہنا چاہتے ہیں؟"

ریحانہ نے شوہر سے ریسیور چھین کر کہا۔ "مجھے بات کرنے دیں۔ ہاں صداقت بھائی! اسلام علیکم۔"

"وعلیکم السلام۔ تمہارے شوہر کو اتنی توفیق نہیں ہوئی کہ دوبارہ زندہ ہونے والے بھائی کو سلام کرتا۔"

"یہ تو بس ایسے ہی ہیں۔ پتا نہیں کیوں' منہ بنا کر آپ سے بول رہے تھے۔ کیا کوئی ایسی ویسی بات ہے؟"

"دیکھئے بھابی! آپ سمجھ دار ہیں۔ یہ جانتی ہیں کہ کسی کی زندگی کا کوئی بھروسا نہیں ہے۔ میں مرکر جی اٹھا ہوں۔ ضروری تو نہیں ہے کہ آپ کے اور میرے سسر صاحب کے ساتھ بھی یہی ہو۔ ایسا وقت آنے سے پہلے آپ کو بہت کچھ سمیٹ لینا چاہیے۔ یہی بات

میں نے آپ کے شوہر سے کی تو وہ ابھی منہ بنا کر بول رہے تھے۔"

"آپ تو ہماری بھلائی کے لیے کہہ رہے ہیں۔ ان کے رویے کا برا نہ مانیں۔"

"کیا پیرس کے بینک میں جو منوں سونا ہے' وہ آپ کے شوہر کے نام پر ہے یا دیور کے نام پر؟"

"منوں سونا!" ریحانہ کی سانس اوپر کی اوپر ہی رہ گئی۔ پھر وہ ایک سانس کھینچ کر بولی۔ "یہ.....یہ تو میں نہیں جانتی تھی۔"

"میں اس بینک کا نام' اکاؤنٹ نمبر اور لاکر نمبر بھی بتا سکتا ہوں۔"

"صداقت بھائی! آپ تو بہت بڑے سراغ رساں ہیں۔ آپ کے پاس ایسی معلومات ہوں گی' جو ہمارے پاس نہیں ہوتیں۔ ویسے ابا حضور کا جو کچھ بھی ہے وہ سب کچھ آخر میں ان کے بیٹوں کو ہی ملے گا۔"

"یہ خیال دماغ سے نکال دیں۔ آپ جانتی ہیں۔ میرا تعلق اسکاٹ لینڈیارڈ سے ہے۔ میں وہاں کا اعزازی سراغ رساں ہوں۔ ہمارے سسر صاحب عالمی سطح پر بھی ایسے جرائم کے مرتکب ہوتے رہے ہیں کہ ان جرائم کے حوالوں سے میں اس بینک اکاؤنٹ اور لاکر کا سونا سیل کرا سکتا ہوں۔ ایسا کرنے کے بعد وہ سونا آپ میں سے کسی کو نہیں ملے گا۔"

"نہیں صداقت بھائی! آپ ایسا نہ کریں۔"

"میں ایسا کروں گا لیکن اس سے پہلے آپ کو اطلاع دے رہا ہوں۔ اگر آپ اسے اپنے نام کرلیں گے اور وہ سسر صاحب کے نام نہیں رہے گا تو میں اس سونے کو سرکاری طور پر ضبط نہیں کرا سکوں گا۔"

"آپ نے بروقت اطلاع دے کر اپنے رشتے دار ہونے کا ثبوت دیا ہے۔ میں ابھی کوشش کرتی ہوں کہ سب کچھ ہمارے نام ہو جائے۔"

"اس کام کے لیے صرف دو دن کا وقت ہے۔ تیسرے دن میں وہاں ایکشن لوں گا۔ پھر اس بینک سے ایک ڈالر بھی آپ کو نہیں ملے گا۔"

یہ کہہ کر صداقت نے ریسیور رکھ دیا۔ اس نے ریحانہ سے درست کہا تھا۔

چالیس من سونا پیر عظمت اللہ شاہ سلطانی کے اکاؤنٹ میں تھا۔ اب اس کے لیے بیوی اور شوہر میں' سسر اور بہو میں جھگڑے شروع ہونے والے تھے۔

اس نے موبائل پر رابطہ کیا۔ دوسری طرف سے ہاجرہ کی آواز سنائی دی۔ "ہیلو' کون؟"

"میں ہوں۔"

چند سیکنڈ خاموشی رہی۔ پھر سسکیاں سنائی دینے لگیں۔ وہ خاموش رہا۔ اسے تھوڑی دیر تک رونے دیا پھر بولا۔ "کیا اسلام آباد آگئی ہو؟"

وہ روتی رہی' اس نے کہا۔ "بولو ہاجرہ!"

"نہیں بولوں گی۔ میں کون ہوتی ہوں آپ کی؟ آپ تو مجھے بیوہ بنا چکے ہیں۔ کیا اپنے سرکاری فرائض ادا کرنے کے لیے ضروری تھا کہ آپ مجھے بیوہ کے آنسو رلاتے رہیں؟"

"یہ تمہارا حق ہے' شکایتیں کرو اور دل کا غبار نکالو۔ پھر بھی یہ بتا دو کہ ابھی تم کہاں ہو؟"

"آپ نے اپنا کوئی پتا' کوئی نشان نہیں چھوڑا۔ پھر میرا پتا کیوں پوچھ رہے ہیں؟"

"تمہیں میرا پتا معلوم ہے۔ تمہارے ابا حضور نے تمہیں میری زندگی کی خوشخبری سنائی ہے اور ایک گھنٹا پہلے انہیں معلوم ہو چکا ہے کہ میں اس بنگلے میں ہوں جسے تمہارے نام سے تعمیر کرایا تھا۔"

"جی ہاں ابا حضور نے مجھے بتایا ہے اور میں اس بنگلے کے باہر دروازے پر ہوں۔"

"کیا؟" وہ خوشی سے اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ "تم یہاں ہو؟ دروازے کے باہر ہو؟"

وہ تیزی سے چلتا ہوا باہر آیا۔ وہ برآمدے کے زینے پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اس نے فون بند کر دیا تھا۔ تین ملازم سامنے ہاتھ باندھے کھڑے ہوئے تھے۔ ایک کہہ رہا تھا۔ "بیگم صاحبہ! یہ اچھا نہیں لگتا۔ آپ اندر چلیں۔"

صداقت علی نے اس کے پاس آکر ملازموں سے کہا۔ "تم لوگ جاؤ' بیگم صاحبہ تم سے نہیں' تمہارے صاحب سے ناراض ہیں۔"

وہ تینوں چلے گئے۔ ہاجرہ منہ پھیر کر اپنے آنچل سے آنسو پونچھ رہی تھی۔ صداقت نے اس کے پاس بیٹھ کر کہا۔ "سنی بتا رہا تھا کہ میری موت کی خبر سن کر تم پر سکتہ طاری ہوگیا تھا۔ ایسی حالت میں رونا نہیں آتا۔ تمہاری بھی آنکھ سے آنسو کا ایک قطرہ بھی نہ ٹپکا' تعجب ہے میری موت پر رونا نہیں آیا۔ مگر مجھے زندہ دیکھ کر رو رہی ہو۔"

"آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں؟ کیا آپ کی موت پر میں خوش تھی اور آپ کو زندہ دیکھ کر صدمے سے رو رہی ہوں؟"

"صدمہ نہ سہی' ناراضگی تو ہے۔"

"کیا مجھے ناراض نہیں ہونا چاہیے۔ اپنی لاڈلی بیٹی کو' سنی اور سچل کو رازدار بنایا اور مجھ سے اپنے زندہ رہنے کا راز چھپاتے رہے۔ کیا میں آپ کی بیوی نہیں ہوں؟ کیا میں آپ کی رازدار نہیں بن سکتی تھی؟"

"بیوی کو رازدار بن کر رہنے کے لیے پہلے شوہر کا اعتماد حاصل کرنا پڑتا ہے لیکن پہلے تم اپنے باپ کی بیٹی ہو اس کے بعد میری بیوی ہو۔ کیا یہ بات تمہارے پیٹ میں رہتی کہ میں زندہ ہوں اور مُردہ بن کر تمہارے باپ کو دھوکا دے رہا ہوں؟"

"آپ ابا حضور کو کیوں دھوکا دے رہے تھے۔ پتا ہے' آج انہیں دل کا دورہ پڑا تھا۔"

"ابھی اور دورے پڑیں گے۔"

"کیا آپ بد دعا دے رہے ہیں؟"

"قاتل کو دعائیں نہیں دی جاتیں۔"

"ابا حضور درست کہہ رہے تھے کہ آپ کی گاڑی میں جو بم بلاسٹ ہوا تھا' اس کا مجرم آپ ابا حضور کو سمجھ رہے ہیں۔"

"اس سے پہلے کہ تم مجھ سے ملو' باپ نے پہلے ہی اپنی صفائی پیش کر دی تاکہ میں سچ کہوں تو تم اسے الزام سمجھو۔ بائی دی وے تمہارے سمجھنے سے کیا قاتل' فرشتہ بن جائے گا!"

"آپ قانون کے محافظ ہیں۔ آپ کی نظروں میں ابا حضور ہمیشہ مجرم رہیں گے۔

لیکن وہ ایسے پتھر بھی نہیں ہیں کہ اپنی بیٹی کا سہاگ اجاڑ دینا چاہیں گے۔ آپ بہت سمجھدار ہیں' اتنی سی بات کیوں نہیں سمجھتے کہ ابا حضور آپ سے آخری حد تک دشمنی کر سکتے ہیں لیکن آپ کو قتل نہیں کرا سکتے۔ کیونکہ میں ان کی عزیز! جان بیٹی ہوں۔"

"اگر میں عدالت میں کہوں کہ تمہارے والد نے مجھے قتل کرنے کی کوشش کی تھی تو مجھ جیسے قتل سے بچ نکلنے والے کی چشم دید گواہی تسلیم کر لی جائے گی لیکن بیٹی کی عدالت میں باپ معصوم ہے اور قتل سے بچ نکلنے والا شوہر جھوٹا۔"

"میں آپ کو جھوٹا نہیں کہہ رہی ہوں۔ آپ نے جائے واردات پر اپنی آنکھوں سے ابا حضور کو نہیں دیکھا۔ آپ نے حالات کے پیش نظر یہ خیال قائم کیا ہے کہ انہوں نے دوسروں کے ذریعے آپ کو مار ڈالنے کی کوشش کی تھی۔ کیا آپ نے میرے ابا حضور کے خلاف جو رائے قائم کی ہے' وہ غلط نہیں ہو سکتی؟"

"تم مجھے قائل نہیں کر سکو گی۔ میں تمہیں قائل نہیں کر سکوں گا۔ یہ بحث اس طرح ختم کرتا ہوں کہ میرے قتل کی سازش کرنے والے تین تھے جن میں سے دو حرام موت مارے گئے۔ دعا کرو' تمہارے ابا حضور کو ایسی موت نہ آئے۔"

"آپ کے وہ دو دشمن کون تھے؟ کیا آپ نے انہیں مار ڈالا ہے؟ کیا آپ ابا حضور کو بھی....."

"بکواس مت کرو۔ میں کبھی قانون ہاتھ میں نہیں لیتا۔ جو قاتل ہوتے ہیں' میں انہیں قانون کے حوالے کر دیتا ہوں۔ میں پوری کوشش کر رہا ہوں کہ تمہارے ابا حضور کے خلاف ٹھوس ثبوت پیش کر کے انہیں قانون کے حوالے کر دوں۔ جبکہ جانتا ہوں' پتھر کو ہتھکڑی نہیں پہنائی جاتی....."

اس کی بات ادھوری رہ گئی۔ سنی نے باہر آکر ہاجرہ آنٹی کو دیکھا پھر سلام کرتے ہوئے پوچھا۔ "یہ کیا؟ آپ دونوں یہاں نیچے برآمدے میں بیٹھے ہیں؟"

صداقت نے کہا۔ "ہم محبت کرنے والے جہاں بیٹھ گئے' بس بیٹھ گئے۔ تم محبت کی نئی منزل کی طرف جاؤ۔ ہمیں تنہا چھوڑ دو۔"

"اوکے۔" وہ صداقت کی کار میں بیٹھ کر چلا گیا۔ ہاجرہ نے پوچھا۔ "اگر میں کچھ

مانگوں تو آپ مجھے دیں گے؟"

"اگر اپنے باپ کے حوالے سے کچھ نہیں مانگو تو سب کچھ دیتا آیا ہوں' آئندہ بھی سب کچھ دیتا رہوں گا۔"

ہاجرہ نے اسے ناراضی سے دیکھا پھر فرش سے اٹھ کر بنگلے کے اندر جانے لگی۔ وہ سوچتی ہوئی نظروں سے اسے دیکھتا رہا۔ پھر اس نے موبائل کے ذریعے کہا۔ "سکندر! ہم نے جیسی پلاننگ کی تھی' وہی کچھ باپ بیٹی کر رہے ہیں' تم اس فائل کو لے آؤ۔"

اس نے سکندر کی کچھ باتیں سنیں۔ پھر موبائل فون کو آف کر کے بنگلے کے اندر آیا۔ وہ ڈرائنگ روم میں منہ پھلائے بیٹھی ہوئی تھی۔ اس نے ایک صوفے پر بیٹھ کر کہا۔ "کیا ہے میری ازدواجی زندگی؟ کیا تم نے مجھے ایک بیوی کی بھرپوری محبت دی ہے؟ جب دلہن بن کر آئی تھیں تو آٹھ ماہ تک میرے ساتھ رہیں۔ پھر باپ کے گھر چلی گئیں۔ کبھی میں شکایت کرتا تو چند دنوں کے لیے آجاتیں پھر باپ کے پاس چلی جاتیں۔ تم سے مایوس ہو کر میں نے زندگی کے پندرہ برس لندن میں گزارے۔ جب شانی کو لے گیا تو وہ میری گود میں تھی۔ واپس آئی تو جوان ہو چکی تھی۔ تم ایسی ماں ہو' جس نے اپنی اولاد کا بچپن نہیں دیکھا اس کی پرورش نہیں کی۔"

"میں نے آپ سے نہیں کہا تھا کہ شانی کو مجھ سے چھین کر لے جائیں۔"

"میں یہ برداشت نہیں کر سکتا تھا کہ میری بیٹی تمہارے مجرم باپ کے سائے میں پرورش پائے۔ میں نے جس طرح اس کی پرورش کی ہے اور جیسی تعلیم اور تربیت کی ہے' ویسی تربیت تمہاری جیسی میکے سے محبت کرنے والی مائیں نہیں کر سکتیں۔"

"میں اچھی ماں نہیں ہوں' آپ خوش ہو جائیں۔"

"اچھی بیوی بھی نہیں ہو۔ ایک شوہر جو مُردہ کہلانے کے بعد اچانک سامنے آئے تو بیوی کو دونوں جہاں کی دولت مل جاتی ہے۔ وہ بے اختیار آکر سینے سے لگ جاتی ہے مگر تم.....تم.....؟"

"غصہ تھوک دیں' دراصل میرا ذہن الجھا ہوا تھا۔"

وہ اٹھ کر اس کے صوفے پر آکر بولی۔ "میں آپ کو اتنی محبتیں دوں گی کہ آپ

پچھلی شکایتیں بھول جائیں گے۔"

وہ قریب آکر بیٹھی۔ صداقت اٹھ کر بولا۔ "بس ڈراما نہ کرو۔ تم یہاں مجھے محبت دینے کے لیے نہیں' اپنے باپ کے لیے مجھ سے کچھ لینے آئی ہو۔ ماضی میں بھی جب تم چند دنوں کے لیے میرے پاس آتی تھیں تو میں دل کو سمجھاتا تھا تم میری محبت میں آیا کرتی ہو لیکن تم اپنے باپ کے لیے جاسوسی کرنے آیا کرتی تھیں۔ آج بھی اسی ارادے سے آئی ہو۔"

"کیا بیٹی کو اپنے باپ کی سلامتی کے لیے کچھ کرنے کا حق نہیں ہے؟"

"کچھ کرنے کا حق ہے مگر تم تو اتنا کچھ کرتی آرہی ہو کہ باپ کے سامنے شوہر کا وجود دھواں بن کر اڑ چکا ہے۔ مانا کہ بیٹیاں قدرتی طور پر باپ سے بہت محبت کرتی ہیں مگر تمہارے جیسی باپ کی دیوانی بیٹیاں شوہروں کی زندگیاں عذاب بنا دیتی ہیں۔ یہ حقیقت پچھلے بیس برسوں سے تمہاری سمجھ میں نہیں آئی۔ اب کیا خاک آئے گی۔"

وہ زینے کی طرف جاتے ہوئے بولا۔ "تم مجھ سے ملنے آئی ہو تو اوپر کمرے میں آجاؤ۔ باپ کی وہ سیکرٹ فائل لینے آئی ہو تو واپس چلی جاؤ۔ وہ فائل میں نے سکندر کی تحویل میں دی ہے۔ وہ تمہیں اس بنگلے میں نہیں ملے گی۔"

وہ کہتا ہوا سیڑھیاں چڑھتا ہوا اوپر بیڈ روم میں چلا گیا۔ وہ سوچ میں پڑ گئی۔ اسے صداقت سے محبت تھی لیکن پہلے باپ کا کام اس لیے ضروری تھا کہ ایک انتہائی خفیہ فائل صداقت کے ہاتھ لگ گئی تھی۔ اس فائل میں اس کے باپ کی زیر زمین مصروفیات کے بہت سے اہم راز تھے۔ ان رازوں کے منکشف ہونے پر ایشیا سے یورپ تک پھیلی ہوئی زیر زمین تنظیم کو بہت نقصان پہنچ سکتا تھا اور ایسا نقصان پہنچانے کی سزا پیر عظمت اللہ شاہ سلطانی کو ملتی۔ زیر زمین دنیا کا کوئی بھی قاتل انہیں گولی مار دیتا۔

پیر عظمت اللہ شاہ نے ہاجرہ کو اس فائل کی اہمیت بتا کر کہا تھا۔ "صداقت ہمیں کبھی قانونی گرفت میں نہ لا سکا لیکن انڈر ورلڈ کے سات بڑے سربراہوں تک یہ خبر پہنچائے گا کہ وہ فائل ہماری تحویل سے نکل کر اس کے ہاتھوں میں پہنچ گئی ہے تو اس تنظیم کا کوئی بھی بدنام زمانہ قاتل ہمیں کسی وقت بھی گولی مار دے گا۔"

ہاجرہ نے پوچھا۔ "آپ ہمیشہ محتاط رہتے ہیں۔ پھر وہ فائل آپ کی خواب گاہ کے سیف سے کیسے چوری ہوگئی؟"

"زندگی میں پہلی بار ہماری بہت بڑی کمزوری صداقت کے ہاتھ لگی ہے تو پتا چلا کہ جس طرح تم ہمارے کام آتی رہتی ہو' اسی طرح وہ اپنی بیٹی شانی سے ہمارے خلاف کام لیتا ہے۔ ہمیں یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ سراغ رسانوں کی طرح شانی صوتی سگنلز کو سمجھتی ہے۔ صداقت نے اسے زبردست ٹریننگ دی ہے۔ وہی ہمارے بیڈ روم کا سیف کھول کر وہ فائل لے گئی تھی۔"

"ابا حضور! آپ فکر نہ کریں۔ میں صداقت سے وہ فائل کسی نہ کسی طرح مانگ کر لے آؤں گی۔"

اور وہ مانگنے آئی تھی۔ فائل کے حصول سے مایوس ہو رہی تھی۔ اس لیے ذہن الجھا ہوا تھا اور الجھن کے باعث وہ شوہر سے محبت نہیں کر پا رہی تھی۔ اب مایوس ہو کر سوچ رہی تھی کہ شوہر سے محبت کرے گی۔ اتنی محبت کرے گی کہ وہ اس عمر میں بھی ہزار جان سے عاشق ہو کر وہ فائل اس کے حوالے کر دے گا۔

وہ اوپر جانے کے لیے زینے کی طرف بڑھی پھر رک گئی۔ کھلے ہوئے دروازے پر سکندر کھڑا دستک دے کر کہہ رہا تھا۔ "میں اندر آسکتا ہوں۔"

"اوہ سکندر! آؤ۔ کیا صاحب سے ملنا ہے؟"

"یس میڈم! یہ ایک ٹاپ سیکرٹ فائل ہے۔ سر نے مجھے حفاظت سے رکھنے کے لیے دی تھی لیکن میں اچانک لاہور جا رہا ہوں۔ پتا نہیں کب سر کو اس فائل کی ضرورت پڑ جائے اس لیے....."

وہ گھور گھور کر اس فائل کو دیکھ رہی تھی۔ دماغ میں یہ بات گونج رہی تھی کہ یہی وہ فائل' یہی ہے.....

وہ بات کاٹ کر بولی۔ "وہ رات کے تھکے ہوئے تھے' سو رہے ہیں۔ فائل مجھے دو۔ میں اسے لے جا کر ان کے سرہانے رکھ دوں گی۔"

اس نے فائل دیتے ہوئے کہا۔ "آپ انہیں سونے دیں۔ میں جا رہا ہوں۔"

ہاجرہ نے دھڑکتے ہوئے دل سے اسے لیا۔ جسے حاصل کرنے آئی تھی' اسے حاصل کرنا تقریباً ناممکن تھا۔ صداقت وہ فائل اسے کبھی نہ دیتا۔ تقدیر مہربان تھی۔ صداقت کی خوشامدیں کیے بغیر وہ کامیاب ہو رہی تھی۔ سکندر اسے سلام کر کے چلا گیا۔ اس نے دروازے پر آکر دیکھا۔ جب وہ اپنی سرکاری گاڑی میں بیٹھ کر بنگلے کے احاطے سے باہر چلا گیا تو اس نے دروازے کو اندر سے بند کر لیا۔ تیزی سے چلتی ہوئی صوفے پر آکر بیٹھ گئی۔ فائل کو سیلڈ کیا گیا تھا۔ اس پر انٹیلی جنس کے ڈائریکٹر جنرل کی مہر لگی ہوئی تھی۔ اس نے سیل توڑ دی۔ کورڈ فائل کو کھول کر دیکھا۔ اندر جلی حرفوں میں لکھا ہوا تھا۔ "دی سیکرٹس آف انڈرورلڈ اینڈ دی گاڈ فادر پیر عظمت اللہ شاہ سلطانی....."

اس نے فوراً ہی فائل کو بند کیا۔ نظریں اٹھا کر زینے کی طرف دیکھا۔ ادھر کوئی نہیں تھا۔ صداقت علی اوپر والے بیڈ روم میں ہوگا۔ وہ کسی بھی وقت ڈرائنگ روم میں آسکتا تھا۔

وہ فوراً ہی صوفے سے اٹھ گئی۔ تیزی سے چلتی ہوئی دروازے کے پاس آئی۔ اسے کھول کر باہر نکلی۔ پھر دوڑنے کے انداز میں چلتی ہوئی اس کار میں آکر بیٹھ گئی' جس میں باپ کے گھر سے آئی تھی۔

صداقت علی اوپر بالکونی سے دیکھ رہا تھا۔ وہ کار اسٹارٹ کر کے تیزی سے ڈرائیو کرتی ہوئی جا رہی تھی۔ اس کا سر صدمے سے جھک گیا۔ وہ ایک عرصے کے بعد بھی بیوی بن کر نہیں' پیر زادی بن کر آئی تھی اور شوہر کی ساری محنت چرا کر باپ کے لیے لے جا رہی تھی۔

★==========★==========★

حمیرا کی کوٹھی کے اطراف سخت پہرا تھا۔ آگے پیچھے' دائیں بائیں اور چھت پر دو دو مسلح کالے نظر آرہے تھے۔ کوئی اجنبی کوٹھی کے احاطے میں قدم رکھنے کی جرأت نہیں کرسکتا تھا۔ سنی کے سلسلے میں پہلے اطلاع مل چکی تھی۔ اس لیے اس کی کار کے لیے بڑا گیٹ کھول دیا گیا۔

وہ ڈرائیو کرتا ہوا پورچ میں آکر رک گیا۔ ایک مسلح کالے نے کار کا دروازہ کھولا پھر کہا۔ "پلیز' دِس وے۔"

وہ کالے کی راہنمائی میں چلتا ہوا ایک شاہانہ طرز کے ڈرائنگ روم میں آیا۔ وہ کالا وہاں سے چلاگیا۔ پھر ایک بوڑھی خاتون نظر آئی۔ اس کے پیچھے ایک نہایت حسین اور بھولی بھالی سی لڑکی تھی۔ سنی سمجھ گیا' وہی حمیرا ہوگی۔

وہ اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ خاتون نے اس کے ساتھ صوفوں کے پاس آکر کہا۔ "آپ تشریف رکھیں۔ یہ مس حمیرا خان ہیں۔"

حمیرا نے ہاتھ اٹھا کر سر جھکا کر مشرقی انداز میں۔ "آداب۔" کہا۔ خاتون کہہ رہی تھی۔ "میں مس کی گورنس ہوں۔ میرے علاوہ دوسری گورنس بھی ہیں۔ ہم سب نے مس کو مشرقی تہذیب کے مطابق تعلیم اور تربیت دی ہے۔ آپ لوگ باتیں کریں۔ میں چائے بھیجتی ہوں۔"

گورنس چلی گئی۔ سنی نے حمیرا سے کہا۔ "آؤ بیٹھو۔ میرا خیال ہے ہمیں پہلی ملاقات میں تکلف سے کام نہیں لینا چاہیے اس لیے کہ تکلف کے پردے میں لوگ اپنے آپ کو چھپاتے ہیں۔"

وہ سامنے ایک صوفے پر بیٹھ گئی۔ چور نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔ وہ اس سے نظریں چرانے لگا تاکہ وہ جی بھر کر دیکھ سکے۔ پھر اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔ "اگرچہ ہم اجنبیوں کی طرح بیٹھے ہوئے ہیں لیکن ایک ہی کشتی کے سوار ہیں۔ ہم دونوں پر جرائم پیشہ بزرگوں کا سایہ ہے۔ سعادت مندی کا تقاضا ہے کہ ہم ان کے خلاف کچھ نہ کہیں کیونکہ بزرگوں کی شان میں گستاخی ہوگی۔ ہماری آج کی ملاقات کا مقصد یہ ہے کہ ہم ان آفات سے نجات حاصل کریں' جو ہمارے بزرگوں کی وجہ سے ہم پر نازل ہو رہی ہیں اور آئندہ بھی نازل ہوتی رہیں گی۔"

حمیرا نے کہا۔ "آپ کی ان باتوں سے مجھے کچھ کہنے کا حوصلہ ہو رہا ہے۔"

"آپ نہیں' تم کہو۔"

"آپ بے شک مجھے تم کہیں مجھے جو تربیت دی گئی ہے' اس کے مطابق آپ کو آپ ہی کہوں گی۔"

"تمہاری مرضی ہے۔ ہاں تو تم کچھ کہنے کا حوصلہ کر رہی تھیں؟"

"آپ بزرگوں کے متعلق جو کچھ کہہ رہے تھے' میں اسے ایک عرصے سے محسوس کر رہی ہوں لیکن اپنے بابا خان کو اتنا چاہتی ہوں کہ ان کی جرائم سے بھرپور زندگی کے خلاف کچھ کہہ نہیں سکتی۔ پھر یہ دیکھتی آرہی ہوں کہ وہ ہمیشہ میری سلامتی کی فکر کرتے رہتے ہیں۔"

"سلامتی کی فکر کرنے سے اولاد سلامت نہیں رہتی۔ اس کے لیے لازمی ہے کہ اپنے اعمال کا محاسبہ کیا جائے۔ تمہارے بابا جان نے تمہاری خاطر اپنا محاسبہ کیا ہے۔ قانون کی برتری قائم رکھنے کے لیے میرے انکل سے تعاون کر رہے ہیں۔"

"بابا جان نے دو گھنٹے پہلے ہی مجھے بتایا ہے کہ وہ میرے مستقبل کے بارے میں کیا فیصلہ کر رہے ہیں۔"

"کیا تمہیں فیصلہ منظور ہے؟"

"میرے بابا جان کا ہر فیصلہ میری بہتری اور سلامتی کے لیے ہوتا ہے۔"

"میرے انکل کا فیصلہ بھی میری بہتری اور سلامتی کے لیے ہے۔ پھر بھی میں چاہتا

ہوں' تمہیں میرے ماضی کے بارے میں کچھ معلوم ہو جائے۔ میرے بڑے ابا کی ایک بیٹی روبی میری منگیتر تھی۔ ہم ایک دوسرے کو بہت چاہتے تھے۔ اگر وہ زندہ رہتی تو کسی نہ کسی دن میری دلہن بن جاتی۔"

"اسے کیا ہوا تھا؟ کیا وہ بیمار تھی؟"

"بڑی خطرناک بیماری تھی۔ ہمارے دادا حضور کے جرائم کے جراثیم نے اسے مار ڈالا۔ دو گاڈ فادرز کی جنگ نے اسے مار ڈالا۔ دوسرے گاڈفادر کی بیٹی بھی ماری گئی۔ میری بہن شانی کو اغوا کرلیا گیا۔ مجرموں کی اولادوں کو جس طرح پیسا جانا چاہیے ہم اسی طرح پستے جارہے ہیں لیکن اب انکل کی حکمت عملی کے باعث ہمیں سلامتی نصیب ہوگی۔"

"خدا کرے ایسا ہی ہو۔ بابا جان میرے لیے بہت پریشان رہتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ خدانخواستہ ان کی آنکھیں بند ہوں گی تو موساد والے یہودی ماں کے حوالے سے مجھے لے جائیں گے۔"

"اللہ تعالیٰ کی مرضی سے ایسا نہیں ہوگا۔ تم انکل کی پناہ میں رہوگی تو موساد والے تمہاری طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی بھی جرأت نہیں کریں گے۔"

ایک ملازمہ بڑی سی ٹرالی لے آئی۔ حمیرا سنی کی باتوں سے مطمئن ہوگئی تھی۔ پریشانی کچھ کم ہونے کے باعث وہ کھانے کے دوران مسکرا کر باتیں کرنے لگی۔

خان اعظم خان نے سنی کو کبھی روبرو نہیں دیکھا تھا۔ وہ بیٹی کی کوٹھی میں جاکر اسے دیکھنا چاہتا تھا۔ اس طرح دونوں کی پسند بھی معلوم ہو جاتی لیکن بیٹی کے دشمن یہودیوں کو پہلے ختم کرنا ضروری تھا۔ اس کے کالے جاسوسوں میں سے کسی نے ایک اور موساد کے ایجنٹ کا پتا اور فون نمبر بتایا تھا۔

اس ایجنٹ کو ٹوسیون کہا جاتا تھا۔ خان نے کالے سے کہا۔ "جس طرح آتمارام کو پناہ دینے والے کے ساتھ کیا گیا ہے' اس طرح ٹوسیون کو جس نے پناہ دی ہے' اس کی بیوی بچوں میں سے کسی کو اغوا کرلو۔ تب تک میں آتمارام سے نمٹ رہا ہوں۔"

آتمارام اپنی بیوی کے ساتھ ایسی محفوظ پناہ گاہ میں تھا' جہاں خان اعظم خان کے فرشتے بھی نہیں پہنچ سکتے تھے۔ اسے ایک بہت بڑے سرکاری عہدے دار نے پناہ دی

تھی۔ وہاں تحفظ اور اطمینان حاصل ہوتے ہی وہ "را" کے فارن افسر سے رابطہ کرچکا تھا کہ فی الحال اطمینان ہے۔ کسی طرح خان کو ٹھکانے لگا دیا جائے تو پھر راستے میں بڑی رکاوٹ نہیں رہے گی۔ اس کے بعد صرف ایک پیر شاہ سلطانی رہ جائے گا۔ وہ مختلف مسائل میں الجھا ہوا ہے۔ اسے ختم کرنے کے لئے "را" اور "موساد" کا پہلے کی طرح منظم ہونا ضروری ہے۔ جلد سے جلد دونوں کا مشترکہ گاڈفادر ہونا چاہیے۔

گاڈفادر یا کسی سربراہ کے بغیر "را" اور "موساد" کو متحد اور منظم نہیں رکھا جاسکتا تھا۔ دونوں ایجنسیوں کے فارن آفیسرز کے اجلاس اسلام آباد سے دور میرپور خاص کے سرحدی علاقے میں ہو رہے تھے۔ جب تک خان اعظم خان ہلاک نہ کیا جاتا' تب تک وہ اسلام آباد میں اجلاس نہیں کرسکتے تھے اور نہ ہی کسی ایک جگہ جمع ہو سکتے تھے۔ یہ اندیشہ تھا کہ خان ان سب کو بیک وقت ایک ہی جگہ جہنم میں پہنچا دے گا۔

نئے گاڈفادر کی تقرری سے پہلے خان کو قتل کرنے کے لیے دس بدنام زمانہ قاتلوں کو مقرر کیا گیا تھا اور انہیں بارہ گھنٹے کا وقت دیا گیا تھا۔ اس محدود وقت میں ان دس قاتلوں کو خود مرجانا تھا یا پھر خان اعظم خان کو مار ڈالنا تھا۔

شام کا اندھیرا پھیلنے سے پہلے سرکاری ذرائع سے یہ خبر عام ہوگئی کہ ڈائریکٹر جنرل صداقت علی زندہ ہے۔ بم کے دھماکے میں کوئی دوسرا ہلاک ہوا تھا۔ انٹیلی جنس کے ڈائریکٹر جنرل کی زندگی کی خبر پاکر "را" اور "موساد" کے افسران مایوس ہوگئے۔ وہ سمجھ رہے تھے' خان اعظم خان کے بعد ان کے سامنے کوئی بڑی رکاوٹ نہیں رہے گی لیکن ایک ایسا فولادی عزائم کا سپاہی زندہ ہوگیا تھا جس کے خوف سے انڈر ورلڈ کے بڑے بڑے مجرم روپوش رہنے میں اپنی سلامتی سمجھتے تھے اور جس کے خوف سے گاڈفادر پیر عظمت اللہ شاہ سلطانی کو صبح دل کا دورہ پڑ چکا تھا۔

موصوف کو اس وقت اطمینان حاصل ہوا جب بیٹی وہ ٹاپ سیکرٹ فائل لے کر آئی۔ اس نے فوراً ہی اسے کھول کر دیکھا۔ اس میں جتنے کاغذات تھے' ان کا تعلق پیر عظمت اللہ شاہ سلطانی اور انڈرولڈ سے تھا۔ تمام اہم کاغذات اپنی جگہ تھے۔

اس نے ہاجرہ کا سر اپنے سینے پر رکھ کر کہا۔ "اگر یہ فائل ہمیں واپس نہ ملتی تو

انڈرورلڈ کے سربراہ ہمیں گولی مارنے کا حکم دے دیتے۔ تم نے ہمیں اس بڑھاپے میں حرام موت مرنے سے بچالیا ہے۔ ہمیں تمہاری جیسی بیٹی پر ناز ہے۔"

وہ رونے لگی' کہنے لگی۔ "میں بہت سعادت مند بیٹی ہوں مگر فرمانبردار بیوی نہیں ہوں۔ آج بھی یہ الزام اٹھا کر آئی ہوں کہ مجھے شوہر سے محبت نہیں ہے۔ یہ فائل ثبوت ہے کہ میں اپنے محبت کرنے والے شوہر کا اعتماد کھو چکی ہوں۔"

"بیٹی! جب تمہیں صدمہ پہنچ رہا ہے تو تم یہ فائل کیوں لے کر آئی ہو؟"

"میں یقین نہیں کرسکتی کہ آپ نے صداقت کو ہلاک کرنے کی سازش کی تھی۔ صداقت آپ کو الزام دیتے ہیں اور انڈرولڈ کے سربراہوں کے ذریعے آپ کو قتل کرانا چاہتے ہیں۔ میں نہیں چاہتی کہ وہ آپ سے انتقام لیں۔ آپ ان کی طرح زندہ رہ جائیں گے تو پھر آپ ان سے انتقام لیں گے۔ آپ دونوں کی دشمنی مجھے دن رات ہلاک کرتی رہتی ہے۔ میں زندہ ہوں مگر مُردوں سے بدتر ہوں۔ دھڑکا لگا رہتا ہے کہ میری گونگی بیٹی اس جھگڑے میں نہ ماری جائے۔"

"وہ تمہاری بیٹی اور ہماری نوسی نہ ہوتی تو ہم اسے فائل چرانے کے جرم میں گولی مار دیتے۔ ہم نہیں چاہتے کہ اب وہ ہمارے آس پاس رہے۔ اسے اس کے باپ کے پاس بھیج دو۔"

"میں سوچ رہی ہوں' فائل چرانے کے بعد کس منہ سے صداقت کے سامنے جاؤں۔ میں انہیں ہار چکی ہوں۔"

"ایسی بات نہیں ہے۔ تم نے اپنے شوہر کو انتقامی کارروائیوں سے بچانے کے لیے ایسا کیا ہے' نہ ہم نے اسے قتل کرانے کی کوشش کی تھی اور نہ ہی اس فائل کے بغیر وہ ہمیں قتل کرانے میں کامیاب ہوسکے گا۔ بہتر یہ ہے کہ تم ابھی اسے فون کرو۔ اس سے کہو' ہم اس سے ملنا چاہتے ہیں۔ پرانے جھگڑے ختم کرنا چاہتے ہیں۔ اگر وہ یہاں نہ آنا چاہے تو ہم اس سے ملاقات کے لیے جاسکتے ہیں۔"

"یہ مناسب ہے۔ آپ دونوں کی ملاقات ہوگی تو ایک دوسرے کے گلے شکوے دور ہو جائیں گے۔"

اس نے ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کیے۔ پھر رابطہ ہونے پر کہا۔

"ہیلو' میں بول رہی ہوں۔"

صداقت نے پوچھا۔ "کیا اب بھی بولنے کے لیے کچھ رہ گیا ہے؟"

"آپ تھوڑی دیر کے لیے مجھ سے نفرت نہ کریں اور ٹھنڈے دماغ سے سوچیں۔ میں نے یہ فائل ابا حضور کے پاس پہنچا کر آپ کو انتقامی کارروائی سے باز رکھا ہے۔ آپ ابا حضور کے خلوص کو سمجھیں' وہ آپ سے ملاقات کرکے آپ کی غلط فہمی دور کرنا چاہتے ہیں۔ کیا آپ یہاں آنا پسند کریں گے؟"

"میں کسی مجرم سے حوالات میں یا عدالت میں ملنا پسند کروں گا۔ بائی دا وے' میں ابھی بہت مصروف ہوں۔ تم سے فون پر لمبی باتیں نہیں کرسکتا لیکن تمہیں یہ خوش خبری سنادوں کہ ابھی حمیرا کا نکاح سنی سے پڑھایا جارہا ہے۔"

"کون حمیرا؟"

"خان اعظم خان کی اکلوتی بیٹی ہے۔ تمہارے والد خان کو اچھی طرح جانتے ہیں۔"

ہاجرہ نے باپ سے پوچھا۔ "خان اعظم خان کون ہے؟"

"وہ بدنام زمانہ موساد کا سیکرٹ ایجنٹ ہے۔ یہاں حمزہ بیگ کی جگہ ہمارے خلاف گاڈ فادر بننے آیا ہے۔ مگر تم اس کے بارے میں کیوں پوچھ رہی ہو؟"

"ابھی اس کی بیٹی حمیرا سے سنی کا نکاح پڑھایا جارہا ہے۔"

"یہ کیا بکواس ہے۔ سنی کی اچانک شادی کیوں کی جارہی ہے؟ وہ بھی ایک بدنام زمانہ مجرم کی بیٹی سے؟ نہیں' ہرگز نہیں۔ سنی سے ہماری بات کراؤ۔"

دوسری طرف سے صداقت نے کہا۔ "میں تمہارے باپ کی باتیں سن رہا ہوں۔ ان سے پوچھو کہ خان ایک بدنام زمانہ مجرم ہے تو وہ کون سے شرافت کے پتلے ہیں؟ ابھی دس منٹ کے بعد دونوں کا نکاح پڑھایا دیا جائے گا۔ میں اس سلسلے میں مصروف ہوں۔ نکاح کے آدھے گھنٹے کے بعد مجھ سے بات کرو۔"

اس نے فون بند کر دیا۔ ہاجرہ نے ریسیور رکھ کر باپ سے کہا۔ "یہ بات سمجھ میں

نہیں آئی' بالکل ہی اچانک سنی کی شادی کیوں کی جارہی ہے؟ اس شادی کے پیچھے ضرور کوئی بات ہے۔"

"آپ پھر صداقت کے خلاف بول رہے ہیں۔"

"کیوں نہ بولیں؟ اگر ہم جرائم کی دنیا کے پہاڑ ہیں تو خان اعظم خان بھی ہماری طرح قد آور مجرم ہے۔ تمہارا شوہر اس مجرم سے دوستی کر رہا ہے اور ہم سے دشمنی' ہماری موت کا سامان کرنے کے لیے اس سے رشتے داری کر رہا ہے۔ سنی ہمارا پوتا ہے۔ ہمارے بیٹے کا بیٹا ہے لیکن وہ سنی کے باپ سے اور دادا سے مشورہ کیے بغیر اچانک ہی اس کا نکاح ہمارے بدترین دشمن کی بیٹی سے پڑھوا رہا ہے اور ایسے چھپ کر پڑھوا رہا ہے' جیسے کوئی جرم کر رہا ہو۔"

وہ پریشانی سے سوچ رہی تھی' پھر بولی۔ "صداقت نے کبھی قانون کے خلاف کوئی کام نہیں کیا۔ ہمارے خاندان کے بچوں کو بزرگوں کے خلاف کبھی نہیں بھڑکایا۔ پھر پتا نہیں کیوں سنی کے بزرگوں کی اجازت حاصل کیے بغیر ایسا کر رہے ہیں؟"

"تمہیں یقین نہیں آرہا ہے کہ وہ سنی کو مہرہ بناکر ہماری موت کا سامان کر رہا ہے۔"

وہ سوچنے لگا۔ پھر اس نے میز پر ہاتھ مار کر کہا۔ "اب مزہ آئے گا۔ خان اعظم خان جیسا پہاڑ ہمارے سامنے جھکے گا۔"

ہاجرہ نے پوچھا۔ "وہ کیسے؟"

"ہمارے دشمن کی بیٹی حمیرا ہماری بہو بن رہی ہے۔ اب وہ ہمارے گھر میں ہمارے سائے میں رہے گی۔ وہ دشمن ہمارے دروازے پر سر جھکا کر آئے گا۔ ہم اسے اس طرح ذلیل کریں گے کہ....."

"بس کریں ابا حضور! آپ پھر اپنی اولاد اور بہو کو دشمنی کی چکی میں پیسنا چاہتے ہیں۔ آپ کی دشمنی خان سے ہے اور آپ اس کی بے قصور بیٹی کے ذریعے اسے جھکانا چاہتے ہیں۔"

فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ ہاجرہ نے ریسیور اٹھا کر پوچھا۔ "ہیلو؟"

پھر ریسیور باپ کی طرف بڑھا کر بولی۔ "ریحانہ بھابی کا فون ہے۔"

اس نے ریسیور لے کر ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ "بڑی بہو نے پریشان کر دیا ہے۔ میرے سونے کے پیچھے پڑ گئی ہے۔ تین گھنٹے میں یہ پانچواں فون ہے۔"

اس نے ماؤتھ پیس پر سے ہاتھ ہٹا کر کہا۔ "ہم بول رہے ہیں۔ اور تم کیا بولنے والی ہو' یہ ہمیں معلوم ہے۔ جب ہم کہہ چکے ہیں کہ وہ تمام سونا تمہارے شوہر اور دیور کے نام ٹرانسفر کر دیں گے تو تمہیں صبر کرنا چاہیے مگر تمہیں ہماری سانس کا بھروسہ نہیں ہے کہ یہ کب اکھڑ جائے گی۔"

اس نے بہو کی بات سنی پھر کہا۔ "صداقت بکواس کرتا ہے۔ اس کے ایکشن لینے سے فرانسیسی حکومت ہمارا سونا ضبط نہیں کرے گی۔ ہاں' کیا؟ کیا تم برکت اور رحمت کے ساتھ اسلام آباد آگئی ہو؟ ائرپورٹ سے بول رہی ہو؟ اوہ خدایا! تو فون پر اتنی لمبی بات کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ ان دونوں گدھوں کے ساتھ آجاؤ۔"

اس نے ریسیور کریڈل پر پٹخ کر کہا۔ "تمہارے شوہر نے سونے کی بات ریحانہ کے کان میں پھونک دی ہے۔ وہ ہمیں بیرونی معاملات کے علاوہ گھریلو مسائل میں بھی الجھا رہا ہے۔ تم سوچ بھی نہیں سکتیں کہ انٹیلی جنس کا وہ ڈائریکٹر جنرل ہمیں ہر پہلو سے کس بری طرح جکڑ رہا ہے۔ زندگی میں پہلی بار ایسا ہوا ہے کہ ہمیں اپنے ہر مسئلے کے پیچھے اس کا ہاتھ نظر آرہا ہے۔ وہ اتنے دنوں تک روپوش رہ کر ہمارے ہر مسئلے کو ایک دھماکا بناتا رہا تھا۔ اوہ خدایا! کیا ہوگا؟ ہمیں گھٹن سی ہو رہی ہے۔ ہم مسائل کے ہجوم سے کیسے نکل پائیں گے؟"

وہ اٹھ کر ٹہلنے لگا' ہاجرہ نے کہا۔ "آپ اتنا نہ سوچیں' پریشانی بڑھے گی تو پھر دل کا دورہ پڑے گا۔"

"خدا کرے کہ دورہ پڑے اور وہ آخری دورہ ہو۔ ابھی ہم خوش ہو رہے تھے کہ حمیرا کو بہو بناکر اس کے باپ سے انتقام لیں گے لیکن کیسے لیں گے؟ وہ بہو ہمارے پوتے کی شریک حیات ہوگی' بہو کو ذہنی صدمہ پہنچے گا تو پوتا بھی پریشانی میں مبتلا ہوگا۔ پھر وہ ہمارے پوتے کے بچوں کی ماں بنے گی۔ ایسے پیار بھرے سلسلوں کو ہم مجرمانہ ارادوں سے

کیسے نقصان پہنچائیں گے۔ کس دل سے ایسا کریں گے۔"

"حمیرا بہو نہ بنتی تو آپ اسے نقصان پہنچاتے۔ صداقت نے اسے بہو بنا کر دشمنی کا وہ سلسلہ ختم کر دیا جو آپ کے اور خان اعظم خان کے بعد جاری رہنے والا تھا۔ ابا حضور! آپ سے التجا کرتی ہوں' صداقت کے صادق جذبوں کو اور ان کی دانش مندانہ حکمت عملی کو سمجھیں۔ اس سے پہلے انہوں نے رب راکھن جیسے مجرم کے بیٹے کو بھی اپنی حفاظت آپ کرنے کے لیے پولیس ٹریننگ سینٹر میں پہنچا دیا ہے۔ ہمیں ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا چاہیے کہ خدا ہمارے ملک میں ایسے ہی بے لوث اور سچے جذبوں والے فرض شناس افسران پیدا کرے۔"

"تاکہ وہ تمہارے باپ کو ایک دن بھی جینے نہ دیں۔ تم دعا مانگ رہی ہو یا باپ کو بد دعا دے رہی ہو؟"

فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ ہاجرہ نے ریسیور اٹھا کر پوچھا۔ "ہیلو؟"

دوسری طرف سے پوچھا گیا۔ "کیا جناب صداقت علی..... پھر سے زندہ ہو گئے ہیں؟"

"یہ پوچھنے کا کون سا طریقہ ہے؟ کون ہو تم؟"

"معافی چاہتا ہوں۔ میرے کو ٹھیک سے بولنا نہیں آتا ہے۔ مہربانی فرما کے بول دو' کیا وہ زندہ ہو گئے ہیں؟"

"وہ پہلے بھی زندہ تھے' اب بھی زندہ ہیں۔"

"میرے سے ذرا بات کرادو۔ مہربانی ہو گی۔"

ہاجرہ نے ریسیور باپ کو دیتے ہوئے کہا۔ "کوئی صداقت سے بات کرنا چاہتا ہے۔"

اس نے ریسیور لے کر کان سے لگاتے ہوئے کہا۔ "ہم بول رہے ہیں۔ تم کون ہو؟ صداقت سے تمہارا کیا تعلق ہے؟ اور اس کی زندگی اور موت سے تمہیں کیا دلچسپی ہے؟"

"بابا جی! اتنا زیادہ سوال کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ ایک بات بول دو' وہ زندہ ہے یا

نہیں؟ تم سے پہلے فون پر جو بول رہی تھی' اس نے تو صاف صاف بول دیا کہ وہ زندہ ہے۔ تم اس کو زندہ مانتا ہے کہ نہیں؟"

"نان سینس! کیا ہمارے ماننے یا نہ ماننے سے وہ مُردہ ہو جائے گا۔ تم کون ہو؟"

"بس تم نے بھی وہی جواب دیا' وہ زندہ ہے۔ شکریہ۔ مہربانی۔"

دوسری طرف سے فون بند ہو گیا۔ فون بند کرنے والا آتما رام تھا۔ وہ آواز اور انداز بدل کر بول رہا تھا۔ اسے موساد کے ایک جاسوس نے یہ خبر دی تھی کہ صداقت علی مُردہ نہیں زندہ ہے اور یہ بات سرکاری طور پر کہی جا رہی ہے۔

آتما رام کو اس خبر پر یقین نہیں آیا۔ اسی لیے اس نے آواز اور انداز بدل کر فون کیا تو تصدیق ہو گئی۔ اس کے ساتھ ہی اس کا دل ڈوبنے لگا۔ وہ اب تک یہ سمجھ رہا تھا کہ خان اعظم خان کو ہلاک کر دیا جائے تو "را" کے منصوبوں میں حائل ہونے والا کوئی نہیں رہے گا لیکن خان کے علاوہ راستے میں ایسا پتھر آ گیا تھا جسے توڑا نہیں جا سکتا تھا۔ توڑنے والوں نے دیکھ لیا تھا کہ وہ بہ ظاہر ٹوٹنے والا اب تک ثابت و سالم ہے۔

آتما رام نے "را" کے فارن افسر سے فون پر کہا۔ "تصدیق ہو گئی ہے۔ وہ بڑا سخت جان نکلا۔ ابھی زندہ ہے۔ پتا نہیں وہ روپوش رہ کر کیا کرتا رہا ہے۔ اس نے ضرور ہماری ایجنسی کے خلاف بھی خاصی معلومات حاصل کی ہوں گی۔"

فارن افسر نے کہا۔ "ہم نے اور موساد والوں نے پچھلے پندرہ گھنٹوں سے خاموشی اور روپوشی اختیار کی ہوئی ہے۔ صداقت علی کی وجہ سے ہم روپوشی برقرار رکھیں اور دیکھیں گے کہ وہ کیا کرنے والا ہے۔"

جس وقت آتما رام فون پر باتیں کر رہا تھا' اسی وقت خان اعظم خان فون پر ایک اعلیٰ عہدے دار سے کہہ رہا تھا۔ "توقیر احمد! ایک اعلیٰ عہدے دار کو آپ جناب سے مخاطب کرنا چاہیے لیکن تمہارے جیسے ضمیر فروش اور وطن فروش کو کتا کہنا بھی کتے کی توہین ہو گی کیوں کہ وہ ایک وفادار جانور ہے۔"

توقیر احمد نے غصے سے گالیاں دیتے ہوئے پوچھا۔ "کون ہو تم؟"

"تمہارے جوان بیٹے کی سلامتی کا ضامن ہوں۔ وہ میری قید میں ہے۔ اس کی

آواز سنو۔"

توقیر کو اپنے بیٹے کی آواز سنائی دینے لگی۔ "ڈیڈی! میں ناصر بول رہا ہوں۔ خان اعظم خان کی قید میں ہوں۔ یہ خان کہہ رہا ہے' اگر آپ نے اس کا مطالبہ تسلیم نہ کیا تو آپ کے پاس میری لاش بھیج دی جائے گی۔ پلیز ڈیڈی! یہ جو کہتا ہے' اسے آپ فوراً تسلیم کرلیں۔"

پھر ایسا لگا جیسے بیٹے کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا گیا ہو۔ اس کی آواز بند ہوگئی تھی۔ خان کہنے لگا۔ "میرا مطالبہ ہے' جان کے بدلے جان۔ آتما رام کو میرے حوالے کرو اور بیٹا واپس لے لو۔"

وہ پریشان ہوکر بولا۔ "خان۔ خان صاحب! مجھے میرا بیٹا عزیز ہے لیکن آپ یہ سمجھ سکتے ہیں کہ آتما رام میری وجہ سے مارا جائے گا تو آئندہ کسی وقت بھی "را" کے دوسرے ایجنٹ مجھے اور میرے بیٹے کو زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

"را" والوں کو یہ کبھی معلوم نہیں ہوگا کہ تم نے آتما رام کو جہاں پناہ دی ہے' اس پناہ گاہ کا پتا مجھے بتا دیا ہے۔"

"میں آپ کا مطالبہ پورا کروں گا تو آپ میرا بیٹا واپس کریں گے' اس بات پر کیسے یقین کروں؟"

"یقین نہ کرو۔ اس کی لاش تمہیں مل جائے گی۔"

"نہیں' خدا کے لیے اس کی ہلاکت کی بات نہ کرو۔"

"اگر کوئی کہتا' خدا کے لیے ملک دشمن عناصر کو اپنی آستین میں نہ چھپاؤ تو کیا خدا کے نام پر تمہارا ضمیر بیدار ہو جاتا؟ نہیں۔ تم لوگوں کے لیے تو اسلام ایک لیبل ہے اور اللہ اور رسولؐ صرف قسمیں کھانے کے لیے ہیں۔"

"مجھے شرمندہ نہ کرو۔ کام کی بات کرو۔ میرا بیٹا کب ملے گا کہاں ملے گا؟"

"ادھر میرے آدمی آتما رام تک پہنچیں گے' ادھر تمہارا بیٹا تمہارے گھر کے دروازے پر زندہ سلامت نظر آئے گا۔"

"ٹھیک ہے۔ میں تم پر بھروسہ کرکے اس کا پتہ بتاتا ہوں مگر وہاں دو مسلح باڈی گارڈ

ہیں۔"

"دو ہزار ہونے دو۔ پتا بتاؤ۔"

اس نے تفصیل سے خفیہ پناہ گاہ کا پتا بتایا۔ خان نے فون بند کر دیا' ایک گھنٹے بعد آتما رام اپنی بیوی کے ساتھ رات کا کھانا کھا رہا تھا۔ تب ہی ایک فائر کی آواز سنائی دی۔ وہ چونک گیا۔ پھر دوسرے فائر کی آواز پر لقمہ ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ اس نے میز پر سے واکی ٹاکی اٹھا کر آن کیا پھر کہا۔ "ہیلو' ہیلو سیکیورٹی! ہیلو۔ ہیلو۔"

اسے جواب نہیں مل رہا تھا۔ فائروں کی آواز کا مطلب یہی سمجھ میں آیا کہ کوٹھی کے باہر دونوں مسلح گارڈز مارے گئے ہیں۔ بیوی نے پریشان ہوکر پوچھا۔ "کیوں کوئی گڑبڑ ہے؟"

اس نے پوچھا۔ "میرا موبائل کہاں ہے؟ ہاں یاد آیا۔ ڈرائنگ روم میں ہے۔"

وہ تیزی سے چلتا ہوا ڈرائنگ روم میں آیا۔ اسی وقت تڑاتڑ فائرنگ کی آواز کے ساتھ ہی دروازے کا لاک ٹوٹ گیا۔ دروازہ کھل گیا۔ کئی کالے دندناتے ہوئے اندر آئے۔ سب نے اسے گن پوائنٹ پر رکھ لیا۔ ایک کالے نے آگے بڑھ کر اسے ہاتھوں سے اٹھا کر اپنے کاندھے پر لاد لیا۔ اس کی بیوی دوڑتی ہوئی' چیختی ہوئی آئی۔ دوسرے کالے نے اس کا بازو پکڑ لیا۔ باقی تمام کالے اس کے پتی کو اٹھا کر باہر لے گئے۔

ان کے جانے کے بعد کالے نے کہا۔ "تم عورت۔ تم کو ٹارچر نئیں کرتا۔ ادھر فون کا پاس جاؤ۔ اپنا آدمی لوگ کو بلاؤ۔"

وہ اسے چھوڑ کر تیزی سے چلتا ہوا باہر آیا۔ اس کے ساتھی بڑی سی ویگن کار میں بیٹھ چکے تھے۔ آتما رام کی بیوی نے باہر آکر دیکھا کار کی پچھلی سیٹ پر آتما رام کو بٹھایا گیا تھا۔ وہاں بیٹھتے ہی دہشت سے جان جانے لگی۔ پچھلی سیٹ پر خان اعظم خان بیٹھا ہوا تھا۔

دونوں گاڑیاں تیزی سے جا رہی تھیں۔ خان نے آتما رام سے کہا۔ "میری بیٹی کو اغوا کرنے کی سزا یہودی پا رہے ہیں لیکن اس اغوا سے پہلے تم نے بھی سوغات علی کے سرکاری بنگلے میں جاکر میری بیٹی کو اغوا کرنے کا سودا کیا تھا۔"

"نن..... نہیں۔ ہاں۔ وہ سوغات علی نے میرے خلاف ایسا کہا ہوگا۔ وہ جھوٹا

ہے۔ بھلا مجھے تمہاری بیٹی سے کیا دشمنی....."

خان کا الٹا ہاتھ اس کے منہ پر پڑا۔ دوسرے ہی لمحے میں منہ کے اندر لہو کی نمی اور گرمی محسوس کی۔ خان نے پوچھا۔ "صداقت علی کبھی جھوٹ نہیں بولتا۔"

وہ کراہتے ہوئے بولا۔ "میں صداقت صاحب کی نہیں' سوغات علی کی بات کہہ رہا ہوں۔"

"جسے ہم سب سوغات علی سمجھتے رہے' وہی صداقت علی ہے۔ اب بولو' کیا وہ جھوٹ بولتا ہے؟"

وہ چپ رہا۔ خان نے کہا۔ "میں نے صداقت علی کے بھتیجے سنی سے اپنی بیٹی کی شادی کی ہے۔ ابھی بیٹی کو رخصت کرکے آرہا ہوں۔ میں نے صداقت علی کو زبان دی تھی کہ وہ میری بیٹی کا محافظ بن جائے گا تو میں خود کو گرفتاری کے لیے پیش کردوں گا اور گرفتاری پیش کرنے کے لیے مجھے صبح تک کی مہلت ملی ہے۔ تم سمجھ رہے ہوگے' تمہاری "را" کے اور موساد کے کتے کس طرح صبح تک مارے جائیں گے۔"

وہ دونوں ہاتھ جوڑ کر گڑگڑانے لگا۔ "مجھے معاف کردو۔ معافی کے لیے میں تمہاری تمام شرطیں مان لوں گا۔"

"یہ فون لو اور "را" کے کسی بڑے کو بتاؤ کہ تمہاری زندگی اور موت کے درمیان کتنا کم فاصلہ رہ گیا ہے۔ اگر کوئی تمہیں بچانے آسکتا ہے تو آکر لے جائے۔"

اس نے فون لے کر اسے آپریٹ کیا۔ ایک موہوم سی امید تھی کہ شاید "را" والے اس کی مدد کے لیے پہنچ جائیں گے۔ اس نے رابطہ ہونے پر کہا۔ "میں آتما رام بول رہا ہوں۔"

دوسری طرف سے کہا گیا۔ "آتما رام جی! ابھی آپ کی وائف نے فون پر بتایا ہے کہ کچھ کالے فائرنگ کرتے ہوئے آئے تھے اور آپ کو اٹھا کر لے گئے۔ آپ خیریت سے تو ہیں؟"

"میری وائف نے درست کہا ہے۔ اس وقت موت میرے بہت قریب ہے اور اس موت کا نام ہے خان اعظم خان۔"

"اے بھگوان! ہم نے کالوں کے ذکر سے ہی سمجھ لیا تھا کہ خان تمہاری خفیہ پناہ گاہ تک پہنچ گیا ہے لیکن اسے تمہارا پتا کیسے معلوم ہوا؟"

"خان تمام روپوش رہنے والوں کے پتے جانتا ہے۔ پتا نہیں صبح تک کتنے قتل کرے گا۔ اس کے بعد گرفتاری کے لیے صداقت علی کے سامنے خود کو پیش کردے گا۔"

"آپ ابھی کہاں ہیں؟"

"ایک کار میں ہوں۔ خان میرے ساتھ ہے پتا نہیں مجھے کہاں لے جا رہا ہے۔ ابھی تو ہم مری کی طرف جانے والے پہاڑی راستے پر ہیں۔ خان نے مجھے اتنی مہلت دی ہے کہ تم لوگوں کو مدد کے لیے بلاسکتا ہوں اور تم سب کی مدد سے جان بچا کر جاسکتا ہوں۔"

"آتما رام جی! یہ خان کی چال ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ ہم سب آپ کی مدد کے لیے آئیں اور اس کے کالوں کی گولیوں کا نشانہ بن جائیں۔ وہ اپنی اس چال میں کامیاب نہیں ہوسکے گا۔"

"کیسی باتیں کرتے ہو۔ کیا اس کے کالوں کی فائرنگ کے جواب میں تم لوگ فائرنگ نہیں کروگے۔ کیا مقابلہ کرکے میری جان نہیں بچاؤ گے؟"

"آپ اپنی ایک جان بچانے کے لیے اپنے کتنے ساتھیوں اور ماتحتوں کی جان لینا چاہتے ہیں؟"

"یہ کیا بکواس ہے۔ میں تمہارا بڑا ہوں اور اپنے بڑے افسر کے لیے جان کی بازی لگائی جاتی ہے۔"

جواب نہیں دیا گیا۔ اس نے ہیلو ہیلو کہہ کر مخاطب کیا۔ پھر پتا چلا کہ فون بند کردیا گیا۔ خان نے اس کے ہاتھ سے فون چھین کر اسے بند کیا پھر کہا۔ "تم اپنے ساتھیوں کو بلا رہے ہو۔ یہ ایسا برا وقت ہے کہ بلانے سے صرف ایک چیز آئے گی اور وہ چیز ہے موت۔"

وہ ہولے ہولے کانپ رہا تھا اور دھیمی آواز میں کہہ رہا تھا۔ "مجھے ایک بار' صرف ایک بار معاف کردو۔ جان سے نہ مارو۔ میں پاکستان سے ہمیشہ کے لیے چلا جاؤں

گا۔"

وہ دونوں گاڑیاں ایک ریسٹ ہاؤس کے سامنے رک گئیں۔ آتمارام کو کار سے باہر نکالا گیا۔ دو کالے اسے ریسٹ ہاؤس کے برآمدے میں لائے۔ اس کے ایک کمرے کا دروازہ کھلا تو آتمارام بیٹی کو دیکھ کر چیخ پڑا۔ "گیتا!"

خان اعظم خان نے برآمدے میں آکر گیتا کو دیکھا۔ اس کے گلے میں سونے کی ایک باریک چین تھی۔ اس چین کی لاکٹ کی جگہ ایک اٹھنی لگی ہوئی تھی۔ اٹھنی کا چاند ستارہ واضح طور پر نظر آرہا تھا۔

آتمارام کا بیٹا اور داماد بھی برآمدے میں آگئے تھے۔ گیتا کہہ رہی تھی۔ "ابھی ماں جی نے فون پر بتایا ہے کہ آپ کو دشمن پکڑ کر لے گئے ہیں۔ کیا یہ وہی لوگ ہیں؟"

آتمارام نے کہا۔ "ہاں یہ وہی ہیں۔ سمجھ نہیں آتا یہاں کیوں لائے ہیں؟ شاید آخری بار تم سب سے ملانے کے لئے۔"

گیتا نے اس کے شوہر اور بھائی نے کالوں کے سامنے ہاتھ جوڑ دئے۔ آتمارام کے لیے رحم کی بھیک مانگنے لگے۔ خان نے گیتا کے دونوں ہاتھوں کو تھام کر کہا۔ "تم نے ان ہاتھوں سے میرے داماد کی کلائی میں راکھی باندھی تھی۔ میں نے تمہارے بھائی کو اپنا داماد بنالیا ہے۔ شادی کے بعد داماد کو سلامی میں کچھ دیا جاتا ہے۔ میرے داماد سنی نے کہا کہ وہ سلامی میں اپنی گیتا کے باپ کی سلامتی چاہتا ہے۔ بشرطیکہ تمہارا یہ باپ پاکستان سے ایسے جائے کہ پھر پلٹ کر کبھی اس پاک زمین پر اپنے قدم نہ رکھے۔"

آتمارام نے جلدی سے ہاتھ جوڑ کر کہا۔ "میں چلا جاؤں گا۔ ہمیشہ کے لیے اس ملک سے چلا جاؤں گا۔ میں اپنی گیتا کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ ابھی اس ملک سے چلا جاؤں گا۔"

داماد نے کہا۔ "میں ذمے داری لیتا ہوں۔ اپنی ساس اور سسر کو خود ائرپورٹ پہنچا کر آؤں گا مگر میری ساس کہاں ہیں؟"

"وہ خیریت سے ہیں۔ آتمارام کے ساتھ اپنی ساس کے پاس جاؤ۔ صبح آٹھ بجے ایک فلائٹ ہے۔ میں نے دہلی تک کے دو ٹکٹ یہ سوچ کر لیے ہیں کہ یہ ہمارا ملک چھوڑ

کر نہیں جائے گا تو میں ٹکٹ کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے اس کے جسم کے بھی چیتھڑے اڑادوں گا۔"

"میں ابھی جارہا ہوں۔ چلو بیٹے! میرے ساتھ چلو۔"

خان نے کہا۔ "اس ویگن میں جاکر بیٹھ جاؤ۔ میرے کالے تمہیں تمہاری وائف کے پاس لے جائیں گے۔ پھر وہاں سے ائرپورٹ پہنچادیں گے۔"

آتمارام نے داماد سے کہا۔ "جب خان بھائی کے کالے میرے محافظ بن رہے ہیں تو اتنی رات کو تم ساتھ نہ چلو۔ یہاں آرام کرو۔"

وہ بیٹی، داماد اور بیٹے سے رخصت ہو کر کالوں کے ساتھ گاڑی میں چلا گیا۔ خان نے موبائل فون کو آپریٹ کیا۔ پھر کان سے لگا کر کہا۔ "ہیلو سنی! اس وقت میں تمہاری بہن کے پاس ہوں۔ لو بات کرو۔"

اس نے فون گیتا کی طرف بڑھایا۔ گیتا نے اسے لے کر کان سے لگایا پھر اچانک ہی پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ سنی نے پوچھا۔ "کیا ہوا گیتا! کیوں رو رہی ہو؟"

وہ روتی ہوئی بولی۔ "آج تک راکھی باندھنے سے کسی بہن کو ایسی محبت اور سلامتی نہیں ملی ہوگی، جیسی آپ سے مل رہی ہے۔"

"گیتا! آنسو پونچھ لو۔ میں نے سوچا اگر آتمارام جی کو ہلاک کیا گیا تو میری بہن کو صدمہ پہنچے گا۔ اسی لیے میں نے یہ شرط عائد کی کہ میرے ملک کا دشمن آئندہ کبھی ہماری زمین پر قدم نہ رکھے اور میری بہن کے سر پر باپ کا سایہ بھی رہے۔"

"میں اپنے جذبوں میں ایسی الجھی ہوئی تھی کہ آپ کو شادی کی مبارک باد بھی نہیں دی۔ اب اس شکایت کے ساتھ مبارک باد قبول کریں کہ اپنی شادی میں مجھے نہیں بلایا۔"

"میں مجبور تھا۔ ایک تو اچانک یہ شادی ہوئی۔ دوسری طرف یہ کہ میں تم سب کو شادی میں بلاکر کسی خطرے سے دو چار نہیں کرنا چاہتا تھا۔ میری بہن! حالات ہمارے موافق نہیں ہیں۔ میں جلد ہی تمہاری بھابی کے ساتھ آؤں گا۔ پھر تمہیں اس مندر میں لے جاؤں گا، جسے تم سپنوں میں دیکھ چکی ہو۔"

وہ تھوڑی دیر تک پیار و محبت سے بولتے رہے پھر رابطہ ختم کردیا۔ خان نے موبائل فون لے کر بڑی شفقت سے گیتا کے سر پر ہاتھ رکھا۔ پھر اسے دعائیں دے کر اپنی کار میں جاکر بیٹھ گیا۔

★==========★==========★

ریحانہ اپنے شوہر برکت اور دیور رحمت کے ساتھ اسلام آباد والی کوٹھی میں آگئی۔ پیر شاہ سلطانی نے تینوں کو گھور کر دیکھا۔ پھر پوچھا۔ "یہاں آنے کی ضرورت کیا تھی؟ میں نے کہہ دیا تھا کہ پیرس میں جتنا سونا میرے پاس ہے' وہ سب تم دونوں کے نام ٹرانسفر کردوں گا۔"

برکت نے کہا۔ "ہم کسی لالچ سے نہیں آئے ہیں۔ آپ کی یہ بہو کہہ رہی تھی کہ آپ یہاں تنہا ہیں اور صداقت بھائی زندہ ہوگئے ہیں' آپ کسی مسئلے سے دو چار ہوسکتے ہیں۔ ہمیں آپ کی پریشانیوں کے وقت آپ کے پاس رہنا چاہیے۔"

ریحانہ نے کہا۔ "جی ہاں۔ اگر صداقت بھائی دوبارہ زندہ نہ ہوتے تو....."

ہاجرہ نے پوچھا۔ "یہ دوبارہ زندہ ہونے کا مطلب کیا ہوا؟ کیا وہ خدانخواستہ وفات پاگئے تھے؟"

ریحانہ نے کہا۔ "خبر تو یہی اڑی تھی کہ وہ مرچکے ہیں۔"

"لیکن مرتو نہیں گئے تھے اور آپ فرما رہی ہیں کہ وہ دوبارہ زندہ ہوگئے ہیں۔ ذرا سوچ سمجھ کر بات زبان سے نکالا کریں۔"

"کیا آپ مجھے بات کرنا سکھا رہی ہیں؟ شوہر کے زندہ ہوتے ہی مزاج آسمان پر چڑھ گیا ہے۔"

پیر شاہ سلطانی نے ڈانٹ کر کہا۔ "یہ تم دونوں نے کیا جھگڑا شروع کر دیا ہے۔ دلہن! یہ دوبارہ زندہ ہونے والی بات نہ کرو۔ سمجھا کرو۔ جو اپنی پیدائش کے وقت سے اب تک زندہ ہے اس کی زندگی کے لیے دوبارہ کا لفظ استعمال کرنا حماقت ہے۔"

"جی ابا حضور! سمجھ گئی۔ زندگی کے لیے دوبارہ نہیں کہوں گی' سونے کے لیے دوبارہ کہہ سکتی ہوں۔ سونے کا بھاؤ بڑھتا جارہا ہے۔ پتا نہیں ہمارا سونا کتنی مالیت کا ہوگا۔"

"تمہیں سونا بہت زیادہ پسند ہے تو بیڈ روم میں جاکر سو جاؤ۔ تمہاری باتوں میں الجھ کر ہم اہم بات کرنا بھول جاتے ہیں۔"

چھوٹے بیٹے رحمت نے پوچھا۔ "کوئی اہم بات ہے؟"

"ہاں تمہارے بیٹے نے شادی کرلی ہے۔"

"کیا سنی نے؟"

"ہاں۔ سنی نے ابھی ایک گھنٹا پہلے ایک بدنام زمانہ مجرم کی بیٹی سے شادی کی ہے اور یہ شادی کرانے والا تمہارا بہنوئی صداقت علی ہے۔"

"واہ صداقت بھائی! زندہ ہوتے ہی پہلی دشمنی ہم سے کی۔"

ہاجرہ نے غصے سے کہا۔ "پھر وہی۔ "زندہ ہوتے ہی۔" یہ بات تم لوگوں کی سمجھ میں کیوں نہیں آتی کہ وہ زندہ رہے ہیں۔ صرف روپوش ہوگئے تھے۔ اب ظاہر ہوئے ہیں۔"

باپ نے کہا۔ "ہاجرہ! خاموش رہو۔ یہ احمقوں کی طرح جو کہہ رہے ہیں' انہیں کہنے دو۔ روک ٹوک کروگی تو اصل بات رہ جائے گی۔"

رحمت نے کہا۔ "بیٹا جو بھولا رہا ہے' میں اسے تسلیم نہیں کروں گا۔"

"تمہارے تسلیم نہ کرنے سے بیٹے اور بہو کا کچھ نہیں بگڑے گا۔"

ہاجرہ نے کہا۔ "میرا موبائل فون اس کے پاس ہے۔ ڈائل کرو اور باتیں کرلو۔"

اس نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگایا پھر نمبر ڈائل کرنے لگا۔ ریحانہ نے آکر رحمت سے ریسیور لے کر کہا۔ "مجھے دو۔ جوان لڑکا ہے۔ تم غصے میں باتیں کروگے' وہ اور باغی ہو جائے گا۔"

رابطہ ہوتے ہی سنی کی آواز آئی۔ ریحانہ نے کہا۔ "ہیلو سنی! میں ہوں تمہاری آنٹی۔ تمہاری روبی کی بد نصیب ماں۔ ہائے بیٹا' روبی کا چالیسواں ہوتے ہی تم نے مجھ سے پوچھے بغیر شادی کرلی۔ میں تم سے ناراض ہوں۔ تم سے بات نہیں کروں گی۔"

سنی نے کہا۔ "آنٹی! میں آپ کا بیٹا ہوں۔ فائدہ دیکھ کر شادی کی ہے۔ لندن کے ایک بینک میں آپ..... کی بہو کا ستر من سونا ہے۔"

"ستر من....." ریحانہ کی سانس اوپر کی اوپر رہ گئی۔ وہ پیر شاہ سلطانی سے بولی۔ "آپ سے تیس من زیادہ ہے۔"

پیر شاہ سلطانی نے پوچھا۔ "تیس من کیا زیادہ ہے؟"

"ابا حضور! میں سونے کی بات کر رہی ہوں۔ آپ کے پاس چالیس من ہے۔ سنی کی دلہن کے پاس ستر من سونا ہے۔"

"ہو سکتا ہے۔ اس کے باپ نے بہت حرام کی دولت کمائی ہے۔ مگر تم شادی پر اعتراض کرتے کرتے سونے کی باتیں کیوں کر رہی ہو؟"

اس نے بہو سے ریسیور لے کر کان سے لگاتے ہوئے کہا۔ "سنی! کیا تمہیں احساس ہے کہ تم کتنے نافرمان اور باغی ہو گئے ہو۔"

"دادا حضور! آپ کو میری شادی پر اعتراض ہے تو مجھے افسوس ہے۔ شادی ہو چکی ہے۔ لڑکی کا خاندان ہمارے خاندانوں کی طرح شان دار جرائم سے بھرپور ہے۔"

ٹیلی فون کا بڑا اسپیکر کھول دیا گیا تھا۔ وہاں بیٹھے ہوئے تمام بزرگ سنی کی باتیں سن رہے تھے۔ ریحانہ نے کہا۔ "ابا حضور! سنی کو بچہ سمجھ کر معاف کر دیں۔ وہ بچہ ستر من کی بہو لے کر آیا ہے۔ ایسی بہو بھاری نہیں ہوتی۔ میں اسے اپنی روبی سمجھ کر اپنے ساتھ رکھوں گی۔"

سنی نے کہا۔ "دادا حضور! ریسیور آنٹی کو دیں۔ انکل بات کریں گے۔"

باپ نے بیٹی کو ریسیور دیا۔ فون کے اسپیکر سے صداقت علی کی آواز ابھری۔ وہاں سب ہی سننے لگے۔ صداقت کہہ رہا تھا۔ "ہیلو ہاجرہ! میں سنی اور حمیرا کی شادی کے سلسلے میں مصروف تھا اس لیے یہ وضاحت نہ کر سکا کہ اچانک یہ شادی کیوں ہو رہی ہے۔ بلکہ ہو چکی ہے۔"

وہ ایک ذرا توقف سے بولا۔ "ہماری روبی اپنے دادا کی مجرمانہ زندگی کی بھینٹ چڑھ گئی۔ کسی دن سنی' جمشید اور ہماری شانی کی جانوں کو بھی نقصان پہنچ سکتا ہے۔ خان

اعظم خان جیسے مجرم کی بیٹی بھی دشمنوں کے ہاتھوں برباد ہو سکتی تھی۔ خدا کا شکر ہے کہ ایک مجرم کا بیٹا سچل سچے راستوں پر چل رہا ہے۔ شانی اور سنی میرے سائے میں محتاط زندگی گزار رہے ہیں۔ میں نے خان اعظم خان سے وعدہ کیا ہے کہ وہ خود کو قانون کے حوالے کر دے گا تو میں اس کی بیٹی کو بہو بنا کر اسے تحفظ فراہم کرتا رہوں گا۔ اسی نیک مقصد کے تحت حمیرا اب ہماری بہو' ہماری عزت ہے۔ کل صبح اس کا باپ خان اعظم خان گرفتاری کے لیے خود کو پیش کرے گا۔ کیا میں نیک اقدامات کے ساتھ قانونی تقاضے پورے نہیں کر رہا ہوں؟"

ہاجرہ نے کہا۔ "بے شک' میں آپ پر ناز کرتی ہوں۔"

"اس کے باوجود تم فائل چرا کر لے گئیں۔"

"آپ جانتے ہیں۔ میں ابا حضور کو پریشان نہیں دیکھ سکتی۔ یہ سر اٹھا کر جینے کے لیے دنیا میں آئے ہیں۔ اگر یہ قانون کے سامنے جھکیں گے تو گویا داماد کے سامنے جھکیں گے اور میں ابا حضور کو کبھی جھکنے نہیں دوں گی۔"

"تم باپ کی سربلندی کے لیے کوششیں کرتی رہتی ہو لیکن جس کے مقدر میں اوندھے منہ گرنا لکھا ہو' اسے تم سنبھال نہ پاؤ گی۔"

"آپ کہنا کیا چاہتے ہیں؟ کیا یہ آپ کی پیش گوئی ہے کہ ابا حضور اوندھے منہ گریں گے؟ کون گرائے گا؟"

"انہوں نے خود اپنے لیے ایسے حالات پیدا کیے ہیں' جو آئندہ کسی بھی لمحے میں انہیں عبرت ناک انجام تک پہنچا سکتے ہیں۔"

"آپ ہمیں تشویش میں مبتلا کر رہے ہیں۔ کوئی ایسی خاص بات ہے' جسے آپ ہم سے چھپا رہے ہیں۔"

پیر عظمت شاہ نے گرج کر کہا۔ "وہ کیا چھپائے گا۔ صاف ظاہر ہے یہ انٹیلی جنس کا ڈائریکٹر جنرل ہمیں کبھی قانونی گرفت میں نہیں دے سکتا۔ جس فائل کے غائب ہونے سے انڈرورلڈ کے سربراہ ہمیں گولی مار سکتے تھے' وہ فائل ہمارے پاس واپس آ گئی ہے۔ یہ ہمارا اس طرح کچھ نہیں بگاڑ سکے گا اس لیے اس نے خان اعظم خان سے رشتے داری کی

ہے۔ ہمیں قتل کرنے کے لیے اس خان کی خدمات حاصل کی ہیں۔"

"ہاجرہ! اپنے باپ کو گرجنے سے روکو' بلڈ پریشر بڑھ جائے گا۔ یہ ان کی خوش فہمی ہے کہ میں انہیں قانونی گرفت میں نہیں لے سکتا۔ ان کے خلاف جتنے ٹھوس ثبوت ہیں' میں نے انھیں آرمی کے چیف کے پاس کارروائی کے لیے بھیج دیا ہے۔ جو فائل تم لے گئی ہو' اس کے بڑے سائز کے فوٹو گرافس میرے پاس ہیں۔ انڈرورلڈ کے تمام سربراہ وہ فوٹو گرافس دیکھتے ہی تمہارے گاڈفادر باپ کو گولیوں سے چھلنی کر ڈالیں گے۔"

پیر عظمت اللہ شاہ سلطانی کا رنگ زرد پڑ گیا۔ اس نے اصل فائل حاصل کرنے کے بعد یہ نہیں سوچا تھا کہ انڈرورلڈ کے بڑے اس فائل کے مکمل فوٹو گرافس دیکھ کر اسے گاڈفادر کے عہدے سے ٹھوکریں مار کر گرا سکتے ہیں اور اسے کتے کی موت مار سکتے ہیں۔

فون کے اسپیکر سے صداقت کہہ رہا تھا۔ "انڈرورلڈ کا ایک سربراہ کل ایک دن کے لیے اسلام آباد آنے والا ہے۔ دوسرے دو سربراہ لندن میں ہیں۔ میں کل صبح دس بجے اسکاٹ لینڈیارڈ کے اعزازی سراغ رساں کی حیثیت سے اس فائل کے تمام کاغذات لندن فیکس کروں گا اور اس کی کاپی اسلام آباد آنے والے سربراہ تک پہنچاؤں گا۔ کیا یہ بات تمہاری سمجھ میں آتی ہے ہاجرہ کہ میں اس فائل کو کل صبح دس بجے کیوں فیکس کروں گا؟ اور ابھی تمہارے باپ کے خلاف یہ کارروائی کیوں نہیں کر رہا ہوں؟"

صداقت کے سوالات سن کر بیٹی نے باپ کو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ باپ شکست خوردہ انداز میں صوفے پر ایسے بیٹھ گیا جیسے غبارے سے ہوا نکل رہی ہو۔

بیٹی نے پہلی بار باپ کا جھکا ہوا سر دیکھا۔ یہ سمجھ میں آ رہا تھا کہ ڈائریکٹر جنرل صداقت علی نے اسکاٹ لینڈیارڈ کے اعزازی سراغ رساں کی حیثیت سے اس گاڈفادر کو بری طرح شکنجے میں کس لیا ہے۔

ہاجرہ نے فون پر کہا۔ "صداقت! آپ ابا حضور کے خلاف ابھی کارروائی نہیں کر رہے ہیں۔ میں ہاتھ جوڑتی ہوں' کبھی کارروائی نہ کریں۔ آپ دانا ہیں۔ دانائی سے کام لیں۔ اس معاملے کو صلح صفائی سے ختم کر دیں۔"

"تو پھر میں خان اعظم خان کے خلاف بھی کوئی کارروائی نہ کروں کیوں کہ یہ

گاڈفادر تمہارے باپ ہیں تو خان ہمارے سنی کا سسر ہے۔ رب راکھن زندہ ہوتا تو اسے بھی معاف کرنا پڑتا کیوں کہ وہ ہماری شانی کا ہونے والا سسر تھا۔ تم نے یہ کیسے سمجھ لیا کہ میں رشتے دار مجرموں کو اور ملک دشمنوں کو معاف کرنے والا افسر ہوں؟"

"آپ ایسے نہیں ہیں مگر میں کیا کروں؟ ابا حضور کی شان میں کوئی گستاخی ہو گی تو میں مر جاؤں گی۔"

"تمہارے مرنے سے نہ قانون بدلے گا اور نہ ایک افسر کی فرض شناسی بدلے گی۔ اگر تم چاہتی ہو کہ میری کارروائیوں کے نتیجے میں تمہارے گاڈفادر باپ کو حرام موت نہ ملے تو اس سے کہو' اپنے تمام جرائم کا اعتراف نامہ لکھ کر گرفتاری کے لیے خود کو پیش کرے۔ کل صبح سات بجے میں خان اعظم خان کو ہتھکڑی پہناؤں گا۔ گاڈفادر پیر عظمت اللہ شاہ سلطانی سے کہو' وہ خان سے دو گھنٹے پہلے صبح پانچ بجے گرفتاری کے لیے خود کو پیش کر دے۔"

وہاں سب کو جیسے سانپ سونگھ گیا تھا۔ ریحانہ' ہاجرہ' برکت اور رحمت خاموشی اور پریشانی سے اپنے خاندان کے اس بزرگ کو دیکھ رہے تھے' جس نے کبھی شکست نہیں کھائی تھی۔ جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اس کی کلائیوں کے سائز کی ہتھکڑیاں نہ بنائی گئی ہیں اور نہ کبھی بنائی جائیں گی۔

باپ نے سر اٹھا کر بیٹی کو دیکھا پھر ریسیور کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ بیٹی نے ریسیور دے دیا۔ وہ اسے کان سے لگا کر بولا۔ "ہم بول رہے ہیں۔"

صداقت کی آواز ابھری۔ "میں سن رہا ہوں۔"

"ہماری گرفتاری چاہتے ہو تو پھر صبح پانچ بجے کیوں؟"

"میں تمہیں سوچنے سمجھنے اور فیصلہ کرنے کی مہلت دے رہا ہوں۔"

"جو مرد میدان ہوتے ہیں' وہ ایک پل میں زندگی اور موت کا فیصلہ کر لیتے ہیں۔ ہتھکڑی ابھی لے آؤ۔ ہم انتظار کر رہے ہیں۔"

"اچھی بات ہے۔ جب میں وہاں پہنچوں تو وہاں تمہارا کوئی سیکیورٹی گارڈ نہ ہو۔ کوٹھی کے اندر اور باہر سے تمام اسلحہ ہٹا دو۔"

"یہی ہوگا۔ ہم صرف اپنے خاندان والوں کے ساتھ ملیں گے۔"

پیر عظمت اللہ شاہ سلطانی نے ریسیور رکھ کر اپنے بیٹوں بہوؤں پھر بیٹی کو دیکھا۔ برکت نے کہا۔ "ابا حضور! صداقت بھائی ہمارے دشمن ہیں۔ ہم انہیں آپ کو ہتھکڑی پہنانے اور آپ کی توہین نہیں کرنے دیں گے۔ ہم ان کا مقابلہ کریں گے۔"

باپ نے کارڈلیس فون اٹھا کر کہا۔ "جب یہاں ایک بھی ہتھیار نہیں رہے گا تو کیسے مقابلہ کرو گے؟"

اس نے کارڈلیس فون پر سیکیورٹی افسر سے کہا۔ "ہم بول رہے ہیں۔ اپنے تمام گارڈز اور تمام اسلحہ لے کر ہماری کوٹھی سے دور چلے جاؤ۔ جب تک ہم کال نہ کریں' تب تک واپس نہ آنا۔"

"جو حکم جناب عالی!"

"گیٹ کے دربان اور نائٹ چوکی دار کو بھی چلے جانے کا حکم دو۔ پندرہ منٹ کے بعد کوٹھی کے احاطے میں کوئی نظر نہ آئے۔ کسی جگہ ایک ہتھیار بھی نہ رہے۔"

اس نے کارڈلیس فون بند کر دیا۔ گھر کے افراد سر جھکائے کھڑے ہوئے تھے۔ اس نے بڑی بہو سے کہا۔ "دلہن! پریشان نہ ہونا۔ جتنا سونا ہے' وہ سب میرے دونوں بیٹوں کو ملے گا۔"

رحمت نے یکبارگی روتے ہوئے کہا۔ "ہمیں دولت نہیں آپ کی سلامتی اور شان و شوکت چاہیے۔"

باپ نے ڈانٹ کر کہا۔ "بزدل! پیر عظمت اللہ شاہ سلطانی کے بیٹے ہو کر آنسو بہا رہے ہو؟ ہم آنکھیں پھوڑ ڈالیں گے۔"

وہ جلدی سے آنکھیں پونچھنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد اطلاع ملی کہ صداقت علی آرہا ہے۔ مسلح سپاہی کوٹھی کو گھیر رہے ہیں۔ پیر شاہ سلطانی نے بیٹی' بیٹوں اور بہوؤں سے کہا۔ "جاؤ۔ دوسرے کمرے میں چلے جاؤ۔"

وہ جانے لگے۔ ہاجرہ نے کہا۔ "میں نہیں جاؤں گی۔ میں جاؤں گی تو آپ دونوں پھر کسی بات پر لڑنے لگیں گے۔ میں نے ہمیشہ آپ دونوں کا غصہ ٹھنڈا کیا ہے۔"

ڈرائنگ روم کا دروازہ کھل گیا۔ کھلے ہوئے دروازے پر صداقت علی وردی میں ملبوس کھڑا تھا۔ اس نے اندر آتے ہوئے کہا۔ "باہر فورس ہے مگر اندر تنہا آیا ہوں۔ ہتھکڑی نہیں لایا۔ الزامات ثابت کرنے کے بعد پہناؤں گا۔"

وہ صوفے سے اٹھ کر ایک طرف چلتے ہوئے بولا۔ "تم ہمارے خلاف بہت کچھ ثابت کر سکتے ہو لیکن یہ ثابت نہیں کر سکتے کہ ہم نے تم پر قاتلانہ حملہ کرایا تھا۔"

اس نے اچانک لباس کے اندر سے ریوالور نکال کر نشانہ لیتے ہوئے کہا۔ "یہ صرف ہم ابھی ثابت کر دیں گے۔ اب ہمیں قانون کے سامنے گھٹنے ٹیکنے ہی ہیں' جب ہمیں عبرت ناک سزا کو پہنچنا ہی ہے تو پھر گرفتاری کے لیے خود کو کیوں پیش کریں۔ کیوں نہ اس سے پہلے تمہیں جہنم میں پہنچا دیں۔"

صداقت علی نے بڑی پھرتی سے اپنا ریوالور نکالا۔ اس کے ساتھ ہی گاڈفادر نے گولی چلا دی۔ صداقت کے حلق سے کراہ نکلی۔ گولی ایک بازو کا گوشت پھاڑتی ہوئی گزر گئی تھی۔ ہاتھ سے ریوالور چھوٹ کر گرش پر گر پڑا تھا۔

ہاجرہ چیختی ہوئی دوڑی۔ "نہیں' نہیں۔ ابا حضور! یہ آپ کیا کر رہے ہیں۔"

وہ دوڑتی ہوئی آکر فرش پر گری پھر ریوالور کو اٹھالیا۔ باپ نے کہا۔ "شاباش بیٹی! اس کا ریوالور ادھر لے آؤ۔ تم ہمیشہ اس کم بخت کے گھر سے ہماری اہم دستاویزات چراتی آئی ہو۔ آج کے بعد اور کچھ نہیں چرانا پڑے گا۔"

"آپ نے صداقت پر گولی کیوں چلائی؟"

"بیٹی! کوئی نئی بات نہیں ہے۔ پہلے ایک قاتلانہ حملہ ناکام ہوگیا تھا۔ آج نہیں ہوگا۔"

اس نے پھر صداقت کا نشانہ لیا۔ ہاجرہ چیخیں مارتے ہوئے شوہر کے سامنے ڈھال بن کر آئی پھر اس نے گولی چلا دی۔ بوڑھے حلق سے چیخ نکلی۔ وہ بولی۔ "آپ نے میرا سہاگ اجاڑنا چاہا تھا اور میں عبادت کی حد تک آپ سے محبت کرتی رہی۔ کیا دیا ہے آپ نے بیٹی کو؟ کیا دیا ہے؟"

ٹھائیں۔ ٹھائیں۔ ٹھائیں۔ اس کی انگلی ٹریگر پر دباؤ ڈالتی چلی گئی۔ اسے ہوش اس

وقت آیا جب ریوالور خالی ہوگیا اور سامنے باپ کی لاش خون میں لت پت نظر آئی۔ ایک دم سے اس کا سر چکرایا پھر اس سے پہلے کہ وہ گرتی' صداقت نے آگے بڑھ کر بازوؤں میں اسے سنبھال لیا۔

ایک بیٹی نے بُت توڑ دیا تھا۔ ایک بیٹی نے مجازی خدا تراش لیا تھا۔

★★★★★★★ ختم شد ★★★★★★★

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام